بانی مدیرہ: زیب النساء
مدیر اعلیٰ: مشتاق احمد قریشی
مدیرہ: قیصر آرا
نائب مدیرہ: سعیدہ نثار
مدیر خصوصی: طاہر احمد قریشی
مدیر معاونین: جویریہ احمد
روبینہ احمد

| جلد | 39 |
| --- | --- |
| شمارہ | 02 |
| مئی | 2017 |

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group
/women.magazine

# اس شمارے میں

## ابتدائیہ


سرگوشیاں — مدیرہ — 14
حمد — ریاض حسین قمر — 15
نعت — عبدالستار نیازی — 15
درجواب آں — مدیرہ — 16


## دانش کدہ


الکوثر — مشتاق احمد قریشی — 20


## ہمارا آنچل


دائمہ نقوی/بحیرہ نیلم — ملیحہ احمد — 24
عفیفہ مریم/شریفاں رمضان


## میری سالگرہ ہے


سو ویں سالگرہ نمبر — سعیدہ نثار — 27


## سلسلہ وار ناول


شب ہجر کی پہلی بارش — نازیہ کنول نازی — 107


## مکمل ناول


چراغ خانہ — رفعت سراج — 37
ذرا مسکرا میرے گمشدہ — فاخرہ گل — 71
بھیگی خوشیاں — صدف آصف — 153


## ناولٹ


حریم عشق — سیدہ غزل زیدی — 219


## افسانے


میں ہار گئی — اقبال بانو — 53
گول گلی — رابعہ افتخار — 67
چاند کو گل کریں — عشنا کوثر سردار — 101
سال گرہ مبارک آنچل — قرۃ العین سکندر — 141
میری منزل تم ہی ہو — نادیہ فاطمہ رضوی — 185
پہلی کرن — سمیرا غزل صدیقی — 197
تم میرے ہو — ریحانہ آفتاب — 201
محبت کہیں جیسے — سویرا فلک — 213


## آرٹیکل


ہمارے رنگ آنچل کے سنگ — صباحت رفیق چیمہ — 244



پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتہ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400

سرورق: صائمہ انصار...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ رضا

## مستقل سلسلے


| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ہومیو کارنر | طلعت نظامی | 248 | یادگار لمحے | جویریہ سالک | 268 |
| بیاض دل | میمونہ رومان | 250 | آئینہ | شہلا عامر | 272 |
| ڈش مقابلہ | طلعت آغاز | 252 | ہم سے پوچھیے | شمائلہ کاشف | 282 |
| بیوٹی گائیڈ | روبینہ احمد | 255 | آپ کی صحت | ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا | 285 |
| نیرنگ خیال | ایمان وقار | 257 | کام کی باتیں | حنا احمد | 289 |
| دوست کا پیغام آئے | ہما احمد | 262 | کترنیں | قارئین | 000 |


خط و کتابت کا پتہ: آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کے ادارہ مطبوعات نے افق پبلی کیشنز ای میل: info@aanchal.com.pk

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے، غم سے اور کم ہمتی اور کاہلی و بزدلی سے اور بخل و کنجوسی سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔''
(البخاری ومسلم)

مدیرہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ
مئی ۲۰۱۷ء کا آنچل بطور سالگرہ نمبر حاضر مطالعہ ہے۔
میں تہہ دل سے اپنی تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے سالگرہ کی مبارک باد دی اور دعاؤں سے نوازا یہ سب اللہ سبحان وتعالیٰ کا کرم اور آپ تمام بہنوں کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ مقام نصیب فرمایا۔ میرے لیے اور میری ساتھیوں کے لیے آپ کا ہر جملہ بڑا اہم اور قیمتی ہے، یہ حوصلہ افزائی اور آپ کی مثبت رہنمائی ہمارے حوصلے بلند کردیتی ہے۔ آنچل کے بعد حجاب تیار کرنے میں کسی تھکن، کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا آپ کی محبتیں ہمیں حوصلہ دیتی ہیں، ہمارے حوصلوں کو جلا ملتی ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ وہ مالک ہم سے آپ کے دلوں کو تسکین پہنچانے اور خوشیاں بانٹنے کا کام لے رہا ہے۔
ملک کا موسم شدید سے شدید تر ہورہا ہے اس وقت بھی کراچی کا موسم 42 درجے پر ہے ملک کے دیگر شہروں میں موسم کی شدت اپنے جوبن پر ہے، تمام بہنیں اس موسم میں بڑی احتیاط کریں بلاضرورت دھوپ میں باہر نہ نکلیں، نہ اپنے بچوں کو باہر نکلنے دیں، پانی جتنا زیادہ پی سکتی ہیں پی لیا کریں، کھانے میں دہی کی لسی کا زیادہ استعمال کریں، اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اس شدت کی گرمی سے محفوظ رکھے اور ہر قسم کی آفات سے بچائے، آمین۔ موسم کی شدت کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی سیاست کا موسم بھی بڑا گرم محسوس ہورہا ہے۔ سیاست کی گرماگرمی نے اہل سیاست کو ہی نہیں عوام کو بھی ہیجان میں مبتلا کررکھا ہے، اہل سیاست ایک طرف پانامہ لیکس کے فیصلے کا بے چینی سے انتظار کررہے ہیں وہیں اس گرماگرمی میں بھارتی را کے ایجنٹ کلبھوشن یادیو کو پھانسی کی سزا نے پاک بھارت سیاست میں ہلچل مچادی ہے، بھارتی حکمرانوں اور ایوان سیاست کو تو ایسا معلوم ہورہا ہے کہ کسی نے انہیں بارود کے ڈھیر پر بٹھادیا ہو ان کے رویوں نے ثابت کردیا ہے کہ چوری اور سینہ زوری کے وہ کس طرح عادی ہیں اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کے بجائے الٹا پاکستان کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں، قسم قسم کی دھمکیاں دے رہے ہیں، ان کے ذرائع ابلاغ تو جنگ کا بگل بجانے سے بھی نہیں ہچکچا رہے برملا جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں انہیں یہ اندازہ ہی نہیں کہ ٹیلی ویژن پر بیٹھ کر دھمکانا اور بات ہے اور میدان میں جنگ کے لیے اترنا اور بات ہے۔ بھارتی حکمران اور افواج خوب اچھی طرح جانتی ہے کہ اگر لڑنا پڑا تو ان کا حشر کیا ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وطن عزیز کو استحکام عطا فرمائے، حفاظت فرمائے اور دشمن کو نابود کرے آمین۔ آئیے چلتے ہیں اس کے پرچے کی جانب۔
بہنیں نوٹ فرمالیں جون، جولائی کے شمارے عید نمبر ہوں گے، بہنیں اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کردیں۔

**اس ماہ کے ستارے**

☆ میں ہار گئی — اقبال بانو اپنے افسانے کے سنگ دلنشین انداز میں جلوہ گر ہیں۔
☆ گول گلی — گول گلی میں گھومتے لوگوں کی کہانی، رابعہ افتخار کا موثر افسانہ۔
☆ چاند کو گل کریں — محبت کرنے والے دلوں کے لیے ایک خوب صورت پیغام عشنا کوثر کے الفاظ میں۔
☆ بھیگی خوشیاں — صدف آصف کا شگفتہ و دلکش پیرائے میں لکھا ناول۔
☆ میری منزل تم ہی ہو — راستہ منزل کا تعین کرتی نادیہ فاطمہ اپنے افسانے کے سنگ حاضر ہیں۔
☆ تم میرے ہو — ریحانہ آفتاب ایک نئے انداز میں حاضر ہیں۔
☆ پہلی کرن — ''ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی'' سمیرا غزل کا موثر افسانہ۔
☆ محبت کہیں جسے — محبت کی کہانی سویرا فلک کی زبانی۔
☆ سال گرہ مبارک آنچل — سالگرہ کی مبارک باد پیش کرتی قرۃ العین سکندری کی خصوصی تحریر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔
دعا گو
قیصر آرا

کریں تعریف تیری کیا خدایا
کہ لفظ کن سے یہ سب کچھ بنایا
یہ سچ ہے اتنے قد آور شجر کو
ذرا سے بیج میں تُو نے چھپایا
کرم تیرا ہی مجھ پر بہت ہے
کہ اس ناچیز کو انساں بنایا
ستاروں سے مزین آسمان ہے
زمیں کو پھول بوٹوں سے سجایا
ہے تیری افضل اور اعلیٰ
نہیں ثانی تیرا کوئی خدایا
تُو سب مخلوق کا روزی رساں ہے
کوئی اپنا ہو یا کوئی پرایا
احاطہ کرسکے نہ عقل و دانس
نہیں تیرا کسی نے بھید پایا
ترے در پہ سلاطینِ جہاں نے
با عجز و انکساری سر جھکایا

ریاض حسین قمر

خسروی اچھی لگی نہ سروری اچھی لگی
ہم فقیروں کو مدینے کی گلی اچھی لگی
دور تھے تو زندگی بے رنگ تھی بے کیف تھی
ان کے کوچے میں گئے تو زندگی اچھی لگی
میں نہ جاؤں گا کہیں بھی در نبی کا چھوڑ کر
مجھ کو کوئے مصطفیٰ کی چاکری اچھی لگی
رکھ دیئے سرکار کے قدموں میں سلطانوں نے سر
سرورِ کون و مکاں کی سادگی اچھی لگی
کہہ دیا سرکار نے محفل میں دیوانہ مجھے
میرے آقا کو مری دیوانگی اچھی لگی
ناز کر تو اے حلیمہ سرورِ کونین پر
گر لگی اچھی تو تیری جھونپڑی اچھی لگی
مہرومہ کی روشنی مانا کہ اچھی ہے مگر
سبز گنبد کی مجھے تو روشنی اچھی لگی
آج محفل میں نیازی نعت جو میں نے پڑھی
عاشقانِ مصطفیٰ کو وہ بڑی اچھی لگی

عبدالستار نیازی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

## سویرا فلک...... کراچی

ڈیئر سویرا! سدا سہاگن رہو' آپ کے شوہر کی علالت کے متعلق جان کر بے ساختہ دعاؤں نے لبوں کا احاطہ کرلیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے شوہر کو صحت وتندرستی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے۔ بے شک اس وقت آپ ایک کٹھن مرحلے سے گزر رہی ہیں لیکن اس مشکل مرحلے میں ہماری دعائیں آپ کے سنگ ہیں' دعاگو ہیں کہ آپ کے شوہر کا آپریشن کامیاب رہے اور وہ جلد اپنے گھر واپس آکر زندگی کی ڈھیروں خوشیاں حاصل کریں' قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

## نائلہ طارق...... کراچی

ڈیئر نائلہ! سدا خوش رہو' آپ کی جانب سے خوب صورت کتابوں کا تحفہ موصول ہوا۔ "عشق کدہ" اور "جو عشق میں بیتی وہ عشق ہی جانے" دونوں کتابیں علم وادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں۔ قارئین کے لیے یہ دونوں ناول کتابی شکل میں آپ کی جانب سے ایک خوب صورت تحفہ ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کا قلمی سفر یونہی کامیابی وترقی کی شاہراہ پر گامزن رہے اور آسمانِ ادب کے درخشاں ستاروں میں آپ کا نام جگمگاتا رہے آمین۔

## سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

عزیزی سمیرا! سدا سہاگن رہو' ہمیں آپ کی مصروفیات کا بخوبی اندازہ ہے' چھوٹے بچوں کے ساتھ گھر کو سنبھالنا اور پھر لکھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھنا بے حد دشوار کام ہے۔ آپ کی تحریر اس بار شامل ہے' سالگرہ نمبر کو پسند کرنے کا شکریہ' ہمارے کیوٹ سے بھانجے کے لیے بہت سا پیار اور دعائیں آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

## رفعت خان...... رحیم یار خان

اپنی پیاری اور ہر دلعزیز مصنفہ کو جب آج مخاطب کرنے کا وقت آیا تو وہ شہر خموشاں میں مہمان بن گئی ہیں لیکن اپنی تحریروں کے ذریعے رفعت کا نام ان کے قارئین اور چاہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ادارہ آنچل مصنفہ کے گھر والوں کے غم میں برابر کا شریک ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ قارئین سے دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

## سیدہ نادیہ حسن...... بستی ملوک

عزیزی نادیہ! سدا شاد رہو' چاہتوں اور محبتوں سے لبریز آپ کا نامہ موصول ہوا۔ آپ کے پُرخلوص جذبات واحساسات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے' بعض اوقات نگارشات باعث تاخیر موصول ہونے کے سبب اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہتی ہیں لیکن ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آپ کی شرکت کو آئندہ ماہ یقینی بنالیا جائے اسی لیے انہیں محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ بہرحال آپ مایوس مت ہوں ہماری طرف سے آپ کے خط کا جواب حاضر ہے امید ہے خفگی ومایوسی دور ہوجائے گی۔

## گڑیا...... دنیا پور

عزیزی بہنا! خوش رہو' بیس سال کی خاموشی کا قفل توڑ کر آج آپ نے ہم سے نصف ملاقات کی بے حد اچھی لگی۔ جب آپ اس قدر خلوص اور چاہت سے ہمیں یاد کریں گی اور ہمارے لیے وقت نکالیں گی تو ہم کیونکر نہ آپ کو جگہ دیں گے لیکن آپ نے خط میں اپنا نام نہیں لکھا اس لیے آئندہ اپنا اسم گرامی ضرور لکھیے گا تاکہ شناسائی کے تمام مراحل بخوبی طے پاسکیں۔ مطالعے کا شوق آپ کو بے چین و مضطرب رکھتا ہے اچھی بات ہے آنچل کی سالگرہ آپ کو بھی مبارک ہو' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

## کوثر خالد...... جڑانوالہ

پیاری کوثر! جگ جگ جیو' آپ کا انداز تخاطب ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بے حد پسند آیا۔ ابتدا میں اشعار وہ بھی برمحل اور موقع و مناسبت کے اعتبار سے لکھنا اور اس میں اپنی محبت کا اظہار کرنا آپ کا ہی کام ہے اور ہمیں آپ کا یہ انداز بے حد اچھا لگتا ہے۔ بے شک آپ کا شمار ہماری ان قارئین میں سے ہے جن کی غیر موجودگی ہمارے پرچے کی رونق کو ماند کردیتی ہے اور ہمارے ساتھ ساتھ قارئین بھی آپ کی کمی کو بے حد محسوس کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے ابتدا میں لکھا "سوال کوئی نہیں جواب لینے آگئے" تو جناب جواب حاضر ہے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آپ سب بہنوں کو موقع دیا جائے۔ حمد کی اشاعت پر شکریہ کی ضرورت نہیں آپ کا اس پرچے پر حق بنتا ہے یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے۔ ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں آئندہ بھی اسی طرح اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر رابطہ استوار رکھیے گا کیونکہ یہ رشتے و رابطے ہمیں بے حد عزیز ہیں امید ہے آپ کی بھی رائے یہی ہوگی' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

## حفصہ اعوان...... بی پور 2

پیاری حفصہ! سدا آباد رہو' طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد

آپ کی شرکت بے حد اچھی لگی۔ نئے قارئین تو اپنی جگہ بنا ہی رہے ہیں لیکن آپ جیسے پرانے قارئین کو بھی دوسروں کی رہنمائی کے لیے موجود ہونا چاہیے۔ آپ کے خط کا جواب حاضر ہے امید ہے اب ہر ماہ اپنی شرکت کو یقینی بنائیں گی۔ اقراء صغیر اور سمیرا شریف تک آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

**سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات**

ڈیئر رابعہ! سدا مسکراؤ' آپ کا مفصل خط موصول ہوا تمام باتیں آپ کے پُرخلوص جذبوں کی بھرپور عکاسی کررہی تھیں۔ آپ کی روزمرہ کی مصروفیت سے یہ اندازہ بخوبی ہوگیا کہ آپ نہایت محنتی اور ہمت والی ہیں۔ جاب کے لیے آپ نے انٹرویو دیا ہے تو ان شاءاللہ کامیابی بھی حاصل ہوجائے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے یہ دعا کیا کریں کہ جو میرے حق میں بہتر ہو اللہ وہ فیصلہ کردے' اپنی تمام مشکلات اور تکلیفیں اس ذات کو سونپ دیں جو دکھوں اور مشکلوں کو دور کرنے والا ہے۔ آج کل ہر طرف نفسا نفسی کا دور ہے' غیروں کے ساتھ ساتھ اپنے بھی بیگانے ہوگئے ہیں۔ آپ کی بہن کے لیے بہت سی دعائیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے آمین۔

**شمع شیریں شازب...... مرید کے**

پیاری شمع! جیتی رہو' گیارہ سال کے طویل عرصے کے بعد بالآخر آپ نے آنچل کی محفل کو رونق بخشی بے حد خوشی ہوئی۔ علم سے آپ کی لگن اور شوق کے متعلق جان کر اچھا لگا اور آپ کے بھائی کی رحلت کا جان کر افسوس ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے بھائی کی مغفرت فرمائے' آمین۔ آپ کے گرانقدر جذبات و احساسات ہمارے لیے قابل فخر و باعث تحسین ہیں۔ اگر آپ کو یہ لگتا ہے کہ ہم آپ کو ذرہ سے آفتاب بناتے ہیں تو اس میں آپ کی محنت اور جذبہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ہمارا کام تو آپ کی اصلاح کرنا ہے تاکہ آپ اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔ نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے میں بھیج دی ہیں باری آنے پر لگ جائیں گی' آپ کہانیوں میں سے کوئی ایک ارسال کردیں آپ کے انداز تحریر کا اندازہ ہوجائے گا' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

**مہوش نورین...... بہاولپور**

ڈیئر مہوش! ہنستی مسکراتی رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر ''میر کارِرواں'' پڑھ ڈالی۔ موضوع کا چناؤ اچھا اور اصلاحی ہے لیکن آپ نے صفحات میں بہت گڑبڑ کی ہوئی ہے بہت سی جگہ نمبر بھی غلط لکھیں ہیں اور کہانی پڑھتے وقت الجھاؤ کا شکار رہی' بہتر ہوگا کہ آپ غیر ضروری طوالت سے گریز کرتے اسی کہانی کو ازسرنو لکھ کر ارسال کردیں۔ محنت تو کرنی پڑے گی لیکن شاید اس محنت اور صبر کا پھل جلد آپ کو مل جائے۔

**مہر النساء لیاقت...... گجرات**

ڈیئر مہر النساء! سدا شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر ''جنت میں طوفان'' کشمیر کے ابتر حالات کے پس منظر میں لکھی گئی یہ تحریر پڑھ لی۔ آپ کا انداز و مطالعہ بہتر لگا لیکن اینڈ میں اس لڑکی کی شہید ہونے والی بات اور اس کے لیے جو تجاویز آپ نے خط کی صورت لکھی ہیں وہ باتیں حقیقت سے دور اور بچگانہ تاثر پیش کررہی ہیں اگر چاہیں تو اس میں تھوڑا ردوبدل کرکے دوبارہ بھیج دیں۔ یہ کہانی قابل اشاعت نہیں اس لیے معذرت' امید ہے ان غلطیوں کو پیش نظر رکھتے محنت جاری رکھیں گی۔

**شانزے خان...... کراچی**

ڈیئر شانزے! خوش رہو' پانچ سال سے ہمارا اور آپ کا رشتہ اس نصف ملاقات کے ذریعے قائم ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں۔ نازیہ کنول نازی اور اقراء صغیر احمد تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

**مدیحہ نورین مہک...... گجرات**

ڈیئر مدیحہ! شاد و آباد رہو' ماہ رمضان کی آپ کو بھی پیشگی مبارک باد۔ بے شک موسم گرما اپنے جوبن پر ہوگا اور روزے میں بھوک و پیاس کی شدت بڑھ جائے گی لیکن جب کوئی کام خالص اللہ سبحان و تعالیٰ کی محبت میں کیا جاتا ہے تو اللہ سبحان وتعالیٰ خود ہی آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور روزہ تو خاص طور پر صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کے لیے ہے ورنہ بندوں کو انسان کی کیا خبر۔ یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا خوف اور چاہت ہی ہوتی ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے روزے کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ امت مسلمہ پر اپنا رحم فرمائے اور سب کے لیے آسانیاں فراہم کرے آمین۔

**نایاب رانا...... ملتان**

ڈیئر نایاب! جیتی رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ فروری کے شمارے سے آپ اس قدر متاثر ہوئیں کہ آنچل کے بنا اب ایک ادھورا پن محسوس کرتی ہیں' کرم نوازی ہے آپ کی۔ آپ ہر ماہ آنچل میں شرکت کرسکتی ہیں تعارف کے لیے آپ ہمارا آنچل نامی سلسلے میں اپنا نام اور دیگر خصائص لکھ کر ارسال کردیں' باری آنے پر لگ جائے گا دیگر نگارشات بھی وقتاً فوقتاً شائع کردیں گے۔

**طیبہ خاور...... عزیز چک' وزیر آباد**

پیاری طیبہ! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کی بہن مصباح پیا دیس سدھار گئی ہے اور زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ آپ کے گھر یعنی آپ کی دیورانی بن کر ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی۔ اب آپ اپنی بڑی بہن ہونے کا فرض خوب اچھے سے

نبھایئے گا' بے شک ایسے موقعوں پر والد کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوئی ہوگی لیکن بابا کی لاڈلی کا آپ کو اب بھرپور خیال رکھنا ہوگا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ دونوں بہنوں کو اپنے گھروں میں شاد و آباد رکھے آمین۔

**شازیہ الطاف ہاشمی...... شجاع آباد**

ڈیئر شازیہ! مسکراتی رہو' اپریل کے پرچے میں آپ کا نام نہیں تھا تو کوئی بات نہیں اس بار ہم نے آپ کو شامل کرلیا نصف ملاقات بے حد اچھی لگی' کہانیاں بھی جلد اپنی جگہ بنالیں گی۔ ایک طویل لائن ہے ان بہنوں کی جو کہانی لگنے کی منتظر ہیں ہم تو سب کو خوش رکھنا چاہتے ہیں مگر افسوس کے صفحات بہت مختصر اور نگارشات اور کہانیوں کی اشاعت کے مراحل بہت طویل ہوتے ہیں اسی وجہ سے آپ بہنوں کو شکوہ و شکایات کا موقع مل جاتا ہے بہرحال ہماری کوشش جاری ہے امید ہے جلد آپ کا نام کہانیوں کی فہرست میں بھی جگمگائے گا "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" اور پھر بہار آہی جائے گی' آپ کی تحریر منتخب ہوگئی ہے۔ خوش رہیں۔ آپ کی دوست صغریٰ ارشد کے لیے دعا گو ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے آمین۔

**یاسین کنول...... پسرور**

ڈیئر یاسین! سدا آباد رہو' اس قدر اختصار کیونکر؟ اس نصف ملاقات کے بعد بھی تشنگی برقرار رہی بہرحال آنچل کا سالگرہ نمبر پسند کرنے' سراہنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کی یہ پسندیدگی اور تعریفی کلمات ہمیں بہتر سے بہترین کے سفر پر گامزن رکھتے ہیں آپ کا منتخب کردہ شعر قارئین سے بھی شیئر کررہے ہیں۔

دن بدن تجھ پہ ہو ترقیوں کا عروج
خدا کرے کبھی تم پر آئے نہ زوال آنچل

نازیہ کنول نازی تک آپ کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

**ریاض حسین قمر...... منگلا ڈیم**

برادر محترم! آپ کی شریک حیات کی رحلت کا سن کر بے حد افسوس ہوا' بے شک زندگی کے سفر میں ہمسفر کا یوں بچھڑ جانا آپ کے لیے ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ پینتالیس سال سات ماہ اور بارہ دن کی رفاقت یوں دنوں میں نہیں بھلائی جاسکتی اس کے لیے آپ کو نہایت ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہوگا اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی اہلیہ صابرہ رانی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر و استقامت عطا کرے' آمین۔ آنچل تکمیلی مراحل میں ہونے کے باعث آپ کی نظم ان شاءاللہ اگلے ماہ شامل کی جائے گی۔

**صائمہ مشتاق...... سرگودھا**

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو' آپ کا کہنا بجا ہے کہ زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں اور یہی نشیب و فراز زندگی کو رواں دواں رکھتے ہیں۔ آپ اللہ سبحان و تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہوں بے شک اپنی تکالیف کا اظہار آپ کو پسند نہیں لیکن اپنے تمام مسائل اللہ سبحان و تعالیٰ سے شیئر کریں اور اس ذات کو اپنا ہمراز بنا کر اس سے دعا کریں بے شک وہی دکھی دلوں کی فریاد سنتا ہے۔ اس قدر مایوسی اچھی بات نہیں اور ویسے بھی ہر کام مشکل اور کٹھن تو انسانوں کے لیے ہوتا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ کے لیے تو کوئی بھی امر دشوار نہیں۔ امید ہے اس تفصیلی جواب سے آپ کی تشفی ہوجائے گی' آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے تمام مسائل کو آسان فرمائے اور آپ کا معصوم بچہ آپ کے زیر سایہ زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھے' آمین۔

**ملالہ اسلم...... خانیوال**

ڈیئر ملالہ! سدا مسکراؤ' چاہتوں محبتوں سے بھرپور آپ کا نامہ بر موصول ہوا' ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ آپ بہت نہایت محنت اور لگن سے ہر ماہ اپنی نگارشات ارسال کرتی ہیں اور پھر پرچے میں اپنا نام دیکھنا بھی آپ کا حق ہے۔ پیاری گڑیا ہماری ذاتی خواہش بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر اچھی اور معیاری چیز قارئین کے مطالعہ میں آئے لیکن بعض اوقات صفحات کی کمیابی کی بناء پر سب بہنوں کو شامل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ بہرحال آپ کے تمام گلے دور ہوگئے خوشی ہوئی۔ آپ کے خط سے اس بات کا اندازہ ہورہا ہے کہ آپ نہایت حساس اور دردمند دل کی مالک ہیں جو دوسروں کے غم اور تکالیف دیکھ کر خود بھی بے چین ہوجاتا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے وطن سے مخلص ہوکر کام کریں۔ دوسروں کو سمجھانا اور سیدھی راہ دکھانا بھی ہمارا فرض ہے لیکن اگر معاملہ اپنے اختیار سے باہر ہو تو پھر سب کچھ اس ذات پر چھوڑ دیں جو بہتر انصاف کرنے والا ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ایسے ناپاک عزائم رکھنے والوں کو نیک ہدایت عطا فرمائے' آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ کہانیاں پڑھ کر جلد اپنی رائے سے آگاہ کریں۔ جبکہ آپ کی تحریر تلافی محبت اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔

**نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ**

ڈیئر نورین! خوش رہو' آپ کے خط سے آپ کی محنت و لگن کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے' آپ کی تحریر "کہیں نہ پھر" خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری پہلے حصہ میں ہی کہانی کا موضوع تو کھل کر سامنے آ گیا لیکن موضوع کا چناؤ کمزور ہے' آپ پہلے کی لکھی دیگر کہانیوں کی طرح اصلاحی موضوع پر لکھیں' امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

**عندلہ حیات...... ڈیکوٹ' فیصل آباد**

ڈیئر عندلہ! سدا شاد رہو آپ کی تحریر پڑھ ڈالی موضوع کا چناؤ اچھا ہے البتہ بعض جگہ انداز تحریر میں پختگی کا عنصر مفقود رہا لیکن چونکہ ابھی آپ طفل مکتب ہیں لہٰذا محنت و کوشش جاری رکھیں۔ یہ تحریر کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد جلد اپنی جگہ بنا لے گی یہ پہلی کامیابی آپ کو بے حد مبارک ہو۔

## مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

عزیزی مونا! جگ جگ جیو دعاؤں کے گلوں سے مہکتا آپ کا نامہ موصول ہوا۔ آپ کی تحریریں اپنے منفرد انداز بیاں کے سبب اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری ہیں ان شاء اللہ جلد لگ جائیں گی۔ ہماری نظر کرم آپ پر ہی ہے دل کی مراد جلد بر آئے گی یعنی آپ کی کہانیاں جلد اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہیں گی بس تھوڑا سا انتظار۔

## اقرأ حفیظ...... ہری پور

ڈیئر اقرأ! جیتی رہو آپ کی تحریر "جذبہ" قابل اشاعت کہانیوں میں شامل ہے آپ بے فکر رہیں یہ تحریر ہمارے پاس محفوظ ہے باری آنے پر لگ جائے گی۔ آپ اسی طرح دیگر موضوعات پر کوشش جاری رکھیں امید ہے مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی کامیابی مبارک ہو۔

## عرشیہ سہیل...... ای میل

ڈیئر عرشیہ! سدا مسکراؤ آپ کی ارسال کردہ تحریر "ف سے فیس بک" موجودہ حالات و واقعات پر لکھی یہ تحریر ہماری منظور نظر ٹھہری۔ اسی طرح مزید موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیں اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے آمین۔

## نائمہ غزل...... ای میل

عزیزی نائمہ! شاد و آباد رہو آپ کی ارسال کردہ تحریر "بیلا" پڑھ ڈالی جذبات و احساسات کی خوب صورت عکاسی کرتی یہ تحریر بہت سے سبق دیتی نظر آئی۔ اسی لیے آپ کی یہ تحریر قابل قبول ہے دیگر مختصر موضوعات پر کوشش جاری رکھیں لیکن اس قدر افسردگی و مایوسی کی بجائے شگفتگی اور دلکشی کا پہلو بھی سامنے رکھیں۔

### قابل اشاعت:۔

رحمت یا زحمت' عشق اور جنوں' کھو کھ اجیتا پائی' داستان ملکہ و قلب نشاں' جواری کی بیٹی' جاپانی مشین' من کی خوشبو' نفرت' تنہا ہو نا' شکست خواب' میں قانع ہوں' بہاریں' اس درد کی کوئی تو دوا جانے' میری منزل تم ہی ہو' دائرے' مقصد حیات' شاعری کلاس' فنا کا لمحہ' ف سے فیس بک' فضول' بھیگی خوشیاں' سامان زندگی' میکے کی عید' اسیر ذات' میری ہمدم میری دوست' تیرے سنگ پیا' آئینہ مجھے یوں بے مول نہ کر' لیکن تم سے' لکن ہنگو' ٹھا چھاپ

### ناقابل اشاعت:۔

ورطہ حیرت' میں زندہ ہوں' محبت ہمقدم تھی' گلہ نہیں کسی سے' بلاعنوان' کالی' بعوض خاندان' اعتبار' وفا ہے ذات عورت کی' مانند رو' میرا صبر' نئی صبح' چڑیوں کی پکار' بابا جی' محبت کا انعام' کچھ غلط تو نہ' تعصب' یکم جنوری اور یادیں' ظرف' زندگی کی کرن' اپنے اور غیر' لا حاصل' متاع جاں' بس تو ہے' اندھا اعتبار' محبتیں' کہیں دیر نہ ہو جائے' نئی محبت' بچی لگن' کیا میں اتنی بری ہوں' راجا اور نواب' دل' میرے مہرباں۔

### مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رٰجِعُون٥

انتقال پر ملال:۔ بڑے دکھ کے ساتھ بہنوں کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ آنچل کی لکھاری بہن "فاخرہ گل" کی والدہ ماجدہ حکم ربی سے رحلت فرما گئی ہیں۔ آنچل کا ادارہ بہن فاخرہ گل اور ان کے اہل خانہ کے دکھ میں برابر کا شریک ہے' اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ علین میں شامل فرمالے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی التماس ہے۔

دانش کدہ

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور (یعنی ہر بعد کا دور) پہلے دور سے بہتر ہے اور عنقریب تمہارا رب تمہیں وہ کچھ دے گا جس سے تم خوش ہوجاؤ گے۔ (سورۃ ضحیٰ۔۴۔۵)

یہ خوش خبری اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں سنائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند مٹھی بھر جانثار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ ہوچکی تھی کامیابی کی بظاہر کوئی امید دُور دُور تک نظر نہیں آرہی تھی اسلام کی شمع صرف مکہ میں ہی ٹمٹمارہی تھی اور اُسے بجھانے کے لیے چاروں طرف سے طوفان اُمڈے آرہے تھے ایسے سخت وقت میں اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے اور سمجھا رہا ہے کہ اس ابتدائی دور کی مشکلات وسختیوں سے ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہر آنے والا دن بعد کے دن سے بہتر ہوگا آپ کی قوت و عظمت قدر ومنزلت میں اضافے کا باعث ہوگا اللہ کا یہ وعدہ صرف دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت میں جو مرتبہ ومنزلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گی وہ اس سے کئی درجہ بلند وبہترین ہوگی۔ وہ وقت دور نہیں جب تم پر تمہارے رب کی عطاو بخشش کی وہ بارش ہوگی کہ تم خوش ہوجاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ سارا عرب ہی نہیں بلکہ روم شام فارس وعراق تک مملکت اسلامیہ پھیل گئی اور عرب کی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ یہ سرزمین ایک قانون ایک ضابطہ کے تابع ہوگئی اور جو طاقت اُس سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہوگئی۔ اور سورہ الم نشرح میں یوں فرمایا۔

ترجمہ۔اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کردیا۔ (سورۃ الم نشرح۔۴)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی اور حوصلہ مندی کے لیے یہ دوسری خوش خبری ہے اور یہ بھی اسی ابتلا کے دور میں سنائی گئی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی وہ بھی صرف مکہ شہر میں ایسے میں یہ خوش خبری کتنی بڑی اور اہم تھی کہ تمہارا ذکر دنیا بھر میں بلند کردیا جائے گا ایسے حالات میں کوئی فرد سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُسے نام وری اور شہرت مل سکتی ہے لیکن یہ وعدہ تو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو بڑے عجیب طریقے سے پورا فرمایا۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع ذکر کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لیا۔ کفار مکہ آپ کو زک پہنچانے کے لیے جگہ جگہ خود جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کو بتاتے کہ یہ خطرناک شخص لوگوں پر جادو کردیتا ہے کہ باپ بیٹا بھائی بھائی اور شوہر بیوی میں جدائی پڑجاتی ہے اس سے سننے والوں کے دلوں میں تجسس پیدا ہوا کہ وہ ایسا کون سا شخص ہے جس کے بارے میں یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنارہے ہیں۔ یوں اُن لوگوں میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کے اخلاق وکردار کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا اور لوگ کھینچ کھینچ کر آنے لگے اور اہلِ ایمان کی جماعت بنتی چلی گئی اور اللہ کا وعدہ بتدریج پورا ہونے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہونے لگا اور آج ہر اس جگہ جہاں جہاں دنیا بھر میں مسلمان رہتے بستے ہیں دن میں پانچ بار اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بلند کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہوگئی یعنی بے شک دشمن تمہیں ملک بھر میں اپنے طور پر بدنام کرتے پھر رہے ہیں لیکن ہم نے ان ہی کے ذریعے تمہارا نام روشن کرنے اور تمہیں نام وری عطا کرنے کا سامان کردیا ہے۔

ایسے ہی حالات تھے جن میں سورہ کوثر کا نزول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے تباہ وبرباد ہونے کی پیشن گوئی بھی فرمادی۔ کفار قریش یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساری قوم سے کٹ کر

رہ گئے ہیں اوران کی حیثیت ایک بے کس اور بے یارومددگار کی سی ہوگئی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اوراپنے قبیلے قریش کودعوتِ حق دینی شروع کی تو قریش کے لوگ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم سے کٹ کرایسے ہوگئے ہیں جیسے کوئی درخت اپنی جڑ سے کٹ گیا ہواورامید یہ کہ وہ کچھ عرصے میں ہی سُوکھ کر خاک ہوجائے گا (ابن جریر)۔ایسے ہی مکہ کے سردار عاص بن وائل سہمی کا کہنا تھا۔"وہ ایک ایسے آدمی ہیں جس کی کوئی اولاد نرینہ نہیں' مرجائیں گے توان کا نام لیوا تک نہ ہوگا۔"شمر بن عطیہ کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی معیط بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی ہی باتیں کرتا تھا (ابن جریر)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ کعب بن اشرف (مدینہ کا یہودی سردار) مکہ آیا تو قریش کے سرداروں نے اس سے کہا۔"بھلا دیکھوتو سہی اس لڑکے کوجواپنی قوم سے کٹ گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حج اور کھانے پلانے کے منتظم ہیں (بزار)۔اسی واقعہ کے متعلق عکرمہ کی روایت ہے کہ قریش والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے"کمزور بے یارومددگاراور بےاولاد آدمی جواپنی قوم سے کٹ گیا ہے کے الفاظ استعمال کیے (ابن جریر)۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے پہلے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے (غالباً نبوت سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے تھے) اور قبل بعثت ہی وفات پائی تھی' ان سے چھوٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں' جولڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں' ان سے چھوٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔طبقاتِ ابنِ سعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صاحب زادے حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ملتا ہے اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔تین صاحبزادیاں ام کلثوم رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں (یہ سب کے سب حضرت خدیجہؓ سے تھے)۔ان سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا' پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔اس پر عاص بن وائل نے کہا۔"ان کی نسل ختم ہوگئی۔اب وہ ابتر ہیں۔" (یعنی ان کی جڑ کٹ گئی)

یہ تھے وہ انتہائی دل شکن حالات جن میں یہ سورہ مبارکہ الکوثر نازل ہوئی۔کفارِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے ناراض اور بگڑے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک اللہ کی بندگی وعبادت کرتے تھے اور ایک اللہ کی عبادت کے لیے کہتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شرک کواعلانیہ رد کردیا تھا۔اس وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری قوم قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوگئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواعلان نبوت سے پہلے تک جوعزت وتوقیر اہلِ قریش میں حاصل ہوچکی تھی وہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چھن گئی تھی گویا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوبرادری سے الگ کردیا گیا تھا۔صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ساتھی ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہ گئے تھے۔جن پر اہل مکہ اور اہلِ قریش نے ظلم وستم کا بازار گرم کررکھا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں صاحبزادوں کی رحلت کے موقع پر عزیز رشتہ داروں قبیلہ برداری والوں کی طرف سے ہمسایوں کی طرف سے کسی قسم کی ہمدردی' تعزیت' غم گساری کے بجائے خوشیاں منائی گئیں۔یہ تھے وہ دل شکن اور حوصلہ شکن حالات جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کے ساتھ بلاتفریق ہمیشہ اچھا اور انتہائی نیک سلوک کیا تھا۔ان سب کی دل جوئی اور دل داری میں کبھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔لیکن ان کی طرف سے جوابی کارروائی بڑی دل شکن اور مایوس کن تھی۔اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کواس مختصر سورہ کے ایک ہی فقرے میں وہ عظیم خوش خبری دے دی جس سے بڑی خوش خبری دنیا کے کسی بھی انسان کونہ اس سے پہلے دی گئی تھی' نہ ہی اس کے بعد کسی کودی گئی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فیصلہ بھی صادر فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کی ہی جڑ کٹ جائے گی۔

کوثر عطا کرنے کی خبرایسے مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کودی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مخالفین یہ سمجھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) تباہ وبرباد ہوگئے اور انہیں نبوت سے قبل جونعمتیں حاصل تھیں وہ بھی چھن چکی ہیں۔قوم قبیلے سے جوتعلق وعزت حاصل تھی وہ بھی نہ رہی' دوست دشمن بن چکے تھے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوبے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ان میں اخلاق کی وہ بے نظیر خوبیاں جوحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوبخشی گئیں۔ان میں قرآن' نبوت' علم وحکمت کی وہ عظیم نعمتیں جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کوعطا کی گئی تھیں انہی میں توحید اور رفع

ذکر جس کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی دنیا کے گوشے گوشے میں سب سے زیادہ بلند ہورہا ہے اور قیامت تک اسی طرح بلند ہوتا رہے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی آنکھوں سے اپنی دعوتِ حق کو انتہائی کامیابی کی بلندیوں پر دیکھ لیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق پر جو جماعت وجود میں آئی وہ دنیا پر چھا جانے کی طاقت رکھتی تھی۔ ان میں وہ نعمتِ عظیم بھی شامل ہوگئی جس کے متعلق دشمن یہ کہتے تھے کہ ان کی تو جڑ کٹ گئی اب ان کا نام کیسے چلے گا ان کی تو اولادِ نرینہ ہی نہیں رہی لیکن اللہ تعالیٰ جو بڑا حکیم و دانا ہے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اولادِ نرینہ کے بغیر بھی بلند فرمادیا جو مسلم امت کی صورت میں چل رہا ہے یہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جسمانی اولاد بھی عطا کی گئی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے اور جس کا سرمایہ افتخار ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہی ہے۔

یہ تو وہ دنیاوی نعمتیں تھیں جو (دنیا نے دیکھ لیں کہ کس فراوانی سے) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ اس کے علاوہ دو مزید ایسی نعمتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئیں جو روزِ آخرت اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کرے گا۔ ایک حوضِ کوثر جو قیامت کے روز میدانِ حشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا۔ دوسری نعمت نہرِ کوثر ہے۔ جو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گی۔

روزِ آخرت جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک حوضِ کوثر ہے دوسری صراطِ مستقیم ہے تیسری میزان ہے۔ احادیث میں کوثر کو کہیں حوض کہا گیا ہے اور کہیں نہر جو جنت میں واقع ہے۔ کچھ احادیث میں حوض کا محلِ وقوع جنت سے باہر ہے جبکہ نہر کا جنت کا۔ اہلِ ایمان جنت میں داخل ہونے سے پہلے اسی حوضِ کوثر پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے اس حوض سے نہایت شفاف و سفید بے انتہا میٹھا پانی پئیں گے۔ حوضِ کوثر کا طول و عرض سیکڑوں میل پر محیط ہے۔ ایک کنارے سے دوسرا کنارا ایک مہینے کی مسافت پر ہوگا۔ ایک حدیث مبارکہ میں اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کا فاصلہ عدن سے عمان کے فاصلے جتنا بتایا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں چلا جارہا تھا کہ میرا گزر ایک (عجیب وغریب) نہر پر ہوا اس کے دونوں جانب ”دُرِ مجوف“ سے (اندر سے خالی کیے ہوئے سوتی) تیار کیے ہوئے قبے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی (جو اس کی تہہ میں تھی) وہ نہایت مہکنے والے مشک کی طرح خوشبودار تھی“ (مسند احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن جریر) ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے (یعنی وہ اس قدر طویل ہے کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک کا سفر ایک ماہ کی مسافت کا ہے) اس کے زاویے برابر کے ہیں (یعنی طول و عرض یکساں ہے یعنی مربع ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر ہے اور اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کی طرح کے ہیں۔ (حسین و چمکدار) جو اس کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔“ (بخاری و مسلم) جو اس نہر کے پانی سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہوگا۔ اس کا پانی ٹھنڈا شہد سے میٹھا ہوگا“ حوضِ کوثر کے کنارے اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر تارے ہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الطہارت و کتاب الفضائل، مسند احمد، ابوداؤد بار روایات: ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ترمذی، ابن ماجہ)

یہ حوض قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسے وقت ملے گا جب ہر طرف ہر کوئی ”العطش العطش“ کر رہا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہلِ ایمان لوگوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حوض پر حاضری ہوگی وہ اس سے سیراب ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سب سے پہلے پہنچے ہوئے ہوں گے اور اس کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ ”وہ ایک ایسا حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز وارد ہوگی“ (مسلم کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد کتاب السنۃ) ایک اور قول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”میں تم سب سے پہلے اس پر پہنچا ہوا ہوں گا“ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد، راوی حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)۔ ایک اور قول ہے۔ "میں تم سے آگے پہنچنے والا ہوں اور تم پر گواہی دوں گا اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔" (بخاری)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے بارے میں بار بار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتایا کرتے تھے۔ اس حوض کے متعلق پچاس سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات موجود ہیں۔ امام بخاری نے تو کتاب "الرقاق" کے آخری باب کا عنوان ہی یہ باندھا ہے۔

کچھ اہلِ خرد یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب ترین بندوں اور رسولوں میں سب سے آخری اور سب سے اہم ترین نبی و رسول تھے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیوں انہیں ان امتحانات میں ڈالا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عنایات و رحمت اور نعمتوں کے ہجوم کے باوجود انہیں ایسے حالات سے کیوں گزارا گیا؟ اور اس حوضِ کوثر کا تحفہ انعام میں کیوں عطا کیا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے تو تھوڑا سا آب کوثر ہی کافی ہوتا۔ ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی نمونہ بنا کر امت کے لیے پیش کرنے کے باعث کیا تاکہ وہ دیکھ اور سمجھ سکیں کہ کیسے سخت ترین حالات میں کس طرح صبر و شکر کا دامن تھامے رہنا چاہیے اور ایک اللہ کی بندگی اور اطاعت تمام تر شکر گزاری کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہیے وہی سب سے بڑا علیم و خبیر ہے وہی حکیم و دانا ہے اور آب کوثر سے لبریز نہر کوثر اور روزِ قیامت میدان حشر میں حوضِ کوثر اور حقِ شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بھلائی و بخشش کے لیے عطا کیا گیا کیونکہ دینِ اسلام قیامت تک جاری اور قائم رہنے والا دین ہے۔ اس لیے اس دین کے ماننے والوں اور راہِ حق پر چلنے والوں کی تعداد بھی تمام سابقہ ادیان سے کہیں زیادہ ہوگی۔ پہلے مسلمان مرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پہلی مسلمان خاتون ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، پہلا مسلمان بچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر روزِ قیامت تک آخری مسلمان تک اربوں نہیں کھربوں افراد دینِ اسلام کے حلقہ بگوش ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے حوضِ کوثر کی جو لمبائی چوڑائی بتائی وہ بے پناہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایلہ (اسرائیل کی موجودہ بندرگاہ ایلات) سے یمن کے صنعاء تک یا ایلہ عدن تک یا عمان سے عدن تک طویل ہوگا اور اس کی چوڑائی اتنی ہوگی جتنا ایلہ سے جحفہ (جدہ اور رابغ کے درمیان ایک مقام ہے) تک فاصلہ ہے۔ (بخاری، ابوداؤد، مسند احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) ماہرین کی رائے ہے کہ اس کا رقبہ اندازاً بحر احمر جتنا ہوگا۔ واللہ علم بالصواب۔ حوضِ کوثر کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے زمانے کے لوگوں کو خبردار کیا کہ میرے بعد تم میں سے جو لوگ میرے طریقے کو بدلیں گے ان کو اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ انہیں اس پر آنے نہیں دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے صحابی ہیں تو مجھے کہا جائے گا کہ آپ کو پتا نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟ پھر میں بھی ان کو دفع کردوں گا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ)

ایک شخص کے سوال پر کہ کوثر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کوثر ایک نہر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔ اس کی مٹی مشک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔" (مسند احمد، ترمذی، ابن جریر) مسند احمد ہی کی ایک اور روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہرِ کوثر کی صفات بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تہہ میں کنکریوں کے بجائے موتی پڑے ہوئے ہیں۔

ایسا عظیم تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے عطا فرمایا۔ سمجھنا یہ ہے کہ وہ کیا حالات ہوں گے جن میں اس حوضِ کوثر کا پانی امت مسلمہ کو سیراب کرے گا۔ ان کی پیاس بجھائے گا۔ روزِ قیامت آخر ایسی کیا افتاد پڑے گی کہ لوگ نفسا نفسی کا شکار ہوں گے۔ آئیے اس کو سمجھنے کے لیے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کے ذریعے روزِ محشر یوم الدین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ تب ہی ہم پوری طرح اس حوضِ کوثر اور آب کوثر کی اہمیت و حقیقت کو بخوبی سمجھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ جو رب اللعالمین ہے اور جس نے اپنے محبوب رسولِ آخر الزماں جو رحمت اللعالمین بھی ہیں کو کیوں یہ تحفہ عظیم عطا فرمایا؟

(جاری ہے)

# ہمارا آنچل

## ملیحہ احمد

### سیدہ دائمہ نقوی

السلام علیکم! ڈیئر آنچل قارئین کیا حال ہے؟ یقیناً سب ٹھیک ٹھاک ہی ہوں گے۔ میرا نام سیدہ دائمہ نقوی ہے آزاد کشمیر ضلع مظفر آباد کے ایک خوب صورت گاؤں کھن بانڈی سے تعلق رکھتی ہوں۔ 28 مئی کو اس جہاں فانی میں تشریف لائی‘ ہم چھ بہن بھائی ہیں‘ تین بہنیں اور تین بھائی میرا نمبر پہلا ہے۔ آنچل سے رشتہ تو کافی پرانا ہے‘ کالج میں ہم دوستیں ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ کرکے آنچل پڑھتے تھے۔ اب 2012ء سے اپنا آنچل منگواتی ہوں کیونکہ کالج سے فارغ ہوچکی ہوں۔ اب پرائیوٹ ایم اے اردو اور ساتھ ٹیچنگ کررہی ہوں‘ کافی عرصے سے آنچل میں تعارف بھیجنے کا سوچ رہی تھی۔ بھائی اور ابو سب ہی میرے ڈائجسٹ پڑھنے کے شوق سے الرجک ہیں لیکن کیا کروں‘ ان ڈائجسٹوں اور آنچل ڈائجسٹ کی وجہ سے زندگی میں مزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی دے‘ آمین۔ میری پسندیدہ رائٹرز سمیرا شریف طور‘ عفت سحر طاہر اور نمرہ احمد ہیں۔ پسندیدہ ناول دشت آرزو‘ محبت دل پہ دستک‘ قراقرم کا تاج محل اور یہ چاہتیں یہ شدتیں ہیں۔ اس کے علاوہ سمیرا شریف کی ہر اسٹوری شوق سے پڑھتی ہوں‘ میری آئیڈیل شخصیت حضرت غازی عباسؓ ہیں۔ قیمتی متاع حیات میرے ابو ہیں‘ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔ بہن بھائیوں میں مسرور نقوی سے میری زیادہ دوستی ہے‘ بہت لونگ اور کیئرنگ ہے۔ اس کے علاوہ آفاق نقوی بھی اپنی شرارتوں کی وجہ سے زیادہ پسند ہے۔ امی ہمارا ہر درد خود پر لینے والی ہیں‘ آئی لو مائی مدر۔ اب آؤں اپنی پسند ناپسند کی طرف تو مجھے سردیوں کی برستی بارشیں اور دھند والا دن بہت پسند ہے۔ فیورٹ ڈش بریانی اور حلوہ ہے‘ کلرز ریڈ اور فیروزی پسند ہیں۔ میک اپ میں کاجل اور لائنر اچھا لگتا ہے۔ جیولری میں بریسلیٹ پہن لیتی ہوں‘ رشتوں کا احساس کرنے والی لاابالی سی لڑکی ہوں۔ زیادہ لمبے شوق نہیں پالتی‘ میری خواہش ہے کہ کربلا کا میدان دیکھوں اور گھنٹوں دریائے فرات کی موجوں کو تکتی رہوں کہ اس کا پانی لینے غازی عباسؓ آئے تھے۔ پسندیدہ وقت کالج لائف ہے میں ہمیشہ اپنے اساتذہ کی فیورٹ اسٹوڈنٹ رہی ہوں۔ ہر ٹیچر میری فیورٹ ہے کیونکہ میری شخصیت کو نکھارنے میں سب کا ہاتھ ہے‘ دوستوں کی لسٹ زیادہ طویل نہیں سمیرا احمد انعم‘ فرحت‘ روبی‘ عائشہ گیلانی‘ بشریٰ سرور میری کالج فرینڈز ہیں۔ اس کی علاوہ صباحت صباح آف چناری کی سسٹر ناجیہ آپی سے بھی میری اچھی فرینڈ شپ ہے۔ اسکول میں سارے فی میل اسٹاف اور اسٹوڈنٹس کے ساتھ میری خاصی دوستی ہے۔ ایسے لوگ پسند ہیں جو رشتوں کے تقدس کا احساس کریں‘ اپنی دولت پر غرور نہ کریں اور دور ہوتے ہوئے بھی دوری محسوس نہ ہونے دیں۔ میری خوبیاں اور خامیاں میری امی یا بھائی آفاق بتاسکتے ہیں کیونکہ میرا یہ بھائی ہر ایک کو اپنے نظریے سے دیکھنے کا عادی ہے۔ اب میرا تعارف پڑھ کے بھی خوب ریکارڈ لگائے گا‘ تعارف کافی لمبا ہوگیا اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

### بحیرہ نیلم

پیاری پیاری اور میٹھی فرینڈز آپ سب کی خدمت میں آداب عرض ہے‘ آج آپ کی محفل میں مستقبل کی نامور مصنفہ (آہم) ماہ بدولت تشریف لائی ہیں‘ میں نے سوچا کہ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ انمول لمحے آپ کی خدمت میں ہی گزار لوں۔ اب آتے ہیں تعارف کی طرف‘ میرا نام بحیرہ نیلم ملک بارہ سال اسکول کو زینت بخشنے کے بعد اب جناب کالج کو چار چاند لگانے کے لیے فرسٹ ایئر کی تیاری کررہے ہیں ویسے تو کالج میں کبھی مجھے حمیرا تبسم کے نام سے جانتے تھے لیکن سبھی گھر والے بحیرہ کے نام سے جانتے ہیں۔ ماہ بدولت 17 اکتوبر 1996ء کو اس دنیا میں تشریف لائی لہٰذا عمر عزیز کی سترہ بہاریں گزار چکے ہیں۔ اسٹار میزان ہے‘ ہر چیز میں توازن رکھتی ہوں اور انصاف

پسند ہوں۔ کہانیاں پڑھنا اور لکھنا بہت پسند ہے اور شاعری بھی کرلیتی ہوں (ماڑی چنگی)۔ اس کے علاوہ ہر کام میں ماہر ہوں سوائے کوکنگ کے کیونکہ ہمارے گھر میں مجھے کام کرنے ہی نہیں دیتے (خوش قسمتی) ماہ بدولت سب سے چھوٹے جو ہوئے۔ سب سے بڑی بہن ہے ثمرہ شادی شدہ ہیں۔ اس کے بعد بھائی ہیں کامران اور ان کی بیوی سونیا اور 8 ماہ کا ڈیزی جو کہ گھر بھر کا لاڈلا ہے۔ اب باری آتی ہے منجھلی بہن سمیرا جبین کی یہ ٹیچر ہیں بقول اس کے گھر میں اس کی جتنی مٹی پلید ہوتی ہے اگر اس کے اسٹوڈنٹس دیکھ لیں تو اس سے ڈرنا ہی چھوڑ دیں سمیرا بہت انتہا پسند ہے محبت بھی انتہا کی اور نفرت بھی۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ماہ بدولت کی۔ جی تو اب چلتے ہیں ہماری پسند اور ناپسند کی طرف بلیک کلر بے حد فیورٹ ہے خوب صورتی کی دلدادہ ہوں۔ موتیا کا پھول بہت پسند ہے منافق لوگ پسند نہیں۔ میٹھے میں برفی بہت پسند ہے اور بریانی بھی بہت شوق سے کھاتی ہوں ڈراؤنی فلمیں بہت پسند ہیں۔ سنگرز میں عاطف اسلم اور راحت فتح علی خان پسند ہے۔ اے بی سی میں این پسند ہے اور الف ب میں ن بہت پسند ہے۔ دوستیں بہت بنائیں بقول میری دوست کے کہ تم تو راہ چلتوں سے بھی دوستی گانٹھنے بیٹھ جاتی ہو جی ہاں یہ سچ ہے کہ میں دوستیں بہت جلد بنالیتی ہوں۔ بہترین دوست صاعقہ شہزادی ہے جو کہ درس جاتی ہے اور کالج میں ماریہ حیات زندہ آباد۔ اس کے علاوہ کزنز میں صباء عظمیٰ مقدس ثوبیہ باجی ثمینہ اور باجی روبینہ ہیں۔ چھوٹے اور خوب صورت بچے بہت پسند ہیں اور ٹینشن بہت لیتی ہوں (اسی لیے صحت مند ہوں ہاہاہا)۔ غصہ بھی بہت آتا ہے مگر اب اپنی اس عادت کو کنٹرول کررہی ہوں چھوٹی قمیص اور بیلٹ والی شلوار پسند ہے۔ اموشنل بہت ہوں اگر ٹی وی میں بھی کوئی رونے والا سین دیکھ لوں تو آنسو نکل آتے ہیں۔ اسکول بہت یاد آتا ہے لیکن اب کالج کی دنیا میں خود کو ایڈجسٹ کرہی لیا ہے میری بھی ٹیچرز بہت اچھی ہیں۔ مس نوشین مس سدرہ جاوید مس نویلہ مس عطوفہ اور مس نبیلہ میری ٹیچرز ہیں۔ اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں کیونکہ آنکھوں سے ہی انسان دل کا حال معلوم کرسکتا ہے۔ فارغ وقت میں پینٹنگ کرتی ہوں (جی ہاں ماہ بدولت بہت بڑے مصور بھی ہیں آہم)۔ اس کے علاوہ ہاتھ بھی دیکھ لیتی ہوں ہاتھوں کی لکیروں پر یقین تو نہیں لیکن کئی باتیں سچ نکل آتی ہیں سحر نام بہت پسند ہے۔ فیورٹ ناول دل دا دیس ہے جسے ثمرہ بخاری نے لکھا تھا رومانٹک لوگ بہت پسند ہیں اور...... ارے کہیں آپ تھک تو نہیں گئے سدا ہنستے رہیے مسکراتے رہیے اور دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

## عفیفہ مریم

ہیلو! ڈیئر آنچل فیملی اور پیارے قارئین السلام علیکم! اور رمضان المبارک کی ڈھیر ساری رحمتیں مبارک ہوں دیکھیے آج آپ سے ملنے کون آیا ہے ارے اُدھر کہاں دیکھ رہے ہیں میں اِدھر ہوں آپ کے سامنے پہچانا؟ نہیں نہ...... ہاں جی پہنچانیں گے ہم پہلی بار جو مل رہے ہیں چلیے آپ تو ملتے ہی رہیں گے ان شاء اللہ۔ اب ہوجائے تعارف میں آنچل کی سات سال پرانی قاری ہوں مگر کبھی آنچل فیملی میں شامل نہیں ہوئی چونکہ اب شمولیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے تو سوچا پہلے تعارف کروانا ضروری ہے تو جی ماہ بدولت کو عفیفہ مریم کہتے ہیں 23 مارچ کو دنیا میں آکر ہماری رونق بخشی۔ سات بہن بھائیوں میں ماں باپ کی لاڈلی ہونے کا شرف حاصل ہے بھئی سب سے چھوٹی ہوں۔ میرے علاوہ چار بھائی اور دو بہنیں ہیں سب شادی شدہ اور خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔ سب سے بڑے بھائی الطاف حسین ان کے چار بچے ہیں ابوسفیان عائشہ ثناء نعمان علی اور عثمان علی۔ مشتاق بھائی کا ایک بیٹا ہے محمد حمزہ مشتاق۔ آپی مقدس کے تین فہد مناہل ماہم۔ عمران بھائی کو ابھی باپ بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ حسن بھائی کی ایک بیٹی عدینہ حسن جبکہ نازیہ آپی کا ایک بیٹا ہے محمد انس۔ میں اپنے ماں باپ کی لاڈلی ابھی عیش کی زندگی بسر کررہی ہوں۔ بہن بھائیوں میں عمران بھائی کی لاڈلی ہوں بھابیاں سب اچھی ہیں بُری جب لگتی ہیں جب بچوں کو ڈانٹیں یا ماریں ویسے اچھی ہیں

میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ میری تعلیم ابھی جاری ہے' کوکنگ' سلائی' کڑھائی ہر کام میں ماہر ہوں' اچھی اور بُری عادتیں بتاتی چلوں۔ اچھی عادتیں' جھوٹ سے پرہیز کرتی ہوں' پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتی ہوں' کوشش کرتی ہوں کسی کا دل نہ دکھاؤں' خوش اخلاق ہوں۔ بُری عادتیں' غصہ بہت جلدی اور بہت زیادہ آتا ہے' ہر کسی پر جلدی اعتبار کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے نقصان اٹھاتی ہوں۔ تنہائی پسند ہوں میری اس عادت کی وجہ سے میرے گھر والے بہت بے زار ہیں بقول میرے گھر والوں کے میری دوستوں کی گنتی مشکل ہے' کچھ خاص فرینڈز یہ ہیں نذرا' نوشی' تہمینہ' نازیہ' عاصمہ' شہلا' شاہینہ' ندا میری بیسٹ فرینڈ ہے مگر قسمت نے اسے مجھ سے دور کردیا' اللہ اسے میرے حصے کی خوشیاں بھی عطا کرے' آمین۔ فیورٹ کلر سفید' فیورٹ ڈش بریانی' فیورٹ تاریخ 14 فروری' فیورٹ دن جمعتہ المبارک۔ فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' فیورٹ ملک سعودی عرب اور فیورٹ ڈائجسٹ آنچل۔ جی ہاں آنچل میرا آپ کا اور ہم سب کا فیورٹ ڈائجسٹ ہے کیونکہ یہ آنچل ہی ہے جو ہماری تنہائیاں اور پریشانیاں اپنے اندر چھپالیتا ہے' مجھے آنچل کا بہت بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ ہم سب کالج کی فرینڈز مل کر پڑھتی ہیں' بہت انجوائے کرتی ہیں مگر ان دنوں سب تنہا تنہا' آئی مس یو فرینڈز۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں' عشنا کوثر سردار' نازیہ کنول نازی' راحت وفا' سمیرا شریف' نادیہ فاطمہ' طلعت نظامی سب بہت اچھا لکھتی ہیں۔ میری طرف سے تمام آنچل فیملی کو ڈھیروں سلام و دعا۔ ایک ریکوئسٹ ہے میری پیاری امی جان بیمار رہتی ہیں' ان کے لیے دعاؤں کی طلب گار ہوں' اللہ حافظ۔

## شریفاں رمضان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے اور لکھنے والیوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔ مابدولت کا نام شریفاں رمضان ہیں جی تو ہم نے 14 اگست 2000ء کو اس دنیا میں قدم رکھا' ضلع راجن پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں رقبہ نبی شاہ میں رہتی ہوں۔ پانچ بہنیں اور تین بھائی ہیں' دو بہنوں اور ایک بھائی سے چھوٹی ہوں' بڑی آپی شادی شدہ ہیں' ایک کیوٹ سی بھانجی ہے جس کا نام علینہ ندیم حیدر ہے۔ میں سب باتیں اپنی دوست سے شیئر کرتی ہوں' جس کا نام سعیدہ فرید ہے وہ میری سویٹ دوست ہے۔ اب آتے ہیں برائیوں اور اچھائیوں کی طرف کیونکہ مجھے نہیں پتا کہ مجھ میں زیادہ برائی ہے یا اچھائی آپ خود اندازہ لگالیجیے گا تو جناب مجھے غصہ کم آتا ہے جب آتا ہے تو کنٹرول نہیں ہوتا جب دس منٹ تنہا رہوں یا آنچل ہاتھ میں آئے تو غصہ غائب ہوجاتا ہے۔ میری خوبیاں' میرا نادان دل کسی کو بھی مصیبت میں دیکھ کر بہت تڑپتا ہے۔ ایک مزے کی بات یہ ہے کہ جیسا میں سوچتی ہوں ویسا ہوتا ہے (ہاہاہی ہی)۔ پوری کوشش کرتی ہوں کہ پانچ وقت نماز ادا کروں مگر ایسا نہیں ہوتا۔ حجاب کرتی ہوں' یہ اچھی عادت مجھے آنچل سے ملی ہے' آنچل سے ہمارا تعلق زیادہ پرانا نہیں 2010ء سے ہے۔ کھانے میں جو مل جائے کھالیتی ہوں' کوکنگ اچھی کرلیتی ہوں' پسندیدہ کلرز' بے بی پنک' وائٹ ہے۔ موسم کوئی پسند نہیں میرا خیال ہے کہ دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم کوئی معنی نہیں رکھتا' فارغ اوقات میں آنچل پڑھتی ہوں' فیورٹ شاعر وصی شاہ اور احمد فراز ہے' رشتوں میں ماں اور دوستی کا رشتہ پسند ہے۔ فیورٹ ہستی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے' آمین۔ فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے اب تعارف لمبا ہوچکا ہے خیر لگتا ہے کہ اب آپ لوگ بھی بور ہونے لگے ہیں لو جی جناب ہم آپ کی جان چھوڑنے ہی لگے مگر ان الفاظ اور دعا کے ساتھ کہ اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔ میرے پیارے آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے' آمین' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اجازت چاہتی ہوں' رب راکھا۔

چاہت ہو، خوشی ہو، ادا ہو، تیرے لفظوں میں
مہکی ہوئی ایک شام تیری سالگرہ ہو

س: آنچل سے وابستگی کی وجہ کیا ہے اور کس کے ذریعے آپ کا آنچل سے رشتہ جڑا؟
س: کس مصنفہ کی تحریر نے آپ میں لکھنے کے شوق کو ابھارا؟
س: 2016ء کے کس ٹائٹل کو بیسٹ قرار دیں گی؟
س: آنچل کے سلسلے ڈش مقابلہ سے آپ نے کبھی کوئی ڈش تیار کی اور کی تو کیسا تجربہ رہا تعریف یا تنقید؟
س: امور خانہ داری سنبھالتے ہوئے کچن میں آپ کا پہلا دن کیسا رہا اور آپ نے سسرال میں پہلے دن کیا پکایا تھا یا کیا پکانے کا ارادہ ہے؟
س: آنچل کے کسی مستقل سلسلے میں آپ تبدیلی کرنا چاہیں تو کون سا سلسلہ اور تبدیلی کیا ہوگی؟
س: اپنی سالگرہ کے دن آپ کے جذبات و احساسات کیا ہوتے ہیں؟

سعیدہ نثار

### وشال طاہر ---- برسبین آسٹریلیا

۱) کتابوں سے دوستی ہمارے گھر کا رواج رہا ہے شروع سے ہی، امی ابو سسپنس جاسوسی کے شوقین اور ہم کزنز آنچل خواتین کے سو کبھی بھی کوئی دن کچھ پڑھے بغیر نہیں گزرا۔
۲) لکھنے کا شوق ہمیشہ سے رہا بچپن میں بھی کچھ نہ کچھ لکھتی رہی یہ فن بھی وراثت میں ملا لیکن ہائے ری قسمت کے وقت نہ ملا ایف ایس سی میں شادی ہوئی اس کے بعد بھی پڑھائی کا سلسلہ جاری ہے لیکن پھر بھی ادبی مقابلوں میں حصہ لے کے انعامات بھی جیت چکی ہوں آنچل کی تمام رائٹرز بیسٹ ہیں لیکن عشنا کوثر سردار سے بہت انسپائر ہوئی۔
۳) دکھتی رگ پر ہاتھ نہ رکھیں ہارڈ کو پیز تو ۲ سال سے نہیں دیکھیں آن لائن گزارا کرتے ہیں دسمبر ۲۰۱۶ کا ٹائٹل خوب تھا۔
۴) جی بالکل ۹ کلاس میں ۲۰۰۹ء میں اپنی کزن کے ساتھ آنچل سے دہی بڑے ٹرائی کیے تھے لیکن کچھ اتنا اچھا تجربہ نہیں رہا اس وقت، البتہ اب رمضان کی ڈشز شوق سے ٹرائی کرتی ہوں۔
۵) شادی سے پہلے تو الف بے بھی نہیں آتی تھی پکانے کی شادی کے بعد جلد ہی میاں جی کے ساتھ سعودیہ جانا ہوگیا سوان پر ہی ٹرائی کیا سب کچھ پکانا بھی اسی طرح سیکھا اب یہاں تو الحمدللہ ایکسپرٹ ہوگئی ہوں یہ اور بات کے میاں جی کہتے ہیں میں نے سکھایا۔
۶) نہیں آنچل پرفیکٹ ہے۔
۷) سالگرہ ہمیشہ دھوم دھام سے منائی گئی میری اب بھی بہت اچھا لگتا ہے کے سب کو یاد رہتی ہے پاکستان سے سب کی کالز آتی ہیں اور خود ڈنر کرلیتے ہیں باہر اور اچھا سا گفٹ مل جاتا ہے سو سالگرہ کا دن ہمیشہ بہت اچھا گزرتا ہے۔ آنچل کی پوری ٹیم کو سالگرہ مبارک، اللہ پاک کامیابیوں کا سفر طویل کرے آمین۔

### صوبیہ بلال ---- ظاہر پیر

۱) بچپن سے مطالعے کا بہت شوق تھا صرف بچوں کا ادب تک گھر میں خواتین رسالوں کے کچھ شمارے ہوتے تھے امی پڑھتی تھی ناں (مجھے وراثت میں ملا ہے نا یہ شوق) لیکن ان رسالوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھی۔ آخر میں ایک دوست ملی وہ ریگولر لیتی تھی آنچل اور ہمیں خود ہی پڑھنے کے لیے دیتی تو بس وہی سے لت لگ گئی آنچل سے وابستگی کی وجہ یہی ہے کہ یہ ایک معیاری رسالہ ہے۔
۲) لکھنے کا شوق تو بہت ہوا لیکن بچوں کے رسالے پڑھ کر اور لکھا بھی پر اپنے تک محدود رکھا شکر ہے۔
۳) جولائی کے ٹائٹل پر ماڈل کا ہیئر اسٹائل بہت پیارا لگ رہا ہے ابھی سارے رسالے چیک کیے ہیں (آج کل پارلر کا کام سیکھ رہی ہوں تو ہیئر اسٹائل اور میک اپ پر توجہ زیادہ رہتی ہے)

۴) نت نئی ڈشز ٹرائی کرنے کا بہت شوق ہے اور کرتی بھی ہوں پر گھر والوں کا پوچھیے مت ان کے تو نخرے ہزار ہیں تعریف میں تنقیدی نخرے اور کمنٹس تو بے حساب۔
۵) امور خانہ داری (سوال تو بہت حریصکا ہے لیکن) گھر میں امی انجام ہوتی ہیں اور سسرال تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا خیر پکانا تو بہت کچھ آتا ہے پکاتی بھی ہوں تو کم کم۔
۶) سالگرہ اور جذبات ہمارے گھر میں ایک ہی سالگرہ ہوتی ہے چھوٹی بہن کی (زبردستی کی) اگرچہ ہو تو بھی کوئی وش نہیں کرتا لیکن فرینڈز وشز کرتی ہیں اور گفٹ بھی دیتی ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے بیان نہیں کی جاسکتی شکریہ۔

### عائشہ دین محمد ---- ظاہر پیر

السلام علیکم پیارے آنچل آل اسٹاف، ریڈرز اینڈ رائٹرز سدا خوشیوں کے سائے میں مہکتا رہے اور ہمیشہ یونہی اونچا اور سر بلند رہے آمین۔ ایک چھوٹی سی نظم آنچل کے نام۔

ہم تو صرف دعا گو لوگ خاک دھر کا کیا جوگ
پاس رہیں یا دور رہیں وحشت سے مجبور رہیں
محفل تو آباد ہے ناں آج تمہاری سالگرہ ہے
دیکھو ہم کو یاد ناں

پیارا آنچل ہمیشہ یونہی مہکتا رہے اور سدا کامیاب و کامرانی کی بلندیوں کو چھوئے۔
۱) جہاں تک آنچل سے وابستگی کی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ آنچل میں تو ہماری جان ہے آنچل کے پورے اسٹاف کا نرم خو اور محبت بھرا انداز، اور یہ کہ یہ کبھی بھی اپنے قارئین کو مایوس نہیں کرتے، ہر قاری کی خط کے ذریعے حوصلہ افزائی کرتے ہیں شائع کرکے اور کس کے ذریعے جڑا تو ذرا سوچنے دیں ہاں میری بہت ہی پیاری دوست کے توسط سے پہلی دفعہ ہمارے گھر آیا اور میں اس کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اس نے بہت ہی پیارے ڈائجسٹ سے متعارف کرایا جو سب رسالوں میں بیسٹ ہے (سوائے عقیری کے)۔
۲) بہت ہی پیاری نازی آپی، لفظوں کی کھلاڑی حرا قریشی، جن کے لیے اس دل میں عزت ہے اقرا صغیر احمد رشتوں میں باندھے نزہت جبین ضیا اور افسانوں میں نظیر فاطمہ، حمیرا نوشین، فرحین اظفر غرض ان اچھی اور پیاری سی رائٹرز کو دیکھ کر دل میں ایک جذبہ سا پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی ان کی طرح بیسٹ لکھوں۔
۳) جہاں تک ٹائٹل کی بات ہے یقین مانیں ہر ٹائٹل ہی مجھے بیسٹ لگا مگر جن کے سر آنچل ہو تو کیا ہی بات ہے ہاں آپ سے گزارش ہے کہ کبھی آپ آنچل علی، نیلم منیر، عائزہ خان اور سارہ چوہدری کے ٹائٹل لگائیں۔
۴) ڈش مقابلے سے ابھی تک تو کوئی ڈش ٹرائی نہیں کی حالانکہ بے شمار مرتبہ اس نیت سے ڈش مقابلے کو پڑھا ہے کہ میں بھی اس سے کچھ سیکھ سکوں مگر ہر بار اناڑی پن سامنے آجاتا ہے مگر اس بار ان شاء اللہ ضرور کچھ سیکھوں گی پھر ضرور تعریف اور تنقید بھی ہوگی اور وہ بھی آپ کے ساتھ شیئر کروں گی (اگر زندگی نے وفا کی)
۵) میں ہلکی پھلکی ڈشز تو پکاتی ہوں مگر باقاعدہ امور خانہ داری سنبھالنے کی ذمہ داری تو ابھی نہیں آئی امی اور بڑی سسٹرز کرتی ہیں میں تو صرف چائے یا گھر والوں (ابو اور بھائیوں) کو کھانا سرو کرتی ہوں (جیو میری سوئٹ امی اور پیاری بہنو) اور جہاں تک سسرال کی بات ہے تو ابھی تک دور دور تک نام و نشان نہیں ہے اگر کچھ پکا کے کھلایا بھی سہی تو صرف میٹھا (کھیر) کھلائیں گے (کیونکہ میٹھے رہنے سے ساری کائنات ہماری ہے)

۶) نہیں کم از کم میں تو ہرگز بھی آنچل میں تبدیلی نہیں چاہتی آنچل پورے کا پورا ہی بیسٹ ہے اور اس کا ہر سلسلہ بھی ہاں اگر صفحات میں اضافہ کرکے ہم پر مہربانی کرسکتے ہیں تو اللہ پاک کے ناموں کی خوب صورت ڈیزائننگ اور سفر نامہ اور بچپن کے ناقابل فراموش واقعات یہ سلسلے ضرور لگائیے گا۔

۷) میری ۲۲ جولائی کے دن کے ساتھ بہت یادیں، وابستہ ہیں ہر سال ہی یہ دن میرے لیے انوکھی سی خوشی لاتا ہے جہاں ایک سال زندگی کا کم ہوتا ہے اسی دکھ کے ساتھ اللہ پاک ایک نئی خوشی الحمدللہ مجھے ضرور عطا کرتے ہیں اور یہاں پیارے رب کی عطا ہے میں اس کی ہر رضا میں راضی ہوں۔

## پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

۱) آنچل سے وابستگی اس کی خوب صورتی بنی اور مجھے متعارف نازیہ کنول نازی نے کرایا۔

۲) نازیہ کنول نازی کی تحریر نے مجھے آنچل میں لکھنے کے شوق کو ابھارا۔

۳) ۲۰۱۶ء کے جون کے شمارے کا ٹائٹل بیسٹ تھا۔

۴) ڈش مقابلہ کی ہی اکثر ڈشیں میں تیار کرتی ہوں پہلی بار ڈش تیار کرتے ہوئے گھبراہٹ تھی مگر اب نہیں۔

۵) امور خانہ داری سنبھالتے ہی میں نے آلو بھرتا پکایا تھا اور سسرال میں پہلی ڈش کھیر پکائی تھی جو کہ سب کو ہی پسند آئی تھی۔

۶) آنچل کے مستقل سلسلے ہم سے پوچھیے میں یہ تبدیلی چاہوں گی کہ اس کے تین بہترین سوال کرنے والی بہنوں کو اول دوئم اور سوئم انعامات سے نوازا جائے۔

۷) میری سالگرہ کے دن میرے جذبات اور احساسات یہ ہوتے ہیں کہ لو جی زندگی کا ایک سال اور کم ہوگیا ابھی کل ہی تو اپنی سالگرہ مناتی تھی مجھے اپنی سالگرہ سے زیادہ اپنی شادی کا دن زیادہ یاد رہتا ہے کیونکہ مجھے میری سالگرہ کا تحفہ مجھے میرے میاں نہیں دیتے شادی کی سالگرہ کا تحفہ ضرور دیتے ہیں۔

## ہانیہ درانی..... کوئٹہ

۱) آنچل سے وابستگی کی وجہ بہت سے رائٹرز ہے میں نہم کلاس میں تھی تب ایک دن نیٹ پہ سرچنگ کے دوران مجھے آنچل میگزین کی ویب سائٹ ملی اور میں نے وہاں سب سے پہلا ناول کوئی لمحہ گلاب کا جو نگہت عبداللہ نے لکھا ہے وہ پڑھا اور اس طرح سے میرا اور آنچل کا ایک رشتہ بن گیا جو آج تک جاری ہے اور ان شاءاللہ ہمیشہ رہے گا۔

۲) آنچل میں لکھنے والی تمام رائٹرز نے مجھے لکھنے پہ اکسایا ہر تحریر پڑھنے کے بعد مجھ میں لکھنے کا شوق بڑھتا گیا

۳) جی ہاں تین چار دفعہ ٹرائی کی بہت اچھا لگا تعریف بہت ہوئی تنقید کا سامنا بہت کم کرنا پڑا

۴) سسرال تو ابھی تک نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کچھ سوچا ہے کہ کیا پکاؤں گی البتہ پہلے دن کچن میں کام کرتے ہوئے بہت اچھا لگا

۵) آنچل کے تمام سلسلے بہترین ہیں ان میں تبدیلی نہیں چاہتی میں

۶) اپنی سالگرہ کا دن ہائے کیسا سوال پوچھا سب سے پہلے تو مجھے کچھ خاص لوگوں کی طرف سے وشز کا انتظار رہتا ہے اور اگر وہ سب سے پہلے وش کریں تو اچھا لگتا ہے ورنہ رونا بہت آتا ہے اور یہی سوچتی رہتی ہوں کہ پچھلے سال کیا کھویا میں نے کیا پایا احساسات بہت عجیب سے ہوجاتے ہیں کبھی رونا آتا ہے کہ یہ سال اتنی جلدی کیوں گزرا اور کبھی خوشی ہوتی ہے۔

## انیقہ احمد..... کوٹ سارنگ

۱) میٹرک کے امتحانات دینے کے بعد فارغ ہوئی تو میرا مشغلہ ٹی وی دیکھنے تک محدود تھا ایک دن جب امی اسکول سے واپس آئی تو انہوں نے مجھے آنچل دیا کہ اس کا مطالعہ کرو یہ ایک بہترین رسالہ ہے سلسلہ چل نکلا میرا دل آنچل کے ساتھ لگ گیا میں نے ماہانہ منگوانا شروع کردیا اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ کتنے سال سے میں آنچل پڑھ رہی ہوں اب میں بی اے کی طالبہ ہوں۔

۲) نازیہ کنول نازی کے ناول پڑھ کر لکھنے کو دل کرتا ہے لیکن ابھی وقت کی کمی ہے اس لیے کچھ نہیں لکھا۔

۳) اپریل کے شمارے کا ٹائٹل زبردست تھا۔

۴) میٹرک کے بعد سب سے پہلے کھیر پکائی بہت زیادہ نروس تھی لیکن امی اور ابو نے میری محنت کی دونوں بہترین کک ہیں سب نے تعریف کی میرا دل بھی تو رکھنا تھا نا لیکن اب تو میں ساری ڈشز بہت اچھی تیار کرلیتی ہوں اور خوب تعریفیں سمیٹتی ہوں ابھی تو میں بچی ہوں کبھی سوچا نہیں۔

۵) جی ہاں ہر شین نیف تیار کیے اور کامیاب رہی سب کو پسند آئے۔

۶) کوئی تبدیلی نہیں چاہیے یہ پہلے ہی پرفیکٹ ہے۔

۷) میری سالگرہ کے دن بھائی حزل کا وش کرنا بہت اچھا لگتا ہے مگر کبھی باقاعدہ نہیں مناتی کیوں میری زندگی کا ایک سال کم ہوجاتا ہے۔

## شزا بلوچ..... جھنگ

سب سے پہلے تو آنچل کو سالگرہ کی مبارکباد۔

۱) آنچل سے وابستگی کی کوئی ایک وجہ نہیں بلکہ بہت سی وجوہات ہیں۔

سب ہی میری سوچ کے ترجمان ہیں
کوئی مجھ سے پہلے کہہ گیا تو کیا

آنچل ہر عمر کی خواتین کے لیے ہے اگر بیٹی ہے تو کس طرح باعث رحمت ہے ماں ہے تو کسی قدر مخلص، بیوی ہے تو کیسے گھر کی جنت بنتا ہے بہو ہے تو کیسے رشتوں کو جوڑے رکھنا اور ساس ہے تو کس طرح بہو کو بیٹی سمجھ کر ماں کا پیار دینا ہے یہ سب آنچل اور اس کی مصنفات نے ہمیں سکھایا ہے آنچل سے ہمارا رشتہ بچپن سے ہے گھر میں دیگر رسائل کے ساتھ آنچل کو بھی پڑھنا شروع کیا تو اب تک ہمارے ساتھ ہے مصروفیت کی وجہ سے شامل نہیں ہو پاتے تو کیا ہوا ہمارا اور آنچل کا رشتہ تا مرگ رہے گا۔

۲) کافر گل۔

۳) سچ بتا ئیں تو سبھی نارمل ہی تھے کسی ایک کے بارے میں بھی ڈیمانڈ نہیں ہورہا کہ کون سا زیادہ یونیک ہے۔ ستمبر کا کچھ بہتر تھا مگر آنچل پہ اتنی موٹی لیڈی کا ٹائٹل ہوتا ہے کہ پہلی نظر میں کچھ خاص اچھا نہیں لگتا جیسے جنوری اور مئی کا (معذرت) تھوڑی اسمارٹ گرل اور سمپل سی ہونی چاہیے ٹائٹل پر۔

۴) ٹائم ہی نہیں ملا۔ پہلی دفعہ چائے پکائی تھی جو آج تک یاد ہے اور اس ٹائم سے آج تک بس چائے ہی بہت اچھی تیار ہوتی ہے سسرال کی نوبت آئی نہیں ابھی اور کوئی بھی گوشت پکانے کا ارادہ ہے کیونکہ مجھے اپنے ہاتھ سے یہی پکانا بہت اچھا لگتا ہے اور اس کے ساتھ قیمہ مٹر میرے فیورٹ ہیں یہی ٹرائی کریں گے۔

۵) آپ کی شخصیت سلسلہ دوبارہ اسٹارٹ کیا جائے اور روحانی مسائل کا حل کیوں ختم کیا گیا بہت سے لوگ اسی وجہ سے آنچل پڑھتے تھے۔

۶) میری سالگرہ دس اپریل کو ہوتی ہے اور صرف سالگرہ پر ہی موقوف کیا مجھے سال کے ہر دن یہی احساس ہوتا ہے کہ کب آئے گی دس اپریل کیونکہ یہ واحد ایونٹ ہے جس کا مجھے شدت سے انتظار رہتا ہے بہت خوشی ہوتی ہے اور خاص کر بہنوں کی طرف سے دیے گئے گفٹ پر ہنسی آتی ہے۔

## مدیحہ کنول..... پسرور

السلام علیکم! بدلتے موسم میں جب من پر اداسیوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں تو آنچل کی سالگرہ کا پیغام باد نسیم کا لطف دے گیا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آنچل کیسا ہے تو میرا جواب ہوگا آنچل دھوپ میں چھاؤں سا آنچل کوئل کی کوک سا آنچل حیا کا استعارہ آنچل شبنم کی بوند سا آنچل پھولوں کی خوش بو جیسا آنچل صحرا میں بارش سا، مفخر اللہ کرلائن ٹھیک میرے دل کی آواز ہے ہم قارئین جن کے من جلتے صحراؤں سے اور آنچل دیسی بارش کی طرح یوں ٹھنڈی پھوار کی طرح برسے کہ ساری جلن ساری تپش اور ساری کسک مٹا ڈالے کوئی تشنگی باقی نہ رہے سلام ان ہستیوں کو جو آنچل کے سربراہان ہیں آنچل کو یوں سجا کر نوک پلک سنوار کر ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں کہ کہیں کوئی کمی باقی نہیں رہتی جناب مشتاق احمد قریشی صاحب قیصر آرا صاحبہ سعیدہ نثار صاحبہ طاہر احمد قریشی صاحب آنچل کی تمام ٹیم کو آنچل کی سالگرہ کی بہت بہت مبارکباد، ہزاروں سال جئیں اور ہمارا اور آپ کا ساتھ یونہی برقرار رہے آمین اب سوالات کے جوابات حاضر ہیں۔

۱) آنچل سے وابستگی کی وجہ...... دل کو سکون ملتا ہے اس میں شامل تحریریں بہت سبق آموز ہوتی ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے جینا اسی سے سیکھا ہے آنچل کسی بات کی اس زنجیر کی طرح ہے جس کی آخری کڑی نہ مل رہی ہو اور وہ کڑی آنچل مہیا کرتا ہے ہر سوال کا جواب مل جائے تو دل میں ہونے والی کھد بد پر سکون طاری ہوجاتا ہے تو وابستگی کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے آنچل کے ساتھ میرا رشتہ بہت پرانا ہے نویں کلاس میں تھی جب پڑھنا شروع کیا پھر اس میں لکھنا شروع کردیا شاید دل نے آنچل کے ساتھ رشتہ جوڑا ہے۔

۲) لکھنے کا شوق تو بچپن سے ہے پہلی دفعہ جناح کے فرینڈ ز میگزین میں خط لکھا تھا اس

وقت میں ساتویں کلاس میں تھی تو آنچل میں میری ہارٹ فیورٹ نازیہ کنول نازی کی تحریروں نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا ان کی تحریر "جب وہ پتھر موم ہوا" نے میرے لکھنے کے شوق کو ابھارا اور پھر شکریہ آنچل کا اور شکریہ آپی قیصر آرا کا جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔

۳) نومبر کے ٹائٹل کو بیسٹ کہوں گی معصوم سی لڑکی دل موہ رہی تھی۔

۴) نہیں جی میں نے ڈش مقابلہ سے کبھی کوئی ڈش نہیں تیار کی پڑھ لیتی ہوں اور پڑھ کر ہی خود کو بہت بڑی شیف مجھنے لگ جاتی ہوں، ہاہاہا۔

۵) سسرال میں ابھی قدم نہیں رکھا تو کیا جواب دوں اب میں نے ویسے کھیر پکانے کا سوچا ہے اب دیکھو محترمہ ساس صاحبہ کیا پکوائیں گی ویسے گھر میں امور خانہ داری سنبھالتے ہوئے میں نے پہلی دفعہ مونگ مسور کی دال پکائی تھی اور میری تعریف بھی ہوئی تھی۔

۶) آنچل اپنے تمام سلسلوں سمیت بیسٹ ہے میں اس کے کسی بھی سلسلے میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتی ہاں یہ ضرور خواہش ہے کہ ایسا سلسلہ شروع کیا جائے جس میں ہر شمارے میں زیادہ نہیں تو تین چار تحریریں نئی لکھاریوں کی ہونی چاہیے، تاکہ مجھ جیسی لڑکیاں جو انتظار کی سولی پر لٹک رہی ہیں ان کی جلد باری آ جائے۔

۷) سچ کہوں تو مجھے تو اپنی سالگرہ کا دن بھی یاد نہیں رہتا ہے آنچل کی سالگرہ کبھی بھولی نہیں اور اپنی کبھی یاد نہیں رہی، پچھلی سالگرہ کا تب پتا آیا جب فائزہ بھٹی اور گل مینا خان نے آنچل کے ذریعے وش کیا تب مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور بہت اچھا لگا تھا میری دعا ہے کہ آنچل یونہی جگمگاتا رہے اور اپنی روشنی سے تاریک دلوں کو منور کرتا رہے آمین۔

**کنول خان..... ہری پور ہزارہ**

۱) آنچل سے وابستگی بہنوں کی وجہ سے ہوئی چونکہ میری بہن انجم خان لکھتی بھی تھی تو بس اسی کی کہانیاں پڑھتے پڑھتے آنچل کی عادی ہوگئی۔

۲) پڑھتے پڑھتے لکھنے بھی لگ پڑے ہاہاہا ویسے تحریر کوئی شوق سے نہیں پڑتا تھا کبھی کہ میں بھی لکھوں بٹ جب شاعری کرنے لگی تو خود کو بھی یقین نہیں ہوتا تھا کہ ہاں میں بھی لکھ سکتی ہوں۔

۳) ٹائٹل سب ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔

۴) ایک دوبار کی تھی مرے کی بنی۔ کھانا اچھا پکا لیتی ہوں۔ تعریف ہو جاتی ہے۔

۵) ابھی تو کنگی سی تو ہوں ابھی خود پکا کے کھائیں بڑی بات ہاہاہا سسرال گئے تو بتائیں گے فرصت سے بھی ہاہا۔

۶) بس افسانے ختم کردو مجھے افسانے پڑھنے میں ذرا مزا نہیں آتا ہاہاہا باقی تو سب فٹ ہے۔

۷) خوشی ہوتی ہے ویسے تو نارمل ہی بس انتظار پہلے کون وش کرے گا۔

**فہمیدہ غوری..... کراچی**

۱) میرا آنچل سے تعلق بہت پرانا اور پائیدار ہے۔ میں نے جب لکھنا سیکھا پہلے تیرا نام لکھا تھا۔ وہ وقت جب اماں سے چھپ کر رضائی میں یا اسٹور میں آنچل پڑھتے تھے مجھے پہلے آنچل میرے ابو جی نے اماں سے چھپا کر لا کر دیا تھا جو سموسوں کے شاپر میں تھا اور جب بھی پڑھتے تھے اس میں سے سموسوں کی سوندھی سوندھی خوشبو آتی تھی۔ میں آنچل جب بھی پڑھتی ہوں ساتھ اماں کی ڈانٹ اور ابو جی کا پیار بھی ساتھ رہتا ہے تو آنچل تیرا میرا میرا تیرا ایسا ناتہ ہے۔

۲) بہت سے نام ہیں جو کبھی پسندیدہ مصنفہ تھیں اب وہ جان جگر ہیں دوست ہیں تو آنچل کی وجہ سے مجھے بہت سے رشتے بھی ملے ہیں ان گنت نام ہیں ماشاءاللہ۔

۳) ٹائٹل تو سب ہی پسند آتے ہیں پر کبھی کبھی کسی ایکٹریس کا حسین نظر آنا سوالیہ نشان کھڑا کر دیتا ہے کہ بی بی کل تو ڈرامے میں اتنی ڈراؤنی لگ رہی تھی آج آنچل کے سرورق پر حوروں کو شرما رہی ہو یہ کمال کیسے ہوا۔

۴) ڈشز تو سب ہی بہترین ہوتی ہیں ہاں کبھی کبھی بریانی کی کھچڑی یا کبابوں کا شباب خراب ہو جاتا ہے تیار کرتے ہوئے تو یہاں مسئلہ آنچل پڑھتے ہوئے کھانا پکے گا تو یہ سب تو ہوگا ہی۔

۶) سارے ہی سلسلے بہت بہت اچھے ہیں مکمل ہیں اور چار چاند لگ جائیں گے جب ہر مہینے فہمیدہ غوری کی تحریر لگے گی ہاہاہاہاہا

۷) احساسات تو لفظوں میں بیان ہی نہیں ہو سکتے وہ خوشی احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتی جو مجھے ملتی ہے پیارے آنچل اور اس کی پیاری محنتی پر خلوص ٹیم کو ڈھیروں ڈھیر مبارک باد بہت سی کامیابیاں آپ کے قدم چومیں ترقی کامیابی نیک نامی ایسے ہی ساتھ رہے آمین

**طیبہ شیریں..... کوری خدابخش**

۱) آنچل سے وابستگی کی وجہ عفت سحر کا ناول محبت دل پہ دستک اس کے بعد آنچل کو پڑھنا نہیں چھوڑا۔

۲) ام مریم کی تحریریں جو بہت سپر ہوتی ہیں میرا بہت دل کرتا ہے کہ میں ان جیسا لکھوں مگر لکھ نہیں پاتی کوشش کے باوجود۔

۳) ۲۰۱۴، ۲۰۱۶ ہو یا کوئی بھی سال مجھے دسمبر کے ٹائٹل بیسٹ لگتے ہیں۔

۴) بہت بار ٹرائی کی کبھی تو اپنی ہی بنائی ہوئی ڈش کو پہچان نہیں پاتی اور کبھی تو گھر والے مانتے ہی نہیں کہ یہ میرا کارنامہ ہے۔

۵) ابھی تک تو یہ دن نہیں آیا۔

۶) نہیں آنچل ہر لحاظ سے بیسٹ ہے کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔

۷) سالگرہ یاد ہی نہیں ہوتی جب فرینڈز گفٹ دیتی ہیں اور وش کرتی ہیں تو یاد آتا ہے سالگرہ کا دن یہ سوچ کر گزرتا ہے کہ چلو جی ایک سال اور کم ہو گیا۔ زندگی کا کیا بھروسہ کب ختم ہو جائے۔

آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک خدا آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

**مسکان لعزم..... فیصل آباد**

۱) میں اس وقت نہم کلاس کی اسٹوڈنٹ تھی جب فرینڈز کے ذریعے آنچل سے پہلا تعارف ہوا تھا۔ تب میں نے آنچل میں ایک مکمل ناول پڑھا تھا جو مجھے بہت پسند آیا تھا اس کے بعد یہ پسندیدگی آنچل سے وابستگی کا موجب بن گئی۔ اس کے بعد ہر ماہ آنچل پڑھنے کا جنون سوار ہو گیا تھا اور آج ماشاءاللہ آنچل سے منسلک ہوئے پانچ برس ہو گئے ہیں۔

۲) تب لکھنے کا شوق نہیں تھا صرف پڑھنے کا شوق تھا۔ اس لیے ابتدائی دو سالوں میں پڑھا ہے اور آنچل میں لکھنے والی ہر رائٹر کو پڑھا۔ اور پھر ایسا ہوا کہ کہانیاں پڑھ پڑھ کر اندر کا لکھاری بھی جاگ اٹھا۔ پھر اٹھتے بیٹھتے ہر وقت دماغ میں کوئی نہ کوئی کہانی گھومتی رہتی۔ اور یوں پچھلے سال ہم نے قلم سے باقاعدہ رشتہ جوڑ لیا۔ اور اس کا سارا کریڈٹ آنچل ڈائجسٹ کو ہی جاتا ہے جس نے میرے اندر کے لکھاری کو جگایا۔ اس میں لکھنے والی ہر رائٹر اس کریڈٹ کی حقدار ہے۔

۳) کوکنگ میں نے کبھی نہیں کی۔ اس لیے کبھی کوئی ڈش ٹرائی نہیں کی۔ ہاں مگر ماما سے کہہ کر آنچل ڈائجسٹ سے دیکھ کر ایک ڈش ضرور تیار کروائی تھی اور وہ بہت مزے کی بنی تھی۔ مجھے اب ڈش کا نام نہیں یاد کیونکہ یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔

۴) سالگرہ کے دن جو جذبات اور احساسات ہوتے ہیں انہیں لفظوں میں بیان کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات کا سب سے پہلے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جس نے زندگی جیسی خوب صورت نعمت دی۔ میں اس دن کے لیے بہت پرجوش ہوتی ہوں جیسے ہی سال کا آغاز ہوا اور میری تیاریاں شروع بہت سے پلانز بناتی ہوں اپنی سسٹرز کے ساتھ اور اپنی فرینڈز کے ساتھ کبھی کبھی اپنی بہنوں سے فرمائش کر کے بھی اپنی پسند کے تحفے لیتی ہوں (ہاہاہا)۔ اس لیے ہر طرف خوشی ہی خوشی نظر آتی ہے مجھے اور خوشی کا یہی احساس ہر احساس پر حاوی ہو جاتا ہے۔

۵) آنچل کے تمام مستقل سلسلے میرے پسندیدہ ہیں۔ اور میرے لیے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں اس لیے میں ان میں کوئی بھی تبدیلی نہیں دیکھنا چاہوں گی۔

اور آخر میں آنچل ڈائجسٹ اور اس کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ جنہوں نے مجھے اس کا حصہ بننے کا موقع دیا۔

اللہ آنچل کو مزید کامیابیوں سے نوازے آمین۔

**راشدہ شریف چوہدری..... او کاڑہ**

۱) یہ بہت ہی دلچسپ واقعہ ہے۔ تو دوستو ہوا کچھ یوں تھا کہ جنوری ۲۰۱۲ میں میرا دسمبر کی چھٹیوں کے بعد کالج میں پہلا دن تھا جو کہ انتہائی بور گزرا۔ پھر مجھے کالج کینٹین سے پرانا آنچل ڈائجسٹ ملا جو کہ اگست ۲۰۱۱ کا تھا۔ اس میں سمیرا شریف طور کی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" نے اس قدر متاثر کیا کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے۔ میرا اور آنچل کا رشتہ گہرے سے گہرا ہوتا جا رہا ہے۔

۲) اس کا کریڈٹ آنچل کی سب لکھاری بہنوں کو جاتا ہے۔ آنچل ہی کے ذریعے مجھے انسپائریشن ملتی ہے۔

۳) سب سے مشکل سوال۔ ۲۰۱۶ کے سب ٹائٹل کھنگال ڈالے مگر کسی ایک ٹائٹل کو منتخب کرنا مشکل لگ رہا ہے۔ لیکن دسمبر ۲۰۱۶ کا ٹائٹل اپنی تمام سادگیوں اور رعنائیوں سمیت دل کو لگتا ہے۔ ویسے تو جنوری، اپریل اور نومبر کے ٹائٹل بھی بہت ڈیسنٹ لگتے ہیں۔

۴) جی بالکل ایک نہیں بلکہ کئی ڈشز ٹرائی کی اور تعریف ہی ملی ہے۔
۵) ابھی تک ایسا کوئی تجربہ نہیں ہوا اور نہ ہی ابھی سوچا کہ تب کیا پکاؤں گی۔
۶) نہیں مجھے آنچل ایسا ہی بہت پسند ہے۔ ہاں اگر قیصرہ آپا اور دیگر کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو سر آنکھوں پر۔
۷) بہت اچھوتے اور انوکھے ہوتے ہیں۔ اپریل کے چڑھتے ہی میں ۴ اور ۳۰ اپریل کا انتظار شروع کر دیتی ہوں کیونکہ ۳۰ کو تو میری سالگرہ ہوتی ہے اور ۴ کو...... (آپ سمجھ تو گئے ہی ہوں گے نا۔ جی ہاں ان کی ہوتی ہے ۴ اپریل کو) میرے لیے تو یوں بھی اپریل بہت خاص مہینہ ہوتا۔ کیونکہ مجھ سے منسلک سب سے عزیز ترین دو ہستیاں (شہزاد اور آنچل) کی سالگرہ اپریل میں آتی ہے اور میری اپنی بھی۔

**صبا نور...... نامعلوم**

۱) آنچل سے وابستگی کی وجہ میری کزن ہیں جو ڈائجسٹ لیتی تھیں پہلے پھر ان سے لے کر میں ڈائجسٹ پڑھتی تھی اور "ٹوٹا ہوا تارا" کی پہلی قسط تھی پھر تب سے رشتہ جڑ گیا جو آج تک قائم ہے۔
۲) مصنفین تو بہت اچھا لکھتی ہیں ان جیسا میں کب لکھ سکتی ہوں اس لیے خیال ہی نہیں آیا۔
۳) ٹائٹل سب ہی اچھے ہوتے ہیں لیکن اکتوبر کا بیسٹ لگا۔
۴) ڈش کوئی نہیں پکائی لیکن اگر یہ آنچل ڈائجسٹ میں شائع ہو گیا تو اگلے دفعہ ضرور پکاؤں گی اور بتاؤں گی بھی۔
۵) سسرال کا تجربہ دو سال بعد بتاؤں گی۔
۷) بہت اچھا لگتا ہے سالگرہ والے دن اور رات سے ہی میسج اور کال کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو بارہ بجے رات تک چلتا رہتا ہے۔

**ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات**

۱) آنچل میری آپی پڑھتی تھیں ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۰۸ء تک بھی ڈائجسٹ ہیں ان کے پاس پھر ان کی شادی کے بعد میں بھی منگوانے لگی۔
۲) لکھنے کا دل نبیلہ عزیز اور نایاب جیلانی کو پڑھ کے کیا اور پھر ام مریم کو تینوں ٹاپ کلاس رائٹرز ہیں میری نظر میں۔
۳) مجھے تو ابھی مارچ کا ٹائٹل بیسٹ لگا۔ ۲۰۱۲ء میں دسمبر کا اچھا تھا۔
۴) یہ تو اب یاد نہیں کہ کیسا تھا وہ دن مگر آپی کی شادی کے بعد سب کیا کچن کے ساتھ باقی گھر کا کام بھی اور ابھی شادی نہیں ہوئی نہ سوچا ہے۔
۵) جی پینگو آئسکریم بنائی سب کو بہت پسند آئی۔
۶) نہیں کوئی تبدیلی نہیں سبھی سلسلے اچھے بلکہ بہت اچھے ہیں بس مکمل ناول دو تین ہونے چاہئیں۔
۷) کوئی بھی جذبات احساسات نہیں ہوتے اکثر تو یاد ہی نہیں ہوتی کہ سالگرہ تھی چپ چاپ گزر جاتی ہے۔

**رابعہ اکرم...... فیصل آباد**

۱) آنچل سے سب سے پہلے تعارف ۲۰۰۷ء میں ہوا، وجہ یہ بنی کہ بچپن سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا تو جناب بھائی کو ڈائجسٹ کوئی لانے بھیجا لے آیا آنچل سو خوب غصہ کیا چیخے چلائے مگر جب پڑھا تو نازی کے ایک ناول جو کہ قسط وار تھا فین ہو گئی تو یوں یہ سلسلہ چل نکلا۔
۲) پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی شوق ہے کبھی کبھار شاعری پر بھی ہاتھ صاف کر لیتے ہیں۔
۳) ٹائٹل تو جی بس وہی یاد ہے ابھی تک ۲۰۰۷ والا جب ماڈل نے سرخ جوڑا پہنا تھا اور سیدھی دل میں اتر گئی تھی۔
۴) کیک بنایا تھا بس اس سے آگے کچھ نہ پوچھو۔
۵) سب سے پہلے تو شاید چنے پکائے تھے جو اتفاق سے اچھے پکے تھے اور امی نے خوشی خوشی بتایا تھا شادی ابھی ہوئی نہیں سو اس لیے سوچا بھی نہیں۔
۶) تبدیلی تو کوئی نہیں بس اس کا معیار بلند کریں اور زیادہ۔
۷) سال گرہ پر ہم سب بہن بھائی ایک دوسرے کو چھوٹے موٹے گفٹ دے کر اس دن کو اچھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں سو اس طرح ہی ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

**ظل ہما...... فیصل آباد**

۱) آنچل سے وابستگی تو صرف عفت سحر طاہر کے ناول محبت دل پہ دستک کی وجہ سے ہوئی اور پہلا ڈائجسٹ زرش آپی نے دیا تھا۔ شکریہ زری آپی میں نہیں جانتی آپ کہاں ہوں گی۔
۲) میں نے لکھنا کسی مصنف کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی ٹیچر مس عمارہ کے کہنے پر شروع کیا تھا۔ بیان کا مشورہ تھا کہ لکھا کرو تم میں یہ صلاحیت ہے اور میرا پہلا افسانہ آنچل میں پبلش ہوا تھا جب میں سیکنڈ ایئر میں تھی۔
۳) مجھے دسمبر کا ٹائٹل سب سے اچھا لگا۔
۴) اس معاملے میں معذرت کیونکہ میں نے کبھی ڈشز ٹرائی نہیں کی۔
۵) امور خانہ داری سنبھالے تو عرصہ ہوا ہے ماما کی جاب کی وجہ سے مجھے گھر کا کام سیکھنا پڑا پہلے دن تو ہنڈیا جلائی تھی اور سسرال میں ابھی گئی نہیں البتہ کھیر پکاؤں گی جو کہ رسم ہے اور مجھے اچھی پکانا بھی آتی ہے۔
۶) سب ہی سلسلے بہت اچھے ہیں اور تبدیلی بس یہ چاہوں گی کہ دوست کا پیغام آئے میں ہر ماہ میرے لیے کوئی پیغام لازمی ہو۔
۷) سارا دن بس یہ انتظار کرتی رہتی ہوں کہ کس کس کو میری برتھ ڈے یاد رہتی ہے اور کون بھول جاتا ہے اب تو فیس بک کی وجہ سے سب کو یاد آ جاتی ہے مگر ان دوستوں کا انتظار رہتا ہے جو رات بارہ بجے وش کرتے ہیں۔ خاص کر رابعہ اکرم اور تازہ مقبول کا انتظار ہوتا ہے کہ وہ گھر آئیں گی اور وہ اکثر چکر دے جاتی ہیں۔

**ثانیہ مسکان...... گوجر خان**

جلتی شمعیں نازک لڑیاں
پھیلا موتیا اور بنفشہ
ہر کوئی یار دشاد ہے نا
آج تمہاری سالگرہ ہے
دیکھو ہم کو یاد ہے نا
پیارے آنچل تمہیں تہہ دل سے سالگرہ مبارک۔

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ آنچل ہی ہے۔ اس کی پراؤڈ ایبل رائٹرز دل آویز ریڈرز اور سب سے بڑھ کر سب سے خاص محترمہ قیصرآنی کا خلوص۔ ان کی محبت اور ان کے لفظوں کی مٹھاس یہ دل پذیر عناصر ہمیں کہیں جانے دیں گے بھلا؟ آنچل سے رشتہ جڑا ایک بہت پیاری دوست سدرہ کے توسط سے اس کے گھر سے آنچل اٹھا کر لائی محض وقت گزاری کے لیے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" چل رہا تھا تب سے اس کے بنا وقت گزارنا ممکن ہی نہیں رہا۔ سدرہ کی شادی ہونے والی تھی سو اس کے پاس جتنے آنچل ڈائجسٹ تھے سب اٹھا لائی اور پھر مستقل لگوا لیا۔ تھینکس سدرہ فاروق گریٹ گفٹ۔
2) ناولز پڑھنا میری ہابی ہے نمرہ احمد، سمیرا شریف، عشنا کوثر، حمیرا نگاہ، سیدہ غزل، عائشہ نور اور رفعت سراج کا انداز تحریر متاثر کرتا ہے۔ رفعت آپی کی "ہمشکن بوا" ایک لاجواب کردار رہیں، مگر ناول لکھنے کا شوق کبھی نہیں رہا۔ پوئٹری رائٹنگ کرتی ہوں اور اسے شائع کروانے کا حوصلہ نازی آپی سے ملا۔
3) 2016ء کے آنچل اندر باہر سے بیسٹ تھے مگر مارچ اور دسمبر کے ٹائٹل بے حد دیدہ زیب۔ دسمبر کا ٹائٹل تو اتنا شاندار تھا کہ اسٹوریز پڑھتے ہوئے بار بار ٹائٹل دیکھتی تھی، ماشاءاللہ ماڈل سادگی، دلکشی اور معصومیت کا شاہکار تھی۔
4) یہ سب سے انٹرسٹنگ سوال تھا جی جناب، ہم نے چنے کی دال کے حلوے پر زور آزمائی کی تھی مگر ہائے رے ہمارا پھوہڑ پن دال درست طور سے گل نہ سکی مگر خوشبو ایسی اشتہا انگیز کہ گھر والوں کے پیٹ میں بل پڑ گئے مگر سرد کرنے پر کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا کے مصداق سب نے خوب لتے لیے۔ کچنے سے تم یہ ملغوبہ تیار کر دی تھیں؟ چنے کی دال بھی خود کے ساتھ ہونے والے سلوک پر افسردہ تھی وغیرہ وغیرہ۔ بس ہم نے بھی سوچ لیا آئندہ کچھ ٹرائی کی تو پہلے اپنے تک ہی رکھنا ہے۔
5) میں فائیو کلاس میں تھی جب دادو اور پھوپو کو دو دن کے لیے دادو کے میکے جانا پڑا تب گھر کی اکلوتی خاتون ہونے کے ناطے پہلی بار کچن میں جا کر چائے پکائی۔ کبھی کسی کو پکاتے بھی نہیں دیکھا سو جیسے دادا ابو نے بتایا تھا کچھ نہ کچھ بنا لیا مگر ایک تو چائے زیادہ تھی دوسرا چینی بے حساب۔ چاچو تو سب کے سب چکھ کر ہی اٹھ گئے مگر میرے گریٹ دادا جان نے مروتاً دل نہ ٹوٹنے کے خیال سے تعریف کر دی بس پھر کیا تھا ہر گھنٹے بعد میں چائے کو گرم کر کے لے جاتی "دادا ابو آپ کو اچھی لگی تھی نا اسی لیے میں گرم کر کے لے آئی۔" وہ مروتاً پی لیتے اور میں خوش ہو جاتی کہ میری چائے اچھی ہے۔ وہ مجھ سے جدا کیا ہوئے کہ...... سسرالی رشتوں کے بارے میں سوچنے کی ہمت نہیں۔ اتنی بہادر نہیں میں یار! مزید آزمائشوں کی سکت نہیں۔

6) ویسے تو آنچل کا ہر سلسلہ میرا من پسند ہے مگر نیرنگ خیال کے بجائے جیسے قارئین بہنیں اپنی شاعری کے بجائے اپنے انتخاب بھیجتی تھی تو وہ بہت عمدہ سلسلہ تھا۔ اگر نیرنگ خیال کے ساتھ وہ بھی برقرار رکھا جائے تو یقیناً بہت مزہ آئے گا۔ (یہ سلسلہ حجاب ڈائجسٹ میں شامل ہے)۔

7) اپنی سالگرہ کا یوں تو پتہ ہی نہیں چلتا' گھر میں کسی کو میں یاد رہ جاؤں تو بہت کجا کہ کوئی سالگرہ یاد رکھے مگر اس برتھ ڈے پر کالج میں فرینڈز نے اس دن کو بہت سلیبریٹ کیا۔ میرے جانے سے پہلے کلاس ڈیکوریٹ کی کیک اور گفٹس لاکر رکھے اور پورے کالج کی گرلز کو انرٹ کردیا۔ میں نے کلاس میں قدم رکھا تو اندھیرا دیکھ کر الجھ گئی پھر اچانک لائٹس جلی اور کالج کی سب گرلز اور کلاس روم کو دیکھ میں انگشت بدنداں۔ یہ میری لائف کے بے حد ایکسائٹمنٹ لمحات میں سے ایک ہے جو ناقابل فراموش ہیں۔

## مدیحہ نورین مہک...... گجرات

السلام علیکم! سب سے پہلے سب کو اور آنچل کی پوری ٹیم کو سالگرہ بہت مبارک۔

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ آنچل کی منفرد انداز میں لکھی گئی تحاریر اور بہترین شعرو شاعری ہے میری چچی' خالہ اور کزنز پڑھتی تھیں تب میں چھٹی کلاس میں تھی تب میں بس دیکھتی ہی تھی پھر آہستہ آہستہ میں نے بھی آنچل پڑھنا اور لکھنا شروع کردیا اور آنچل سے میرا رشتہ جڑ گیا۔

2) ماشاءاللہ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اور میں زیادہ تر خود بچوں کے لیے کہانیاں لکھتی ہوں ایک ڈائجسٹ میں اور میں شاعری کرتی ہوں اور شاعری میں مجھے سب سے اچھا گل فریدہ جاوید فری' نزہت جبین ضیاء کی طرف سے انٹرسٹ ملا۔

3) 2016ء فروری کا ٹائٹل بہت اچھا لگا تھا' کیوٹ سی برائیڈل تھی وہ بیسٹ ٹائٹل تھا میرے لیے۔

4) ہاں جی آنچل کے ڈش مقابلہ کی بہت سی ڈشز تیار کیں مگر جو ڈش سب سے بیسٹ تھی "ساگ گوشت" اور تھوڑی سی تعریف ملی تھی۔

5) امورخانہ داری میں پہلا دن کیسا رہا اس بات کا مجھے خود نہیں پتا کہ میں کب سے کھانا پکا رہی ہوں کیوں کہ اسکول کے زمانے سے ہی کررہی ہوں تو یاد نہیں اور سسرال میں وہ ڈش پکاؤں گی جو بہت ہی آسان ہو اور جلدی پک جائے۔

6) آنچل کے مستقل سلسلے نیرنگ خیال میں یہ تبدیلی چاہتی ہوں کہ اس میں اور بھی زیادہ شاعر حضرات کو شامل کیا کریں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں۔

7) اپنی سالگرہ کے دن مجھے اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ میری زندگی کا ایک سال کم ہوگیا ہے بلکہ مجھے تو سالگرہ کے دن کی خوشی ہوتی ہے کہ سال کے پہلے دن یکم جنوری کو میری سالگرہ ہوتی ہے اسی لیے میں سب کو کہتی ہوں میری سالگرہ ساری دنیا مناتی ہے ہاہاہا۔

## سعدیہ حورعین حوری...... بنوں' کے پی کے

السلام علیکم! آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آنچل اسٹاف' رائٹرز اینڈ ریڈرز کو ڈھیروں مبارک باد اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو بلندیوں اور کامیابیوں کے اس سفر میں ہمیشہ ثابت قدم رکھے آمین۔

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ...... آنچل سے بے پناہ محبت' عشق ہے آنچل کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے آنچل ایک ایسا نشہ ہے جو ایک بار پڑھے تو اس کی لت لگ جاتی ہے کہ انسان بار بار پڑھنے پر مجبور ہوتا ہے اور پھر کیوں نہ پڑھے۔ ہمارا آنچل ہے ہی اتنا اچھا اور پیارا اس سے ہمیں بہت اچھی اچھی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔

آنچل سے میرا رشتہ علیزے (میری کزن) سے جڑا۔ علیزے کزن ہونے کے ساتھ ساتھ میری بہت پیاری فرینڈ بھی ہے' میں بہت چھوٹی تھی جب ان کے ساتھ ڈائجسٹ پڑھتی تھی تو ہمیشہ ہمارا اس بات پر جھگڑا ہوتا وہ کہتی کہ میں پہلے پڑھوں گی اور میں کہتی کہ پہلے میں پڑھوں گی اب تو کافی ٹائم سے علیزے کی جان چھوٹی ہے مجھ سے' اپنا ڈائجسٹ جو منگواتی ہوں۔

2) میں فاطمہ ثریا بجیا اور بانو قدسیہ آپا سے بہت متاثر ہوں۔ آنچل رائٹرز سب بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور' کمال لکھتی ہیں ان دونوں کے ناول پڑھ کر میرا دل کرتا ہے کہ کاش میں بھی ان کی طرح ناول نگار ہوتی۔ "ریزہ ریزہ ہیں میرے خواب" کے عنوان سے ایک تحریر لکھ بھی رہی ہوں۔ دعا کریں کہ بہت اچھا لکھوں اور آنچل میں شائع بھی ہوجائے۔

3) آنچل کے ہر شمارے کا ٹائٹل ہمیشہ ہی زبردست ہوتا ہے' جہاں تک بات 2016ء کی ہے تو میں یہی کہوں گی کہ کسی شمارے میں ماڈل کے میک اپ نے متاثر کیا تو کسی شمارے

میں جیولری دل میں اتر گئی۔ کسی کے کپڑوں نے دل موہ لیا تو کسی کے سر پر سجا آنچل بازی لے گیا سو مختصراً یہ کہ آنچل کا ہر شمارہ کسی نہ کسی لحاظ سے بیسٹ رہا۔

4) (سوری تو سے) دراصل میں عید کے علاوہ کبھی کچن میں دیکھتی بھی نہیں ہوں کیونکہ یہ کام فی الحال امی کا ہے عید پر "کوفتے" ضرور تیار پکاتی ہوں تو سب بہت تعریف کرتے ہیں۔

5) اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ ابھی شادی تو کیا منگنی کا بھی دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے جب ہوگی تو دیکھا جائے گا۔

6) آنچل میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارا آنچل ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے' جیسا ہے ہمیں ویسا ہی قبول ہے البتہ ایک ریکوئسٹ ہے کہ ہر ماہ ہمارے لیے تھوڑی سی جگہ کی گنجائش ہو ہاہاہا۔

7) لو کیا پوچھ لیا میں اپنی برتھ ڈے بہت انجوائے کرتی ہوں بہت مزہ آتا ہے۔ بہن بھائی اور سارے کزنز (جو مجھے بہت پیارے ہیں) اکٹھے ہوتے ہیں خوب مستی کرتے خوب گپ شپ ہوتی ہے ابھی 24 فروری کو میری برتھ ڈے تھی سب گھر والے اور کزنز' فرینڈز اکٹھے تھے۔ کیک کاٹنے ہی والی تھی کہ ایک کزن (جو کہ بہت ہی شریر ہے) نے پوچھا کہ "یار حوری اس سال کیا عمر ہوجائے گی" میں نے کہا کہ "پندرہ سال کی ہوجاؤں گی" تو اس نے کہا کہ "یار یہ تم ہر سال پندرہ سال کی ہی کیوں ہوتی ہو" یہ سنتے ہی سب کے قہقہے بلند ہوئے۔ انجوائے منٹ اپنی جگہ لیکن ساتھ میں ایک دکھ سا ہوتا ہے کہ لائف کا ایک سال کم ہورہا ہے اور یہ سوچ کر دل مایوس بھی ہوتا ہے کہ لائف کا ایک اور سال غفلت میں گزار دیا' اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر نادم ہوکر اللہ سے معافی مانگتی ہوں۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ "اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

## مہوش ظہور مغل گوبس پور...... سیالکوٹ

آنچل کی سالگرہ پر ڈھیر ساری مبارک باد آنچل کے لیے میرے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

ہم نے جو بنا رکھا ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں یارب
ہم سے تو اپنی عقیدت کی انتہا بتائی نہیں جاتی
حقیقت تو یوں ہے بلکہ درحقیقت تو یوں ہے
محبت کی حد کبھی الفاظ میں سموئی نہیں جاتی

1) آنچل سی وابستگی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" سے ہوئی' زرش سمعان سے' جب زرش کو سمعان نے ZS والا لاکٹ دیا تھا اور پھر بہزمان نے جب لوبرہ کو اغوا کرلیا تو بہت اچھا لگا تھا مجھے مگر آپی خدیجہ' کنول اور بھائی راشد کو بہت برا لگا تھا میں نے دعا کی تھی اور اگلے مہینے اغوا کر ہی لیا۔ آنچل سے رشتہ اپنی بہنوں کے ذریعے جڑا آپی مدیحہ اور آپی خدیجہ پڑھتی تھیں پھر 22 اکتوبر 2009ء کو ان دونوں کی شادی ہوگئی مگر میں آنچل کو چھوڑ نہ سکی۔ میرے بھائی بھی پڑھتے ہیں مگر اب وہ مستقل میں ہیں 2012ء سے۔

2) عمیرہ احمد نے کیونکہ وہ میری منگیتر کی پسندیدہ مصنفہ ہیں حالانکہ مجھے نازیہ کنول نازی اور رخسانہ نگار عدنان اچھی لگتی ہیں ویسے نسیم حجازی میرے پسندیدہ مصنف ہیں۔

3) دسمبر کے ٹائٹل کو بیسٹ قرار دوں گی' مجھے بہت پسند آیا تھا۔

4) جی 2009ء میں ہی میں نے مونگ کی دال کا حلوہ تیار کیا تھا تب ابھی کھانا پکانا نہیں آتا تھا۔ آپیوں کی شادی کی تیاری ہورہی تھی' بہت مزے کا تھا اور سب نے پسند کیا۔ خاص طور پر کنول نے "کہتی ہے یار رنگ ہے بڑا پیارا"۔ پہلے دن اپنے لیے ہی انڈا فرائی کیا تھا رمضان میں سحری کا وقت اور ہاتھ جلا لیا تھا۔ یہ بھی 2009ء کی بات ہے مگر اب تو کھانا بہت اچھا پکاتی ہوں سب ہی پسند کرتے ہیں۔ سسرال میں پتا نہیں کیا پکاؤں گی میرے خیال سے کھیر ہی یا شاید ان (ہادی) کی پسند کا کچھ۔

5) آنچل بہت ہی اچھا ہے' میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتی بس اللہ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے' یہ ایسے ہی ہمارے دلوں پر حکمرانی کرتا رہے اور آپ لوگوں کو بھی مزید ہمت اور صحت عطا کرے کہ اس کو مزید سے مزید بہتر بنائیں آمین ثم آمین۔

6) صرف یہ کہ کاش کوئی تو وش کردے مگر کہاں کسی کو یاد رہتا ہے' پچھلے سال ہادی (منگیتر) کو یاد رہا تھا بس انہوں نے وش کیا پچھلے سال۔ ان کی 3 مارچ ہے اور میری 11 مارچ' البتہ میں سب کو وش کرتی ہوں۔ آنچل تو پھر بھی میرا محبوب رسالہ ہے' میں کیسے وش کروں الفاظ نہیں ہیں۔

## فضہ عطاریہ...... 132 جنوبی سرگودھا

1) وجہ تو بہت ساری ہے جی اب کیا کیا لکھوں بس جی اس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

آنچل ہے ہی زبردست‘ سب سے پہلے اپنی دوست سے لے کر پڑھا تھا بس پھر تو اس کو چھوڑا ہی نہیں۔

2) نازی آپی‘ سباس گل آپی۔

3) اگست کے ٹائٹل کو۔

4) ہاں جی ایک دفعہ میں نے اور میری کزن نے مل کر حلوہ تیار کیا تھا‘ اتنا مزہ کا پکایا تھا کہ کوؤں کو کھلانا پڑا اور اب تک اس حلوے کو یاد کرکے ہنسی آتی ہے اور پھر جو گھر والوں نے عزت کی (ہاہاہا) لیکن اب کوئی بھی ڈش پکالوں تعریف ہی ہوتی ہے۔

5) کوجی میں تو ابھی سسرال ہی نہیں گئی ہوں۔

6) تبدیلی...... مکمل ناول تین چار ضرور ہونے چاہئیں‘ سلسلہ وار ناول بھی بہت کم ہیں یہ بھی تین چار ہونے چاہئیں۔ دانش کدہ میں پردے کے بارے میں ضرور بتایئے بس اور کوئی تبدیلی نہیں۔

7) ہمارے ہاں سالگرہ کوئی خاص نہیں منائی جاتی ہے‘ ہاں دوست گفٹ ضرور دیتی ہیں جو کہ بہت اچھا لگتا ہے‘ ایک دفعہ میری چھوٹی بہن فاطمہ نے گفٹ دیا تھا جو بہت پسند آیا بڑی خوشی ہوئی تھی۔

## ملہم نور انصاری...... حیدر آباد

السلام علیکم! سب سے پہلے محترمہ قیصر آرا آپا کو بہت بہت مبارک باد کہ آنچل نے اپنے اڑتیس سال اتنی کامیابی سے مکمل کیے اور اب ماشاء اللہ اپنی انتالیسویں سالگرہ منارہا ہے۔ ملہم نور کی جانب سے آنچل کے تمام اراکین کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک‘ اللہ تعالیٰ ہمارا اور آنچل کا ساتھ ہمیشہ قائم رکھے اور آنچل کو مزید ترقی عطا فرمائے آمین۔

1) پہلا سوال پڑھنے پر ذہن کے پردے سات سال پیچھے سرکے آنچل سے وابستگی کے لمحات یاد کرکے بے ساختہ ہم مسکرا اٹھے۔ وہ بچپن کے دن کتنے پیارے ہوا کرتے تھے میں اور رباب (بہن) گھنٹوں چھت پر لیٹے چاند کو دیکھتے دیکھتے باتیں کرتے۔ ایک دفعہ انہی باتوں کے درمیان رباب نے مجھے ایک کہانی سنائی نام شاید اس طرح تھا ”تو دعائے نیم شب“ بہت اچھی ہلکی پھلکی کچھ کچھ مزاحیہ قسم کی تھی مجھے سن کر اتنی اچھی لگی کہ صبح اٹھتے ہی امی کی نظر سے بچ کر میں نے وہ اسکول بیگ میں رکھی اور فری پیریڈ بمع بریک میں وہ تقریباً پوری چاٹ بھی لی۔ امی نے کبھی ہمیں ڈائجسٹ ورسالے پڑھنے سے منع نہیں کیا وجہ یہ تھی کہ امی کے سوا کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں تھا بلکہ میں یہ کہوں گی کہ امی سے اچھا کوئی فرینڈ نہ تھا نہ ہے۔ ہاں اس وقت چونکہ میں بہت ہی چھوٹی تھی تو ایک بار امی نے کہا تھا کہ بچوں کے رسائل پڑھا کرو لیکن پھر ایک بار آنچل کی ہی اسٹوری پر میں نے اس وقت تبصرہ پیش کیا تو امی کو بہت خوشی ہوئی کہ بچپن کی تربیت سے ہماری سوچ و انداز فکر ہمیشہ مثبت رہا۔ آنچل سے رشتہ امی اور ان کی بدولت جڑا اور آنچل سے جڑا رہنے کی وجہ حالات و واقعات پر جامع و سبق آموز تحریر کی اشاعت اور سب سے بڑھ کر میرا پسندیدہ سلسلہ نیرنگ خیال میں خوب صورت شاعری کی بہتات ہے۔ مجھے شاعری سے محبت ہے‘ میرا بس نہیں چلتا نیرنگ خیال میں کیسے اپنا نام ڈال لوں۔

2) لکھنے کا شوق بچپن ہی سے ہے‘ ہاں آنچل میں لکھنے کی وجہ خاص تو آنچل کی سالگرہ ہے لیکن اگر کسی مصنفہ کی بات کی جائے تو میڈم فاخرہ گل صاحبہ ہیں ان کے انداز تحریر کی شیدائی ہوں میں۔

3) تنقید برائے تنقید کے بجائے تنقید برائے اصلاح کی قائل ہوں اور آنچل جو ہماری اصلاح کا سبب بنتا ہے اس کے لیے اصلاحی پیغام دینا اپنا حق لگتا ہے اس لیے اس سوال کے جواب میں کہوں گی کہ خواتین کی تصاویر کے ٹائٹل کے بجائے ہمارے وطن عزیز کے خوب صورت مقامات و پھول وغیرہ کا ٹائٹل ہو تو آنچل کی خوب صورتی میں چار چاند لگ جائیں گے۔

4) آہا آپی یہ کیا پوچھ لیا آپ نے...... آپ کو یہ جان کر حیرت ہو شاید کہ مجھے تو چائے تک پکانا نہیں آتی۔ میرا سارا وقت کتابوں کے سنگ گزرتا ہے کچن میں ”کیا پک رہا ہے“ دیکھنے کے لیے جاتی ہوں۔ ہاں جہاں تک ڈش مقابلہ سے دلچسپی ٹرائی کرنے کی بات ہے تو وہ ہماری رباب بہت شوق سے کرتی ہے اور میری طرف سے تو صرف تنقید ہی ملتی ہے اسے ہاہاہا۔

5) باتوں سے اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کہ سسرال نامی بلا سے دور دور تک تعلق نہیں ہے اس سوال کا جواب تو پروین افضل شاہین خالہ جانی بہت اچھے طریقے سے دے سکتی ہیں۔ ملہم نور کی جانب سے معذرت قبول کریں۔

6) ارے یہ کیا کہہ دیا آپ نے تبدیلی اور وہ بھی آنچل میں نہیں بھئی بالکل بھی نہیں۔ پاکستان میں واحد آنچل ہی ہے جس میں پاکستانی ”تبدیلی نہیں چاہتے۔“ تبدیلی کی تو بالکل نہیں ہاں افسانے کی بات کیا کریں آپی تو ہم کہیں صفحات بڑھائیں آنچل کے تاکہ ملہم نور کا نام بھی آنچل فیملی میں شامل ہوجائے اور اس کی سب سے بڑی تمنا پوری ہوجائے۔

7) دسمبر کی سرد راتیں اٹریکشن کا باعث ہیں اور ہماری پیدائش کی تاریخ بھی ایسے ہی دسمبر کی 29 تاریخ کو ہے تو ہر سال کیک کاٹتے ہوئے دل بہت خوش و مطمئن رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے کتنے محبت کرنے والے رشتے بنائے جو کسی کی برتھ ڈے نہیں مناتے میری مناتے ہیں پیار سے وش کرتے ہیں۔ گھر میں سب سے چھوٹی ہوں تو پیار بھی بہت ملتا ہے اور سالگرہ کے دن اسپیشل پروٹوکول بھی ہاہاہا۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی برتھ ڈے بہت اچھی رہی میری لیکن اس بار میری برتھ ڈے پر کیک نہیں آئس کریم سرو ہوئی جسے ہم نے بہت انجوائے کیا۔ اپنی برتھ ڈے میں جس محبت و شوق سے مناتی ہوں خود سے جڑے ہر رشتے کی سالگرہ اسی طرح منانا پسند کرتی ہوں جیسا اپنے پیارے آنچل کی آخر میں ایک بار پھر آپ سب کو پیارے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک‘ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

## بی بی اسماء سحر...... راولپنڈی

1) السلام علیکم! جیسے ماں اور بیٹی میں محبت کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں‘ بس ایسے ہی آنچل سے وابستگی کی ڈھیروں وجوہات ہیں۔ ہم ساتویں جماعت کی ٹیوشن کے لیے جاتے تھے ہماری ٹیوٹر باجی نزہت بھی مطالعہ کی شوقین تھیں مگر وہ کوئی اور شمارہ تھا چونکہ ہم ان کے گھر میں پڑھتے تھے تو ہمیں پڑھانے کے ساتھ وہ دیگر امور بھی سرانجام دیتیں اور ہم بھی چھوٹے موٹے کچھ اور کرلیتے ایک دن وہ ہمیں ٹیسٹ دے کر باورچی خانہ کی جانب عازمِ رخصت ہوئیں‘ ٹیسٹ چٹکیوں میں حل کرکے ہم لگے رسالہ پڑھنے وہ پہلی ”دوھوری تحریر“ ہم بھی بھول ہی نہیں سکتے اس قدر محو ہوئے کہ شام ہوگئی اور ڈانٹ کھا کر گھر آئے۔ کچھ ایام کے سرکنے کے ساتھ ہی ساتویں جماعت کی اول پوزیشن کے ساتھ ہم آٹھویں جماعت کی کتابیں اور دیگر لوازمات لینے گئے تو رسائل کا انبار قاضی مسعود بک ڈپو پر دیکھا‘ ہم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ رنگین ٹائٹل سے سجے میگزین کی جانب بڑھے اور اماں سے فرمائش کی لینے کی پوزیشن ہولڈر تھے آخر کو کیسے ٹلتے سو اماں نے ایک میگزین بھی اٹھا کر دلا دیا اور وہ تھا آنچل۔ بس وہ دن اور آج کا دن ہے ہمارے گھر میں تو ہمیں اسماء کے بجائے آنچل پکارا جاتا ہے۔

2) عائشہ نور محمد‘ سیدہ غزل زیدی اور حرا قریشی ان کے الفاظ ہمارے دل پر اثر کرتے ہیں اور دل قلم کی جانب ہمکتا ہے‘ اللہ پاک ان سمیت تمام مصنفات کی روز افزوں ترقی میں اضافہ فرمائے آمین۔

3) ہر طرف ہر پہلو ہر رنگ پر چہرہ خاص ہے‘ ان کی خصوصیت کو دیکھنے والی آنکھیں ہونی چاہئیں۔

4) ڈش مقابلہ ایک بہت اچھی کاوش ہے میں بھی اکثر اس سے مستفید ہوتی ہوں مگر باقاعدہ تیار کرنے کا خیال کبھی نہیں آیا ہاں مگر اب یہ تجویز ضرور آزمائیں گے۔

5) میں گھر میں سب سے بڑی ہوں اور والدہ بھی اکثر بیمار رہتی ہیں۔ اللہ پاک ان کو صحت کاملہ عطا کرے تو امور خانہ داری بہت بچپن سے سنبھال لی تھی لہٰذا تاثرات بھی یاد نہیں رہتے۔

6) آنچل انتہائی مکمل اور خوب صورت سبق آموز شمارہ ہے‘ الفاظ موضوعات سلسلے سب بہترین ہیں۔ روحانی مسائل کا حل یہ سلسلہ میرے خیال میں انتہائی سود مند تھا۔ آج کے پُر مصائب دور میں جب کہ روپوں کے بدلے ایمان نیلام کردیے جاتے ہیں اس طرح کے مستند سلاسل عوام کی بہتری کی بہترین کاوش ہوسکتے ہیں۔

7) سالگرہ پر ہمارے ہاں کچھ سالوں سے جو اہتمام اور تقاریب کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا ہے مجھے اچھا لگتا ہے۔ معروف اور مشینی زندگی میں چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے یہ پل زندگی کی راہوں کے جگنو ثابت ہوتے ہیں‘ ہاں نمود و نمائش سے اللہ پاک تمام انسانوں کو بچائے آمین‘ فی امان اللہ۔

## عائشہ پرویز...... کراچی

1) آنچل اپنے نام کی طرح خوب صورت اور منفرد ہے‘ کبھی بھی کے مطالعے کے اتنے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور اب تو آنچل شریانوں میں لہو بن کر دوڑتا ہے ویسے یاد نہیں آنچل سے رشتہ کس کے ذریعے جڑا۔

2) بہت سی مصنفین کی تحریریں ہیں آنچل کی جو برسوں کیا بلکہ تاحیات یاد رہیں گی لیکن عائشہ نور محمد کی تحریر نے میرے اندر کی لگن کو ابھارا۔

3) جب آنچل آتا ہے اسی وقت ٹائٹل دیکھتی ہوں اور اگر اچھا لگتا ہے تو کہتی ہوں اچھا ہے اگر اچھا نہیں لگتا تو کہتی ہوں اچھا نہیں ہے اس کے بعد مجھے ٹائٹل یاد نہیں رہتا۔

4) آنچل کے سلسلے ڈش مقابلے سے کبھی ہلکی پھلکی ڈش ٹرائی کی ہے جو آسانی سے بن

سکے جس کی وجہ سے مابدولت تعریفیں سمیٹتی رہی اور مشکل ڈش سے کوسوں دور رہی سو تنقید کا سوال ہی نہیں ہوتا ہی ہی ہی۔

5) اس کا جواب اگست کے بعد دوں گی ان شاءاللہ۔

6) آنچل نئے لوگوں کو موقع فراہم کرتا ہے حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے میرے خیال میں کسی بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

7) میری سالگرہ اگست میں ہوتی ہے میرے جذبات و احساسات ایک سال اپنی عمر رواں کم ہوجانے کا افسوس ضرور ہوتا ہے بس خوشی اور ملال کے ملے جلے سے تاثرات ہوتے ہیں۔

## گل مینا خان...... مانسہرہ

سب سے پہلے ادارہ آنچل اور اس کے پڑھنے والوں کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔

1) آنچل سے وابستگی کی بڑی وجہ یقیناً محبت ہے آنچل سے رشتہ کیسے جڑا بھی کہانی ہے چلیں قلم چھوتا کر لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ باہر اچار بیچنے والا آیا میں نے سوچا ابھی نہیں ہیں کیوں نہ اس سے سرسوں کا اچار لے لوں۔ کزن کو پیسے دیئے کہنے لگی "باجی یہ خراب اچار بیچتا ہے اچھا تھوڑی سی لے آؤ۔ اچار لے کر آئی تو ہاتھ میں خوفناک ڈائجسٹ آنچل اور شعاع بھی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیوں لائے کہنے لگی اس بزرگ نے زبردستی دیئے ہیں کہ ان میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہے رکھ لیں۔ اسی شام خوفناک ڈائجسٹ میں کہانی پڑھی پوری رات میں ڈرتی رہی کانوں کو ہاتھ لگا کر پڑھنے سے توبہ کی پھر میں صبح تینوں رسالے اٹھا کر الماری پر رکھ دیئے ہیں میں سمجھی کہ ان میں بھی خوفناک کہانیاں ہوں گی۔ سات ماہ بعد جب ایسے ہی میں اپنی ڈری ڈھونڈ رہی تھی وہیں الماری پر ان خاموش کتابوں سے بھی ملاقات ہوئی آنچل اٹھا کے صفحے پلٹے "ہم سے پوچھئے" پر نظر ٹک گئی یہ سلسلہ پڑھا تو مسکراہٹیں آر پار دل میں بکھرتی گئیں پھر ایک تحریر پڑھی (لو جی اس میں ڈر والی کوئی بات نہیں) پھر تو سارا آنچل پڑھا یوں سمجھئے آنچل کا اور ہمارا پیار و محبت کا ساتھ یہیں سے شروع ہوا۔

2) شبینہ گل ام ثمامہ راشدہ علی۔

3) میری نظر میں ہر وہ ٹائٹل بیسٹ ہے جس میں ماڈل کے سر پہ آنچل ہوتا ہے۔

4) رمضان المبارک میں بھابی جان سے میں نے کہا آج میں مایونیز پکوڑے تیار کروں گی۔ بھابی جان نے کہا ہاں یار وہ بہت مزے کے ہوتے ہیں تمہیں ترکیب آتی ہے تو شروع میں نے پہلے آلو پکوڑے تیار کیے پھر مایونیز پکوڑے تیار کرنے کے لیے اشیا اکٹھی کی۔ بیکنگ پاؤڈر کو سوڈا سمجھ کر ڈال دیا۔ جب پکوڑے تیل میں ڈالے تو اف اللہ کڑاہی سے جھاگ اٹھنے لگے جلدی جلدی کڑاہی اتاری۔ سارا تیل خراب ہوگیا تھا انڈوں کا الگ کچھ بن گیا تھا۔ بھابی جان کہنے لگیں کہ شکر ہے تم نے پہلے دوسرے پکوڑے تیار کرلیے تھے ورنہ ہماری بارات سب کے سامنے نکلنے والی تھی۔ ہاں البتہ جب میں نے آنچل میں سے ترکیب دیکھ کر کڑاہی کباب پکائے سب نے تعریف کی تھی کسی کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ میں نے پکائے ہیں۔

5) پہلا دن خاص یاد نہیں۔

6) آنچل کے سب ہی سلسلے زبردست ہیں لیکن آنچل میں ایک ایسا سلسلہ بھی ہونا چاہیے جس میں رائٹرز اور قارئین اپنی خوشگوار یادیں اور مسکراتی باتیں سب سے شیئر کریں۔ دکھوں کے گرداب سے نکل کر سب ہنسنے پر مجبور ہوجائیں۔

7) میری سالگرہ کا دن عام دنوں سے تھوڑا مختلف ہوتا ہے خوشی بھی ہوتی ہے اور دکھ بھی۔ میری سالگرہ 30 اپریل کو ہوتی ہے ہمیشہ سب کو یاد رہتی ہے سب گھر والے میری کزنز وغیرہ مجھے وش بھی کرتی ہیں بلکہ گفٹس بھی بھجواتی ہیں۔ اچھا جی بہت برداشت کرلیا مجھے خوش رہیں اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

## صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد، سندھ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ڈیئر آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔

1) میں کچھ اہم کاغذات کو ڈھونڈ رہی تھی بابا کے کاغذاتوں کے ڈھیر میں سے تو آنچل جاسوسی کہانیاں عمران سیریز جواب عرض نکلے جو کہ 1997ء کے تھے آنچل تھوڑا بہت پڑھنے جیسا تھا باقی تو خستہ حال ہوچکے تھے۔ میرے بابا مطالعے کے شوقین تھے ابن صفی کو پڑھنا پسند کرتے تھے۔ بابا کی وفات کے بعد مجھے جب آنچل ملا تو مجھے اتنی سمجھ نہیں تھی میں تب نو سال کی تھی تب سے آنچل سے ناتا جوڑا جو کہ ابھی تک جوڑا ہوا ہے ان شاءاللہ تاحیات جوڑا رہے گا۔

2) کسی مصنفہ کی تحریر نے تو نہیں میری ماما کے بے حد اصرار پر کچھ الٹی سیدھی لائنیں لکھ کر بھیج دی تھیں جو کہ میری ماں کی دعاؤں کے طفیل لگ گئی خالہ جانی کی حوصلہ افزائی جواب سے تقویت ملی اور مسلسل شامل ہوتی رہی ہوں ادارے کا بے حد شکریہ کہ مجھ ناچیز کو جگہ دیتا ہے۔

3) آنچل کے ٹائٹل سارے ہی اچھے ہوتے ہیں رہی بات بیسٹ کی تو جون 2016ء کا ٹائٹل بیسٹ لگا۔ مہوش آفتاب سادگی میں بہت پیاری لگی تھی دل کو ایسے ہی سادہ اسٹائل کے ٹائٹل اچھے لگتے ہیں۔

4) ڈش مقابلہ سے گلاب جامن ٹرائی کی تھی جو کہ اچھے بن گئے تھے تعریف ہوئی تھی صرف میری نہیں آنچل کی بھی تب میری ماما زندہ تھیں انہیں بہت پسند آئے انہوں نے مجھے گفٹ بھی دیا تھا۔

5) کچن میں میرا پہلا دن بہت زبردست گزرا تھا امی کی زیر نگرانی ساری کوکنگ سیکھی۔ سسرال میں رخصتی کے دو گھنٹوں بعد سب سے پہلے چائے پکائی تھی ہاہاہا۔ میرے سسرال میں شوہر کے سوا کوئی نہیں تھا ہمارا گھر الگ ہے ساس کا بہت عرصہ پہلے انتقال ہوچکا ہے۔ سسر نے دوسری شادی کی تو وہ الگ رہتے ہیں اپنے سات بیٹوں اور ایک بیٹی و بیوی کے ساتھ پہلی بیوی سے صرف ایک بیٹا تھا جو میرا مجازی خدا ہے۔ مجھے ساس کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے میرے پاس نہ ماں کا سایہ عافیت ہے نہ ساس کا۔ کسی بڑے کا ہونا خوش نصیبی ہوتی ہے سارے گھر کی ذمہ داری میرے ذمہ۔ میں بھی کیا باتیں لے کے بیٹھ گئی چائے کے بعد تو مچھلی فرائی کی تھی میرے شوہر کی فیورٹ ڈش۔ آج تک ہر چیز میرے شوہر کی پسند کے مطابق پکاتی ہوں انہیں میرے ہاتھ کے پکے کھانے اچھے لگتے ہیں سکندر علی کسی اور کے ہاتھ کے پکے کھانے بہت کم کھاتے ہیں۔

6) بیوٹی گائیڈ کی بجائے آپ کی شخصیت ہونا چاہیے تبدیلی ابھی میں آپ سے کروانا پسند کروں گی۔ آپ کی شخصیت سے مراد پہلے والا سلسلہ نہیں آنچل کی بنیاد سے جو لوگ آنچل و ادارے سے منسلک رہے ہیں جواب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں جیسے فرحت خالہ ابن صفی سلمیٰ کنول آپا ان کی شخصیت سے نئے و پرانے قارئین متعارف کروائیں اور جو آنچل و حجاب کو انتھک محنت سے تیار کرکے ہمارے ہاتھوں تک پہنچاتے ہیں ان کا انٹرویو اگر ہوسکے تو ایمان وقار روبین احمد ہما احمد حنا احمد میمونہ دامان طلعت آغاز جویریہ سالک شائلہ کاشف شہلا عامر سے قارئین سوالات کریں اگر میری یہ تجویز قارئین اور آپ ادارے والوں کو پسند آئے تو یہ تبدیلی خوش آئند ہوگی ان شاءاللہ۔

7) میری سالگرہ میں مناتی نہیں جب کانچ کا گلاس ہاتھ سے گرے تو کون خوش ہوتا ہے۔ میں ہر سال 27 اپریل کو یہ سوچ کر گزار دیتی کہ ایک سال ایک قدم موت کے قریب ہوئی تیاری تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ عبدل وش کرتا ضرور ہے دعائیں لینے میں مجھے کوئی حرج نہیں لگتا بہت سی نیک خواہشات کے ہمراہ فی امان اللہ۔

## فصیحۃ الاسلام...... نتھگراں، دھیر کوٹ

1) میرا اور آنچل کا رشتہ بہت مضبوط ہے میری آنچل سے وابستگی کی وجہ اس کی خوب صورت تحریریں ایسی تحریریں جن سے انسان سبق سیکھتا ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ آنچل ایک خراب ڈائجسٹ ہے تو ان لوگوں سے میری عرض یہ ہے کہ آنچل خراب نہیں خراب آپ ہیں۔ کبھی آنچل نام پہ بھی غور کیا ہے آنچل اور حجاب دونوں مل جائیں تو حیا جنم لیتی ہے۔ اسی طرح ہمارا آنچل و حجاب بھی آپ کی بیٹیوں کو باحیا بناتا ہے آنچل آپ کی بیٹیوں کو صحیح راہ دکھاتا ہے۔ انہیں اس دنیا میں جینے کا حوصلہ سکھاتا ہے میری ایک فرینڈ (رشا ماہ آفتاب) آنچل پڑھتی تھی میں نے اس سے پوچھا یہ کیا تم ہر وقت پڑھتی رہتی ہو تو وہ کہنے لگی کہ ایک بار تم پڑھ کر بھی تو دیکھو۔ کتابیں پڑھنے کا تو مجھے جنون کی حد تک شوق ہے جب بھی میرے بابا کہیں جاتے ہیں تو وہ میرے لیے بہت ساری کتابیں لے کر آتے ہیں۔ میری لائبریری بہت بڑی ہے کوئی اندر جائے تو کتابوں کو دیکھ کر دیکھتا ہی رہ جائے ایک دن بازار جا رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ بابا آج آپ نے مجھے آنچل ڈائجسٹ لا کر دینا ہے۔ شام کو میرے بابا میرے لیے آنچل لے آئے کیونکہ میں ان کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی ہوں۔ وہ میری کوئی بات رد نہیں کرتے مجھے کہنے لگے بیٹا یہ ڈائجسٹ ہے میں نے کہا بابا ایک بار پڑھ کے تو دیکھ لوں بری ہوئی تو نہیں پڑھوں گی۔ میں نے پڑھا تو جیسے مجھے کوئی گمشدہ چیز مل گئی میں نے بابا سے کہا کہ آپ پڑھ کر تو دیکھیں۔ انہوں نے آنچل کو دیکھا اس پر تھوڑا سا غور کیا تو کہنے لگے کہ واقعی یہ اس دور میں ایک راہنما ہے بس پھر کیا تھا میں نے اپنی کلاس کی سب لڑکیوں کو آنچل پڑھنے کے لیے دیا۔ اسی طرح سب کو دیتی دیتی محلے تک پہنچ گئی اور آج میرے گاؤں اور دھیر کوٹ کے کئی علاقوں میں بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

2) کون سی مصنفہ کی تعریف نہ کروں ہر ایک میرے لیے بہت اہم ہے۔ یہ میرے

بس کی بات نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا نام لوں لیکن پھر بھی کوشش کرکے نام لکھ ہی رہی ہوں۔ عشناء کوثر سمیرا شریف' اقرأ صغیر' عفت سحر' نازی کنول نازی' رفعت سراج سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلم کو بہت وسعت عطا کی ہے' پہاڑوں کی وسعت' دریاؤں کی گہرائی جیسے الفاظ ان کے پاس ہیں اور انہی رائٹرز کی وجہ سے میں نے لکھنا شروع کیا اور مجھے بھرپور یقین ہے کہ اب میری بھی تحریریں بہت جلد آنچل کی زینت بنیں گی ان شاء اللہ۔

3) آنچل کے ٹائٹل سارے کے سارے ہی بیسٹ ہوتے ہیں۔ واقعی ہماری کوئی محفل ایسی نہیں گزرتی جس میں آنچل کا ذکر نہ ہو اور اس کے ٹائٹل پر تبصرہ نہ ہوں' مجھے تو اب تک سارے کے سارے ہی بہت بیسٹ لگے ہیں۔

4) نئی نئی ڈش تیار کرنے کا مجھے بے حد شوق ہے' میں ہر ماہ کے آنچل میں سے پڑھ کر کوئی نہ کوئی ڈش ضرور ٹرائی کرتی ہوں اور میری مدد کرنے والے میرے پیارے بابا ہوتے ہیں ویسے مما بہت خوش ہوتی ہیں کہ میری بیٹی کو بھی گھرداری کا شوق ہوگیا ہے۔ میرے کھانوں کی تعریف تو پورا محلہ کرتا ہے۔

5) امور خانہ داری سنبھالتے ہوئے میرا کچن کا دن بڑا یادگار ہے' سب سے پہلے میں نے سالن پکایا جس میں نمک زیادہ ہوگیا۔ کزن طنز کرنے لگے کہ کھانا کھلایا ہے آج ہماری بہن نے بہت شاندار تھا' ساری عمر یاد رہے گا ہاہاہا۔ اس کے بعد جب آٹا گوندھا تو گوندھا کم تھا اور گوندھا بھی ایسا شاندار کہ پڑوس کے انکل اشراف کی بھینس نے ذرا نہ چھوڑا ہاہاہا۔ لیکن اب ویسی نہیں رہی ہوں۔ اب بہت اچھا سب کچھ پکالیتی ہوں' وہی کزن جو میرا مذاق اڑاتے تھے اب میری تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ یہ سب کمال آنچل پڑھنے کے بعد ہوا (اف ہو جناب ابھی سسرال کہاں ابھی تو ہم نے ڈاکٹر بننا ہے (ان شاء اللہ) آپ بھی دعا کیجیے گا (پلیز) میرا ابھی سسرال جانے کا ارادہ نہیں ہے۔

6) آنچل کے مستقل سلسلے بہت ہیں لیکن پھر بھی میرے خیال میں اس میں ایک ایسا سلسلہ ضرور ہو جہاں بہنوں کے مسائل اور پریشانیوں کا حل ہو اور آنچل کی وجہ سے کئی بہنوں کی پریشانیوں ختم ہوجائیں اور ان شاء اللہ اس کمی کو میں آنچل میں ضرور پوری کروں گی۔ بہت جلد آنچل میں ایسا سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا مجھے بھرپور یقین ہے لیکن میرے پیپرز ہونے والے ہیں اس لیے پیپروں کے بعد ہی ایسا سلسلہ شروع ہوگا ان شاء اللہ اور بغیر کسی وقفے کے چلتا رہے گا۔

7) میں تو اپنی سالگرہ کے دن بہت خوش ہوتی ہوں' مجھے میری فرینڈز بہت سارے گفٹ دیتی ہیں اس دن مجھے خوشی کے ساتھ غم بھی ہوتا ہے کہ میری زندگی کا ایک سال اور گزر گیا اور اگلے سال کو اس سے بہت بہتر بنانے کا عزم کرتی ہوں۔

### انیلا طالب...... گوجرانوالہ

سب سے پہلے تو تمام آنچل رائٹرز اور ریڈرز کو میرا بہت بہت سلام اب آتی ہوں سروے کی جانب۔

1) آنچل سے میری وابستگی کی ہزاروں وجوہات ہیں جن میں سرفہرست اس کا صاف ستھرا اور اصلاحی ہونا ہے اسے ہر عمر کے لوگ پڑھ سکتے ہیں' کچے ذہنوں پر بھی یہ کوئی برا اثر نہیں ڈالتا' آئینہ دکھاتا ہے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرا آنچل جیسے اصلاحی ڈائجسٹ سے کچھ نہ کچھ رشتہ ضرور ہے۔ بچپن میں میری آنٹی زہرہ بخاری نے مجھے آنچل سے متعارف کروایا ایک ہی ڈائجسٹ پڑھ کر میں آج اس کی مستقل قاری ہوں۔

2) لکھنے کا شوق تو مجھے بچپن سے ہی تھا اس لیے اس وقت بھی لکھتی تھی جب ناول وغیرہ بھی نہیں پڑھتی تھی۔ بھی کبھار لکھ لیتی پر کہیں بھیجتی نہیں تھی یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ میں نے کسی مصنفہ کی تحریر پڑھ کے لکھنے کا فیصلہ کیا' ہاں آپی عمیرہ احمد' نبیلہ ابر راجا کی تحریروں نے لکھنے کے شوق کو ابھارا۔

3) میرے خیال سے جولائی کا ٹائٹل بیسٹ رہا۔

4) غالباً میں نے آنچل کے سلسلے ڈش مقابلہ سے دس سال کی عمر میں آلو اور مٹر کے بالز ڈش تیار کی جسے والد نے بے حد سراہا' سب گھر والوں نے بہت تعریف کی۔ میری یادداشت کے مطابق وہ میری زندگی کی پہلی ڈش تھی۔

5) میرا کچن میں تجربہ آلو اور مٹر کے بالز بنا اور کافی خوشگوار رہا۔ امور خانہ داری کے حساب سے کچن میرے دوست کی طرح ہے میرا پہلا دن بہت اچھا گزرا۔ سسرال سے تو ابھی دور تک کا رشتہ نہیں' جب جائیں گے تو دیکھی جائے گی ویسے اگر پکانا پڑے تو رشین سیلڈ یا دودھ دلاری۔ میرے ہاتھ کا رشین سیلڈ سبھی کو بہت پسند ہے اور کزن اُمِّ کو میرے ہاتھ کی دودھ دلاری بہت اچھی لگتی ہے۔

6) سبھی سلسلے بہت اچھے ہیں میرے خیال میں اس کے کسی بھی سلسلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے اگر نامور رائٹرز کے انٹرویو شامل ہوجائیں تو بہت خوب رہے گا' جونیئر رائٹرز بہت کچھ سیکھیں گی۔

7) اپنی سالگرہ کے دن میرا دل کرتا ہے میں جب اپنے گزرے سال پر نظر دوڑاؤں تو نظر آئے میری زندگی بے کار نہیں گزری میں نے نیکیوں کے ساتھ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کیا ہے۔ میرے احساسات بڑے عجیب سے ہوتے ہیں' خوشی بھی کہ خدا نے مجھے مزید کچھ کرنے کا موقع دیا اور غم بھی میری زندگی کا ایک سال اور کم ہوگیا درج ذیل نظم میں نے اپنی سالگرہ پر لکھی تھی میرے خیال میری جذباتی سوچ کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ آپ بھی پڑھیے۔

آج میری ہے اٹھارویں سالگرہ
ویسے اک عجیب رسم ہے سالگرہ
سمجھ نہیں آتا اس میں خوشی کرے کہ غم
نیا سال ہوتا ہے اگر شامل تو اک سال ہوتا ہے کم
نادان ہے یہ دنیا بڑے ہے یہ تو بے خبر
پتا ہی نہیں چلتا اور زندگی ہوجاتی ہے ختم
موم بتیاں سالگرہ کی روتی ہیں تیری زندگی پر
کہتی ہیں وہ تجھ سے اے انسان اے بے عقل

### اقراء افضل جٹ...... منچن آباد

1) آنچل ہر لحاظ سے ایک بہترین ڈائجسٹ ہے' آنچل سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ ہر کہانی ایک سبق آموز ہوتی ہے' دین کی باتیں' دنیا کی خبر' زمانے کا چال چلن سب کچھ سو فیصد اس ڈائجسٹ میں موجود ہوتا ہے۔ آنچل سے بہت گہری وابستگی ہے اگر ہم تحریر کو پوزیٹو مائنڈ سے پڑھیں اور سوچیں تو ہمیں ایک بہت نائس سبق ملتا ہے اور آنچل سے رشتہ میرا اچھوٹی سسٹر کی وجہ سے جڑا۔

2) ہر مصنفہ کی تحریر جاندار تھی' کسی ایک کا نام لینا ٹھیک نہیں۔ میں ہر تحریر کو بہت اچھے سے ریڈ کرتی ہوں اور جو بات دل کو لگے اسے دماغ میں سیف کرلیتی ہو۔ جہاں تک رہی لکھنے کی بات تو ہر انسان میں کچھ صلاحیتیں چھپی ہوتی ہیں جو دوسروں کی داد اور مقام کو دیکھ کر ابھر آتی ہیں۔

3) 2016ء کے کچھ ٹائٹل بالکل پسند نہیں آئے' باقی تمام ٹھیک تھے۔ نومبر اور دسمبر کے ٹائٹل بیسٹ تھے۔

4) جی ہاں' بالکل تیار کی تھی اچھا تجربہ رہا۔ میں تو کچن میں کم گھستی ہوں اس لیے جب بھی جو بھی پکاؤں تعریف ہی ہوتی ہے (بھئی روز روز پکانے سے بندے کے ویلیو نہیں رہتی' ہاہاہا)۔

5) ہاہاہا دل کھول کر پہلے ہنس لوں' فی الحال میرا کوئی سسرال نہیں ہے جب بنا اسی مطابق سوچوں گی کہ کیا پکاؤں' ہی ہی ہی۔

فی الحال تو تمام سلسلے ٹھیک ہیں' ہاں بس ایک تبدیلی چاہیے کہ ہر ڈائجسٹ میں مجھے کہیں نہ کہیں ضرور ایڈ کرلیا کریں' مہربانی ہوگی۔

7) "سال گرہ" کا مطلب ہماری زندگی کے سال کی ایک اور گرہ (گانٹھ) کھل گئی۔ اپنے کیے گئے تمام گناہوں کی معافی مانگتی ہوں جو جانے یا انجانے میں ہوچکے ہوں۔ ہم باقی ہر کام کرتے ہیں مگر ہم ایک دن صرف پانچ مرتبہ اپنے اللہ کے سامنے حاضری نہیں دے سکتے تو ذرا سوچیں ہم جب اپنے خالق و مالک کے ساتھ وفا نہیں کرسکتے تو ہم کیسے مسلمان ہیں اور کس کے ساتھ ہم وفا کرسکتے ہیں؟ زندگی اللہ کی امانت ہے' اس لیے ہر پل اللہ کی یاد میں گزارنا چاہتی ہوں۔ اپنے دلوں میں محبت پیدا کریں' اپنوں کو کبھی ناراض مت ہونے دیں۔ اچھا جی' ہمیں اجازت دیں' رب راکھا۔

### ارم کمال...... فیصل آباد

سب سے پہلے میری طرف سے آنچل کے تمام اسٹاف کو سالگرہ پر بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔

1) آنچل سے میرا پہلا تعارف میری باجی کم سہیلی نازش باجی کے توسط سے جڑا اس وقت میں نویں کلاس کے امتحان دے چکی تھی۔ نازش باجی کی ساس اور میاں دونوں ہی اٹھتے بیٹھتے باجی کو باتیں سنانے اور طعنے دیتے رہتے تھے اور میں حیران اس بات پر ہوتی تھی کہ سارا دن طنز اور طعنے سن کر بھی باجی ہنستی مسکراتی رہتی ہیں' ایک دن یہی بات میں نے ان سے پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آنچل پڑھ کر میرے سارے دکھ دور ہوجاتے ہیں' ساری ٹینشن بھی ختم

# یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

## پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ایڈ فری لنکس
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

**Click on http://paksociety.com to Visit Us**

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

ہوجاتی ہے۔ یہ کیلی کی طرح میرے دکھ دور کرتا ہے اور اس کی کہانیاں مجھے ماں کی طرح گلے لگا کر تسلی اور دلاسے دیتی ہیں وہ دن اور آج کا دن میں نے بھی آنچل کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط تر کرلیا۔

2) گو کہ میں کہانی کار تو نہیں لیکن مستقل سلسلوں میں لکھنا اور دیگر سلسلے میں نے میٹرک کی لمبی چھٹیوں میں شروع کیے اس وقت کی تمام مصنفات نے میرے لکھنے کے سلسلوں کو مزید ابھارا تب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

3) آنچل کے بیشتر ٹائٹلز لاجواب اور واؤ ویز ہوتے ہیں بس کبھی کبھار کچھ ٹائٹلز ڈل ہوتے ہیں مجھے 2016ء کے مئی اگست اور نومبر کی ٹائٹلز بیسٹ لگے۔

4) آنچل کا ڈش مقابلہ کا سلسلہ بہت ہی آزمودہ اور کارآمد میں نے بہت سی تراکیب پر عمل کر کے داد سمیٹی ہے مثلاً سوجی کا مجیرہ جب میں نے پہلی بار پکایا تو خصوصاً بچوں کو بہت پسند آیا تب سے میں بچوں کو اکثر و بیشتر ناشتے میں ہی بنا کر دیتی ہوں اس کے علاوہ شکر قند کی کھیر فرائی چانپ اسپائسی پسندے بھی میں نے ڈش مقابلہ سے ہی سیکھے اور خوب واہ واہ سمیٹی اب تو مجھ سے ان ڈشز کی باقاعدہ فرمائش کی جاتی ہے۔

5) ویسے تو خواتین اور امور خانہ داری کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے لیکن شادی سے پہلے کھانا باقاعدگی سے نہیں پکاتی تھی ہاں یہ بات ہے کہ جس دن امی کے غصے کا گراف آخری حد تک پہنچ جاتا تھا تب اس دن کچن میں صبح سے شام ہوجاتی تھی لیکن شادی کے بعد اصل امتحان شروع ہوا۔ زاہدہ بھابی (جٹھانی) نے کہا ارم آج زردہ پکانا اور مزے کی بات یہ کہ مجھے زردہ پکانا آتا ہی نہیں تھا کیونکہ ہمارے گھر میں کبھی پکا نہیں تھا بہرحال میں نے نکلے سے زردہ پکایا اللہ نے عزت رکھ لی سب کو بہت پسند آیا۔

6) ہمارا آنچل ہر طرح سے پرفیکٹ ہے اور اس میں وہ سب کچھ ہے جو ایک اعلیٰ معیاری رسالے میں ہونا چاہیے۔ میں اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی نہیں چاہوں گی ہاں لیکن ایک بات ہے جو آنچل میں مزید چار چاند لگا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ مستقل سلسلوں میں انعام رکھے جائیں اس سے ایک تو قارئین بہنوں کی دلچسپی مزید بڑھے گی دوسرا اشعار مراسلے اور شاعری کا بہترین سے بہترین تر مواد فراہم ہوگا۔

7) مجھے اکثر اپنی سالگرہ یاد رہتی ہے لیکن میرے احساسات و جذبات یہ تقاضہ کرتے ہیں کہ میرے عزیز رشتے دار مجھے وش کریں اور کوئی یاد رکھے یا نہ رکھے میری پیاری امی جان (اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا کرے آمین) مجھے ہمیشہ فون کر کے یا میرے گھر آ کر مجھے وش بھی کرتی ہیں بلکہ اپنی طرف سے پارٹی بھی کرواتی ہیں۔

## فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ آنچل انتہائی صاف ستھرا اور معلوماتی ڈائجسٹ ہے جسے چاہ کر بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ آنچل سے میرا تعلق ان دنوں جڑا جب میں بی اے کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اپنے کالج کی ایک جینئس اور آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے میں کسی بھی قسم کے ڈائجسٹ کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن میرا گروپ جن میں خاص کر غزالہ پروین شگفتہ عمر اور شازیہ خلیل جو کہ ہر وقت آنچل کسی بھی بک میں رکھ کر چھپ چھپ کر پڑھتی تھیں۔ ایک دن ان سے آنچل لے کر میں نے جسٹ پوئٹری پڑھی پھر کیا تھا کہ میں تو آنچل کی دیوانی ہوگئی اور تو اور آنچل میں لکھنا بھی شروع کردیا۔ "شکریہ آنچل" جس کی وجہ سے دنیا کو میرا نام پڑھنے کو ملا۔

2) شازیہ چوہدری (مرحومہ) اللہ پاک کی ذات ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ مجھے یہ تو نہیں پتا کہ وہ آنچل کی رائٹر ہے خیر ان سے انسپائر ہو کر مجھے شوق ہے کہ میں رائٹر بنوں۔

3) 2016ء میں اگست کے ٹائٹل کو بیسٹ قرار دوں گی۔

4) آنچل کے سلسلے ڈش مقابلے سے میں نے رس ملائی بنانے کا تجربہ کیا جو کہ خاصا اچھا رہا۔ میرے چھوٹے بھائی ثمر عباس نے کہا کہ ناجو یہ کیا ٹکیاں بنا کر میرے سامنے رکھ دیں سب نے تعریف کی کہ اچھی بنی ہے۔ بھابی نازیہ نے خوب تعریف کی۔

5) امور خانہ داری سنبھالنے کے لیے جب مابدولت نے کچن میں قدم رکھا تو پورے محلے والوں کو پتا چلا کہ کسی نئے بندے نے کچن میں قدم رکھا ہے اس لیے تو توڑ پھوڑ کی آوازیں ہیں لیکن آج کچن سنبھالنا بہت اچھا لگتا ہے۔

6) آنچل ایک پرفیکٹ اور اسلامک قسم کا ڈائجسٹ ہے اس سے بہت انفارمیشن حاصل ہوتی ہے اس لیے اس میں کسی بھی چینج کی گنجائش نہیں۔

7) میں ایک اسلامک فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جہاں سالگرہ منانے کا کوئی خاص رواج نہیں اس لیے اپنی سالگرہ پر کوئی خاص فیلنگز نہیں ہوتی۔ ایک میری کیوٹ سی فرینڈ ہے اس کے وش کرنے کا مجھے بہت انتظار رہتا ہے رات بارہ بجے سے میں اپنی فرینڈ کے میسج کا انتظار کرنا شروع کرتی ہوں اس کے علاوہ برتھ ڈے میں مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں۔

## طیبہ خاور...... عزیز چک وزیر آباد

1) میری بہن کیہ نے اپنی دوست سے لاکے دیا تھا تو مجھے بہت پسند آیا پھر جب میں نے میرا شریف طور کا ناول پڑھا "یہ چاہتیں یہ شدتیں" پھر کیا اگلے مہینے سے اپنا منگوانا شروع کرلیا تقریباً نو سال سے پڑھ رہی ہوں (اب اب پڑھتی رہوں گی) آنچل ڈائجسٹ سب سے ہٹ کے ہے۔

2) میمونہ خورشید علی مریم عزیز عفت سحر طاہر ان کے ناولز پڑھ کے مجھے بہت شوق پیدا ہوا ان تینوں کے ناولز ڈھونڈ ڈھونڈ کے پڑھتی ہوں۔

3) مجھے 2016ء کے تقریباً سب ٹائٹلز ہی پسند آئے ہیں مجھے ڈارک کلرز زیادہ پسند ہیں تو کلرفل ٹائٹلز زیادہ لائک کرتی ہوں۔

4) کم کم ہی پکاتی ہوں زیادہ سویٹ ڈشز تیار کرتی ہوں (جو آسان ہو) ہاہاہا اور تعریف بھی ہوتی ہے شاہی زردہ پکایا تھا بہت مزے کا میرے پاپا زیادہ فرمائش کر کے پکواتے تھے (اب پاپا نہیں ہیں) تو اب میرے بہنوئی ذکاء اللہ اور میرے چھوٹے دیور جابر سلطان ان دونوں کو بھی بہت پسند ہے تو ان کے لیے ضرور پکاتی ہوں ان دونوں کی اکثر یہی فرمائش ہوتی ہے۔

5) سسرال میں سب سے پہلے چائنیز چاول پکائے میں نے اور خاور نے مل کے ساتھ میں۔ میری چھوٹی نند شاہ نے بھی کافی ہیلپ کروائی ہماری اور ہم نے بہت مزے کے چائنیز چاول پکائے تھے (وہ بھی کراچی والوں کی فرمائش پر)۔ میری نند کی فیملی کراچی میں ہوتی ہے شادی پر وہ کافی دن رہے ہمارے پاس میں نے ان کے ساتھ بہت انجوائے بھی کیا۔

6) مجھے آنچل میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیے سب کچھ بہت مزے کا چل رہا ہے سلسلے سب ہی زبردست ہیں۔

7) اچھا لگتا ہے اور دل کرتا ہے کہ سب مجھے وش کریں ویسے سب سے پہلے میری بہن کیہ نذیر وش کرتی ہے پچھلی دفعہ تو خاور نے بھی وش کیا تھا فیس بک پر بھی اور کال پر بھی میرے سب بہن بھائیوں نے مجھے فیس بک پر وش کیا تھا لیکن کیک بھی کبھار کاٹتی ہوں آنچل کی سالگرہ سب کو بہت مبارک ہو میری دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن رہے آمین۔

## سلمیٰ عنایت حیا...... کھلا بٹ ٹاؤن

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور آنچل رائٹرز و قارئین کو آنچل کی سالگرہ پر ڈھیروں مبارک باد۔ بات یوں ہے کہ آج سے تقریباً اڑتیس سال پہلے علم و ادب کے وسیع و عریض میں ایک ستارا سامنے آیا جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کی منازل طے کرتے کرتے مثل مہتاب چمکنے لگا۔ آپ حیران ہوگئے کہ ستارہ کیسے مہتاب بن کر چمک سکتا ہے تو جناب بات ہو رہی ہے آنچل کی جو اپنے ابتدائی مراحل میں ستارہ بن کر چمکا مگر آنچل اسٹاف کی کوششوں اور کاوشوں سے یہ ننھا ستارہ مہتاب بن کر چمکنے لگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے آمین۔

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ اس کا منفرد انداز بیاں آنچل کے مستقل و دلچسپ سلسلے اور اس کی پیاری سی رائٹرز ہیں ایک شعر شاعر سے معذرت کے ساتھ۔

ہیں اور بھی رسالے جہاں میں
مگر آنچل کا انداز بیاں اور ہے

اس کے علاوہ مدیرہ کی پیار بھری باتیں اور دعائیں۔ آنچل سے رشتہ میری امی کی وجہ سے جڑا کیونکہ میرے بچپن سے ہی امی آنچل پڑھتی تھیں اور ہر ماہ آنچل آتا ہے۔

2) لکھنے کا شوق مجھے بچپن سے تھا مگر اس شوق کو پذیرائی تب ملی جب میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا اس میں سب سے پہلے نام جس نے مجھے متاثر کیا وہ نازیہ کنول نازی اور اس کے بعد سباس گل اور پروین افضل شاہین ہیں ان کا نام آنچل میں دیکھتی تو اچھا لگتا تھا پھر امی جان کی حوصلہ افزائی سے آنچل میں لکھنے لگی۔

3) 2016ء کے تقریباً تمام ٹائٹل کسی نہ کسی بنا پر بیسٹ رہے کسی کی مہندی پسند آئی کسی کا ڈریس اور کسی کی جیولری ساتھ ہی سب سے بڑھ کر وہ جس لڑکی کے سر پہ آنچل ہو۔ آپ نے بیسٹ کا پوچھا ہے تو نومبر 2016ء کا ٹائٹل پسند آیا۔

4) ڈش مقابلے سے اکثر کوئی نہ کوئی ڈش تیار کرتی ہوں تجربہ اچھا رہا ہے مگر ایک بار یوں ہوا کہ کیک تیار کیا مگر تھوڑا سا جل گیا۔ ذائقہ پھر بھی اچھا تھا میرے بھائی حنظلہ نے شوق

سے کھایا مگر اس کے بعد اب مجھ سے کہتا ہے وہ آپی وہ جلا ہوا کیک کب بناؤ گی حالانکہ اس کے بعد بھی بہت بار میں نے کیک بنایا زبردست بنا مگر میرے بھائی کے ذہن میں اب بھی وہ ہی جلا ہوا کیک ہے۔ حنظلہ کزنز کو کہتا ہے سلمیٰ آپی جلا ہوا کیک اتنے مزے کا تیار کرتی ہے یقین مانے اس جلے ہوئے کیک نے میرے ماہر شیف ہونے پر دھبہ لگایا ہے۔

5) امور خانہ داری سنبھالتے ہوئے کچن میں میرا پہلا دن ان شاءاللہ بہت اچھا رہے گا اور میرا سویٹ ڈش تیار کرنے کا ارادہ ہے کیونکہ میرے ہاتھ کی سویٹ ڈش اکثر و بیشتر پسند کی جاتی ہے۔

6) آنچل کے تمام سلسلے اچھے ہیں' بس آپ سے ایک درخواست ہے بیاض دل اور سروے وغیرہ میں انعامات کا سلسلہ جاری ہوتا کہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو اس کے علاوہ کوئی بھی تبدیلی نہیں چاہتی۔

7) آنچل سے وابستگی سے پہلے اپنی سالگرہ پر میرے احساسات و جذبات اور تھے مگر آنچل سے وابستگی کے بعد میری اور کیفیت ہوتی ہے کیونکہ جناب آنچل اور میری سالگرہ ساتھ ساتھ ہے۔ میں بھی اپریل کا ستارہ اور آنچل بھی اپریل کا مہتاب لیکن اس کے علاوہ ایک احساس یہ بھی ہوتا ہے کہ زندگی کا ایک اور سال کم ہو گیا مگر میرا کاسہ عمل پھر بھی خالی ہے۔ نجانے کیا بات ہے کہ اس موقع پر مجھے اپنوں کی دی ہوئی پریشانیاں اور خوشیاں یاد آتی ہیں اپنی سالگرہ پر میرا اپنا لکھا ہوا شعر جو نذر جذبل ہے۔

نہیں امید کرتی حیا کسی سے دلربائی با وفائی کی
فقط اتنی گزارش ہے کسی دل کو نہ ستانے کی

### اقراء مزمل آصفہ دائود...... ظاہر پیر

1) ہمارا لکھنے کا جنون یہی وجہ ہے اور ہماری ایک باجی تھیں جن کی اب شادی ہو گئی ہے ان کے ذریعے ہمارا آنچل سے رشتہ جڑا۔

2) فاخرہ گل' ام مریم' نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور ان سب کی تحریروں نے ہم میں لکھنے کا شوق پیدا کیا۔

3) 2016ء کے دسمبر کے ٹائٹل نے قرار پہنچایا۔

4) آنچل کے ڈش مقابلے سے ہم نے سوجی کی ٹکیہ بنائی تھیں' بہت اچھی بنی تھیں۔

5) امور خانہ داری سنبھالتے ہوئے کچن میں ہمارا دن اچھا گزرا اور سسرال جانے کا ارادہ تو نہیں ہے اگر گئے بھی تو ہری مرچیں پکا کے کھلانے کا ارادہ ہے اور چائے میں نمک' ہاہاہا۔

6) نہ جی نہ ہمیں آنچل میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھنی جیسا ہے بہت ہی اچھا ہے۔

7) ویسے تو ہم سالگرہ مناتے نہیں اور اس دن ہمارے احساسات و جذبات...... بس ایک خلش سی ہوتی ہے کہ ہماری زندگی کا ایک سال اور گزر گیا اور ہم کچھ نہ کر سکے۔

### فرحت اشرف گھمن...... سید والا

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ یہ ہے زندگی کے ہر موڑ پر آنچل سے میں نے بہت کچھ سیکھا' کزنز کے ذریعے میرا آنچل سے رشتہ جڑا۔

2) سمیرا حمید' مریم عزیز' فاخرہ گل کی تحریر نے لکھنے کے شوق کو ابھارا۔

3) 2016ء کے ستمبر کے ٹائٹل کو بیسٹ قرار دوں گی ویسے ٹائٹل فیشن اور موسم کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔

4) آنچل کے سلسلے ڈش مقابلہ سے میں نے کافی ڈشز ٹرائی کی اللہ کا شکر ہے کہ میرا اچھا تجربہ رہا اور سب نے تعریف بھی کی۔

5) میرا تو ابھی سسرال کے کچن سے پالا نہیں پڑا ویسے (آپس کی بات ہے) مجھے سسرال کے کچن سے بہت ڈر لگتا ہے اور رہا پکانے کا ارادہ وہ تو سسرال والے ہی بتائیں گے کہ کیا پکانا ہے کیونکہ ہر کسی کے اپنے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں۔

6) ویسے تو میں آنچل کے کسی بھی سلسلے میں تبدیلی نہیں کرنا چاہوں گی لیکن روحانی شبیر بابا کا کالم دوبارہ شروع ہونا چاہیے کیونکہ بہت سے لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔

7) اپنی سالگرہ کے دن میں بہت خوش ہوتی ہوں جب میری فیملی' کزنز' فرینڈز مجھے گفٹ دیتی ہیں تو مجھے بہت اچھا فیل ہوتا ہے لیکن میرے فیانسی نے مجھے کبھی نہیں گفٹ دیا۔ سب سے زیادہ مجھے اپنی اس سالگرہ کی خوشی ہوئی جب میری کزن سونیا نے میری سالگرہ کا سرپرائز فنکشن ارینج کیا اور میری ساری فرینڈز کو انوائٹ کیا۔

### سامعہ ملک پرویز...... خان پور' ہزارہ

رنگ محبت ہو
ساز چاہت ہو
جھلملاتی ہوئی تاروں بھری اک شام

میرے آنچل تیری سالگرہ کے نام
دھیرے دھیرے سرمئی شام سمٹنے لگی ہے' اپنا دلآویز آنچل شب کی سیاہی نے اپنے پر چار سو پھیلانے شروع کر دیے ہیں۔ دور فلک پر آب و تاب سے چمکتا چاند اور فلک کے سینے پر جابجا چمکتے ڈھیروں اور ان گنت تارے میرے جذبہ عشق فطرت و قدرت کا پیمانہ محبت بڑھائے چلے جا رہے ہیں' انہی مناظر قدرت سے نظر کو خیرہ کرتے ہوئے میں اوراق زیست تھامے اپنے بستر پر بیٹھ کر آنچل کے دامن پر اپنے الفاظ کے موتی بکھیرنے کی کوشش کرنے لگی ہوں۔ آنچل کی سالگرہ ہے اور ادارے کی جانب سے چند پُرسوچ سوالات کا سلسلہ میرے حصار نظر ہے' سوچوں میں گم ہوں کہ کیا جواب لکھوں۔

1) آنچل سے وابستگی کی وجہ اور کس کے ذریعے آنچل سے رشتہ جڑا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو مجھے ماضی کے پُرسوچ ایوانوں میں لیے چلا جا رہا ہے محض پانچویں کلاس کی ایک اسٹوڈنٹ جسے کہانیاں پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں نانو کے گھر چھٹیاں گزارنے جب جاتی تو خالہ کے ڈائجسٹ چھپا کر پڑھا کرتی' دھیرے دھیرے آنچل سے اس قدر زیادہ جڑ گئی کہ اب میں آنچل کے بغیر اپنی ادھوری ہوں۔

2) آنچل میں لکھنے والی ہر رائٹرز میری فیورٹ ہے کیونکہ ہر مصنف کی تحریر باکمال ہوتی ہے' اصلاحی و حوصلہ افزا ہوتی ہے۔ رائٹرز اپنے قارئین کے دکھ درد میں شریک ہو کر اپنے الفاظ کے مرہم سے ان کے رنج و الم کے گھاؤ ایسے بھرتے ہیں کہ ہمیں اپنا درد بہت دور محسوس ہوتا ہے۔ زندگی میں غموں کی دھوپ کو خوشیوں کے سائبان میں بدلنے والے' کم ہمتی تو باہمتی کی جانب لے جانے والے اور ناامیدی و یاس کی تنگ و تاریک گلیوں سے نکال کر روشنیوں کے جھمگٹ کرتے جگنو پکڑانے والے رہبر یہی رائٹرز ہی تو ہیں۔

3) 2016ء کے سبھی ٹائٹل پیارے تھے کسی ایک کے حق میں فیصلہ کر کے باقی ٹائٹل گرلز کو ناراض کر کے میں ان کے دل نہیں توڑنا چاہتی ہاہاہا۔

4) آنچل کے سلسلے ڈش مقابلہ کی سبھی ڈشز پڑھتی ہوں' کبھی کبھی ٹرائی بھی کر لیتی ہوں کیونکہ کچن کارزگھر میں میری آپا سنبھالنے لگی ہیں اب یعنی ندا آپی اب ان کے ہاتھوں کے پکے پکوان کھا کر ہم نے زندگی کے پل گزارنے ہیں' ہاہاہا آپی جی اب سمجھ تو گئی ہوں گی ویسے نوڈلز اوٹ اچھا پکاتی ہیں سب کچھ میری بہنا لویو مائی سویٹ ہارٹ۔

5) کبھی جب سر پہ آن پڑے تو گزارہ کر لیں گے' اچھا خاصا اور رہی سسرال کی بات تو لگتا ابھی ہم پیا دیس نہیں سدھارے امی بابا کے گھر ہی ہیں۔ جہاں تک پکانے کا ارادہ ہے تو ایسا پہلے تو کبھی سوچا نہیں تھا آنچل نے اچھی اور خوش آئند سوچ مستقبل کو فراہم کر دی تو میرے خیال سے پہلے میٹھا پکانے کی رسم کی جاتی ہے تو کھیر یا اب شیریں تیار کروں گی آئی لو اٹ......

6) آنچل کے سبھی سلسلے لاجواب اور بے مثال ہیں ہر سلسلہ اپنے دامن میں معلوم و اصلاحات کا لامحدود خزانہ لیے ہوئے ہے کہیں کوئی کمی نہیں لگتی کہیں کوئی اصلاح درکار نہیں مجھے تو سب یونہی پسند ہے۔

7) دو سال قبل کی سالگرہ کے دن اور اب ہر آنے والی سالگرہ کے دن میرے جذبات و احساسات اور خیالات میں بے انتہا فرق پایا جاتا ہے۔ پہلے میں اپنی سالگرہ مکمل خوشی دلی سے گزارتی تھی' اب کوشش ہوتی ہے کہ مجھے یہ دن یاد ہی نہیں رہے اور نہ ہی کوئی وش کرے جب سے بابا کی ڈیتھ ہوئی مجھے خود سے ریلیٹڈ ہر خوشی غم کو بڑھا دیتی ہے۔ آخر میں آنچل کے نام ایک دعائیہ پیغام۔

یارب الٰہی!
میرے آنچل کے فلک پر سدا چمکیں
خوشیوں کے ستارے
اس کے دامن چمن میں مہکیں ہمیشہ
چاہتوں کے پھول
اس کے مصنفین و قارئین
تمام شعبہ معاونین ہمیشہ
تیری پناہ میں رہیں
تیری رحمتوں بھری نگاہ میں رہیں آمین۔

www.paksociety.com
Downloaded From
Paksociety.com
چراغ خانہ
رفعت سراج
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

## قسط نمبر 17

ہر اک سوال کا اس کو جواب کیا دیتا
اپنی ذات کا اس کو حساب کیا دیتا
جو ایک لفظ کی خوشبو نہ کرسکا محفوظ
میں اس کے ہاتھ پوری کتاب کیا دیتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دانیال کو جہاں کمال فاروقی کے آنے کی خوشی تھی وہیں مشہود کا دل پیاری کی طرف سے نرم ہونے کا احساس بھی میسر آیا تھا۔ وہ کمال فاروقی کو فوراً کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا بلکہ گھر کی فضا کی تبدیل ہونے کا مژدہ سنا کر انہیں حیران ضرور کردیتا ہے۔ کمال فاروقی کے اندر بیوی کی سوئی محبت بیدار ہوجاتی ہے۔ انہیں سعدیہ کے اندر بدلاؤ اچھا لگتا ہے۔ عالی جاہ کے سر پر ایک بوجھ اتر کر دوسرا چڑھ جاتا ہے۔ اسے یہ بات ہضم نہیں ہورہی ہوتی کہ سعدیہ خود جاکر پیاری کو گھر لے آئیں تھیں۔ عالی جاہ نے تو اپنی طرف سے تو پوری پلاننگ کی ہوتی ہے مگر اب ناکامی اسے مزید منفی سوچیں دیتی ہیں۔ پیاری کی بھوک کی وجہ سے آنکھ کھل جاتی ہے۔ اسے رات بھوکا سونے پر شدید ملال ہوتا ہے سامنے صوفے پر دانیال بے خبر سو رہا ہوتا ہے۔ رات دانیال کے اصرار کے باوجود پیاری نے کھانا نہیں کھایا تھا اور اب بھوک سے بے حال ہورہی تھی۔ وہ ہمت کرکے دانیال کو جگاتی ہے تب دانیال ہی اس کے لیے ناشتہ کا آرڈر کرتا ہے ساتھ ہی کمال فاروقی کی آمد کا بھی بتاتا ہے۔ پیاری کی امید بندھ جاتی ہے کہ اب کمال فاروقی مشہود کو سمجھائیں گے۔ سعدیہ کی آنکھ کھلتی ہے تو کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اور اس پر خوف طاری ہوجاتا ہے ابھی تک سعدیہ کمال فاروقی کی آمد سے بے خبر ہوتی ہے۔ کمال فاروقی نماز کے بعد دعا میں مصروف ہوتے ہیں۔ سعدیہ کے لیے کمال فاروقی کا بدلا ہوا یہ انداز حیرت کا باعث بنتا ہے۔ کمال فاروقی کے برسوں بعد محبت سے مخاطب کرنے پر سعدیہ خوش بھی ہوتی ہے لیکن پھر فوراً ہی منفی سوچیں ذہن پر اثر انداز ہونے لگتی ہیں۔ لیکن سعدیہ کو ابھی اپنا کردار بنائے رکھنا ہوتا ہے اس لیے ناشتے کی ٹیبل بہت اہتمام سے سجاتی ہے۔ پیاری سے بھی سعدیہ بہت لگاوٹ کا اظہار کمال فاروقی کے سامنے کرتی ہے۔ مشہود کی سوچ ابھی بھی ماضی میں الجھی ہوئی ہوتی ہے۔ اسے اس لڑکی کی چیخیں سنائی دیتی ہے جس نے اس کی مدد کی تھی۔ لیکن مشہود اس کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر ہوتا ہے تب ہی بلیوں کی آواز پر وہ چونک جاتا ہے۔ اندھیرے گھر میں اسے وحشت سی ہوتی ہے تب اسے پیاری کی آواز سنائی دیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.....❁.....❁

مشہود کے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ جی چاہتا تھا کہ پورا ایک جگ پانی کا جو بالکل یخ ٹھنڈا ہو ایک ہی سانس میں پی جائے وہ چند سکنڈ بڑی بے بسی سے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھا واکر بیڈ کے ساتھ ہی لگی ہوئی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے واکر کی طرف ہاتھ بڑھانا بھی ایک مرحلہ ہے۔ بہرحال اس نے واکر کو تھامنے کے لیے بڑی تگ و دو کی بالآخر وہ پوری ہمت مجتمع کرکے کھڑا ہوگیا اور خود کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ دھیمی دھیمی روشنی میں ہر شے مبہم تھی اسے پانی کے لیے کچن تک جانا تھا کیونکہ کمرے میں جو پانی کا جگ رکھا ہوا تھا اور پیاری بہت ذمہ داری سے بھر کر رکھتی تھی وہ بھی کا ختم ہوچکا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر لاؤنج کی لائٹ آن کی۔ مرکزی فانوس کے سارے بلب جگمگا اٹھے تاریکی چھٹ گئی اب دور دور تک ہر شے واضح تھی وہ پانی کے لیے بے تاب ہو رہا تھا بس یوں کے پلک جھپکتے ہی پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں آجائے۔

وہ دیوانہ وار کچن کی طرف بڑھا اچانک لڑکھڑایا اور پورے وزن سے زمین پر گر گیا اس طرح سے گرا تھا کہ چکنے فرش سے

اٹھنے کے لیے اسے بہت مشکل پیش آرہی تھی۔ وہ پورا زور لگا کر اٹھنے کی کوشش کرتا لیکن پھر پھسل کر فرش پر ڈھیر ہوجاتا تھا' اس نے اٹھنے کے لیے کئی زاویے اپنے ذہن میں مرتب کیے اور زور لگا کر الٹا ہوگیا۔ اب وہ کہنیوں کے بل اونچا اٹھنے کی کوشش کررہا تھا لیکن چکنے فرش پر اس کے گھٹنے بار بار پھسل رہے تھے وہ مقام بے بسی تھا جس مقام پر سوائے پروردگار کی یاد کے کوئی دوسرا خیال نہیں آسکتا۔

کئی مرتبہ کوشش کرنے کے بعد وہ فرش پر اوندھا لیٹ گیا اور اپنا گال ٹھنڈے فرش پر ٹکا دیا۔ ٹھنڈا فرش اس کے خون کی روانی میں رکاوٹ پیدا کررہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے سارا جسم سن ہوتا جارہا ہے۔ بے بسی کی اس کیفیت میں چند آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپکے اب وہ خود ترسی میں مبتلا ہورہا تھا یوں جیسے کہ ساری دنیا اس کی دشمن ہے سب لوگ اسے تاریکی میں چھوڑ کر رفو چکر ہوگئے ہیں' ساری دنیا بے حس خود غرض اور مطلب پرست ہے۔ اس کی قسمت خراب ہے کہ اس کو ساری زندگی میں کوئی پُرخلوص انسان نہیں ملا' وہ مختلف قسم کے وہموں میں مبتلا ہوکر مزید نڈھال ہوگیا تھا پیاس بدستور تھی لیکن وہ اٹھ نہیں پارہا تھا۔

❀......❀......❀
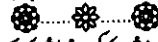
"میرا خیال ہے مشہود کو کسی فزیشن کو دکھانے کی ضرورت ہے۔" سعدیہ نے کافی مگ میں چمچ چلاتے ہوئے اچانک ہی مشہود کا تذکرہ چھیڑا تھا۔ کمال فاروقی نے چونک کر پہلے پیاری کی طرف پھر دانیال کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا' ان کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا اور وہ گھونٹ بھرتے بھرتے رک گئے اور کپ واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"خیریت تو ہے۔" اب وہ براہ راست پیاری کی طرف دیکھ کر پوچھ رہے تھے۔ پیاری نے غیر ارادی نظریں دانیال کی طرف اٹھائیں جیسے کوئی مشکل میں پھنسا ہوا شخص اپنے کسی خیر خواہ سے ہمدردی کی آس لگا کر منت طلب نظروں سے دیکھ رہا ہو۔

"یہ سب وقتی ہے ممی...... اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ظاہری سی بات ہے اس نے اتنا کٹھن ٹائم گزارا ہے' فزیکلی ابھی فٹ نہیں ہے۔ ظاہر ہے انسان بیڈ پر پڑے پڑے بھی تنگ آسکتا ہے اور وہ بھی مشہود جیسا انسان جسے اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرنے کی عادت تھی۔" دانیال نے ایک تواتر سے بات شروع کی تاکہ سعدیہ کو بیچ میں کوئی بات کرنے کا راستہ نہ ملے۔ کمال فاروقی کیونکہ گزرے ہوئے تمام حالات سے ابھی تک بے خبر تھے' وہ بڑی تذبذب کی کیفیت میں تینوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناشتے کی میز پر ابھی تک جو خوشگوار ماحول تھا' وہ اچانک تبدیل ہوگیا تھا۔

"بھئی میری تو ہمت نہیں ہے کہ دوبارہ میں مشہود کے سامنے جاؤں یا اس سے کلام کروں' اس نے کل جو کچھ کیا وہ کوئی نارمل انسان نہیں کرسکتا۔ آج نہیں تو کل آپ لوگ وہی بات کریں گے جو اس وقت میں کررہی ہوں۔" سعدیہ اپنے سوال پر اسی طرح جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں ایسا کیا' کیا مشہود نے کہ......" کمال فاروقی بات ادھوری چھوڑ کر پیاری کی طرف دیکھنے لگے۔ پیاری نے گھبرا کر دانیال کی طرف دیکھا۔

"بس وہ پاپا...... تھوڑا سا مسئلہ آرہا ہے' مشہود اچھا خاصا چڑچڑا ہوگیا ہے اور کوئی بات نہیں۔ آپ ملیں گے نا تو خود ہی دیکھ لیں گے' ایسی کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔" دانیال نے اپنی طرف سے اسی طرح معاملات کو بہت ہلکا پھلکا ظاہر کرنے کی کوشش کی اور باپ کو یقین دلانا چاہا کہ سعدیہ جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ کچھ زیادہ ہی بڑھا چڑھا کر کہہ گئی ہیں' درحقیقت معاملات اتنے خوف ناک نہیں کہ سنبھالے نہ جاسکیں۔

پیاری جو تھوڑا بہت کھا چکی تھی اس نے اسی پر بس کردیا' عجیب سی طبیعت ہورہی تھی یوں لگا جیسے اسے بھرے بازار میں بے عزت کیا جارہا ہے یا بے عزت کرنے کی کوشش کی جارہی ہو' شاید وہ سعدیہ کی طرف سے ابھی تک کوئی اچھی امید اپنے دل میں نہیں پیدا کرسکی تھی اس خوف سے شاید وہ ابھی تک نجات حاصل نہیں کرسکی تھی۔ اسے سعدیہ کی سیدھی سادی بات بھی ایسے لگتی تھی جیسے وہ اسے کچھ جتا رہی ہوں یا پھر اس کو بے بھاؤ سنانے کی تیاری کررہی ہوں۔

"اچھا خیر چھوڑو یہ میرا مسئلہ ہے' میں دیکھ لیتا ہوں ویسے مشہود ٹھیک ٹھاک ہے نا' چل پھر رہا ہے' ظاہر ہے اس کی کنڈیشن اچھی ہوگی تبھی پیاری آبھی گئی ہے ورنہ میں نے تو سوچا تھا کہ دانیال کو کہوں گا کہ جب تک مشہود بالکل فٹ نہ ہوجائے پیاری کو وہیں رہنے دو۔ چلو خیر اچھا ہوا پیاری آگئی اور اس میں میرے لیے تو خوش خبری ہی ہے۔"

"خوش خبری......" سعدیہ نے کڑے تیور کے ساتھ کمال کی طرف دیکھا۔ قدرت کو نہ مٹایا جاسکتا ہے یا دبایا جاسکتا ہے' خوف ناک دشمن کی طرح پلٹ پلٹ کر حملہ کرتی ہے۔

❁......❁......❁

چاروں طرف چمکیلی دھوپ بکھری ہوئی تھی نیا دن پوری آب وتاب سے اپنی موجودگی کا پتا دے رہا تھا' مشہود کی آنکھ خود بخود کھل گئی تھی اس نے بڑی حیرت سے اپنی حالت زار کا جائزہ لیا چند لمحے تو اسے سمجھ ہی نہ آئی کے وہ کہاں ہے مگر فوراً ہی فرش کی ٹھنڈک نے اسے احساس دلایا کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے بلکہ فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ وہ فرش پر کیوں لیٹا ہوا ہے؟ لاشعوری طور پر اس کے حواس اس سوال کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگئے چند ثانیے اپنے ذہن پر زور ڈالنے کے بعد اسے سب کچھ یاد آنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی' اس نے اپنے پاؤں سمیٹنے کی کوشش کی تو یوں لگا جیسے اس کے پاؤں سن ہوگئے ہوں' اسے اپنی ٹانگیں بالکل بے جان محسوس ہورہی تھیں۔ اس احساس کے ساتھ خوف کی ایک لہر اس کے اندر سرائیت کرگئی' بڑی بے بسی کے عالم میں اس نے کروٹ لینے کی کوشش کی کیونکہ وہ اوندھا پڑا ہوا تھا' وہ کروٹ نہ لے سکا اس کا دائیاں گال بھی بالکل برف ہورہا تھا جو فرش پر کئی گھنٹوں سے ٹکا ہوا تھا۔ ایک عالم بے بسی تھی' مشہود کو یوں محسوس ہوا کہ اسی برف کی سل پر پڑے پڑے شاید اس کی موت واقع ہوجائے گی اس خیال کے ساتھ ہی اس کا ذہن فوراً پیاری کی طرف گیا تھا' وہ جو کہ اس کی لعن طعن سننے کے باوجود بھی وقفے وقفے سے اس کے کمرے میں جھانک کر اس کی طبیعت کا پتا کرتی رہتی تھی۔

باہر سے گاڑیوں کے ہارن اور آمدورفت کی آوازیں اندر آرہی تھیں' اس نے پوری طاقت سمیٹ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹانگوں کا تو اسے احساس ہی نہیں ہورہا تھا یوں لگ رہا تھا۔ دھڑ کے نیچے کا سارا حصہ مفلوج ہوچکا ہے اسی لمحے کسی نے بڑے زور سے کال بیل کا بٹن پش کیا تھا۔ ماحول میں کال بیل کی آواز ایک مکروہ چیخ کی طرح محسوس ہوئی تھی' کال بیل کی آواز سن کر مشہود کے حواس پوری طرح جاگ اٹھے۔ اسے یوں لگا کہ جیسے قید خانے میں کوئی نجات دہندہ آگیا ہو اور بس قید و رہائی کے درمیان چند لمحوں کا فاصلہ رہ گیا ہو۔

"یقیناً ماسی آئی ہوگی اس وقت اور کون آسکتا ہے۔" اس کا ذہن پوری طرح نہ سہی مگر کچھ کام کررہا تھا۔ جی چاہا کہ کوئی کرامت ہوجائے اور وہ بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ کھول دے اس نے پھر کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی۔ اس وقت یہ حال تھا کہ جیسے اس نے اپنی پوری توانائیاں ایک نقطے پر مرکوز کردی تھیں کہ بس اسے اس جگہ سے اٹھنا ہے لیکن کیا' کیا جائے کہ اس کا نچلا دھڑ بالکل مفلوج محسوس ہورہا تھا یوں جیسے کہ اس کی ناف سے نیچے اس کی ٹانگیں دھڑ سے جدا ہوچکی ہوں' اب اس نے پوری قوت سے حلق پھاڑ کر ماسی کو اپنے ہونے کا یقین دلانے کی کوشش کی۔

"ہاں ماسی ایک منٹ رکو۔" اس نے اپنی ساری توانائیاں جمع کرکے ایک چیخ بلند کی تھی اس یقین کے ساتھ کہ شاید اس کی آواز ماسی تک پہنچ جائے مگر ماسی تک اس کی آواز شاید نہیں پہنچی تھی۔ کال بیل دوبارہ چیخ پڑی تھی۔

مشہود...... بڑی بے بسی کے عالم میں دوبارہ فرش پر اوندھا ہوگیا' اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ بے بسی کی انتہا پر چند آنسو اس کی آنکھ کے گوشوں سے پھسل کر فرش پر ٹپک پڑے۔

موت کتنے پیار سے بلاتی تھی
ہر قدم پر کہتی تھی میرے ساتھ چلو
میں نہیں گیا
زندگی بھیک کی طرح مانگتا تھا
کس کے لیے......
ان کے لیے جو روز کی موت بخش دیں

❁......❁......❁

پیاری بری طرح بلک بلک کر رو رہی تھی جیسے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔ کمال فاروقی کا دست شفقت اس کے سر پر تھا' سعدیہ اور دانیال گاہے بگاہے بڑی بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے ایک دوسرے سے مدد کے طالب ہوں اور پوچھ رہے ہوں کہ آخر اس صورت حال سے کیسے نکلا جائے۔ پیاری کس طرح خاموش ہوگی کیونکہ کمال فاروقی کی مسلسل پیار بھری تسلیاں دلاسے پیاری پر بے اثر تھے' اس کے کانوں پر جیسے پردے پڑے ہوئے تھے اسے کوئی آواز نہیں آرہی تھی' بس روئے چلی جارہی تھی۔

"وہ پاپا ایسے کرتے ہیں کہ پیاری کو مشہود کے پاس لے چلتے ہیں' میرا خیال ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہوجائے جو بھی حقیقت ہے ایک بار سامنے آجائے تاکہ فضول قسم کے خیالات سے جان چھوٹے اور ہمیں بھی پتا چلے کہ اب آگے کیا کرنا چاہیے۔"

"ہاں...... ہاں دانیال...... بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" سعدیہ تو پیاری کے رونے سے بری طرح بے زار ہوچکی تھیں

اور بہت اکتا کر گویا ہوئی تھیں۔ کمال فاروقی کیونکہ اس وقت سر سے پاؤں تک پیاری کی ہمدردی میں ڈوبے ہوئے تھے اور بس...... اس بات کے خواہش مند تھے کہ کسی طرح پیاری کے آنسو تھم جائیں‘ ان کا ذہن کسی اور سمت کام نہیں کررہا تھا ان کی ساری توجہ پیاری پر تھی دانیال کی بات سن کر وہ چونک اٹھے۔

دانیال نے اس وقت بڑی سمجھ داری کی بات کی تھی‘ ویسے تو وہ سمجھدار ہی تھا لیکن اس پریشان کن صورت حال میں کسی طرف سے کوئی صائب مشورہ آجانا بہت بڑی رحمت ہوتی ہے۔

”ہاں میرا خیال ہے کہ اس مسئلے کا یہی حل ہے اور پیاری کو بھی سکون مل جائے گا۔ چلو بیٹا اٹھو شاباش...... دیکھو رونا ایک فطری عمل ضرور ہے لیکن اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش بھی کرنا چاہیے۔ دیکھو بیٹا مشہود تو اپنے لیے اس وقت کچھ نہیں کرسکتا ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اس کے لیے کیا کرسکتے ہیں۔“ مشہود کے پاس جانے کا سن کر پیاری کے آنسو خود بخود تھم گئے تھے یوں جیسے دانیال اور کمال فاروقی نے جو کہا وہ اس کے اپنے دل کی آواز تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اس کے پر لگ جائیں اور اڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچ جائے‘ وہ دیکھے کہ رات اس نے کیسے گزاری ہے اور اس وقت وہ کس حال میں ہے۔ وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی تھی۔

”انکل میں تو تیار ہوں مجھے تو کچھ بھی نہیں کرنا‘ پلیز جلدی چلیں۔“ وہ بہت بے قراری کے انداز میں کہہ رہی تھی اور اس طرف دیکھ رہی تھی جس طرف سے گزر کر اس نے باہر گاڑی تک پہنچنا تھا یوں جیسے کہ ایک ایک پل اس پر بھاری ہورہا تھا۔

”ہاں...... ہاں ٹھیک ہے آپ دونوں پیاری کے ساتھ جائیں‘ میں ایک دو ضروری کام دیکھ لوں کل بھی سارا دن گھر سے باہر رہی‘ بہت سارے کام اکٹھے ہوگئے ہیں اور ہاں پیاری کو مشہود سے ملا کر ساتھ لے آیئے گا اسے وہاں مت چھوڑ دیجیے گا۔“

”یہ تو وہاں جا کر ہی پتا چلے گا کہ کیا صورت حال ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے۔ بہرحال ٹھیک ہے میں اور دانیال جارہے ہیں‘ تم گھر پر ہی رہو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“ کمال فاروقی نے پیاری کی طرف دیکھا۔

”چلو بیٹا۔“

”ایک منٹ انکل...... میں بیڈ روم سے اپنا ہینڈ بیگ لے آؤں۔“

”ہاں...... ہاں میں ڈرائیور سے کہتا ہوں وہ گاڑی ریڈی کرے‘ ٹھیک ہے بیٹا شاباش۔“ پیاری جو فوراً ہی دوڑ گئی تھی‘ دانیال کسی گہری سوچ میں گم تھا شاید اسے اندیشے ستانے لگے تھے کہ کہیں مشہود اس کے باپ کی بھی بے عزتی نہ کردے کیونکہ وہ تو جیسے ہوش کھو بیٹھا تھا کسی رشتے کی اور تعلق کی اس کی نظر میں اہمیت نہیں تھی۔ اس نے جو اس کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنی تھیں سن کر دم بخود رہ گیا تھا اسے یوں لگا جیسے یہ مشہود کی نہیں کسی اور کی آوازیں ہوں۔ ہنسی مذاق کرنے والا بات بات پر قہقہہ لگانے والا ہر دم خوش نظر آنے والا مشہود کیا سے کیا ہوگیا تھا۔

”تم کس خیال میں ہو بیٹا؟ اگر تم اپنی کوئی چیز...... میرا مطلب ہے سیل فون وغیرہ لینا چاہو تو لے آؤ۔ پیاری گئی ہے اپنا ہینڈ بیگ لینے۔“

”جی بابا...... سیل فون میرے پاس ہی ہے اور مجھے کچھ نہیں لینا‘ بس چلتے ہیں۔“ دانیال نے گہری سانس لے کر باپ کی طرف دیکھا‘ کمال فاروقی مسکرادیے۔

”ہم جنت میں نہیں رہتے‘ یہ دنیا ہے دنیا میں روز ایک امتحان ہے۔ ایک امتحان ختم ہوتا ہے دوسرا شروع ہوجاتا ہے اسی کا نام زندگی ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں‘ اللہ اپنا کرم کرے گا۔“ انہوں نے دانیال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر محبت بھرا دباؤ ڈالا‘ دانیال نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور مسکرادیا۔ اب دونوں باہر کی طرف جارہے تھے شاید کمال فاروقی نے ڈرائیور کو ہوشیار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی یا ڈرائیور کو ساتھ لے جانے کا ارادہ ہی ترک کردیا تھا۔

”میرا خیال ہے تم ڈرائیو کرلو گے‘ ڈرائیور کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت۔“

”ٹھیک ہے پاپا...... میں ڈرائیور سے چابی لے لیتا ہوں۔“ مشہود ان سے پہلے تیز قدم چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

❀......❀......❀

”آپ لوگوں نے جو بھی بے چارے دانیال کے ساتھ کیا ہے ناں وہ تو یوں سمجھیں کہ اللہ ہی اس پر رحم کرے تو کرے آپ لوگوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔“ عالی جاہ ناشتے کی ٹیبل پر پائن ایپل جوس جگ سے گلاس میں انڈیلتے ہوئے مانو آپا کی طرف دیکھ کر یوں کہہ رہا تھا جیسے دنیا میں دانیال کا سب سے بڑا ہمدرد وہی ہو۔

”اچھا زبان سنبھال کے بات کرو‘ اس موضوع پر میں تم سے کوئی بات نہیں سنوں گی اور ہاں پیاری دانیال کی منکوحہ ہے

تمہاری بھابی بن چکی ہے جب اس کے بارے میں بات کیا کرو تو سوچ سمجھ کے کیا کرو۔" مانو آپا کوشش کے باوجود اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکیں ایک دم بھڑک کر گویا ہوئیں۔

"دانیال میرا دوست ہے بھائی ہے اس کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ ظاہری بات ہے۔ مجھے دکھ ہے جب بھی مجھے اس کا خیال آئے گا مجھے تکلیف ہوگی۔ میرے منہ سے کچھ نہ کچھ نکل جائے گا۔"

"اچھا اگر تمہارے پاس کرنے کے لیے کوئی اور بات نہیں ہے تو چپ رہو اور آئندہ کھانے کی میز پر یہ الٹی سیدھی باتیں نا چھیڑنا سمجھا آئی جب رزق آگے رکھا ہو تو باتیں نہیں کرتے رزق کا ادب کرتے ہیں تو نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ رزق آگے رکھ کے دنیاداری کی ہزاروں باتیں کرنا نعمتوں کی ناشکری ہے اور اللہ بچائے کفران نعمت سے۔ ارے بہت بری پکڑ ہوتی ہے اللہ کی میں تو ماں ہوں ہر وقت تمہارے لیے دعائیں کرتی ہوں لیکن میں کب تک تمہارے ساتھ ہوں آج مری کل دوسرا دن......"

"اماں پتا نہیں کیا ہے آپ تو ایک دم جذباتی ہو جاتی ہیں' عورتیں ہوتی ہی جذباتی ہیں بس کانوں میں کارک لگا ہوتا ہے' آنکھوں پر ڈھکن چڑھے ہوتے ہیں اپنی مرضی سے سنتی ہیں اور اپنی مرضی کا دیکھتی ہیں۔ اماں حقیقت' حقیقت ہوتی ہے اس میں انسان کی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔"

"ارے چپ بھی کرو' مار زبان کے آگے خندق ہے بولے چلے جاتے ہو' بولے چلے جاتے ہو۔ چلو اپنا ناشتا پورا کرو اور سدھارو اپنے کام پر۔"

"ہاں آپ کو تو میں گھر میں برا لگتا ہوں اور جب باہر ہوتا ہوں تو فون آرہے ہوتے ہیں' کہاں ہو' کیا کر رہے ہو' کب آؤ گے ارے یہ ہوگیا وہ ہوگیا' میں پریشان ہو رہی ہوں۔" عالی جاہ جوس کا گلاس ایک سانس میں خالی کر گیا تھا کیونکہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا مانو آپا سننے کے لیے تیار نہیں تھیں' اس لیے اب ان کے سامنے جم کر بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا' اپنی دانست میں اس نے اپنا موڈ آف کر لیا تھا اور یہ اس کا پرانا حربہ تھا جب ماں اسے بات کرنے سے روکتی تھیں تو وہ موڈ آف کر کے اٹھ جاتا اور اگلی نشست میں وہ تھوڑا نرمی کا مظاہرہ کرتی تھیں اور وہ جو کچھ کہتا تھا سن لیا کرتی تھیں۔ مانو آپا دل ہی دل میں کڑھ کر رہ گئیں کیونکہ اس نے آدھا ناشتا کیا تھا۔

"ارے پتا نہیں اس کو کیا مصیبت ہے کیوں اس بچی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے' ہزار اس کے لیے باتیں بنائے میرا دل نہیں مانتا تو میں کیا کروں۔" عالی جاہ کا آف موڈ دیکھ کر وہ خاموش تو ہوگئی تھیں مگر سوچنے پر تو اختیار نہیں' خیالات تو اتر سے آرہے تھے۔ عالی جاہ اپنے حساب سے بہت آف موڈ میں ڈائننگ روم سے باہر چلا گیا تھا۔

❁......❁......❁

مشہود جب اٹھنے کی ہر کوششوں میں بری طرح ناکام ہو چکا تو اس نے خود کو گھسیٹنا شروع کر دیا اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا اس کا ذہن اب خاصی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اپنے فون تک پہنچ جائے اور منیجر کو گھر آنے کا بولے اور اس کو بتا دے کہ صورت حال کیا ہے' وہ اٹھ نہیں سکتا گیٹ کھول نہیں سکتا اس کو خود سوچنا ہوگا کہ وہ گھر میں کس طرح داخل ہونے کے لیے کیا کرے۔ کم از کم اس سے بات کرنے کے بعد اتنا تو ہوگا' کوئی تو ہوگا جو اس کی موجودہ کیفیت سے آگاہ ہوگا یا آس بھی بہت ہے۔

وہ اپنے یخ بستہ وجود کو کہنیوں کے سہارے کھینچتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اتنی نقاہت اور کمزوری تھی کہ تھوڑا سا گھسیٹنے کے بعد فرش پر لمبا لیٹ جاتا پھر اپنی بچی کچھی توانائی جو ہر انسان کو دی جاتی ہے جو موت سے لڑنے کے لیے اپنا ذہن بنا لیتا ہے اور موت کا استقبال کرنے سے انکار کر دیتا ہے' چند منٹ گہری گہری سانس لینے کے بعد اس نے پھر خود کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔

بڑے سے لاؤنج میں جس جگہ وہ گرا تھا اس کے کمرے کا فاصلہ چلنے میں تو تیس سیکنڈ کا بھی نہیں تھا لیکن جس طرح وہ اپنے بے جان جسم کو گھسیٹنے کی تگ و دو کر رہا تھا کہ چند سیکنڈ منٹوں میں تبدیل ہو رہے تھے یعنی سیکنڈ کا کام کئی منٹوں میں ہو رہا تھا۔ بہرحال اس نے خود کو کمرے کی چوکھٹ تک تو گھسیٹ کر پہنچا ہی دیا اور منزل قریب پا کر قدرتی طور پر توانائی میں بھی اضافہ ہوگیا وہ کہنیوں کے بل سر اٹھا کر اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف اس کا سیل فون رکھا ہوا تھا۔

حالت یہ تھی کہ نچلا دھڑ ابھی تک مفلوج محسوس ہو رہا تھا خون کی گردش جیسے رکی ہوئی تھی۔ وقفے وقفے سے ایک سنسناہٹ ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ جاتی تھی لیکن سیل فون پر نظر پڑتے ہی ایک خوشگوار امید زندگی بچانے کی طاقت مہیا کرنے لگی۔

❁ ❁ ❁

”پاپا آپ ذہنی طور پر تیار ہیں‘ مشہود کی حالت واقعی قابل رحم ہے میرا خیال ہے وہ ڈیپ ڈپریشن میں چلا گیا ہے‘ بس غصہ سے ایک دم بھڑک اٹھتا ہے۔ آپ اس کی کسی بات کا برا مت ملیے گا۔“ دانیال ڈرائیو کرتے ہوئے کمال فاروقی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پیچھے بیٹھی ہوئی بے قرار اور بے تاب سی پیاری دانیال کی طرف بہت محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ جیسے اس وقت دانیال نے اس کے دل کی بات کی ہو‘ اسے بھی یہی اندیشے ستا رہے تھے کہ دانیال سعدیہ کی حد تک تو پھر بھی خیر ہے۔ کمال فاروقی بہرحال بڑے ہیں‘ باپ کی جگہ ہیں پتا نہیں وہ کیا کہہ بیٹھے اور وہ ساری زندگی کمال فاروقی کے سامنے نظریں نہ اٹھا سکے۔

”تم فکر نہ کرو بیٹا‘ تم جو باتیں سمجھا رہے ہو وہ مجھے پہلے ہی پتا ہیں جو کچھ تم نے گھر میں بتایا‘ تم آرام سے ڈرائیو کرو۔ میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں‘ وہ بھی میرا ہی بیٹا ہے اور اس وقت سخت مشکل اور تکلیف میں ہے اور جو تکلیف میں ہوتا ہے اس کا حق ہوتا ہے کہ سب مل کر اس کا خیال کریں اور جو اس کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں وہ اپنے رب کا شکر کریں کہ اللہ نے ان کو اس حال تک نہیں پہنچایا۔“ کمال فاروقی نے بہت پُرخلوص اور محبت بھرے لہجے میں بات کی جو کہ ان کی فطرت کا خاصہ تھا اگر وہ ان کی فطرت نہ ہوتی تو وہ ایک خوف ناک قسم کی شادی کو نبھاتے ہوئے یہاں تک نہ پہنچ پاتے۔

”ہاں بس یونہی مجھے خیال آرہا تھا میں نے آپ سے شیئر کرلیا میں نے سوچا کہ پتا نہیں ہمارا استقبال اس گھر میں کس طرح سے ہو۔ میرے اور پیاری کے لیے تو کوئی نئی بات نہ ہوگی‘ کہیں آپ شاکڈ نہ ہوجائیں۔“ کمال فاروقی دھیرے سے ہنس دیئے۔

”بیٹا وقت گزرنے کے لیے ہوتا ہے ہم نے اتنی عمر گزاری‘ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بھی گزر جائے گا۔“ انہوں نے بہت پُروقار انداز میں ذہنی پختگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

مشہود وحشت زدہ آنکھوں سے فرش کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اس کا موبائل ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھرا ہوا تھا۔ وہ جیسے تیسے کرکے اپنے کمرے تک پہنچ گیا تھا اور بیڈ کے کنارے پر اپنے ایک ہاتھ کا دباؤ ڈال کر موبائل اٹھا بھی لیا تھا لیکن جو ہاتھ بیڈ پر دھرا تھا وہ ہاتھ بیڈ سے پھسلا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑا ہوا موبائل فرش پر جا پڑا اور اب ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اس کی آنکھوں کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔

مشہود کا موبائل کوئی عام موبائل تو نہیں تھا وہ تو اس کا پورا دفتر تھا ویسے ہی آئی فون جو تمام بزنس مین اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ایک جام جم ہر وقت جیب میں پڑا رہتا ہے‘ نکالا اور اس دنیا کا حال دیکھ لیا۔ مشہود کو غم اس بات کا نہیں تھا کہ ایک مہنگا موبائل ٹوٹ گیا تھا۔ بے بسی تو یہ تھی کہ وہ جس امید کے تحت پوری طاقت اکٹھی کرکے اپنے موبائل تک پہنچا تھا‘ موبائل کے ٹوٹتے ہی وہ امید بھی ٹوٹ گئی تھی۔ لینڈ لائن نمبر سے بات کرنا بہت دوبھر لگ رہا تھا کیونکہ فون سیٹ اس کے بیڈ کے سرہانے کافی اونچائی پر رکھا ہوا تھا۔ بیڈ پر لیٹے ہونے کی صورت میں تو ریسیور اٹھانا مشکل نہیں ہوتا تھا لیکن مسئلہ اس وقت یہ تھا کہ وہ اپنے مفلوج دھڑ کے ساتھ بیڈ پر جا کر کیسے لیٹے جو بچی کھچی توانائی تھی لگتا تھا وہ بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔

وہ بڑی بے بسی کی کیفیت میں فرش پر لیٹا ہوا چھت کو گھور رہا تھا معاً اسے یوں محسوس ہوا جیسے مین گیٹ پر کھٹ پٹ ہوئی ہو‘ دل بڑے زور سے دھڑکا لیکن اگلے ہی لمحے پہلے سے بھی زیادہ مایوسی کی کیفیت نے اپنے حصار میں لے لیا۔ گیٹ اندر سے لاکڈ ہے کوئی اندر کیسے آسکتا ہے‘ ابھی تک تو کسی کو پتا بھی نہیں کہ اس وقت مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ منیجر سے رابطہ ہوجاتا تو پھر بھی ایک امید بندھ جاتی کہ شاید وہ کسی طرح لاک توڑ کر اندر آہی جائے۔

وہ بہت مضبوط اعصاب کا انسان تھا ویرانوں جنگلوں اور وحشیوں سے نمٹ کر آج اپنے گھر کے ٹھنڈے فرش پر لیٹا ہوا تھا لیکن شاید ابھی اوراق کا وہ در وا نہیں ہوا تھا کہ وہ یہ سوچ لیتا کہ گھر تو رشتوں سے بنتے اور مضبوط ہوتے ہیں جس گھر میں رشتے نہ بستے ہوں اس کو گھر نہیں مکان کہتے ہیں پھر اسے اپنی سماعت پر جیسے یقین نہ آیا کہ حواس پوری طرح چوکس تھے‘ اس نے محسوس کیا تھا کہ جیسے گیٹ کھلا ہو لیکن گیٹ کیسے کھل سکتا ہے‘ اگلے ہی لمحے اس کا دل چاہا کہ اب وہ رو پڑے کیونکہ اسے یقین ہوچکا تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے اور کھلی آنکھوں سے کوئی دھوکہ کھا رہا ہے۔

اتنا مضبوط لاک جو ہتھوڑوں کے مسلسل وار سے نہ ٹوٹے‘ اسے کوئی آرام سے کھول کر اندر کیسے آسکتا ہے۔ اس نے بے

بسی سے آنکھیں بند کرلی تھیں اب اس کے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر تھے نجانے کیسے آنکھوں سے دو قطرے ٹپک گئے اور دائیں بائیں فرش پر لڑھک کر فرش کو چومنے لگے معاً اسے قدموں کی آہٹیں محسوس ہوئیں اس کا جی چاہا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے یعنی کہ اب اس کی ذہنی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ جاگ رہا ہے اور یقین جیسے خواب دیکھ رہا ہے۔

''بھائی......'' اس کی سماعت سے پیاری کی آواز ٹکرائی' مشہود نے اس لمحے اللہ سے دعا کی کہ یا تو اس کے جینے کا عزت دار راستہ نکال دے یا پھر اسی فرش پر پڑے پڑے اس کی موت واقع ہوجائے یعنی ابھی آہٹیں آرہی تھیں اور پیاری کی آواز بھی آئی ہے۔ حد ہوگئی ہے میں تو شاید پاگل ہو چکا ہوں' وہ اسی طرح شاید اپنے آپ کو ستا رہتا کہ کسی نے اس کی گردن کے نیچے ہاتھ دے کر گردن کو اونچا کیا۔ مشہود نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں' دانیال اس پر جھکا ہوا تھا اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اس وقت اس کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ درحقیقت وہ خود کو پاگل ہی سمجھ رہا تھا۔ اس نے اپنی بے یقینی ختم کرنے کی نیت سے دانیال کا بازو تھام لیا اور بدقت اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''دانیال......'' کمال فاروقی دانیال کی پشت پر کھڑے ہوئے دیکھ بھی رہے تھے اور سن بھی رہے تھے لیکن مشہود کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ کمرے میں دانیال کے علاوہ کمال فاروقی اور پیاری بھی ہیں۔

''تم یہاں فرش پر کیوں لیٹے ہو مشہود' بستر پر کیوں نہیں لیٹے۔'' دانیال نے بے اختیار پوچھا۔

''تم اندر کیسے آئے......؟'' مشہود کے منہ سے بمشکل نکلا تھا' جیسے بچہ نیا نیا بولنے کی کوشش کرتا ہے تو اپنی بات کو ٹکڑوں میں بیان کرتا ہے۔

''چلو آتو گیا ہوں نا۔ میں تمہیں بیڈ پر لٹاتا ہوں' تمہاری طبیعت خراب لگ رہی ہے اور تمہارے ہاتھ کتنے برف ہو رہے ہیں' مائی گاڈ۔'' پیاری بہت خوف زدہ تھی اسی لیے مشہود کے سامنے آنے سے گریز کررہی تھی لیکن جس بے بسی کی حالت میں اس نے بھائی کو لیٹا ہوا پایا تھا اس کا دل کٹ کر آنکھوں کے راستے بہہ جانے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

دانیال نے گردن گھما کر پیاری کی طرف دیکھا اور آنکھ کے اشارے سے اسے کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا کیونکہ وہ محسوس کررہا تھا کہ مشہود بالکل نڈھال ہے' جی چاہتا تھا کہ وہ جو اس سے اس وقت سابقہ انداز میں دوستانہ انداز میں بات کررہا ہے پیاری کو دیکھتے ہی اس کا موڈ بدل نہ جائے۔

پیاری چپ چاپ یوں کمرے سے باہر نکلی کے کسی طرح بھی قدموں سے آہٹ پیدا نہ ہو' دانیال نے گردن موڑ کر کمال فاروقی کی طرف دیکھا اور انہیں بھی کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا جو بہت صبر وضبط کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے کمال فاروقی نے اپنی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی اور بیٹے کی بات مان کر وہ بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔

اب دانیال نے پوری قوت اکٹھی کرکے مشہود کو بازوؤں پر اٹھایا اور بیڈ پر لٹا دیا۔ بستر پر لیٹتے ہی جیسے مشہود کی جان میں جان آگئی' اب اس نے دانیال کی طرف دیکھنے کی بجائے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ صبر وضبط اور مضبوط قوتِ ارادی اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے سسکیوں کو روکنے کی کوشش کررہا تھا دانیال نے بہت پیار سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

''مشہود......تم نے کچھ کھایا یا بھی نہیں ہوگا' اللہ کے لیے ہم میں سے کسی پر بھی تم رحم نہ کرو مگر اپنے آپ پر تو رحم کرو۔'' دانیال بہت دل سوزی اور رحم دلی سے کہہ رہا تھا' مشہود کی بے بسی کی کیفیت اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ مزاحمت کی قوت صفر ہوچکی تھی' حتیٰ کہ اس نے تو دانیال کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

''اچھا......میں تمہارے لیے پہلے ایک گلاس پانی لے کر آتا ہوں' تھوڑا پانی پیو۔ دیکھو پلیز ریلیکس' غصہ نہ کرنا' فی الحال تم اپنے آپ کو سنبھالو جب تمہاری طبیعت سنبھل جائے گی پھر جو تم کہو گے میں تمہاری مانوں گا' مجھے گھر سے چلے جانے کو کہو گے میں چلا جاؤں گا لیکن پلیز مشہود......اس وقت غصہ نہ کرنا۔'' یہ کہہ کر دانیال نے مشہود کا ہاتھ اپنے سینے سے لگا کر بہت محبت سے دبایا تھا۔

مشہود نے چہرہ موڑا ہوا تھا' وہ مسلسل دانیال کی طرف دیکھنے سے گریز کررہا تھا یوں جیسے کہ اسے دانیال سے نگاہ ملاتے ہوئے حیا آرہی ہو۔

''مشہود یار میں تمہارا دوست ہوں' گزرا ہوا کوئی ایسا لمحہ ہی یاد کرلو کہ دل کچھ نرم ہوجائے۔'' دانیال کا انداز خوشامدانہ تھا' باہر کمال فاروقی اور پیاری ایک دوسرے کی طرف بڑی بے بسی

سے دیکھ رہے تھے۔

❁......❁......❁

''ارے مامی...... میں یہ کیا سن رہا ہوں' آج کل تو بڑی بریکنگ نیوز چل رہی ہیں۔'' عالی جاہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے سعدیہ سے فون پر بات کررہا تھا۔آئی فون اس کی جیب میں اور کانوں میں ہینڈ فری لگی ہوئی تھی جب سے اسے خبر ملی تھی کہ سعدیہ اس کی ماں کے ساتھ جا کر پیاری کو گھر لے آئی ہیں اسے ایک پل کے لیے قرار نہیں تھا۔اس کے دل کا چور اس کو مختلف قسم کے اندیشوں میں مبتلا کررہا تھا۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ ایسا کیا ہوا ہے کہ سعدیہ جو پیاری کو کسی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں تھیں حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی شادی میں بھی شریک نہیں ہوئی تھیں اور شادی کا ایک طرح سے بائیکاٹ کیا تھا۔پیاری کو خود جا کر لے آئیں یقیناً کوئی تو ایسی بات ہوئی ہوگی جو وہ سب کچھ بھلا کر پیاری کو قبول کرنے کو تیار ہوگئیں۔مختلف قسم کے اندیشے اسے ستا رہے تھے۔

یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کا جھوٹ پکڑا گیا ہو سعدیہ کو کہیں سے خبر مل گئی ہوگی کہ عالی جاہ نے جو کچھ کہا تھا وہ سب جھوٹ تھا اور کیونکہ عالی جاہ جھوٹا ثابت ہوگیا ہے اس لیے پیاری خود بخود کلیئر ہوگئی ہے تو اس کے ساتھ اب اچھا سلوک ہی کرنا چاہیے بلکہ اپنے برے سلوک کا مداوا کرنا چاہیے' وہ ہمہ تن گوش تھا کہ سعدیہ جواب میں کیا کہتی ہیں۔

''میں تمہیں کیا بتاؤں میری زندگی تو بہت مشکل میں آ گئی ہے' میرا بس چلے تو مرتے دم تک اس لڑکی کی شکل تک نہ دیکھوں لیکن تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔تمہارے ماموں گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے اور گھر چھوڑ کر جانے سے پہلے مجھ سے بات کرنا بند کردی تھی' ایک بیٹا سمندر پار بیٹھا ہے دوسرا گھر میں ہوتے ہوئے بھی شکل نہیں دکھا رہا تھا۔آخر میں انسان ہی تو ہوں' کب تک اور کہاں تک برداشت کروں گی۔'' سعدیہ جیسے پھٹ پڑی تھیں۔

کمال فاروقی اور دانیال پیاری کو لے کر گئے ہوئے تھے' نوکر ضروری کام کرکے ادھر اُدھر ہوچکے تھے اب خالی گھر میں بیٹھیں اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں بلکہ ایک طرح سے عالی جاہ نے ان پر خاص کرم کیا تھا ورنہ ان کے اپنے ذہن میں تو یہ خیال ہی نہ آتا کہ عالی جاہ کو فون کرکے اس سے دل کی باتیں شیئر کرنا چاہیں۔

عالی جاہ کے فون کا آنا تو ایسے ہی تھا جیسے اجنبی شہر میں چلتے چلتے کوئی اپنا نظر آ جائے۔خالی گھر بھائیں بھائیں کررہا تھا' کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ان کی بلا سے عالی جاہ اس وقت کتنا مصروف ہے انہوں نے تو ایک طرح سے عالی جاہ کو اب پکڑ لیا تھا اور شاید وہ جاننا چاہتی تھیں کہ عالی جاہ کے پاس اور کیا خبریں ہیں اور خبروں کے علاوہ کوئی ثبوت بھی جو وہ ان کے ہاتھ میں تھما دے اور وہ آگے جا کر اسے اپنے مفاد میں استعمال کریں۔

''ہاں مامی بات تو سمجھ آتی ہے کہ اب آپ کیا کرسکتی ہیں لیکن یقین کریں جب رات کو سوتے سوتے یوں ہی آنکھ کھل جاتی ہے تو خیال آتا ہے کہ دانیال کے ساتھ کیا ہوگیا' ایک دو نمبر لڑکی ایک اچھے خاصے آدمی کو پھنسانے میں کامیاب ہوگئی۔فرینڈ شپ تک بات ہوتی تو سمجھ بھی آجاتی وہ تو اب ہمارے خاندان کا حصہ بن گئی ہے' مجھے تو سوچ کر بھی شرم آتی ہے یقین کریں' اب تو شاید بس آپ سے فون پر ہی بات ہوا کرے گی۔میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ میں آپ کے گھر آؤں اور اس لڑکی سے میرا سامنا ہو اور میں خود کو سنبھال سکوں یوں ہی کسی وقت غصے میں منہ سے کچھ نکل سکتا ہے اور پھر آپ کو پتا ہی ہے نا کہ ماموں اور دانیال مجھے ہی غلط کہیں گے کیونکہ اس لڑکی میں تو بڑا ٹیلنٹ ہے وہ تو دونوں باپ بیٹے کو قابو میں کرچکی ہے۔اب آپ اس کے قابو میں نہیں آئیں تو کیا ہوا' کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا' وہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی ہے نا۔'' عالی جاہ اپنی شکست اور دل کے لٹنے کا بھرپور بدلہ لینے کے موڈ میں تھا' اس وقت وہ سر سے پاؤں تک سعدیہ کے ساتھ ایک ہمدرد ہونے کا مظاہرہ کررہا تھا۔

''ہاں' اب کیا کہہ سکتے ہیں' صبر کروں گی کہ میرے نصیب میں یہی لکھا تھا' اب کچھ نہیں ہوسکتا۔''

''ہو کیوں نہیں سکتا مامی...... تھوڑا سا صبر کریں لڑکی کو یہاں سے نکالنا ہے۔''

''کیسے نکالنا ہے؟'' سعدیہ نے تڑپ کر عالی جاہ کی بات کاٹ دی۔''بیٹا تم ہی بتاؤ کیسے نکال سکتے ہیں' تمہارے ماموں پر اور دانیال پر اس لڑکی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔'' سعدیہ کے مطلب کی بات ہو رہی تھی لیکن ساتھ ہی اپنی بے بسی کا احساس بھی تھا اس لیے بہت غصے کی کیفیت میں بات کررہی تھیں۔

''مامی...... آپ میرا ساتھ دیں' میں آپ کا ساتھ دوں تو سارے مسئلے حل ہوجائیں گے۔'' عالی جاہ بڑا خیر خواہ بن کر

سعدیہ کو اپنا ہمنوا بنانے کی سرتوڑ کوشش کررہا تھا۔

"عالی جاہ..... تمہارا دماغ خراب ہے جب کسی پر الزام لگایا جاتا ہے تو الزام لگانے والے سے ثبوت مانگے جاتے ہیں ورنہ الزام لگانے والا خود ذلیل ہوکررہ جاتا ہے۔ میں نے تو تمہاری بات پر یقین کرلیا لیکن دانیال اور تمہارے ماموں میری اور تمہاری بات پر بھی یقین نہیں کریں گے وہ تو ایک ہی صورت میں یقین کرسکتے ہیں کہ میں کوئی بات کروں تو ثبوت بھی دوں۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔" عالی جاہ نے پھر سعدیہ کی بات کاٹ دی۔ "ثبوت فراہم کرنا میرا کام ہے جب اطلاع میں نے دی ہے تو یہ ڈیوٹی بھی میری ہے۔" عالی جاہ بہت معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا' سعدیہ ایک دم چونکیں۔

"ارے تمہارے پاس اگر ثبوت ہیں تو دیتے کیوں نہیں' کیوں سنبھال کررکھے ہوئے ہیں' ایک ایک پل مجھ پر بھاری ہورہا ہے اور تم کتنے اطمینان سے کہہ رہے ہو کہ ثبوت ہیں..... ثبوت ہیں تو دے دو دیر کیوں کررہے ہو؟" سعدیہ نے بڑی بے چینی سے عالی جاہ کی بات درمیان میں کاٹ کر اپنی بات کہی تھی۔

"ہاں مامی..... ذرا دو چار ثبوت اور اکٹھے کرلوں کیونکہ میرا خیال ہے جہاں اتنے اندھے اعتبار ہوں' وہاں ایک دو ثبوت کی حیثیت نہیں ہوگی ذرا دو چار جمع ہوجائیں تو پھر آپ کو میں دیتا ہوں۔"

"ارے تو دو چار کہاں سے جمع ہوں گے یہ بھی بتادو۔" سعدیہ بے تابی سے بولیں۔

"مامی کہہ رہا ہوں نا اس لڑکی کے کوئی دو چار لوگوں سے تعلقات تو ہے نہیں' شہر میں اس کے بہت چاہنے والے ہیں آپ ذرا حوصلے سے کام لیں اور بس جیسے میں کہتا ہوں ویسے آپ کریں پھر دیکھیں آپ کا مسئلہ کیسے چٹکی بجاتے ہی حل ہوتا ہے۔"

"تو انتظار کی سولی پر لٹکا رہے ہو اور بات چٹکیوں کی کررہے ہو' میرے تو کچھ پلے نہیں پڑرہا۔" سعدیہ بری طرح جھنجھلا گئیں۔ واقعی ان پر کچھ واضح نہیں ہورہا تھا' سوائے اس کے کہ عالی جاہ جو باتیں کررہا تھا وہ ان کو اچھی لگ رہی تھیں۔

"ہاں مامی..... جب ثبوت ہاتھ میں آجائیں گے تو کام دنوں میں تھوڑی چٹکیوں میں ہوگا' اللہ حافظ پھر آپ سے کسی اور وقت بات کروں گا ابھی ٹریفک میں پھنس گیا ہوں' بہت شور ہورہا ہے۔" اس کے ساتھ ہی عالی جاہ کی طرف سے رابطہ منقطع ہوگیا مگر سعدیہ کسی خیال میں اس درجہ کھوئی ہوئی تھیں کہ سیل فون کان سے ہٹانا ہی بھول گئی تھیں۔ کوئی انہیں دیکھتا تو یوں لگتا کہ جیسے کوئی مجسمہ بیٹھا ہو' پلکیں جھپکائے بغیر سامنے دیوار کو تکے جارہی تھیں۔

"ثبوت ہے اور کچھ اور بھی جمع کرے گا یہ تو بڑی امید بھری باتیں کررہا تھا۔" وہ سوچ رہی تھیں۔

❁.....❁.....❁

کمال فاروقی کرسی پر مشہود کے بالکل قریب ہی بیٹھے تھے' مشہود کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔ دانیال بیڈ کے کنارے پر بیٹھا ہوا تھا اور پیاری لاؤنج میں صوفے پر سانس روکے بیٹھی اندر ہونے والی باتیں بہت توجہ سے سن رہی تھی۔ اتنی دیر میں مشہود نے صرف ایک بات کی تھی وہ بھی کمال فاروقی سے۔

"انکل مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' دیکھیں اگر میری قسمت میں موت ہوتی تو میں شاید ان اندھیروں میں گم ہوجاتا ہمیشہ کے لیے' وہ اندھیرے جو دور تک پھیلے ہوئے تھے اور لگتا تھا کہ کبھی ختم نہ ہوں گے۔"

"مشہود تمہاری حالت ایسی نہیں کہ تمہیں اتنے بڑے گھر میں تنہا چھوڑا جائے' تمہیں خود بھی اندازہ ہوگیا ہوگا۔ دیکھو بیٹا جو رشتہ پیاری سے بن گیا ہے اس رشتے کا تقاضہ ہے کہ میں جو کچھ تمہارے لیے کرسکتا ہوں کروں' اب یہ میری بہت بڑی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔" جواب میں کمال فاروقی نے کہا تھا اس کے بعد سے کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی' نہ مشہود کی طرف سے کوئی جواب آیا تھا نہ کمال فاروقی نے کوئی بات کی تھی۔ کمال فاروقی اور دانیال شاید اپنی موجودگی میں پوری طرح غور و خوض فکر کرنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع دے رہے تھے۔ کمال فاروقی نے مشہود کو مشورہ دیا تھا کہ کچھ دن کے لیے کسی اچھے ہسپتال میں ایڈمٹ ہوجانا چاہیے کیونکہ اسے دن رات کی نرسنگ کی ضرورت ہے اور اس طرح سے وہ بہت جلد اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائے گا۔ اپنے کام میں لگ جائے گا تو پھر خود بخود اس کا ذہن ہلکا پھلکا ہوجائے گا۔

مشہود کی گہری خاموشی ایک طرح کا انکار تھی لیکن کمال فاروقی نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ مشہود کو اس طرح چھوڑ کر ہرگز نہیں جائیں گے۔ انہوں نے دانیال کی طرف دیکھا چند لمحے سوچا پھر اسے اشارے سے کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا۔ دانیال باپ کا اشارہ پاکر سر جھکا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ مشہود نے ابھی تک دانیال کو درخور اعتناء نہیں جانا تھا۔ دانیال کے کمرے سے جاتے ہی کمال فاروقی اپنی جگہ سے اٹھے اور

مشہود کے قریب بیڈ پر جا کر بیٹھ گئے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"مشہود میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں اور ایک مدت سے تمہیں جانتا ہوں' تمہارے ساتھ بے حساب باتیں بھی ہوئی ہیں۔ کام کی باتیں بھی ہوئی ہیں' ہنسی مذاق بھی ہوا ہے ساتھ بیٹھ کر کھایا بھی ہے۔ اب میں ہی تمہارے باپ کی جگہ ہوں' دیکھو بیٹا' میں تمہیں اس وقت سمجھانے بجھانے کی کوشش نہیں کررہا ہوں اس وقت صرف اور صرف مجھے تمہاری صحت یابی کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں۔ تم ایک بار اپنے پاؤں پر چلنے پھرنے لگو اس کے بعد تمہیں پورا اختیار ہے کہ تم ہم سے تعلق رکھو یا توڑو' تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا مگر اس وقت تم میری بات رکھ لو۔ تمہیں ان تمام اچھے دنوں کا واسطہ جو ہم نے ساتھ گزارے ہیں۔ تمہیں پتا ہے نا کہ میں نے تمہیں کبھی بزنس پارٹنر نہیں سمجھا جب بھی مجھ سے ملے میں نے تمہیں وہ شفقت دی جو ایک باپ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ کیا آج تم میری اتنی سی بات نہیں مانو گے' صرف آج کی بات کررہا ہوں' ٹھیک ہوجاؤ گے ان شاء اللہ تعالیٰ تو تم بااختیار ہو تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا لیکن آج تمہیں میں مجبور کروں گا اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو پھر ٹھیک ہے میں اپنا گھر چھوڑ کر یہاں رہوں گا اس وقت تک جب تک تم مکمل طور پر صحت یاب نہ ہوجاؤ' نارمل نہ ہوجاؤ' اپنے کام نہ کرنے لگو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا اگر اپنے کام سے جاؤں گا تو کام نپٹا کر پھر یہیں آجاؤں گا لیکن تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔" یہ سن کر مشہود نے گردن گھما کر دیکھنے کی بجائے آنکھوں کی پتلیوں کو حرکت دی' کمال فاروقی نے تو اچھی طرح سے رسیوں میں جکڑ کر رکھ دیا تھا۔

عجیب بے بسی کی کیفیت تھی وہ چاہنے کے باوجود کمال فاروقی کے سامنے اعلیٰ درجے کے اخلاق سے کام لے رہا تھا شاید یہ سابقہ تعلقات کا ہی اثر تھا کہ وہ ان کے سامنے کسی بھی صورت بدلحاظ ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے تو گہری خاموشی اس لیے اختیار کی تھی کہ وہ اس کی خاموشی سے تنگ آکر وہ تو چلے جائیں اگرچہ پیاری سے ابھی تک اس کا سامنا نہیں ہوا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ پیاری ان دونوں کے ساتھ آئی ہے گھر کی ایکسٹرا چابی اس کے پاس ہوتی ہے گیٹ تو اسی نے کھولا ہوگا۔

"انکل میں ٹھیک ہوں آپ یقین کریں ایسی کنڈیشن نہیں ہے کہ میں جا کر ہسپتال میں لیٹ جاؤں۔" بھوک سے آنتیں کٹ رہی تھیں لیکن انا کی طاقت بھوک پر غالب آرہی تھی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو اور تم نے ایک طرح سے ضد باندھی ہوئی ہے' میں گزری ہوئی بات تم سے اس وقت نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف اور صرف تم سے وہ بات کروں گا جس میں آگے جاکر تمہارا کوئی فائدہ ہو' پچھلے حوالے سے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تمہارا ذہن پُرسکون رہے' ہم آج کی بات کریں اور ابھی کی بات کریں۔" یہ سن کر مشہود نے اب بہت غیر ارادی طور پر بہت توجہ سے کمال فاروقی کی طرف دیکھا تھا۔ کمال فاروقی اسی کی طرف دیکھ رہے تھے دونوں کی نگاہیں ملیں کمال فاروقی محبت سے مسکرا دیئے۔ محبت کا عمل جانور پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جن کو محبت کا احساس محسوس کرنے کی توفیق تو دی گئی ہے محبت کو سمجھنے کی نہیں۔

❁......❁......❁

"تینوں کو گھر سے نکلے ہوئے تین گھنٹے ہوگئے' کتنی پریشانی ہورہی ہے۔ دونوں کو فون کررہی ہوں مگر کوئی جواب موصول نہیں ہورہا' مسلسل ریکارڈنگ آرہی ہے کہ موجودہ نمبر سے رابطہ ممکن نہیں مشکل ہے فلاں ہے اور پتا نہیں کیا کیا بہرحال جو ہوتا ہے۔" سعدیہ نے شاید زندگی میں پہلی بار مانو آپا کو خود فون کیا تھا' مانو آپا تو یہ سن کر ہی پریشان ہوگئیں آنکھوں میں وہ سب منظر گھومنے لگے' مشہود کا بے عزتی کرنا' چیخنا چلانا...... انہوں نے تو ایک طرح سے اپنا دل ہی پکڑ لیا' چلو دانیال اور پیاری کی حد تک برداشت کرنے والی بات تھی لیکن کمال فاروقی جیسے عمر کے آدمی اللہ نہ کرے مشہود نے ان کے ساتھ کوئی الٹی سیدھی بات کی ہوئی تو بہت برا ہوجائے گا۔

"تم پیاری کو فون ملا کر دیکھتیں۔" مانو آپا پریشانی کی کیفیت میں یہ ہی بول پائیں۔

"پیاری کا تو نمبر میرے پاس نہیں' مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پیاری کے پاس سیل فون ہے بھی یا نہیں لیکن بہت پریشانی ہورہی ہے۔ اس لڑکے کا تو پتا ہی ہے اس دن جو میرے اور آپ کے ساتھ کیا' سوچیں اگر اسی طرح کی حرکتیں کمال کے ساتھ کی ہوں گی تو بات بہت بگڑ سکتی ہے۔ مجھے تو طرح طرح کے وہم آرہے ہیں' فون سے ایک آسرا تو ہوتا ہے انسان کو چلو دور بیٹھا ہے خیر خیریت پتا چل جائے گی۔ دونوں کے دونوں فون اٹینڈ نہیں کررہے' پریشانی کی بات یہ ہے آپا۔" سعدیہ سچ مچ بہت

پریشان تھیں وہ چاہے کتنی ہی منفی سوچ کی حامل کیوں نہ تھیں بہرحال مشہود جیسے جوان بندے کی چیخ دھاڑ سے اندر سے ابھی تک ڈری ہوئی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ جس کو اپنی انا ہر شے سے زیادہ پیاری ہوتی ہے وہ تو چھوٹی سے چھوٹی بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتا ہے اور پیاری کے گھر میں تو سچ مچ ان کی بہت بے عزتی ہوئی تھی۔ قدرتی طور پر وہم آنا بنتا تھا‘ مانو آپا یہ سب سن کر اتنی زیادہ پریشان ہوئیں کہ درحقیقت ان کو کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ جواب میں سعدیہ کو کیا جواب دیں اور کون سا ایسا مشورہ دیں کہ جس سے ان کی پریشانی تو چاہے ختم ہونا ہو لیکن سعدیہ کو تھوڑا بہت سکون ملے۔ یہ تو انہیں بھی پتا تھا کہ سعدیہ خود سے کبھی انہیں فون نہیں کرتیں اور انہوں نے سعدیہ کی اس عادت ثانیہ سے ایک طرف سے بھائی کے سکھ اور خوشی سے سمجھوتہ کیا ہوا تھا۔ ان کا دل چاہتا تھا تو خود ہی فون کرکے پتا کرلیا کرتی تھیں یا خود چل کے معلوم کرلیتی تھیں۔

”آپا میرا خیال ہے کہ آپ کو وہاں جانا چاہیے‘ بھئی کیونکہ میری تو ہمت نہیں‘ میں اس بدتمیز لڑکے کے سامنے جانا نہیں چاہتی اس لیے کہ بہت ہوگیا اس نے میرے سامنے کچھ الٹا سیدھا بول دیا تو مجھ سے برداشت نہیں ہوگا اور بات بہت بڑھ جائے گی۔“

”ارے تو سعدیہ میں کیسے نکل پڑوں ذرا خود سوچو تو وہ کم بخت ڈرائیور بھی نہیں آیا۔ عالی جاہ گاڑی لے کے نکل چکا ہے تھوڑی دیر پہلے بھی تمہارا فون آجاتا تو میں اسی کے ساتھ نکل جاتی۔ راستے میں ٹیکسی لے کر وہاں تک چلی جاتی لیکن خیر تم پریشان مت ہو‘ ایسا کیا ہے خدانخواستہ کوئی گولی تو نہیں مار رہا نہ جو کچھ وہ کہہ سن رہا ہے سن لو بس جہاں زندگی میں اتنا کچھ برداشت کیا یہ بھی برداشت کرلیں گے۔“ مانو آپا اپنی طرف سے طفل تسلیاں اور دلاسے دینے لگیں۔

”آپا...... آپ کریں برداشت‘ میرے بس کی بات نہیں ہے اور جتنا میں نے کل برداشت کیا تھا یقین کریں میں نے زندگی میں اتنا کبھی برداشت نہیں کیا۔ میرا تو دل چاہ رہا تھا کہ اس کو وہ سناؤں کہ بات کرنا بھول جائے لیکن بس یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کہ اس طرح بات بہت بڑھ جائے گی اور ہم کون سا ٹک کر اس کے گھر میں بیٹھے رہیں گے‘ تھوڑی دیر میں اپنے گھر چلے جائیں گے۔ ہماری مرضی کہ دوبارہ اس کی شکل دیکھیں نہ دیکھیں۔“ سعدیہ ایک تواتر سے بولتی چلی گئیں۔

”ہاں بات تو تمہاری صحیح ہے‘ تھوڑی دیر رک کر دوبارہ سے دانیال کو یا کمال کو فون ملاؤ‘ ہوسکتا ہے وہ راستے میں ہوں۔ ارے یہ سگنل وگنل کا بھی تو مسئلہ ہوجاتا ہے‘ تم سمجھو کیا پتا بیٹری ختم ہوگئی گاڑی جہاں سے گزر رہی ہے وہاں بہت شور شرابہ ہو ان کو آواز ہی نہ آرہی ہو‘ دھیرج رکھو آرام سے‘ اچھا اگر تمہارا رابطہ نہ ہوا ادھر سے میں بھی کوشش کروں گی۔“ مانو آپا بولتے بولتے ایک دم دوسری طرف آگئیں۔

”میں بھی یہاں سے کوشش کرتی رہوں گی۔ ارے فون دونوں کے پاس ہے کسی وقت تو رابطہ ہوگا نا‘ بس تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”نہیں آپا...... آپ سمجھ نہیں رہیں‘ مجھے پریشانی کسی اور بات کی ہے‘ دیکھیں میں اور آپ تو عورت ہیں نا ہم نے تو مشہود کی الٹی سیدھی سن لیں لیکن کمال مرد ہیں‘ مجھے تو یہ دھڑکا لگا ہوا ہے کہ کمال اس کی بدتمیزیاں دیکھ کر دو چار جڑ نہ دیں۔“

”ہائے ہائے...... ایسا نہیں سعدیہ‘ بیمار بچہ ہے اتنی رعایت تو اسے دینا پڑے گی۔ کمال ایسے نہیں ہیں‘ تم جانتی ہو اچھی طرح تمہیں برا تو لگے گا لیکن تمہارے مقابلے میں میرے بھائی میں بہت صبر وتحمل ہے۔“ مانو آپا کے منہ بلا ارادہ نکل گیا تھا وہ تو بولنے کے بعد ان کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ سعدیہ نے سچ مچ برا نہ منالیا ہو اور پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر ان کی کلاس نہ لے لیں۔

”ہاں وہ تو ہے گھٹنہ پیٹ کی طرف جھکتا ہے آپ کو تو ساری زندگی بھائی میں کوئی خرابی نظر ہی نہ آئی یہ تو مجھے پتا ہے اور میرے اللہ کو پتا ہے جیسے ان کے ساتھ زندگی میں نے گزاری ہے‘ اچھا اللہ حافظ...... آپ کا رابطہ ہوجائے تو مجھے بتا دیجیے گا اور اگر میری بات ہوگئی تو میں آپ کو بتادوں گی۔“ یہ کہتے ہی سعدیہ نے فون بند کردیا تھا لیکن مانو آپا کو ایک عذاب میں ڈال دیا تھا۔

❀......❀......❀
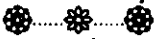
مشہود فاقے کی طوالت کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا تھا اور وہ تینوں اسے طبیعت کی زیادہ خرابی سے تعبیر کررہے تھے۔ تینوں کے ذہن میں پریشانی کی حالت میں یہ بات نہ آئی کہ کم ازکم جب وہ ہوش میں تھا تو یہ پوچھ لیا جاتا کہ اس نے کچھ کھایا ناشتا کیا ہے یا نہیں حالانکہ پیاری باہر بیٹھی ہوئی مسلسل اسی نقطہ پر سوچ رہی تھی لیکن اس کی ہمت نہیں پڑرہی تھی کہ وہ اندر آکے کوئی بات کرے اور مشہود کے بے ہوش ہونے کا ایک طرح سے فائدہ یہ ہوا کہ اس کو اٹھا کر گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے

جانا آسان ہوگیا۔ وہ بے ہوش ہوا تو دانیال اور کمال فاروقی نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور اس کو لے کر ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

پیاری گھر میں ہی رکی ہوئی تھی' دانیال نے ہی اسے رکنے کے لیے کہا تھا۔ ہسپتال میں بھاگ دوڑ ہوگی تو اس کا وہاں موجود ہونا فی الحال بے کار تھا' اس وقت پیاری نے دل میں سوچا تھا کہ اگر مشہود بھائی ہوش میں آ بھی جائیں تو بھی میری ہمت نہیں کہ میں ان کے سامنے جا کھڑی ہوں۔ اس نے ایک طرح سے اپنے لیے غنیمت جانا کہ وہ گھر میں ہی رہے۔

وہ گھر کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہوگئی۔ مشہود کی ادھر ادھر بکھری ہوئی چیزیں سنبھالتے ہوئے دل بھر بھر آرہا تھا' کیا حالت ہوگئی بھائی کی کہ وہم اور اندیشے بدگمانیاں انسان کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ کوئی انسان دشمن ہو تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے راستے بھی ڈھونڈ لیے جاتے ہیں لیکن جب انسان اپنا ہی دشمن ہو تو پھر بڑا مقام بے بسی ہے کوئی حل نہیں ہے اس کا۔ وہ یہ قیق القلبی سے سوچ رہی تھی اور دل کی گہرائیوں سے دعا کر رہی تھی کہ مشہود کو کمال فاروقی کا سمجھانا راس آجائے۔ کمال فاروقی کی بات کو وہ سمجھ لے اسے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے اسے تو کمال فاروقی کی شکل میں ایک شفیق باپ اور دانیال کی شکل میں ایک بہترین ہمسفر میسر ہے۔ مسئلہ تو مشہود کا ہے وہ ابھی اسی خیال میں تھی کہ مانو آپا کی کال آگئی' انہوں نے لینڈ لائن نمبر پر کال کی تھی۔ پیاری کو ریسیور اٹھاتے ہی ایک عجیب سی شرمساری کا احساس ہوا یوں محسوس ہوا جیسے مانو آپا گھر ہی میں ہیں۔

"ارے بیٹا...... یہ دانیال اور کمال فاروقی کہاں ہیں' تم نے فون اٹھایا ہے اس کا مطلب ہے تم تو گھر پر ہو۔" مانو آپا اتنی زیادہ پریشان تھیں کہ بغیر کسی تکلف اور رسمی سلام دعا کے شروع ہوگئی تھیں۔

"جی پھوپو...... میں گھر پر ہوں' انکل اور دانیال مشہود بھائی کو لے کر ہسپتال گئے ہیں۔" پیاری نے مطلع کیا۔

"آئے ہائے' ہسپتال لے کر گئے ہیں کیا ہوا بچے کو؟" مانو آپا تو یہ سب سنتے ہی سب کچھ بھول گئیں حالانکہ فون تو انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ گھر میں کوئی فون اٹھالیتا تو سب سے پہلے وہ یہ پوچھتیں دانیال اور کمال فاروقی موجود ہیں یا گھر کے لیے نکل گئے ہیں۔ حالانکہ فون ملاتے ہوئے وہ ڈر بھی رہی تھیں کہ اگر فون مشہود نے اٹھالیا تو کیا وہ ان کی کسی بات کا سیدھا جواب دے گا لیکن کم از کم یہ تو پتا چل جائے گا کہ وہ اکیلا ہے یا وہ تینوں اس کے ساتھ ہیں یا گھر کے لیے نکل گئے ہیں' اتنا پتا لگ جاتا یہ بھی بہت تھا۔

"بس وہ...... بھائی بے ہوش ہوگئے تھے' ویسے پھوپو وہ ہوش میں ہوتے تو انکل جتنا بھی کہتے وہ ہسپتال نہیں جاتے۔"

"آئے ہائے...... بچے پر پتا نہیں کیا بیت رہی ہے' اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے' اللہ اس پر رحم کرے۔ تمہاری ساس اتنی پریشان ہیں کہ انہوں نے مجھے فون کیا بولیں کہ میرے پاس پیاری کا کوئی نمبر نہیں اور یہ تمہارا لینڈ لائن نمبر بھی اس کے پاس نہیں ہے تو مجھے کہنے لگیں کب سے نکلے ہوئے ہیں ابھی تک کوئی پتا نہیں ہے کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا' وغیرہ وغیرہ۔"

"جی پھوپو...... وہ اصل میں ہسپتال میں بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے نا' اس لیے شاید موقع نہیں ملا ہوگا کال ریسیو کرنے کا لیکن آپ تسلی دے دیں آنٹی کو کہ سب خیریت ہے اور وہ لوگ ہسپتال گئے ہوئے ہیں اور آپ دعا کریں کہ اللہ مشہود بھائی کو اچھا کردے۔"

"ارے بیٹا...... سر سے لے کر پاؤں تک دن رات چوبیس گھنٹے آٹھ پہر دعا ہے۔ تم مانو کہ تم مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہو' ارے اب تو تم میری بہو ہو' میرے دانیال کے کلیجے کی ٹھنڈک ہو اس کے آنکھوں کی روشنی ہو اس کے گھر کا سکھ ہو۔ کوئی کہنے کی بات ہے؟ دعا ہی دعا ہے میرا بچہ' اللہ ساری پریشانیاں دور کرے' اچھا اب اگر تمہارے پاس سعدیہ کا نمبر ہے تو اسے تم خود فون کر کے بتادو کہ وہ لوگ ہسپتال گئے ہوئے ہیں۔"

"نہیں پھوپو...... میرے پاس تو ان کا سیل نمبر نہیں ہے۔"

"کیا ہوگیا ہے' اچھے گھر والے ہیں' ایک دوسرے کا نمبر ہی نہیں ہے چلو خیر میں سعدیہ کو فون کر کے بتادیتی ہوں۔ تم ویسے ہی پریشان ہوا' اچھا تم تھوڑی دیر آرام کرلو تم بھی بہت تھکی ہوئی ہوگی چلو خیر تسلی ہوگئی' اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر اس کے ساتھ ہی مانو آپا نے فون بند کردیا تھا۔ پیاری مشہود کے کمرے میں صوفہ کم بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی' اس کا رواں رواں بھائی کی صحت و تندرستی کے لیے دعا گو تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

اب کے تمام شہر میں اعلان ہوگیا
اک شخص مری ذات کی پہچان ہوگیا
پہلے تو میرے نام سے منسوب وہ ہوا
پھر وہ کتابِ زیست کا عنوان ہوگیا

"عطو...... اللہ کے واسطے کچھ تو عقل کے ناخن لو آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔" ذکیہ آپا نے زور سے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے تقریباً روہانسی آواز میں کہا تو عطیہ نے بڑی مشکل سے حلق میں سے ابلتے ہنسی کے فوارے کو روکا اور اپنی بات میں وزن پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے سب عقل ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے لیے کون سی راہ بہتر ہے کون سی نہیں۔ برائے مہربانی آپ مجھے کچھ نہ سمجھائیں۔"

"یہ بتاؤ کہ وہاب میں برائی کیا ہے؟"

"کوئی برائی نہیں۔" عطیہ نے اوپری ہونٹ کا گوشہ دانتوں تلے دبا کر کہا۔

"پھر انکار کی وجہ؟"

"بھئی آخر میری بھی کوئی مرضی ہے مجھے بھی تو زندگی گزارنے کا حق ہے۔" وہ تنک کر بولی۔

"تمہیں پتا ہے کہ وہاب کی کتنی شدید خواہش ہے تمہیں اپنانے کی وہ......"

"پلیز آپا......" عطیہ نے ہاتھ اٹھا کر ناگواری سے کہا۔

"مت بتائیں مجھے کان پک گئے ہیں ایک ماہ سے یہ جملے سنتے سنتے بس کہہ جو دیا کہ نہیں کرنی مجھے اس سے شادی۔"

"انکار کی وجہ تو بتاؤ کیا کوئی اور......؟" ذکیہ آپا ایک دم ہی خاموش ہوئیں۔

"ہاں...... ہاں کہہ دیجیے جو دل میں ہے سب کہہ دیں یہی تو سننے کو میری سماعتیں بے چین ہیں۔ سارے خدشے گرم سیسے کی طرح انڈیل دیں میری سماعتوں میں۔" عطیہ چیخ کر بولی۔

"آہستہ بولو۔" ذکیہ گھبرائیں۔

"لگادیں مجھ پر الزامات کی فہرست۔"

"پلیز عطو......" ذکیہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود سے پانچ سال چھوٹی بہن عطیہ نصیر کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دے جسے وہ مسلسل دو گھنٹے سے وہاب چوہدری کا پرپوزل منظور کر لینے کے لیے تیار کر رہی تھی مگر اس کی تو ایک ہی رٹ تھی "وہاب سے شادی نہیں کرنی" ذکیہ کے سمجھانے سے پہلے اسے گھر کا ہر فرد سمجھا چکا تھا۔ اماں بڑی و چھوٹی بھابی ہر کوئی سر پھوڑ چکا تھا اس چٹان سے کل ہی ذکیہ میکے آئی تو اماں نے اسے پچوئشن سے آگاہ کیا تو ذکیہ نے اسے سمجھانے کا بیڑہ اٹھا لیا۔ اسے یقین تھا کہ عطیہ اس کی بات مان لے گی بھی تو آج جب عطیہ یونیورسٹی سے آئی تو ذکیہ نے باتوں کے دوران اپنے لہجے میں شہد گھول کر کہہ دیا۔

''عطو...... وہاب کیسا ہے؟''
''اچھا ہی ہوگا۔'' عطیہ نے بے پروائی سے کہا۔
''میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ تمہیں کیسا لگتا ہے؟'' ذکیہ اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے بولی۔
''جیسے کہ سارے کزن لگتے ہیں' بہت اچھا ہے۔ آخر میرے ماموں کا پُتر ہے۔'' عطیہ شوخی سے بولی۔
''اور اگر یہی ماموں کا پتر تمہاری زندگی بھر کا ساتھی بن جائے تو۔'' ذکیہ نے ابرو نچاتے ہوئے پوچھا تو عطیہ کے دل کے اندر بہت اندر ہلچل سی مچ گئی تب وہ دلی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے ہونٹ کچلتے ہوئے بولی۔
''ناممکن۔''
''وجہ......؟'' ذکیہ نے حیرانگی سے اسے پوچھا۔
''بس...... جو کچھ آپ اور تمام گھر والے سوچ رہے ہیں یہ ناممکن ہے۔''
''کوئی وجہ تو ہوگی؟'' ذکیہ جاننا چاہتی تھی۔
''آپ کو پتا ہے ناکہ میرا دل جو فیصلہ کرتا ہے وہ مجھے وجہ نہیں بتاتا۔''
''تم دل کے فیصلے کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی شامل کرلیا کرو کہ دل کے فیصلے ناپائیدار ہوتے ہیں۔'' ذکیہ نے سمجھانا چاہا۔
''میں نے ہمیشہ دل کے فیصلے کو مانا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کبھی پچھتانا نہیں پڑا۔'' عطیہ کے لہجے میں اعتماد کی کھنک تھی۔
پھر ذکیہ رضوان نے اپنی سی کر دیکھی مگر عطیہ نے نہ ماننا تھا اور نہ مانی مگر ذکیہ بھی پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہ تھی۔
رات کو کھانے کے بعد جب حسب معمول عطیہ باہر سڑک پر ٹہلنے جانے لگی تو ذکیہ بھی ساتھ ہولی۔ عطیہ کو ہمیشہ ہی سے اپنی صحت کا بہت خیال رہتا تھا' کھانے کے دوران پانی نہ پیتی بلکہ ایک گھنٹہ بعد پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتی۔ کھانے کے بعد چہل قدمی ضرور کرتی' صبح سویرے نماز سے فارغ ہوکر لان میں ہلکی پھلکی ورزش ضرور کرتی۔ اس کے بعد یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہوتی' ناشتا کرتی وہ بھی معمولی سا ابو اُبلا انڈا اور ایک کپ چائے' سہ پہر کو تھکی ماندی لوٹتی تو تھوڑا سا کھانا کھاتی۔
مکررات کو ڈٹ کر کھاتی تھی اور تقریباً ایک گھنٹہ واک ضرور کرتی چاہے آندھی آئے یا طوفان۔ ذکیہ کے دونوں شریر اور کیوٹ سے بیٹے موٹا بھابی کے بولی سے کھیلنے میں لگے ہوئے تھے اور ذکیہ عطیہ کے ساتھ باہر آ گئی تب ہی خاموشی سے چلتے چلتے ذکیہ نے دوپہر والے ادھورے موضوع کو دوبارہ چھیڑا۔
''عطو میری جان...... ٹھنڈے دل سے ایک بار پھر وہاب کے بارے میں سوچ لے۔''
''کیوں سوچوں؟'' وہ تنگ کر بولی۔
''جب تیری کوئی پسند نہیں تو تم کیوں نہیں سب کی پسند کو اپنا لیتیں۔''
''آپا...... وہاب کوئی شرٹ پیس نہیں جو سب کو پسند آ جائے اور میں اپنالوں' تن پر سجالوں۔ وہاب ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔'' عطیہ لفظ چبا چبا کر بولی۔
''آخر کیا برائی ہے اس میں؟''
''یہی برائی کیا کم ہے کہ اس میں کوئی برائی نہیں۔''
''سب جانتی ہے پھر بھی انکاری ہے ایسے محبت کرنے والے نہیں ملتے کبھی۔''
''اچھا......'' عطیہ ہنسی۔
''جو محبتوں کو ٹھکراتا ہے وہ ساری زندگی ٹھوکریں کھاتا ہے اور یوں بھی عورت کو اس مرد سے شادی کرنی چاہیے جو اسے چاہے۔''
''آپا ایک بات تو بتائیں؟''
''ہوں۔'' ذکیہ نے ہنکارا بھرا۔
''آپ نے محبت کو نہیں ٹھکرایا پھر کیا پالیا؟'' عطیہ نے آہستہ سے پوچھا۔
''کیا مطلب ہے تیرا؟'' ذکیہ نے حیرت سے پوچھا۔
''رضوان کو بھی تو آپ سے عشق تھا ایسا عشق جس کا بچہ بچہ گواہ ہے پھر شادی کے بعد وہ عشق کہاں گیا۔ وہ محبتوں کی جولانیاں کس اندھے غار کی نذر ہوگئیں' ان کی محبت بے اعتنائی میں کیوں بدل گئی؟''
''عطو...... کیسی باتیں کررہی ہو' میں نے رضوان سے بہت کچھ پایا ہے۔'' ذکیہ نے کہنا چاہا مگر عطیہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔
''مجھے پتا ہے جو کچھ پایا ہے آپ نے بچوں کے علاوہ آنسو اور آہیں' انتظار یہی تمغے دیئے ہیں نا انہوں نے اپنی محبت کرنے کا خراج وہ اس طرح وصول کرتے ہیں۔ آپ ان کے سامنے سر جھکاتے جھکاتے اپنی پیشانی تک زخمی کر

بیٹھی ہیں لیکن وہ......“

”پلیز عطیہ...... چپ ہوجاؤ۔“ ذکیہ نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے عطیہ کا ایک ایک لفظ اس کے دل کو برمے کی طرح چھید رہا تھا۔

”سچائیاں سننے کا حوصلہ نہیں ہے ناں؟“ عطیہ کے لہجے میں کڑواہٹ گھلی تھی۔

”تمہارا تو رسالے اور ناول پڑھ پڑھ کر دماغ خراب ہوگیا ہے۔“ ذکیہ خود پر قابو پا کر بولی۔

”رسالے اور ناول......“ عطیہ ہنسی۔ ”آپا آپ کو معلوم نہیں کہ انہی رسائل میں چھپنے والی تحریریں پڑھ کر میں نے کیا عرفان حاصل کیا ہے، کتنی وسعت ملی ہے میرے ذہن کو یہ محبت وحبت سب بکواس چیز ہے۔ آپ نے سنا نہیں اپنی ذات سے عشق ہے سچا باقی سب افسانے ہیں۔“

”عطو...... تیرے ذہن کو وسعت ملی ہے تو اپنے دل کو بھی وسعت دے اور وہاب کے لیے ہاں کردے۔“ ذکیہ نے نہایت محبت سے کہا۔ ”تجھے پتا نہیں ہے کہ وہ تجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔“

”تو چاہتا رہے، میں نے تو نہیں کہا تھا کہ چاہے مجھے۔“

”اس جذبے پر بھلا کسی کا اختیار ہوا ہے۔“

”لو مجھے تو آج تک کسی سے محبت نہیں ہوئی۔“ عطیہ نے کہا تو اس کے اندر کوئی سسکنے لگا۔

”کیوں جھوٹ بولتی ہو عطیہ نصیر......“ عطیہ کے دل نے سسکتے ہوئے اسے سرزنش کی تو عطیہ سر جھٹک کر رہ گئی کہ خود کو انسان دلیلوں سے نہ بہلائے تو بھلا کیا کرے؟ ذکیہ کہہ رہی تھی۔

”کاش تو کسی کو چاہتی تو پتا ہوتا کہ یہ جذبہ کیسا ہوتا ہے۔“

”بس آپا...... میں محبت کو نفرت میں بدلتے نہیں دیکھ سکتی۔“

”پگلی پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔“

”مجھے بس مردوں پر اعتبار نہیں رہا، میں شادی اسی سے کروں گی جسے میں چاہوں گی۔“ عطیہ نے اپنا فیصلہ سنایا اور ذکیہ کو لگا جیسے کہ اس کے قریب ہی دھما کہ کیا ہو۔

”یعنی...... یعنی تُو کسی کو چاہے گی؟“

”کیا ایسا ممکن نہیں......“ وہ ہنسی۔

”بڑی حد تک تو میں یہ وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ کسی کو چاہ

ہی نہیں سکتی۔"

"اتنے اعتماد سے نہ کہیں آپا..... کبھی کبھی اعتماد کی چادر میں شگاف پڑ جاتے ہیں۔"

"فرض کرو عطو..... تم جس مرد کو چاہو اس سے تمہاری شادی بھی ہوجائے اور وہ رضوان کی طرح تمہیں انتظار تڑپ اور آنسو دے پھر....."

"پھر کیا میری پسند تو ہوگا وہ اور میں اس کا دیا ہوا ہر زخم خندہ پیشانی سے قبول کرلوں گی لیکن میرا خیال ہے کہ عورت بڑے سے بڑے مرد کو بھی جھکانے کا ڈھنگ رکھتی ہے بشرطیکہ اس میں اہلیت ہو۔" عطیہ نرم لہجے میں اپنے خیالات کا اظہار کررہی تھی۔

"پھر تم ایسے مرد کو کیوں نہیں اپنا لیتیں' جو پہلے ہی تمہارے سامنے جھک چکا ہو۔"

"آپا مجھے مشکل راہیں پسند ہیں اور میں اسی شخص کو اپناؤں گی جسے چاہوں گی یہ میرا فیصلہ قطعی اور آخری ہے۔"

"فرض کرو جسے تم چاہو اور وہ تمہیں نہ چاہے پھر۔"

"پھر کیا..... جب رات دن کا ساتھ ہوگا تو خود بخود ہی چاہتوں کی کلیاں چٹک جائیں گی آخر وہ بھی تو عورتیں ہوتی ہیں جنہیں شوہر پسند نہیں ہوتے مگر ان کے ساتھ گزارا کرتی ہیں۔ خوش نہ ہونے کے باوجود بھی ہر دم ہنستی مسکراتی ہیں' تقریبات میں شوہر کی تعریف اس انداز سے کرتی ہیں جیسے کہ کرۂ ارض پر ان کے شوہر سے بڑھ کر اور کوئی انسان نما فرشتہ نہ ہو۔"

"مت چوٹ کرو مجھ پر۔" ذکیہ اس کے خاموش ہوتے ہی بولی تو عطیہ ہنس دی۔

"آپا....." عطیہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں چوٹ نہیں کررہی آپ کو حقیقت بتارہی ہوں۔"

"ہمارے اس معاشرے میں پتا نہیں آپ جیسی کتنی ہی عورتیں یہ ماسک چہروں پر سجائے پھررہی ہیں۔ لوگ بھی تو ہنستے چہرے دیکھنے کے عادی ہیں پھر زخم دل کسی کو نظر نہیں آتا۔ جس طرح وہ بندہ نظر نہیں آتا جس کی شبیہ ہم نے دنیا کی نظر سے بچا کر دل کی گہرائیوں میں چھپائی ہوئی ہے..... آپا بھی آپ کو فلک شیر یاد نہیں آیا؟" عطیہ کا اتنا کہنا تھا کہ ذکیہ کے پورے وجود پر لرزہ طاری ہوگیا۔ عطیہ نے بجا طور پر محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ میں تھما ہوا ذکیہ کا ہاتھ برف کی سل میں بدلتا جارہا تھا۔ ذکیہ گنگ سی رہ گئی اور عطیہ کہہ رہی تھی۔

"آپا..... انسان کے لیے یہ احساس ہی کتنا خوش کن ہے کہ اس نے زندگی کی کسی راہ پر کسی کو دل کے معبد خانے میں بسایا اور اس کو دیوتا سمجھ کر پوجا کی۔ جب رضوان بھائی کی کج ادائیاں' بے اعتنائیاں اور طویل انتظار کی تھکن آپ کے وجود میں کانٹوں کی طرح چبھتی ہوگی تو مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے دل کے معبد خانے کی سیر کو نکل جاتی ہوں گی جہاں وہ تبسم چہرے بڑی آنکھوں اور گھنگھریالے بالوں گھنی مونچھوں والا اونچے قد کاٹھ کا فلک شیر موجود ہے۔ تصور کی آنکھ سے اسے دیکھ کر اس سے باتیں کرکے کانٹوں کی چبھن زائل ہوجاتی ہوگی اور یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے اندر ایسی خوب صورت دنیا بسی ہے جہاں داخل ہوجاؤ تو سب بھول جاؤ' آنکھوں میں نمی کی جگہ چمک' ہونٹوں پر آہ کی بجائے مسکراہٹوں کا اجالا پھیل جاتا ہے پھر کسی کے دکھ یاد نہیں آتے بس دل کی بگیا میں کھلے پھولوں کی مہک سے روح تک سرشار ہوجاتی ہے۔" عطیہ ذکیہ کا ہاتھ تھپکتے ہوئے ہولے ہولے کہہ رہی تھی اور اس کا ہر لفظ ذکیہ کے اندر بہت اندر اتر کر اسے رُلا رہا تھا۔

واقعی یہ سچ ہی تو تھا جو کچھ عطیہ نے کہا تھا جب رضوان منیر کی زیادتیاں حد سے سوا ہوجاتیں تو وہ اپنے اندر کے سفر پر روانہ ہوجاتی۔ رضوان منیر جو اس کا تایازاد تھا جس نے بقول اس کے ذکیہ کو جنون کی حد تک چاہا تھا لیکن یہ غلط تھا ذکیہ تو اس کی ضد تھی جسے وہ ہر حالت میں اپنانا چاہتا تھا۔ ان دنوں خوب صورت ملیح رنگ والی ذکیہ کے لیے خاندان کے ہر لڑکے نے آنکھیں فرش راہ کی ہوئی تھیں۔

لڑکی خوب صورت ہو تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہو اور اٹھنے بیٹھنے باتیں کرنے کا ڈھنگ جانتی ہو تو ہر دل میں گھر کرسکتی ہے۔

کیپٹن رضوان منیر کی پوسٹنگ ان دنوں کھاریاں میں تھی اور وہ چھٹیاں گزارنے لاہور آیا ہوا تھا۔ نصیر چچا کے ہاں گیا تو ذکیہ کو دیکھ کر اسے ایک عجیب سے احساس نے آن گھیرا۔ ذکیہ کی آنکھوں میں اس قدر چمک تھی کہ رضوان منیر کی آنکھیں چندھیا گئیں اور پھر اسی روز شام کو اس کا فرسٹ کزن عامر آگیا جس نے اس عجیب احساس کی لو کو مزید تیز کردیا۔

"دوپہر کو میں نے کال کی تو پتا چلا کہ انکل نصیر کے ہاں گئے ہیں۔" عامر اس سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

"کون؟" رضوان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”یار وہی جس نے خاندان کے نوجوانوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔“

”تم ذکیہ کی بات کر رہے ہو؟“ رضوان نے کہا۔

”آف کورس ویسے تمہیں کیسی لگی؟“ عامر چہک کر بولا۔

”اچھی ہے۔“ رضوان نے بے پروائی سے کہا مگر اس کا انداز چیخنے لگا۔ ”کہہ دو بہت اچھی ہے۔“

”اتنی بے نیازی سے مت کہو چھریاں چلتی ہیں میرے دل پر۔“ عامر دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”یار اب میرے پاس وہ الفاظ کہاں سے آئیں جن کو جملوں کا پیراہن پہنادوں۔ میں تو سیدھا سادا فوجی بندہ ہوں اب اس کے حسن کے کلابے تو ملانے سے رہا۔“ رضوان منیر کے ہونٹ گھنی مونچھوں تلے مسکرانے لگے پھر عامر اور وہ کتنی دیر تک باتیں کرتے رہے رضوان منیر نے محسوس کیا کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ ذکیہ کا ذکر ضرور کرتا ہے آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

”تمہاری کبھی اس سے بات بھی ہوئی ہے۔“

”ہاں آج کل روز ہی ہوتی رہتی ہے۔“

”اسے پتا ہے کہ تم اسے چاہتے ہو؟“ رضوان نے پوچھا۔

”شاید نہیں۔“ عامر نے آہ بھر کر کہا۔

”پھر تم اسے بتا کیوں نہیں دیتے؟“

”ڈر لگتا ہے یار۔“

”کیسا ڈر؟“ رضوان کے لہجے اور آنکھوں میں حیرت تھی۔

”اگر وہ کہے کہ مجھے چاہتے ہو تو میں کیا کروں؟“

”گھاس کھا گئے ہو سیدھے سادھے پرپوز کردو۔“ رضوان نے مشورہ دیا۔

”بہت مشکل ہے یہ۔“ عامر نے دھیرے سے کہا۔

”کیوں؟“

”اگر اس نے انکار کردیا تو ساری زندگی اس سے نظر ملا کر بات نہ کرسکوں گا۔“ عامر نے اپنی مشکل آسان لفظوں میں بیان کردی۔

”بہت بزدل ہو۔“

”تم تو بہادر ہو کردو تم پرپوز“ عامر نے غیرت دلائی۔

”گر کردیا پھر......“

”تو ذکیہ تمہاری۔“ عامر نے کہا تو رضوان منیر زور سے ہنس دیا۔

”یار عجیب ہو اپنی محبت مجھے انعام میں دے رہے ہو۔“

”کہتے ہیں کہ انعام میں وہی چیز دینی چاہیے جو بہت زیادہ عزیز ہو اور مجھے اس دنیا میں فی الحال ذکیہ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔“ عامر نے کہا۔

”بہت جلد ہتھیار ڈال دیئے ہیں تم نے۔“ رضوان نے غیرت دلائی۔

”مجھے علم ہے کہ میں سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔“ عامر نے اعتراف کیا۔

”تم پرپوزل تو بھیجو۔“

”مسئلہ یہ ہے کہ امی نہیں مانتیں۔“

”کیوں؟“

”انہیں شروع ہی سے شہوار پسند ہے اور وہ اپنی بھانجی کو چھوڑ کر بھلا ذکیہ کو کس طرح بہو بنائیں گی۔“

”تم بات تو کرو ایک بار۔“ رضوان کو اسے باتوں کے تھپڑ مارنے میں مزہ آ رہا تھا۔

”ہزار بار کرچکا ہوں مگر وہاں ایک انکار ہے میری ہر ضد کے جواب میں۔“

”جب تمہیں علم تھا تو تم نے ایسے جذبے کو دل میں جگہ کیوں دی؟“

”یہ جذبہ وہ زہر ہے جو دجود میں اترتا ہے تو پتا بھی نہیں چلتا خبر اس وقت ہوتی ہے جب پور پور اس کے زیر اثر آچکا ہوتا ہے۔ اس پر کسی کا اختیار نہیں کیپٹن رضوان منیر۔“ عامر یاسیت بھرے لہجے میں بولا۔

”اب دیکھو نا میرے علاوہ اور لوگ بھی تو اس جذبے کے اسیر ہوئے ہیں اچھی طرح علم ہے کہ ذکیہ کسی ایک کی ہے مگر فاروق عبید نعیم بھی اسے اسی شدت سے چاہتے ہیں جو شدت میرے اندر مسلسل مانند شعلہ بھڑکتی ہے۔“ عامر کہتا رہا اور لمحے کے ہزارویں حصے میں رضوان منیر نے ذکیہ کو پانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ اپنے خاندان کے ہم عمر لڑکوں میں منفرد ہونا چاہتا تھا۔ ذکیہ کو اپنانے کی خواہش جو سب کے دلوں میں مہک رہی تھی رضوان نے چاہا کہ وہ ذکیہ کو اپنا لے گا تو سب اسے رشک کی نظر سے دیکھیں گے اس کی قسمت پر ناز کریں گے اور اپنی بدنصیبی پر کڑھیں گے۔

”تب کتنا مزہ آئے گا؟“ بعض لوگ دوسروں کو ہارتے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایسے ہی لوگوں میں سے رضوان منیر بھی تھا تب ہی تو اس نے اسی روز شام کے بڑھتے سایوں پر نظر رکھ

کر نسرین بیگم کو بتادیا۔
"امی میں ذکیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"
"ایک دم ہی فیصلہ کرلیا تم نے۔" نسرین بیگم نے کہا۔
"فیصلے تو ایک دم ہی ہوتے ہیں امی؟"
"مگر تاعمر کے فیصلے یوں اچانک نہیں کیے جاتے' ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتاوے تمہیں گھیر لیں۔"
"ایسا نہیں ہوگا امی۔"
"وجہ؟"
"اس لیے کہ ذکیہ کو میں نے پسند کیا ہے اور وہ ان تیز رفتار لوگوں میں سے ہے جو آنکھوں کے راستے دل میں نہیں اترتے بلکہ وجود کے ہر خلیے میں گھل مل جاتے ہیں اور ویسے ہی لوگوں میں ذکیہ بھی ہے۔" رضوان نے کہنے کو یہ سب کہہ دیا اور ساتھ ہی دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر میری ذکیہ سے شادی نہ ہوئی تو پھر آپ میری شادی کا خیال بھی ذہن سے نکال دیجیے گا۔" یعنی مزید کوئی گنجائش ہی نہ رکھی تھی اس نے اور دوسرے ہی روز نسرین بیگم اور منیر احمد بیٹے کی پسند اور چاہت مانگنے جب نصیر احمد کے پاس پہنچے تو یہ بات گھر کی دیواروں نے بھی سنی کہ رضوان منیر' ذکیہ نصیر کو جنوں کی حد تک چاہتا ہے۔ یہ جملہ گھر کی دیواروں سے نکلا تو ہر زبان پر عام ہی ہوگیا۔ خاندان کے ہر گھر میں ہی چرچا تھا' رضوان کا تو یہ معاملہ ہوا تھا کہ آیا دیکھا چاہا اور پانے کی خواہش کر بیٹھا۔

نصیر احمد نے ہامی بھرلی اور بھلا انکار کرتے تو کیوں کر؟ رضوان بڑے بھائی کا بیٹا تھا' دیکھا بھالا سب سے بڑھ کر اپنا خون تھا مگر ان کے اس فیصلے سے وہ ایک لڑکی ذکیہ نصیر اندر ہی اندر کانپ کر رہ گئی اور اس کی نگاہیں سامنے ماربل کی بنی دو منزلہ کوٹھی کی اوپری منزل کے کمرے کی کھڑکی سے ٹکرا کر لوٹ آئیں۔ وہ کھڑکی جو آج بند تھی مگر وہاں ایک اونچے قد کاٹھ کا سرخ رنگت والا خوب صورت سا شخص صبح وشام ضرور کھڑا ہوتا تھا' ایسا کیوں کرتا تھا وہ' ذکیہ چاہتی تھی وہ روز نظر آئے' یہ ذکیہ کی خواہش جو تھی۔

فلک شیر...... ذکیہ کے دل کا ارمان بن کے اس کی دھڑکنوں میں سما چکا تھا۔ وہ رسموں اور رواجوں کا پابند فلک شیر جس نے دو سال قبل ذکیہ نصیر کے دل پر دستک دی تو اس نے بھی نہایت اطمینان سے بنا سوچے سمجھے اس شخص کے لیے اپنے دل کے پٹ وا کردیے تھے۔

فلک شیر افغان پٹھان تھا اس کے والد شیر بہادر خان کی یہاں ماربل کی فیکٹری تھی اور باپ کے ساتھ وہ کاروبار میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ اس اتنی بڑی خوب صورت کوٹھی میں وہ باپ بیٹا نوکروں کی فوج کے ساتھ رہتے تھے' فلک شیر کی ماں بہن پشاور میں رہتی تھیں اور دو چھوٹے بھائی ایبٹ آباد کانونٹ میں پڑھتے تھے۔

ذکیہ اس روز کالج سے نکلی ہی تھی کہ سامنے ہی گرے مرسڈیز سے ٹیک لگائے فلک شیر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت اور گالوں پر گلال اتر آئے وہ تیر کی سی تیزی سے اس کی طرف لپکی۔ آج پہلا اتفاق تھا جو فلک شیر کالج آگیا تھا ورنہ تو معاملہ صرف فون تک ہی تھا۔
"کیسے آئے آپ؟" وہ لہجے میں بے قراریاں سمیٹے پوچھ رہی تھی۔
"بیٹھو۔" فلک شیر نے نہایت اکھڑ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی فرنٹ ڈور بھی کھول دیا تو وہ بنا کچھ بولے بیٹھ گئی۔ فلک شیر نے دروازہ بند کیا اور گھوم کر دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' ذکیہ کے دل میں پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔
"پلیز' مجھے بتائیں کہ اچانک آپ کیسے آئے یہاں؟"
"تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ نہایت اطمینان سے کار ڈرائیونگ کرتا رہا اور ذکیہ کا دل زخمی کبوتر کی طرح پھڑ پھڑاتا رہا۔ راستہ خاموشی سے کٹ گیا' فلک شیر نے نہر کے کنارے کار روک دی اور اسٹیئرنگ کے گرد بازو لپیٹ کر اسے جذبے لٹاتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے اس طرح دیکھنے سے ذکیہ ہمیشہ کی طرح گڑبڑا کر رہ گئی اور خوامخواہ ہی انگلیاں مروڑنے لگی۔
"زکی......" فلک شیر نے گمبھیر آواز میں اسے پکارا۔
"ہوں۔" وہ نظریں جھکائے بولی۔
"میری طرف دیکھو۔" فلک شیر نے کہا۔
"مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔" اسے ٹوٹ کر شرم آرہی تھی۔
"کیا بہت بُرا ہوں میں؟" فلک شیر کے لبوں کی مسکان گہری ہوگئی تب ذکیہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا اور بولی۔
"کیا ضروری بات کرنی تھی۔"
"بس آج دل چاہا تمہیں قریب بٹھا کر ڈھیر ساری باتیں کروں۔"

''کیسی باتیں؟''

''وہ باتیں جو بارہا تم سے تصور میں کرتا ہوں اور آج میں اس تصور کو حقیقت میں بدل دینا چاہتا ہوں۔'' فلک شیر بھاری اور ایک دم چھا جانے والی آواز میں بول رہا تھا اور ذکیہ کے چہرے پر اس کی محبت کا عکس چمک رہا تھا پھر وہ دونوں کتنی ہی دیر تک نہر کے کنارے ٹہلتے رہے۔ فلک شیر قریبی کیبن سے کولڈ ڈرنک لے آیا اور وہ دونوں شیشم کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے مستقبل کے پلان بناتے رہے زیادہ تر تو فلک شیر ہی بول رہا تھا اور وہ سن رہی تھی۔ اس کے بولنے کا انداز اتنا خوب صورت تھا کہ ذکیہ اٹھ کھڑی ہوئی تو فلک شیر کو بھی اٹھنا ہی پڑا اس کا جی چاہا وہ بولتا رہے اور وہ سنتی رہے۔

''آخر آپ کو سوجھی کیا ایک دم کالج پہنچ گئے۔''

''یار تقریباً سوا سال سے معاملہ صرف دیکھنے دکھانے اور فون پر گفتگو تک محدود ہے اور تم سے ملنے باتیں کرنے کو کتنا جی چاہتا ہے یہ تمہیں کیا معلوم۔''

''آپ کو معلوم ہے یہی بہت ہے۔'' ذکیہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''تو ٹھیک ہے اب میں صبح شام حاضری نہیں دوں گا تمہارے حضور۔''

''کیا مطلب؟'' ذکیہ کی آنکھوں میں حیرت ڈورے بن کر تیرنے لگی۔

''میں جو سویرے سویرے ہی کھڑکی میں آن کھڑا ہوتا ہوں کہ بقول تمہارے تم صبح...... سب سے پہلے مجھے دیکھنا چاہتی ہو تو اب......'' فلک شیر نے باقی بات ہونٹوں میں ہی دبالی۔

''پتا چل گیا کیا آپ کو میری خواہش کا ذرا بھی پاس نہیں۔'' ذکیہ نے ہوا سے اڑتی بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کیا۔

''تو یہ تمہاری خواہش ہے۔'' فلک شیر کی آنکھوں میں مشتعل جذبات کی لو بڑھ گئی۔

''مجھے نہیں پتا۔'' مارے شرم کے ذکیہ سے آنکھیں ہی نہ اٹھائی جارہی تھیں اور اس کے چہرے کی سرخی پر نظریں جمائے فلک شیر زور سے ہنس دیا۔

''اب چلیں، بہت دیر ہوگئی ہے۔'' ذکیہ نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یار اچھے بھلے موڈ کا ستیاناس مت کرو میرا جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔''

''تو آپ بیٹھیں۔''

''تمہارے بغیر؟'' فلک شیر نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اب ہر جگہ تو میں آپ کے ساتھ نہیں رہتی۔''

''بس تم جلدی سے بی اے کرلو پھر ہر لمحہ تم میرے ساتھ رہوگی۔''

''بے تکی مت ہانکا کریں۔'' ذکیہ ایک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تو فلک شیر کو بھی اٹھنا پڑا۔

''اب باہر ملتی تو رہوگی نا؟'' وہ بولا۔

''نہیں فلک مجھے ڈر لگتا ہے۔''

''فلک کے ہوتے ہوئے بھی؟'' ذکیہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''کبھی کبھی آسمان تلے بھی تو خوف آتا ہے ناں۔''

''لیکن میری سنگت میں تمہیں خوف کیوں آتا ہے؟ کیا مجھ سے۔''

''لڑکیاں کسی فرد واحد سے نہیں بلکہ اس رسوائی اور بدنامی سے ڈرتی ہیں جو چنگاری کی طرح دامن میں آن گرتی ہیں اور پورا وجود بھربھر جل جاتا ہے تو فلک مجھے آپ سے نہیں بلکہ اس بدنامی سے ڈر لگتا ہے جو آپ کے سنگ کوئی دیکھ لے اور رائی کا پہاڑ بنادے۔'' ذکیہ ریشم جیسے نرم لہجے میں بولتی رہی تھی۔

''ایسا وقت آنے سے پہلے فلک شیر وہ دیکھنے والی آنکھ پھوڑ دے گا۔'' فلک شیر مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

''ہم احتیاط کریں تو ایسا وقت آئے ہی کیوں؟'' ذکیہ نے کہا۔

''ذکی...... اس کا مطلب ہے آئندہ تم نہیں ملوگی مجھ سے۔'' فلک شیر کی آواز دھیمی تھی۔

''ایسا کیوں سوچتے ہیں آپ؟''

''پھر میں پُرامید رہوں۔''

''کبھی کبھار ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' ذکیہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

فلک شیر سے ملنے کے بعد ذکیہ نصیر اس قدر خوش تھی کہ اپنی خوشی کا احاطہ نہ کرپا رہی تھی حالانکہ روز اس سے فون پر بات ہوتی تھی۔ صبح و شام وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا ہوتا یا پھر کھڑکی کے قریب کرسی ڈال کر بیٹھ جاتا اور کوئی کتاب پڑھتا

رہتا اور ذکیہ اپنے کمرے میں دریچے سے ٹیک لگائے بس ٹک ٹک اسے دیکھتی رہتی۔

اس کے دیدار کا شربت پیتی رہتی، صبح اسے دیکھ لیتی تو شام کا انتظار اسے بے کل کردیتا اور شام ہوتی تو آنے والی سحر کے انتظار کے لیے وہ بے چین رہتی۔ اسی بے قراری اور بے چینی کے پل صراط سے وہ گزشتہ سوا سال سے گزر رہی تھی کہ آج اس کی پرسکون سی زندگی میں فلک شیر نے اچانک ملاقات کا پتھر پھینک کر ارتعاش پیدا کردیا، پہلے سے کوئی پروگرام طے نہ تھا حالانکہ وہ کئی ماہ سے اسے کئی بار ملنے کا کہہ رہا تھا اور وہ نہایت خوب صورتی سے ٹال جاتی تھی جبکہ فلک شیر ناراض ہوکر غصے سے کھڑکی بند کردیتا یا پھر کھڑکی میں آن کھڑا ہوتا مگر کھڑکی کے پردے گرادیتا یہ بھی پریشان کرنے کا انداز تھا مگر ذکیہ ان معمولی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتی تھی مگر اسے اندازہ نہ تھا کہ یوں کالج سے اچانک وہ اسے لے جائے گا اور اس ملاقات کو حسین یادگار بنادے گا۔

پھر تو ایسے کئی مواقع آئے اپنی محبت تجدید کے لیے وہ راوی گئے، شیش محل کی سیر کی شالامار کے سبزہ زار پر گھنٹوں ایک دوسرے میں کھوئے رہے اور اب ذکیہ کو اس کے ساتھ خوف بھی نہ آتا تھا۔ اسے لگتا فلک شیر کے ساتھ ہو تو وہ ایک مضبوط قلعے میں محفوظ ہوگئی ہے، دنیا والے اندھے ہوگئے ہوں جنہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

ذکیہ حسین تھی مگر اسے اپنے حسن پر ناز کبھی بھی نہ رہا تھا۔ اسے تو لگتا وہ کچھ بھی نہ تھی یہ سب فلک شیر کی محبت کا اعجاز ہے جس نے اسے حسن بخشا ہے۔ وہ اپنے خاندان کے لڑکوں کی تیر پھینکتی، جذبے لٹاتی نظروں سے بھی واقف تھی اور ان کی بے وقوفی پر ہنسا بھی کرتی۔ کتنی بھی کمندیں ڈالو ذکیہ نصیر کو دام میں نہیں لاسکتے کہ عرصہ ہوا کسی نے اسے اپنا اسیر کرلیا ہے۔ وہ دل ہی دل میں عامر، نعیم اور فاروق سے مخاطب ہوتی۔ لیکن وہ مطمئن بھی تھی اسے یقین تھا کہ یہ لڑکے مرعوب نہیں اس لیے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اپنی والدہ محترمہ سے بات کریں مگر رضوان منیر تو ان لڑکوں میں سے نہ تھا وہ تو آیا تھا اس نے دیکھا اور فتح کرنا چاہا تھا۔ وہ فوجی آدمی تھا بس جو چاہتا تھا اس کی تکمیل جلد از جلد چاہتا تھا۔

مگر ذکیہ نصیر تو ان دنوں دودھاری تلوار پر چل رہی تھی فلک شیر کے کمرے کی کھڑکی ہنوز بند تھی وہ اپنی والدہ کی بیماری کی وجہ سے ایک ہفتہ کے لیے پشاور گیا ہوا تھا اور جس روز وہ گیا تھا اس روز ہی رضوان منیر آیا تھا اور دوسرے روز ہی تائی اماں رشتہ لے کر بھی آگئیں۔ فلک شیر کے آنے میں ابھی پورے چھ روز باقی تھے وہ جو جاتے ہوئے ذکیہ کے کانوں میں پریم رس ٹپکا کر گیا تھا اور جاتے ہوئے اس نے فون کیا تھا۔

''میں بے جی کو ساتھ لے کر آؤں گا' بس دعا کرو کہ وہ جلد ٹھیک ہوجائیں' پھر......'' وہ ایک دم ہی رک گیا تو ذکیہ نے پوچھا۔

''پھر کیا......؟''

''یہی کہ بے جی کو کہہ دوں گا' میں نے ان کے لیے بہو تلاش کرلی ہے۔ بس جلدی سے اسے لے آئیں تاکہ صبح وشام حاضری والا چکر ختم ہو۔'' وہ اتنے خوب صورت لہجے میں کہہ رہا تھا کہ ذکیہ کے دل کے ایوانوں میں شہنائیاں بجنے لگیں اور اب یہی شہنائیاں نوحوں میں بدل گئی تھیں۔ ذکیہ کا جی چاہا کہ وہ انکار کردے مگر انکار کرتی تو کس طرح اس سے رائے کب لی گئی تھی کہ اسے رضوان قبول بھی ہے یا نہیں۔

وہ اس روایت پرست گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جہاں بیٹیوں کی آئندہ زندگیوں کے فیصلے کرتے وقت انہیں بتایا نہیں جاتا کہ وہ جس کے پلے باندھی جارہی ہیں وہ کون ہے اور کیسا ہے؟ ذکیہ نے کئی بار سوچا کہ بڑی بھابی مونا کو رازداں بنالے مگر کیوں کس آس اور کس برتے پر وہ ایسا کرتی؟ بس وہ تو فلک شیر کے آنے کی دن انگلیوں پر گن رہی تھی، کتنی ہی راتیں اس نے اپنے اور فلک شیر ہی کے بارے میں سوچتے گزار دی تھیں۔ خود ہی سوال کرتی اور خود ہی اپنے آپ کو جواب اور دلیلوں سے بہلاتی پھر اس نے سنا کہ رضوان منیر جلد از جلد شادی کرکے اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔

نصیر احمد، منیر احمد نے بیٹھ کر شادی کی تاریخ بھی طے کردی اور ذکیہ پنجرے میں بند پنچھی کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔ فلک شیر کا انتظار کرتے کرتے اس کی آنکھیں پتھرانے لگی تھیں جو صرف ایک ہفتہ کا کہہ کر گیا تھا اور پورے تیرہ روز ہوگئے تھے مگر وہ نہیں لوٹا تھا۔ اس کے کمرے کی بند کھڑکی دیکھ کر مایوسیاں ذکیہ کے دل میں اندھیروں کی طرح اتر جاتیں اور اس روز امی نے جب ذکیہ کو جیولرز کے ہاں چلنے کو کہا تو ذکیہ نے ہمت کرکے کہہ دیا۔

''امی آخر شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے؟''

"بیٹا..... لڑکیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہوجائیں اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔"

"ابھی تو میرا رزلٹ بھی نہیں آیا پاس نہ ہوئی تو......" ذکیہ نے کہنا چاہا تو وہ بولیں۔

"تم نے کون سی نوکری کرنی ہے بس بہت ہے جو تم نے پڑھ لیا۔ رضوان کی خواہش ہے یوں بھی بیٹا' وہ لڑکیاں بہت خوش قسمت ہوتی ہیں جنہیں ان کے شوہر شادی سے پہلے چاہتے ہیں' پورے خاندان میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ رضوان تمہیں ایک نظر دیکھ کر ہی دیوانہ ہوگیا ہے۔"

"ہونہہ..... آخر اتنی جلدی کی کیا تک ہے' ہر بات تو ان کی نہیں مانی جانی چاہیے نا۔" ذکیہ منہ بنا کر بولی۔

"تم نے سنا نہیں کہ مرد خوب صورت ہو تو خوب صورت بلائیں اس کے گلے کا ہار بن جاتی ہیں پھر رضوان کس پارٹیاں اٹینڈ کرتا ہے کیا خبر کل کلاں کو بدل جائے۔ اس لیے تمہارے ابا بھی مان گئے۔" امی نہ جانے کیا کچھ کہتی رہیں اور وہ سوچ رہی تھی کاش کوئی خوب صورت بلا رضوان کے گلے کا ہار بن جاتی تو میرے دل میں تو آج زخم نہ ہوتے۔

ذکیہ کو رضوان پر غصہ آتا تو ساتھ ساتھ فلک شیر پر بھی شدید ترین غصہ آجاتا لیکن مقدر میں جو سانحے اور حادثے لکھے ہوتے ہیں وہ تو ضرور ہوتے ہیں۔ چاہتے ہوئے بھی ذکیہ رضوان منیر سے شادی سے انکار نہ کرسکی کہ یہ اس کے نصیب میں رقم ہوچکا تھا۔ گھر میں شادی کے ہنگامے شروع ہوچکے تھے اس کی رخصتی میں دو روز باقی تھے۔ رات کا اندھیرا چہار سو پھیلا ہوا تھا' بالکل ذکیہ کے دل کی طرح' وہ گھٹنوں میں سر دیئے قالین پر بیٹھی بے دریغ آنسوؤں کا خزانہ لٹا رہی تھی' اس وقت اس کے نزدیک کوئی نہ تھا۔ رسم مہندی کے سلسلے میں سب لڑکیاں اور بھابیاں منیر احمد کے گھر جاچکی تھیں۔ گھر میں امی اور ذکیہ کی کزن شہلا موجود تھی' شہلا اس وقت کافی تیار کرنے گئی ہوئی تھی تبھی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ذکیہ ایک دم چونکی مگر بیٹھی رہی تیسری بیل پر کسی نے ریسیور اٹھالیا تھا چند لمحے بعد شہلا ٹرے میں مگ سجائے کمرے میں آئی۔

"کس کا فون تھا؟"

"رانگ نمبر تھا۔"

تھوڑی دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اس بار بھی شہلا نے ہی ریسیور اٹھایا تو رانگ نمبر ہی تھا اور ذکیہ جان گئی کہ اس وقت کس

**غزل**

اک خواب ہے اس خواب کی تعبیر کو کھونا بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی نہیں ہے
لپٹا ہوا ہے دل سے کسی راز کی طرح
وہ شخص جس کو میرا ہونا بھی نہیں ہے
یہ عشق محبت کی روایت بھی عجب ہے
پایا نہیں جس کو کھونا بھی نہیں ہے
جس شخص کی خاطر تیرا یہ حال ہے وصی
اس شخص نے تیرے مرجانے پر رونا بھی نہیں ہے

اقراء منیر احمد..... ماچھیوال' وہاڑی

کا فون ہے؟ اس کے دل و دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی اور اس کی نظریں سامنے دیوار پر ٹکے کلینڈر سے الجھ گئیں اور دل میں درد عجیب طرح سے انگڑائیاں لینے لگا۔

"تو فلک آج پورے سولہ روز بعد تمہیں میری یاد آگئی۔"

شہلا کو امی نے کسی کام سے بلالیا تھا اور ذکیہ اس کے جاتے ہی گیلری میں آگئی جہاں فون رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ فلک شیر تیسری بار پھر فون کرے گا اور یہی ہوا اب دوبارہ جب بیل ہوئی تو ذکیہ نے اٹینڈ کیا۔

"ہیلو۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ذکیہ نصیر سے بات کرنی ہے۔" دوسری جانب کوئی لڑکی گھبرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔

"جی بول رہی ہوں۔" ذکیہ کے دل پر پھر مایوسی کے سائے لہرانے لگے۔

"آپ خان فلک شیر سے بات کیجیے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ذکی۔" فلک شیر کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو نجانے کیسے' بہت ضبط کے باوجود بھی ذکیہ کی سسکی نکل گئی۔

"رو رہی ہو پگلی......" فلک شیر کے دل میں اس کی آہ برچھی بن کر لگی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ "دو مرتبہ میں نے فون کیا مگر نا آشنا سی آواز سن کر سلسلہ منقطع کردیا اور بالآخر سسٹر کی منت کی۔"

"تو کیا تم ہسپتال میں ہو؟"

"ہاں۔"

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"بے جی کیسی ہیں؟"

"وہ تو بالکل ٹھیک ہیں مگر......"

"پھر خیریت۔"

"پریشان تو نہیں ہو جاؤ گی؟"

"نہیں' کیا بات ہے۔"

"ذکی نجانے میں تم سے کیوں جھوٹ نہیں بول سکتا' میں شرمندہ ہوں کہ حسب وعدہ ایک ہفتہ بعد پہنچ نہ سکا۔ مجھے علم ہے کہ تم نے میرا انتظار کیا ہوگا مگر مجبوری کہ جس روز میں واپس آ رہا تھا تربیلا کے قریب میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔"

"نہیں......" ذکیہ کپکپا کر رہ گئی۔ "تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" ذکیہ آپ جناب والا تکلف ہی بھول گئی تھی۔

"کچھ خاص نہیں بس چار روز بعد ہوش آیا' ٹانگ اور دائیں بازو پر پلاسٹر چڑھا دیا گیا ہے۔"

"نہیں......نہیں فلک کہہ دو یہ جھوٹ ہے؟"

"سچائیوں کو سننے کا حوصلہ رکھا کرو جان......"

"فلک......تم میں حوصلہ ہے سچائیاں سننے کا۔"

"آف کورس۔"

"تو سنو اب تم فون نہ کرنا۔"

"کیوں؟" فلک شیر نے جلدی سے پوچھا تو وہ خاموشی سے ہونٹ کچلتی رہی۔

"کیوں ذکی......؟ کیا میری دوری نے میرا ہر نقش دھو ڈالا ہے۔"

"تمہاری دوری نے تو تمہارے نقش کو اور بھی گہرا کر دیا ہے۔" ذکیہ نے کہا۔

"پھر تم نے یہ کیوں کہا......"

"اوہو......ایک تو تم فضول میں پریشان ہو جاتے ہو۔ اصل میں' میں اپنے انکل کے ہاں جا رہی ہوں۔"

"کتنے روز کے لیے؟" فلک شیر پوچھ رہا تھا۔

"جب تک رزلٹ نہیں آئے گا وہیں رہوں گی۔"

"مجھے وہاں کا فون نمبر نوٹ کرادو۔"

"ان کا فون نمبر نہیں ہے۔"

"کیوں؟" وہ حیرت سے بولا۔

"اب ضروری تو نہیں کہ میرے رشتہ دار کے ہاں فون کرو۔" ذکیہ نے کہا۔

"اوہ سوری......" فلک شیر شرمندہ ہوگیا کہ یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا پھر اس نے فلک شیر کو کچھ نہیں بتایا وہ اس ہنستے مسکراتے فلک شیر کو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی جو نصیب میں نہیں تھا تو اسے کیوں دکھی کرتی۔

کس تمنا سے تجھ کو چاہا تھا
کس محبت سے ہار مانی ہے

اور اس نے بھی ہار مان لی تھی' خود سے اپنے مقدر سے' جس نے راہ میں خود بخود رکاوٹیں کھڑی کر دی تھیں اگر قدرت کو انہیں ملانا مقصود ہوتا تو فلک شیر کا ایکسیڈنٹ ہی کیوں ہوتا؟

پھر گلابی شام کے دھندلکوں میں وہ اپنے والدین کی ڈھیروں دعائیں لیے کیپٹن رضوان منیر کی بن گئی۔ رضوان منیر بہت خوش تھا کہ جو چاہا پالیا اور خوش کیوں نہ ہوتا سارے کزنز رشک کر رہے تھے اس پر اس کے مقدر پر۔ آتشی غرارہ میں زیورات سے لدی ہوئی ذکیہ کو رونمائی میں ڈائمنڈ کی انگوٹھی اس کی مخروطی انگلی میں ڈالتے ہوئے اس نے ذکیہ کی ڈھیروں تعریف کر ڈالیں۔ پہلی نظر میں ہی عاشق ہو جانے کی فرضی اسٹوری بھی ذکیہ کے گوش گزار کر دی۔

مگر رضوان منیر کی محبت اس کی جنوں خیزیاں بھی ذکیہ کے دل میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ نہ پیدا کرسکیں حالانکہ وہ کئی روز سے رضوان کے بارے میں سوچ رہی تھی مگر خیالوں میں نہایت دھڑلے سے فلک شیر چلا آتا' اب کیسے بھلاتی اس شخص کو جس نے پہلے پہل اسے اور اس کے دل کو محبت جیسے آفاقی جذبے سے آشنا کرایا تھا۔ جذبے تو سارے اسی کے لیے تھے پھر وہ بھلا رضوان منیر کو کیا دے سکتی تھی۔ رضوان منیر اس کے دل پر ہاتھ رکھ سکتا تھا مگر دل کا مکین نہ ہوسکتا تھا۔

پھر ولیمہ ہوا' چوتھی' ساری رسمیں ہوئیں اور وہ رضوان منیر کے لیے بنتی سنورتی رہی کہ وہ مشرقی دلہن تھی۔ دل میں ماتم ہوتا رہتا اور وہ جھلمل کرتے لباس کا کفن اپنے جسم کو پہناتی' رضوان منیر اس کی تعریفیں کرتا نہ تھکتا اور وہ بس مسکرا کر رہ جاتی۔ شادی کے چھٹے روز ہی وہ کھاریاں آگئے اور آنے سے پہلے ذکیہ نے اپنے ماضی کے سب در بند کرتے ہوئے فلک شیر کے نام آخری نامہ لکھا۔ جو اسے یقین تھا کہ فلک شیر کے دل میں نیزے کی طرح اتر جائے گا۔ یہ سب معلوم ہونے کے باوجود بھی اس نے لکھا کہ وہ اپنے دل میں بسنے والے اس شخص کو انتظار کی صلیب پر لٹکتے نہیں دیکھ سکتی تھی اور جب اس نے نہایت خوف زدہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پرس میں سے سفید لفافہ

نکال کر جلدی سے عطیہ کو تھمایا تو وہ حیران رہ گئی۔ عطیہ کی آنکھوں کے سوال اس نے پڑھ لیے اور بولی۔

"عطو...... یہ فلک شیر کو دے دینا۔" ذکیہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

"کون فلک شیر؟" عطیہ کو تو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

"وہی جو سامنے والی اس خوب صورت ماربل کی کوٹھی میں رہتا ہے' ان دنوں وہ پشاور میں ہے جونہی آئے یہ اس کے حوالے کردینا ورنہ...... اگر اس نے مجھے نہ دیکھا تو کھڑکی میں کھڑے کھڑے صبح سے شام کردے گا۔"

"ذکیہ آپا......" عطیہ کے لبوں سے سسکی نکلی۔

"پلیز میری اچھی بہنا' کسی کو نہ بتانا۔"

"مجھے بے وقوف سمجھا ہے آپا؟" عطیہ نے کہا اور لفافہ اپنی کتابوں میں چھپادیا۔ اسے ذکیہ کی حالت سے اندازہ ہورہا تھا کہ اس نے فلک شیر کو کیا لکھا ہوگا' دسویں کلاس کی طالبہ تھی اور سب کچھ جانتی تھی کہ جو لڑکیاں محبت کرتی ہیں اور سماج سے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں رکھتیں وہ یوں ہی لرزتی کانپتی ہیں اور محبوب کے نام آخری نامہ تحریر کرکے اپنے دل کا بوجھ سل کی صورت میں دوسرے فریق پر ڈال دیتی ہیں۔

ذکیہ کھاریاں جارہی تھی مگر لاہور سے چلتے وقت جو درد اس کے دل کی اندرونی تہوں سے اٹھا تھا وہ کم نہ ہوا تھا۔ یہاں پھولوں سے گھرے چھوٹے سے بنگلے میں آکر بھی ذکیہ کی روح میں ماتم جاری رہا اور پھر اس نے خود کو گھر کے کاموں میں مصروف کرلیا۔ گھر کے سارے کام خود کرتی اور رضوان اسے ہر وقت کام کام میں جتے دیکھ کر چڑ جاتے اور کہتے۔

"میں تمہیں نوکرانی نہیں بیوی بنا کر لایا ہوں ذکی۔"

"گھر کے کام کرنے سے بیوی نوکرانی تو نہیں بنتی۔" وہ زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر لے آتی۔ رضوان منیر مرد تھا تو بیوی میں ناز و ادا اور رکھ رکھاؤ چاہتا تھا مگر یہاں تو لگتا تھا کہ اس کے عارضوں کی سرخی زردیوں میں ڈھل گئی ہے اور وہ آنکھیں جنہیں دیکھ کر رضوان منیر کی آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں' وہاں چمک کی جگہ مسلسل نمی کا راج تھا اور پھر ایک روز تو وہ پھٹ پڑا۔

"تم ایسی کیوں ہو ذکیہ...... کیا ہوگیا ہے تمہیں؟"

"کیا ہوا ہے مجھے؟" ذکیہ نے حیرت سے شوہر کو دیکھا۔

"تم شادی سے پہلے کچھ تھیں اور اب...... کہاں گئیں تمہاری شوخیاں' وہ ہنسی' وہ رونق جس نے مجھے تمہارا گرویدہ کیا تھا۔ بتاؤ سچ سچ بتاؤ تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو؟" رضوان منیر اس کے شانوں پر ہاتھ کا دباؤ ڈالے پوچھ رہا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں رضوان آپ...... آپ کو غلط فہمی......" ذکیہ کپکپاتے ہوئے بولی۔

"پھر تم کھوئی کھوئی سی کیوں رہتی ہو' سہمی سہمی سی جیسے کہ کوئی قیمتی شے کہیں رکھ کر بھول گئی ہو اگر تم یہاں خوش نہیں تو......"

"پلیز رضوان...... میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں اور یہ صرف آپ کے دم سے ہے۔"

"پھر بتاؤ ذکی...... میری زندگی' سنا ہے شادی کے بعد عورت پر ٹوٹ کر روپ آتا ہے اور تمہارا تو رہا سہا روپ بھی ان چار ماہ میں ختم ہوگیا ایسا کیوں ہے' کس کا ماتم کرتی ہو؟"

"آپ...... آپ کو غلط فہمی ہے۔" ذکیہ نے مطمئن

### نظم

کافی عرصہ بیت گیا ہے
جانے اب وہ کیسی ہوگی
وقت کی ساری کڑوی باتیں
چپکے چپکے' سہتی ہوگی
اب بھی برستی بارش میں وہ
بن چھتری کے چلتی ہوگی
مجھ سے بچھڑے عرصہ بیتا
اب وہ کس سے لڑتی ہوگی
اچھا تھا جو ساتھ ہی رہتے
بعد میں اس نے سوچا ہوگا
اپنے دل کی ساری باتیں
جانے کس سے کہتی ہوگی
اتنے ناز و پیار سے اب وہ
کس کے دل میں رہتی ہوگی
جب بھی یاد میں آتا ہوں گا
تنہا بیٹھ کے روتی ہوگی
کافی عرصہ بیت گیا ہے
جانے اب وہ کیسی ہوگی

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

کرنا چاہا۔

اس سے پہلے کہ رضوان کچھ کہتا اس کا دوست کیپٹن وقاص احمد آ گیا اور ذکیہ نے شکر کا سانس لیا کہ جان بچی۔ اس روز کے بعد ذکیہ نے خود کو تبدیل کرنے کی بہت کوشش کی مگر کیا کرتی کہ بے تحاشا پریکٹس کے بعد بھی شگوفے نہ مہکے' آنکھوں میں چمک نہ آئی۔

انہی دنوں ذکیہ کی طبیعت خراب رہنے لگی تو رضوان اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا جب ڈاکٹر طاہرہ نے اسے ماں بننے کی خوش خبری سنائی تو رضوان نے دیکھا ایک لمحہ کے لیے اس کی آنکھوں میں وہی پرانی چمک لہرائی اور پھر معدوم ہوگئی۔

''آخر کیا دکھ ہے تمہیں؟'' رضوان کار ڈرائیو کرتے سوچ رہا تھا پھر وہ ذکیہ کو گھر چھوڑ کر اپنے کسی دوست سے ملنے چلا گیا اور پھر یہ روز کا معمول بن گیا۔

رضوان کی شامیں باہر گزرنے لگیں اور ذکیہ انتظار کی صلیب پر لٹکی رہتی۔ رات گئے جب وہ لوٹتا تو اکثر بیشتر کھانا کھا کر آتا اور اس سے بات کیے بنا وسیع بیڈ پر کروٹ لے کر سو جاتا اور وہ جو کھانے پر اس کا انتظار کرتی رہتی تھی' میز پر رکھے برتن سمیٹ کر خود بھی بھوکی سو جاتی۔

''پتا نہیں وہ کیوں اس طرح کر رہا تھا؟'' وہ لوگ جب سے آئے تھے پھر لاہور نہیں جا سکے تھے۔ نسرین بیگم کو پتا چلا تو انہوں نے رضوان سے کہا تھا۔ وہ ذکیہ کو لاہور بھیج دے مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔

''امی...... آپ آنا چاہیں تو آ جائیں ذکیہ وہاں چلی گئی تو مجھے پریشانی ہوگی۔'' اور نسرین بیگم ہنس دیں' وہ ماں کو پڑھا رہا تھا وہ خوش تھیں کہ بیٹا بہو خوش ہیں اور ایک ماں کے لیے یہی بہت تھا۔

آخر نسرین بیگم خود ہی کھاریاں آ گئیں اور ذکیہ کو دیکھ کر تو انہیں عجیب سا جھٹکا لگا' کیا سے کیا ہوگئی تھی وہ۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں بہورانی؟''

''کچھ نہیں ہوا تائی اماں۔''

''تم خوش تو ہو؟''

''اپنے گھر میں کون بھلا ناخوش نہیں ہوگا۔''

''رضوان کی طرف سے تو کوئی شکایت نہیں۔'' وہ بولیں۔

''پھر یہ سب کیا ہے تُو تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں تائی اماں...... کہتے ہیں ایسا ہوہی جاتا ہے۔'' ذکیہ نے انہیں ہر طرح سے مطمئن کرنا چاہا اور جب سہ پہر کو رضوان آیا تو نسرین بیگم اس پر چڑھ دوڑیں۔

''گلاب کا پھول تمہیں سونپا تھا' تم نے اسے سرسوں میں بدل دیا۔''

''اوہ امی...... آپ ناحق پریشان ہو رہی ہیں' مجھے تو یہ آج بھی وہی گلاب کا پھول ہی لگتی ہے۔'' رضوان کے لہجے میں جو کاٹ تھی وہ ذکیہ کو صاف محسوس ہوئی تب ہی تو وہ جلدی سے ماں بیٹے کے قریب سے ہٹ گئی۔

نسرین بیگم کیا آئیں کہ ذکیہ کا لائف اسٹائل ہی بدل گیا' سارا دن وہ آرام سے پڑی رہتی یا پھر کھاتی رہتی اور نسرین بیگم نے خود ہی سارا گھر سنبھال لیا تھا۔ ذکیہ کو تو وہ بیڈ سے اترنے ہی نہ دیتیں اور پھر ایک چمکیلی صبح موت و زیست کے پل صراط سے گزر کر ذکیہ نے یاسر کو جنم دیا۔ یاسر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو وہ حیران رہ گئی تھی اس کا ہر ہر نقش فلک شیر کی طرح تھا۔ یا اللہ ذہنوں اور دل پر نقش اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ وہ ہر تخلیق میں ڈھل سکتے ہیں۔ یاسر کی چوڑی پیشانی پر سر رکھ کر وہ بے تحاشا رو دی' ایک ہفتہ بعد ہی نسرین بیگم ذکیہ کو لے کر لاہور آ گئیں۔ رضوان نہ آیا تھا کہ اسے چھٹی نہیں ملی تھی اور ذکیہ کو علم تھا کہ یہ نہ جانے کا صرف ایک بہانہ ہی تھا۔

لاہور آ کر گزری یادوں اور ساعتوں نے پھر ذکیہ کا گھیراؤ کر لیا' جو بھی یاسر کو دیکھنے اور ذکیہ سے ملنے آتا وہ ایک سوال ضرور کرتا۔

''ذکیہ...... تم رضوان کے ساتھ خوش تو ہو نا؟'' اور وہ جواب میں رضوان کی ڈھیروں تعریفیں کرتی اور اپنی خوشی کا اظہار کرتی مگر ایک عطیہ تھی جو سب جانتی تھی۔ بہن کی خوشیوں کے بارے میں ذکیہ نے کئی بار اسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہ کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔ عطیہ کو تو اس کے ہر سوال کا علم تھا ایک روز جب دونوں بہنوں کو تنہائی ملی تو ذکیہ نے کہا۔

''عطو...... میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' اس نے سرک کر بیڈ پر عطیہ کے لیے جگہ بنائی اور عطیہ اس کے قریب جا بیٹھی۔ ذکیہ نے اس کا ہاتھ تھاما تو عطیہ نے اس کی طرف دیکھا جس کے لب کپکپا رہے تھے کچھ کہنے کو' کچھ پوچھنے کو بے تاب تھے اور آنکھوں میں نمی تھی۔ عطیہ نے اسے زیادہ پریشان نہ کرنا چاہا۔

''آپا...... میں نے آپ کا پیغام فلک شیر کو پہنچا دیا تھا۔''

''پھر......'' بے تاب ہو کر پوچھا۔

’’پھر آپا وہ خط پڑھ کر بے تحاشا رو دیا اور اس روز کے بعد وہ ایسا گیا کہ لوٹ کر نہ آیا۔ انہوں نے کوٹھی بیچ دی ہے اب وہاں ڈاکٹر انیل ملک آ گئے ہیں۔‘‘ عطیہ نے تفصیل بتائی۔

’’تمہیں اس نے نہیں بتایا تھا کہ کہاں جا رہا ہے؟‘‘

’’نہیں اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ ذکی نے مجھے بے جی کے سامنے شرمندہ کر دیا اور مجھے مار ڈالا۔ اس کے باوجود میری دعا ہے کہ اللہ اسے خوش رکھے میرے لیے یہ احساس کم نہیں کہ جسے میں نے چاہا اس نے بھی مجھے اتنا بے تحاشا چاہا۔‘‘ عطیہ کہہ رہی تھی اور ذکیہ آنکھیں بند کیے لمبی لمبی سانس لیتے ہوئے سب سن رہی تھی۔

’’آپا......‘‘ عطیہ نے اسے پکارا تو دو آنسو ذکیہ کی آنکھوں سے ڈھلک آئے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

’’کیا آپ کو فلک شیر کبھی یاد آتا ہے؟‘‘

’’نہیں...... آئندہ مت ذکر کرنا اس کا‘ بھول چکی ہوں میں اسے۔‘‘ ذکیہ کا لہجہ اس قدر سخت ہو گیا تھا کہ عطیہ کو بہت زور سے ہنسی آ گئی یہ بھی ایک انداز ہے اپنے اندر کے شور کو دبانے کا پھر وقت کچھ اور گزرا۔ عطیہ کو پتا چل چکا تھا کہ ذکیہ اپنے گھر میں خوش نہیں ہے رضوان منیر میجر بن گیا تھا اور ان دنوں ان کی پوسٹنگ کوئٹہ میں تھی تب عطیہ چھٹیاں گزارنے کوئٹہ پہنچ گئی۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسے پتا چلا کہ میجر رضوان منیر اور اس کی آپا کے درمیان فاصلے اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ یاسر جیسا پل بھی دونوں کو ملانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

رضوان رات کو دیر سے کلب سے لوٹتا‘ ذکیہ کی بے عزتی کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ البتہ کبھی کبھی وہ کسی مکس گیدرنگ میں اسے ضرور لے جاتا اور پھر واپسی پر وہ دوسروں کی بیویوں کی تعریفیں اس انداز سے کرتا کہ خوامخواہ ہی ذکیہ جیلس ہو جاتی۔

یاسر کے بعد قدرت نے ناصر کو اس کی بے سکون زندگی میں شامل کر دیا لیکن رضوان لوٹ کر نہ آیا یہ بھی شکر تھا کہ وہ رات کو گھر لوٹ آتا تھا۔ اڑتے اڑتے اس نے سنا تھا کہ آج کل اس کا ایک سینئر افسر کی بیٹی ارسلہ سے افیئر چل رہا ہے اور دونوں اکثر ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ جب ذکیہ نے پوچھا تو اس نے نہایت ڈھٹائی سے اعتراف کر لیا۔

’’جو تم نے سنا ہے سچ ہے اگر زیادہ ٹر ٹر کی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میکے بھیج دوں گا۔‘‘ ایک ہی جملے میں اس نے ذکیہ کی زبان

بند کردی تھی۔

پھر ذکیہ کی ہمت ہی نہ ہوئی تھی کچھ کہنے کی کہ وہ تو ڈال ڈال پر منڈلانے والا بھنورا تھا۔ ارسلہ درانی کے بعد ٹینا مجید پھر غزل فرمان آئیں اور نہ جانے کتنی آئیں اب سب کا تو ذکیہ کو پتا نہ تھا۔ یونہی ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود بھی وہ ساتھ تھے۔

شادی کو پورے سات برس گزر چکے تھے اب رضوان کی پوسٹنگ لاہور میں تھی اور یہاں آ کر ذکیہ کو تنہائی سے نجات ملی تھی تو رضوان بھی ذرا سدھر گیا تھا کہ گھر والوں کی آنکھوں میں دھول نہ جھونک سکتا تھا۔ ذکیہ دو چار روز بعد میکے جاتی تھی کبھی سسرال چلی جاتی اور اب جو آئی تو امی نے اسے کہہ دیا کہ عطیہ کو سمجھاؤ وہ وہاب کا پرپوزل قبول کرلے۔ وہ تو کئی بار عطیہ کو ذکیہ کی مثال دے چکی تھیں کہ جو والدین نے چاہا کردیا' اس نے زبان سے اُف بھی نہ کی تب عطیہ دل ہی دل میں کہتی۔

''اُف کردیتیں تو اچھا تھا' یہ جو اب عذاب جھیل رہی ہیں یہ تو نہ جھیلنا پڑتا۔'' مگر وہ دل کی بات زبان پر لا کر ذکیہ کو دکھوں کی آگ میں نہ دھکیلنا چاہتی تھی اور اب ذکیہ نے عطیہ کو سمجھانے کا بیڑہ اٹھایا تھا تو الٹا اس نے ذکیہ کے زخموں کو کرید ڈالا تھا مگر پھر بھی وہ باز نہ آئی اور ٹہلتے ہوئے جب وہ واپس آرہی تھی تو ذکیہ نے کہا۔

''عطو..... تُو تو کسی کو پسند نہیں کرتی پھر تو وہاب کے ساتھ خوش رہے گی۔ میں نے تو خود اپنی ازدواجی زندگی میں دراڑ ڈالی ہے' فلک شیر کو دل اور ذہن سے کھرچ نہیں سکی اور رضوان جو چاہتا تھا شادی کے ابتدائی دنوں میں نہ دے سکی۔ بس یونہی غلطی ہوگئی قصور تو میرا ہے' رضوان کا کوئی دوش نہیں۔ اس کے دل میں جو گرہ پڑی ہے میں نہیں کھول سکی حالانکہ بے وقوفی تھی میری کہ جسے پا نہیں سکتی اس کے خیالوں میں کھوئی رہی' خیال جو حسین تو ہوتے ہیں مگر جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی پلیز عطو..... میری طرح خود کو تباہ مت کرو' حقیقت سے نظریں ملاؤ۔''

''آپا فرض کرو کہ آپ کی فلک شیر سے شادی ہوجاتی پھر.....'' عطیہ نے پوچھا۔

''میرے خیال میں ہماری ازدواجی زندگی بہت کامیاب ہوتی۔'' ذکیہ نے کہا۔ ''اور پھر یہ بھی کہ انسان جسے چاہے اور وہ بھی چاہے تو اس سے بہتر اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ عطو! مجھے یقین ہے کہ تم بھی وہاب کو پسند کرتی ہو۔'' ذکیہ نے تاک کر تیر پھینکا تو عطیہ گھبرا گئی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں نا؟'' ذکیہ نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

''آپا سچ تو یہ ہے کہ میں اس وقت سے ڈرتی ہوں جب وہاب کی محبت نفرت' کج ادائی میں بدل جائے گی..... اور آپا آپ کو علم ہے کہ میں بہت انتہا پسند ہوں اگر وہ بدلا تو اسے جان سے ماردوں گی۔''

''بے وقوف ہو تم تو وہ بھلا کیوں بدلے گا' پتا ہے وہ مجھے کیا کہہ رہا تھا؟''

''کیا؟'' عطیہ نے پوچھا۔

''کہ آپ اس جھلی کو سمجھاؤ نہ خود برباد ہو نہ مجھے غریب کو خوار کرے۔'' ذکیہ نے بتایا تو وہ ہنس دی اب وہ دونوں گھر پہنچ گئی تھیں۔

''اچھی طرح سوچ لینا تم۔'' ذکیہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی تو عطیہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی اور پھر چند لمحے بعد وہ اپنی الماری میں سے ایک فریم شدہ تصویر اٹھا لائی' بیڈ پر بیٹھنے کے بعد اس نے فریم گود میں رکھا اور نہایت غور سے تصویر کو دیکھنے لگی۔

''وہاب.....'' اس کے لب کانپے' کسٹم کی فل وردی میں ملبوس وہ نظر لگ جانے کی حد تک اچھا لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں وہی پیار تھا جو وہاب کو دیکھنے پر دھنک رنگوں کی طرح جھلمل کرتا تھا۔

''میں ہار گئی وہاب..... ہار گئی۔'' عطیہ اپنے کانپتے ہاتھ تصویر پر پھیرنے لگی اور دوسری صبح خوشیوں کا پیغام لائی جب جلدی جلدی ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد عطیہ نے کتابیں اٹھائیں اور امی سے بولی۔

''امی..... ماماجی سے کہہ دیں کہ مجھے ان کا نالائق بیٹا قبول ہے مگر جلدی نہ کریں' میرے امتحان ہوجائیں تو وہ شہنائیاں بجادیں۔'' عطیہ کے لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی پھر وہ رکی نہیں اور جلدی سے ڈرائنگ روم سے نکل گئی اور اس کی بوکھلاہٹ پر سب ہنس دیئے تھے۔

قربت بھی نہیں، دل سے اتر بھی نہیں جاتا
وہ شخص کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا
آنکھیں ہیں کہ خالی نہیں رہتی ہیں لہو سے
اور زخمِ جدائی ہے کہ بھر بھی نہیں جاتا

شام کی چائے پر خاص اہتمام اسی وقت ہوتا جب بڑی آپا کو دیکھنے کچھ لوگ آتے تھے بڑی عمر کی تو نہیں تھیں بڑی آپا..... مگر جلدی پڑھائی کو خیرباد کہہ دینے کی وجہ سے وہ کئی سالوں سے گھر بیٹھی تھیں۔ صبح، دوپہر، شام ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے بانس کی طرح قد نکالتی لڑکی آنکھ میں پڑے تنکے کی طرح کھٹکنے لگی تھی۔ رشتے والی ماسیوں سے پہلے دونوں نے اپنے اپنے بہن بھائیوں سے لڑکی کی شادی، عمر اور مناسب رشتے کا ذکر کیا سب نے کان بند کر لیے..... زبان پہ قفل لگا لیے۔

ابا کے بھائیوں نے اپنی بیویوں کی سمت دیکھا اور ان کی آنکھ کے اشارے سے سر جھکا لیا اور اماں کے بھائیوں نے صاف کہہ دیا۔

"ہمارے لڑکے تو عمر میں چھوٹے ہیں۔" دونوں نے اپنوں سے مایوس ہو کر رشتے کے لیے رشتہ کروانے والی ماسی سے کہہ دیا یہ کوئی آسان اور خوش کن معاملہ نہیں تھا..... اپنی بیٹی کو ہر آئے دن غیر لوگوں کے سامنے پیش کرتا اور پھر کسی نہ کسی وجہ سے انکار کی ذلت برداشت کرنا۔

"یہ سب تو سوچا ہی نہیں تھا آپا، مجھے لگتا تھا کہ بڑے تاؤ کے بڑے بیٹے عاشر بھائی آپ میں دلچسپی رکھتے ہیں، مجھے لگتا تھا جب آپ کی شادی کی عمر ہوگی تو امی ابا کو تایا اور ماموں کے بیٹے کا رشتہ لے کر فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا مگر یہاں تو نہ تاؤ نے رشتہ مانگا نہ ماموں نے..... تم تو گوری چٹی ہو آپا..... اتنی سلیقہ مند، اتنی خوب صورت، تمہارے لیے کوئی نہیں آیا تو میں تو اپنوں سے کوئی امید ہی نہ رکھوں۔" وہ ناجیہ تھی اس کی چھوٹی بہن، شام کی چائے لے کر چھت پر آئی تو آپا کی بھیگی پلکیں دیکھ کر کہے بنا نہ رہ سکی۔

"سچ کہوں ناجیہ..... عاشر کے لیے میں بھی ایسے ہی سوچتی تھی مگر غلط فہمی تھی میری..... شاید تائی امی اپنے میکے سے ہی بہو لائیں گی..... ہم تو ان کے دیور کی بیٹیاں ہیں ناں، سفید پوش دیور کی بیٹیاں۔" آپا نے صاف گوئی سے کام لیا اور ساتھ ہی سر جھٹک دیا۔

☆......☆......☆

سورج روبہ زوال تھا' ماحول کی گھٹن بتدریج بڑھ رہی تھی پھر سورج ڈھل گیا' تمام شہر اندھیرے میں ڈوب گیا' گہرا کالا گھٹا ٹوپ اندھیرا' اسی اندھیرے میں دو آنکھیں آسمان پر ٹمٹماتے تاروں کو دیکھنے میں محو تھیں' ذہن عجیب سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ چاروں اُور خاموشی اور سناٹا تھا' کبھی کبھی خاموشی بھی بہت کچھ سمجھا دیتی ہے' اس رات کے کالے اندھیرے اور خاموشی نے بھی ناجیہ کو بہت کچھ سمجھایا...... اس نے عاشر کے چھوٹے بھائی اپنے تایازاد حاشر کے نام کا ورق پھاڑ دیا تھا...... دل جیسے اس لمحے ساکت و جامد ہو رہا تھا۔ بات تو کچھ بھی نہیں ہوئی تھی' ابا کے کہنے پر اس نے تاؤ کی بیکری کا فون نمبر ملایا تھا' پھر کسی وجہ سے فون کٹ گیا' اگلے دن ابا نے پھر تاؤ سے کوئی بات کرنے کے لیے نمبر ملانے کا کہا' ایک دو بار نمبر ڈائل کیا مگر دوسری طرف کسی نے فون نہ اٹھایا' شام میں ابا کے یاد دلانے پر اس نے پھر نمبر ملا دیا...... اسی وقت ابا کے موبائل پر کسی کا فون آ گیا...... وہ عینک ناک پر ٹکائے موبائل کی اسکرین پر غور سے دیکھتے اسے اشارہ کرتے باہر نکل گئے۔

دوسری سمت حاشر فون اٹھا کر ہیلو ہیلو کرتا رہا...... ہیلو...... ناجیہ یہ تم ہو...... کیوں بار بار فون کر رہی ہو؟'' اس نے بوکھلا کر فون بند کر دیا...... وہ حاشر کو فون کرنے کی حقیقت کے بارے میں بتا سکتی تھی مگر نجانے کیوں اس کی آواز سن کر گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ اگلی ہی شام تاؤ تائی آ گئے۔ عاشر بھائی کی بات پکی ہونے کی مٹھائی لے کر۔ تاؤ نے عجیب نظروں سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بات کی۔

''آج کل شریف لڑکے لڑکی کا رشتہ ملنا بہت مشکل ہے۔ عاشر کی منگیتر آج کل کی لڑکیوں کی طرح بالکل بھی نہیں ہے' بڑی معصوم اور شریف بچی ہے...... وہ تو ماموں زاد ہونے کے باوجود عاشر سے فون پر بھی بات نہیں کرتی ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو ماں باپ سے چوری چھپے فون کا ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں...... بھئی سی ایل آئی سے سب پتہ چل جاتا ہے کوئی کب' کہاں سے اور کتنی بار فون کر چکا ہے؟'' وہ ان کی اس بات کو ایک ہی پل میں سمجھ گئی تھی...... ابا کی سمت دیکھا...... وہ بھی جیسے سب کچھ سمجھ گئے تھے۔

''بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔'' انہوں نے جیسے ضبط کا گھونٹ بھرا تھا۔ اس لمحے زندگی نے ایک سبق پڑھایا تھا...... ایک دروازہ کھلنے سے پہلے بند ہوا تھا۔ اپنوں سے بندھی ایک امید نے دم توڑا تھا۔ اس نے ابا کی آنکھوں میں صدیوں کی تھکن دیکھی تھی۔

''تاؤ بھلے آپا کا یا میرا رشتہ نہ مانگتے مگر گھما پھرا کر یوں الزام نہ لگاتے اور ابا...... ابا آپ کیوں خاموش رہے۔'' وہ شکوہ کناں ہوئی۔

''مجھے اپنی بچیوں کی پاک دامنی اور کردار کی صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے جیسے بات ہی ختم کر دی۔

''ابا پھر بھی......'' اس نے بحث جاری رکھی۔ وہ وضو کر رہے تھے۔ گردن گھما کر اسے دیکھا۔

''ساٹھ سال کی عمر ہے میری ناجیہ بیٹی' لوگ ہی لوگ دیکھے ہیں میں نے...... چہرے ہی چہرے...... اکڑے ہوئے کلف زدہ جسم...... نقاب اور تعفن زدہ چہرے...... میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے بیٹا...... یہ بات میرے بڑے بھائی نے اس لیے نہیں کی کہ وہ اپنی بیوی کی بھتیجی اور اپنی ہونے والی بہو کی تعریف کر رہے تھے بلکہ اس لیے کی تاکہ میں اپنی دوسری بیٹی کے لیے کوئی امید نہ باندھوں...... وہ جانتے نہیں شاید' کبھی کبھی اپنوں سے بندھے رشتے گول گلی میں چکر کاٹتے رہتے ہیں' آج جو میرے دروازے پر دستک دیے بغیر آگے نکل گئے کل گول چکر کاٹ کر پھر میرے دروازے کے سامنے کھڑے امید سے دیکھیں گے کہ کب یہ دروازہ ان کے لیے کھلے گا...... تم نہیں سمجھو گی۔''

''پھر وعدہ کریں ابا...... جب گول گلی کا چکر پورا ہوگا تو آپ اس الزام کا بدلہ ضرور لیں گے۔'' وہ ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''بیٹیوں پر الزام نہیں لگاتے ناجیہ بیٹی ان کی پردہ پوشی

محبتوں کا امین بن کر

محبتوں کا خون کیا تم نے محبتوں کا امین بن کر
مجھے درد سے آشنا کیا تم نے درد من بن کر
مجھے بیچ سفر میں چھوڑ دیا میرا ہم سفر بن کر
مجھے تنہائی کا تحفہ دیا میرا ہم نشین بن کر
میرا اعتبار تم نے توڑ دیا میرے یقین کا تم نے خون کیا
مجھ سے اپنا پن بھی چھین لیا میرا اپنا بن کر
اب گلہ کروں تو کس سے کروں دکھاؤں کس کو دل اپنا
تو ہی تو میرا اپنا تھا کھڑا ہے اب غیر بن کر
محبت کے ہاتھ کھایا ہے فریب اب کہاں جاؤں نصیب
مجھے تپتی دھوپ میں چھوڑ گیا گھنا سایہ بن کر
کچھ دیر تو سچ ہوتا کچھ دیر تو رکا ہوتا
یہ زندگی بھر کا بندھن تھا ٹوٹ گیا شیشہ بن کر
یہ زندگی بھر کا ناطہ یہ اٹوٹ بندھن تھا
تُو نے پل میں کیسے توڑ دیا اجنبی بن کر

ثمرین خان.....ٹنڈو آدم

کرتے ہیں۔'' وہ ہلکا سا مسکرائے اور نماز کے لیے نکل گئے.....اور اسی رات وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی بہت کچھ سمجھ گئی.....حاشر کے نام کو دل کی سطح سے کھرچ پھینکا تھا۔

☆......☆......☆

دونوں کے چہرے پر پھیلی طمانیت ان کی آسودہ زندگی کی غمازی کررہی تھی۔ وہ دونوں بہنیں دو بھائیوں سے بیاہ کر رخصت ہوگئی تھیں۔ بڑی آپا کی گود میں پری آگئی اور ناجیہ کی گود میں پیارا سا بیٹا.....ابا دونوں کی آمد پر بہت خوش تھے۔ اماں نے کھانے پر خوب اہتمام کیا۔ ابا بچوں کے لیے ٹافیاں' چاکلیٹ اور چپس بھی لے آئے تھے..... دونوں سے چھوٹا شہزاد بھی اب بڑا ہوگیا تھا' کالج سے لوٹا تو دونوں بہنوں اور ان کے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوا۔ ماموں کو دیکھ کر بچے بھی تالیاں بجانے لگے۔

''شہزاد بھی بڑا ہوگیا اماں' بی اے میں پہنچ گیا ہے' اب اس کی بھی فکر کریں۔'' بڑی آپا نے شرارت سے شہزاد کی سمت دیکھا۔

''کیا آپا آپ بھی.....ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا ہے' اماں ابا کے لیے.....بہت محنت کرنی ہے' بس آپ دعا کریں۔''

''اللہ تمہیں کامیاب کرے میرے بھائی۔'' بڑی آپا نے اسے ساتھ لگالیا۔ یہ دعا جو ایک بہن کے دل سے نکلی تھی' بھائی کو لگ گئی' اس خوشگوار شام کے کچھ دن بعد ہی شہزاد کو ایک دوست کے توسط سے دبئی میں نوکری مل گئی' وہ دبئی چلا گیا۔ سال بھر میں ہی گھر کے حالات بدل گئے۔ اماں ابا عمرہ کر آئے' اگلے سال سیکنڈ ہینڈ گاڑی لے لی.....تین سال میں ابا کی دکان کو بڑھا کر ڈپارٹمنٹل اسٹور بنادیا.....پھر ایک دن اماں نے شادی کے لیے سنجیدگی سے بات کی تو اس نے بھی اپنی پسند بتادی اور جلدی واپس وطن آنے کا وعدہ کرلیا۔

☆......☆......☆

شہزاد کی آمد پر دونوں بہنیں بھی اپنے اپنے بچوں کے ساتھ آ گئیں تھیں، گھر میں خوب رونق جمی تھی۔ دونوں کے شوہر اور بچوں سے گھر میں شور شرابہ برپا تھا۔ اماں ابا کی خوشی دیدنی تھی، شام کی چائے پر وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب دروازے پر دستک ہوئی۔ ناجیہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا، دروازے پر کھڑے تاؤ تائی کو اتنے سالوں بعد دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ اتنے سالوں بعد جب ان کے دونوں بیٹے اپنی زندگیوں میں خوش اور مطمئن تھے تو وہ کیوں آئے تھے۔

”السلام علیکم! ابا...... تاؤ، تائی آئے ہیں۔“ اس نے سلام کر کے وہیں سے پکارا۔

”تاؤ...... وہ...... کہاں؟“ ابا بھی بڑبڑاتے ہوئے دروازے تک آئے، بھائی سے گلے لگ کر ملے اور پھر انہیں اپنے ساتھ اندر صحن تک لے آئے، گھر کے حالات اور مطمئن مسکراتے چہرے محبتوں کی گواہی دے رہے تھے۔

”آیئے بھابی! اتنے عرصے بعد“ اماں نے تائی کو ساتھ لگالیا۔ ناجیہ تو اپنے شوہر کی محبت اور بچوں میں وہ ساری بات بھول بھی چکی تھی مگر آج ان کا آنا...... وہ کچھ الجھ سی گئی۔

”ماشاءاللہ شہزاد واپس آ گیا...... بہت نیک بچہ ہے ماشاء اللہ...... خوب ترقی کی ہے بچے نے۔“ تائی بڑی مٹھاس سے کہہ رہی تھیں۔

”بس دعائیں ہیں آپ کی۔“

”اللہ کے فضل سے میرے داماد بھی بہت اچھے اور نیک ہیں۔“ ابا نے اپنے دونوں دامادوں کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بس اب تو اچھی سی بہو بھی لے آئیے۔“ تائی نے بات چھیڑی۔ ابا نے ان کی بات کو غور سے سنا پھر ناجیہ کی سمت دیکھا جیسے اسے کئی سال پہلے کی وہی بات سمجھانا چاہ رہے ہوں۔

”بس، دعا کریں، ان شاءاللہ جلد ہی......“

”کوئی لڑکی ہے کیا نظر میں بھابی...... شہزاد جیسے بچے کو تو لوگ اپنی بیٹی خود منہ بول کر دیں، ایسا سعادت مند بچہ ہے۔“

تائی کے منہ سے تو شہزاد کے لیے پیار ہی پیار برس رہا تھا۔ ناجیہ جیسے ساری بات سمجھ گئی۔

”جی بھابی...... آپ سنائیں، عاشر اور حاشر کے کتنے بچے ہیں اور حنا کیا کرتی ہے، بڑی ہو گئی ہوگی اب تو۔“ اماں نے پوچھا اور اشارے سے ناجیہ کو چائے کے لیے کہا۔

”عاشر کے دو بیٹے ہیں اور عاشر کی ایک بیٹی، بس اب حنا کی ہی فکر ہے، ماشاءاللہ سے بی ایس سی کر چکی ہے میرے میکے میں تو کوئی لڑکا ہے نہیں اس کا ہم عمر، بس دعا کریں۔“ تائی کی بات نے جیسے سب کچھ سمجھا دیا تھا، تاؤ تائی گول گلی کا چکر کاٹ کر پھر اسی دروازے پر آ کھڑے ہوئے تھے، سوالی بن کر۔

”شہزاد کے لیے تو ہم نے دونوں لڑکیوں کی سب سے چھوٹی نند کا رشتہ مانگ لیا ہے، شہزاد کی مرضی اور پسند سے، ماشاء اللہ بہت نیک اور معصوم بچی ہے......“ ابا نے بات ادھوری چھوڑ دی، گول گلی کا چکر کاٹنے والے شاید بھول گئے تھے کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ ناجیہ نے فخر سے ابا کی سمت دیکھا، انہوں نے بدلہ لے لیا مگر اپنی بات پر قائم رہے...... آدھی بات کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھ گئی، بیٹیوں پر الزام نہیں لگاتے ان کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔“ اس نے مسکرا کر ابا کی سمت دیکھا اور کچن کی طرف بڑھ گئی، تاؤ تائی کے اترے چہرے کی سمت دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔

ذرا مسکرا میرے گمشدہ
فاخرہ گل

## حصہ 10

غمِ یار کی تب و تاب پر، میری زندگی بھی نثار ہے
میں ہزار خوشیاں پرکھ چکا، غمِ یار پھر غمِ یار ہے
یہ زبان و دل کی رقابتیں، نہ شکایتیں نہ حکایتیں
لبِ بند میرے سخن سرا، میری خامشی بھی پکار ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

اجیہ کے گھر پر تالا دیکھ کر ارتش بے حد متفکر ہوجاتا ہے جب ہی وہ اس سے فون پر رابطہ کرتا ہے دوسری طرف اجیہ اپنے گھر میں موجودگی کی اطلاع دیتے اس کو حیران کردیتی ہے سکندر صاحب کے جارحانہ رویوں اور اجیہ کے غزنی سے نکاح کا سن کر وہ شاکڈ رہ جاتا ہے اور اپنے دوست حسن کی مدد سے گھر کا لاک کھولنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اجیہ کی والدہ ارتش کو اپنی زندگی کی تمام حقیقت سے آگاہ کرتے اپنی مجبوریوں کے متعلق بتاتی ہیں جب ہی ارتش اجیہ سے فوری نکاح پر آمادگی ظاہر کرتا ہے اس مقصد کے لیے وہ بوا کو اپنے ساتھ لے کر اجیہ کے گھر پہنچتا ہے جبکہ بوا ارتش کے نکاح کا جان کر شاکڈ رہ جاتی ہیں وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہوتی ہیں کہ ارتش کی ممی شرمین کو اپنی بہو بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں جب ہی وہ اپنے نکاح میں شریک ہونے والی بات کسی پر ظاہر نہ کرنے کا کہتی ہیں ارتش ان کی مجبوری کو سمجھتے ان سے وعدہ کرلیتا ہے اور یوں بوا اور چند گواہان کی موجودگی میں اجیہ کا نکاح ارتش سے ہوجاتا ہے دوسری طرف غزنی دل کی مراد بر آنے پر بے حد مسرور ہوتا ہے اسے اجیہ کی تلخ باتیں وقتی جذباتیت اور حماقت نظر آتی ہیں گھر کے سب ہی لوگ اس خوشی میں بے حد خوش ہوتے ہیں غزنی شرمین کو بھی آفس نہ آنے کا کہتا اپنی شادی کا تذکرہ کرتا ہے اور اجیہ سکندر کے نام پر شرمین چونک جاتی ہے کیونکہ اس اجیہ سے تو اس کے پرانے تعلقات تھے لیکن وہ بھی اجیہ اور غزنی کی شادی کا سن کر خوش نظر آتی ہے۔ بوا اور ارتش کے ہمراہ اجیہ اپنے گھر کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیتی ہے ایسے میں ارتش اس کے جذبات و احساسات کا بے حد خیال رکھتا ہے اور اس کے لیے خوب صورت جوڑا خرید کر اسے پارلر میں تیار ہونے بھیج دیتا ہے اجیہ اس کا ساتھ پاکر تمام خدشات بھول جاتی ہے۔ دوسری طرف سکندر صاحب گھر پہنچ کر اجیہ کی غیر موجودگی کا سن کر مشتعل ہوجاتے ہیں اور اس کے کردار کو مشکوک قرار دیتے ہیں غصے کے عالم میں وہ طلاق کا لفظ بھی منہ سے نکالتے ہیں مگر حنین انہیں دوسری طرف لے جاتی ہے اسی جھگڑے کے دوران حنین پر اصلیت کھلتی ہے کہ وہ سکندر صاحب کے دوست کی بیٹی ہے جسے انہوں نے پالا ہے یہ حقیقت اپنی ماں سے جان کر وہ شاکڈ رہ جاتی ہے دوسری طرف سکندر صاحب اپنے بھائی کو تمام حقیقت بتانے کا ارادہ کرتے ہیں اور غزنی کو فون پر بارات نہ لانے کا کہتے ہیں اجیہ کی گھر سے گمشدگی کی خبر غزنی کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی اجیہ ارتش کے ہمراہ دلہن بنی اس کے گھر پہنچتی ہے کہ وہاں ارتش کی ممی اپنی اسکول ٹیچر اجیہ کو ارتش کے پہلو میں دیکھ کر شاکڈ رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.......❁.......❁

کسے خبر تھی
اک مسافر مستقل زنجیر کرے گا
اور سفر کے سب آداب بدل جائیں گے
کسے یقین تھا
وقت کی رو جس دن
مٹھی میں بند ہوگی
ساری آنکھیں سارے خواب بدل جائیں گے
ہمیں خبر تھی
ہمیں یقین تھا
کبھی تو ہم نے توڑ دیا تھا رشتہ شہرت عام

تبھی تو ہم نے چھوڑ دیا تھا شہر نمود و نام
لیکن میرے اندر کا کمزور آدمی
شام سویرے مجھے ڈرانے آجاتا ہے
نئے سفر میں کیا کھویا ہے کیا پایا ہے
سب سمجھانے آجاتا ہے

اور صرف ممی ہی نہیں' اس وقت خود اجیہ کا دل بھی ایک عجیب بے یقین کیفیت سے گزر رہی تھی۔ ایک تو میکہ اس طرح چھوڑنے کا دکھ اور پھر اسے دیکھتی ہی ممی کی آنکھوں سے ابلتا آتش فشاں' اسے لمحے کے ہزارویں حصے میں بہت کچھ سمجھا آ گیا تھا۔ وہ اربش کے سہارے اپنی زندگی کے اس نئے سفر پر پہلا قدم رکھ تو چکی تھی لیکن یہ سفر خوش گوار بھی ہوگا یا نہیں' اس بات کا یقین کرنا ابھی باقی تھا۔

ممی ابھی تک اپنی جگہ سے اٹھی نہیں تھیں اور نہ ہی اب تک ان کے دیکھنے کے انداز میں کوئی بھی تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ یقینی طور پر انہیں اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا' حیرت اس قدر تھی کہ ذہن میں کوئی سوال تک نہیں تھا' وہ بس دیکھے جارہی تھیں یا ان کی آنکھوں میں کیسے تاثرات ہیں وہ اس سے بھی بے خبر تھیں۔

بوا' ممی سے نظریں چراتی محسوس ہوئیں لیکن ممی کو ان کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی کہاں تھا' وہ تو اربش اور اجیہ سے نظریں ہٹا ہی نہیں پارہی تھیں۔

"ممی..... یہ اجیہ....." آخر کار اربش نے خود ہمت کر کے ایک بار پھر انہیں مخاطب کیا۔

"جانتی ہوں....." ممی نے مختصر جواب دے کر خاموشی اختیار کی' انداز ایسا تھا کہ جیسے کہہ رہی ہوں..... "آگے بولو' کیا بولنا چاہتے ہو؟" لیکن یہ الفاظ انہوں نے ہونٹوں کے بجائے آنکھوں سے ادا کیے تو اربش کے لیے جواب دینا مشکل ہو گیا اب بھلا وہ خود سے کیسے بتاتا کہ اجیہ ان کی بہو ہے اس کے خیال میں تو یہ تھا کہ ممی اس سے کچھ پوچھیں گی اور جواباً وہ تمام حالات سے آگاہ کردے گا لیکن ان کا جواب اس قدر مختصر اور روکھا تھا کہ اربش اگلی بات شروع کرنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگا۔

ممی اجیہ کو جانتی ہیں یہ بات اس کے لیے قطعی طور پر حیرت کا باعث نہیں بنی تھی کیونکہ اجیہ نے آج اسے بتادیا تھا کہ وہ انہی کے اسکول میں جاب کرتی ہے اور قرآن خوانی کے روز بھی وہ ایک ٹیچر کی حیثیت سے ان کے گھر آچکی ہے لہٰذا اس تمام موجودہ صورت حال میں حیرت صرف اور صرف ممی ہی کے حصے میں آئی تھی۔

"ممی جیسے کہ آپ اجیہ کو دلہن کے روپ میں دیکھ ہی رہی ہیں تو وہ اس لیے کہ..... ہم دونوں نے نکاح کرلیا ہے۔" اربش نے ممی کے قریب آ کر انہیں بتایا اجیہ بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کے کپڑوں والی اٹیچی اربش نے قدرے فاصلے پر رکھ دی تھی۔

"اربش..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو اور..... اور تم یہ سب بھلا کیسے کر سکتے ہو؟ میری خوشی' رضامندی' میرے مشورے اور سب سے بڑھ کر میری موجودگی کے بغیر تم یہ نکاح آخر کیسے کر سکتے ہو؟" اربش کے قریب آنے پر جیسے ان کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

عروسی لباس میں ملبوس اجیہ کو اربش بطور خاص بیوٹی سیلون سے تیار کروا کر لایا تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ شروع کی گئی اجیہ کی نئی زندگی میں کبھی بھی کوئی محرومی' کوئی آس باقی رہے۔ وہ اس کی زندگی کے تمام کاش اور اس کی تمام ادھوری خواہش مکمل کر دینا چاہتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ دلہن بننا کسی بھی لڑکی کی زندگی کا سب سے بڑا خواب ہوتا ہے اور وہ اجیہ کی آنکھوں میں اس خواب کی تعبیر کسی طور بھی پھیکی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے مکمل دلہن کے روپ میں ہی اپنے ساتھ اس گھر میں لایا جسے دیکھتے ہی ممی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں۔

"آپ کی موجودگی کے بغیر میں کبھی یہ قدم نہ اٹھاتا ممی..... اگر اجیہ کے گھر میں غیر متوقع حالات نہ ہوتے اسی وجہ سے اجیہ کی امی بھی بے حد پریشان تھیں کہ....."

"تمہیں اس کی امی کی تو بڑی فکر ہوئی' اپنی ماں کے بارے میں تم نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا کہ میرے دل پر کیا گزرے گی۔ تمہاری اس بچگانہ حرکت سے؟ اور جب میں تمہیں بتا چکی تھی کہ میں نے تمہارے لیے ایک لڑکی پسند کی ہے تو تم نے میری پسند کو ذرا اہمیت نہ دی؟ میرے جذبات اور خوشی کے متعلق تم نے نہیں سوچا کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو کر جب مجھے بتائے بغیر' میری پسند کے بغیر شادی کرو گے تو میرے دل پر کیا گزرے گی؟ کیا اس دن کے لیے میں نے تمہیں پال پوس کر اتنا بڑا کیا تھا؟ تم پر اپنی خوشیاں قربان کی تھیں کہ تم ایک جھٹکے سے میرے وہ تمام خواب توڑ دو جو میں نے تمہاری زندگی کے

حوالے سے دیکھے تھے؟ تمہیں ایک پل کے لیے بھی میرا خیال نہ آیا؟'' وہ بے حد جذباتی ہورہی تھیں اور یقیناً یہ ان کی طرف سے ایک فطری ردعمل تھا ان کی جگہ کوئی بھی خاتون ہوتیں تو شاید ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ ردعمل کا اظہار کرتیں۔

''نہیں ممی...... ایسا نہیں تھا......'' وہ وہیں کھڑے کھڑے ان کے سامنے بیٹھ گیا اور نیچے کارپٹ پر بیٹھے بیٹھے ان کے پاؤں پکڑ لیے لیکن ممی نے ناگواری سے نہ صرف یہ کہ اپنے پاؤں ایک دم پیچھے کیے بلکہ کرسی بھی پیچھے کھسکائی۔ اجیہ کے لیے یہ صورت حال انتہائی مایوس کن تھی۔

''ممی...... میرے لیے آپ اب بھی دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہیں آپ پر میں نے نہ تو آج کسی کو ترجیح دی ہے اور نہ ہی آئندہ دوں گا لیکن پلیز ممی آپ یہ بات سوچئے کہ مجھے کن حالات میں ایسا قدم اٹھانا پڑا اور اگر میں آج یہ فیصلہ نہ کرپاتا تو کتنی ہی زندگیاں ان کی خوشیاں اور ان کے خواب سب بکھر جاتے اور ایسے بکھرتے کہ پھر انہیں سمیٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہوجاتا۔''

''ہاں تو بہت اچھا کیا ناں تم نے کہ باقی سب کی زندگیاں اور خوشیاں بچالیں میرا کیا ہے میں تو شروع سے اکیلی ہی تھی اور اب بھی تم نے مجھے اکیلا ہی ثابت کردیا......'' ان کی آنکھیں بھیگ گئیں تو اربش کا دل مزید ٹوٹ گیا اس نے شکستگی سے سر جھکا لیا تھا۔ اجیہ کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اس سارے منظر میں اسے کس طرح کا کردار نبھانا چاہیے اور پھر کچھ سوچ کر وہ بھی آگے بڑھی اور اربش کے ساتھ زمین پر ہی بیٹھ گئی اور اسی طرح اربش کی تقلید کرتے ہوئے ممی کے پیروں پر ہاتھ رکھ دیے۔

''یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے جس کے لیے میں آپ سے معافی چاہتی ہوں لیکن یقین کیجیے اب سے چند گھنٹے پہلے تک اربش یا خود میرے بھی علم میں نہیں تھا کہ زندگی اب یہ کروٹ لینے لگی ہے۔ خود میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے اپنے میکے سے یوں چوری چھپے رخصت ہونا پڑے گا باوجود اس کے کہ میں نکاح کرکے وہاں سے آئی ہوں لیکن پھر بھی میں جانتی ہوں کہ طریقہ کار غلط تھا اور اس بات کو مانتی بھی ہوں لیکن میرا یقین کیجیے کہ یہ سب دانستہ نہیں ہوا۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں کہ اس سارے معاملے میں قصوروار صرف اور صرف میں ہوں لیکن آپ میری وجہ سے اربش سے ناراض ہوں تو میرے لیے یہ بات تکلیف کا باعث ہوگی۔ اس لیے میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں پلیز ممی اربش کو اور مجھے معاف کردیں جو ہونا تھا ہوا آئندہ جیسے آپ کہیں گی سب کچھ ویسا ہی ہوگا۔'' اس کے منہ سے ممی سن کر وہ ایک دم چونکیں۔

انہیں عادت ہی نہیں تھی کہ اربش کے علاوہ کوئی اور انہیں اس طرح مخاطب کرے اور یہی وجہ تھی کہ انہیں اچھا بھی نہیں لگا تھا جبھی ناپسندگی کے تاثرات چہرے پر ابھرنے لگے تو انہوں نے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

''خبردار اجیہ...... جو تم نے مجھے آج کے بعد ممی بلانے کی جرأت بھی کی تو......'' وہ ایک دم چیخیں اربش نے چونک کر اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔ اس وقت اسے ممی کے روپ میں وہی ایک عام چیختی چلاتی عورت نظر آئی جو ہمارے معاشرے کے اکثر گلی کوچوں میں اپنے شوہر، بچوں، سسرال والوں اور تقدیر میں لکھی اپنی قسمت کا رونا روتی نظر آتی ہے۔

اسے حیرت تھی کہ ممی اس طرح کا رویہ بھلا کیسے اپنا سکتی ہیں وہ تو بہت پیار کرنے والی اور خوش مزاج خاتون ہیں جو اپنے اکلوتے بیٹے پر جان چھڑکتی ہیں اور اس کی خوشی کی خاطر کچھ بھی کرسکتی ہیں تو اب وہ یہ بات کیوں نہیں سوچ رہیں کہ اربش کی خوشیوں اجیہ کے ساتھ شادی کرنے میں ہی تھی اور وہ اس عمل کو اپنی انا کا مسئلہ بناتی کیوں نظر آرہی ہیں اور یہی بات اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی۔

''میں صرف اور صرف اربش کی ممی ہوں اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے شخص کو میں یہ لفظ استعمال کرنے یا اس طرح مخاطب کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی سمجھیں تم؟'' وہ اسی طرح اس پر چلائی تھیں جیسے کوئی ٹیچر اپنے نالائق ترین اسٹوڈنٹ پر چلاتی ہے ایسا نالائق اسٹوڈنٹ جسے دیکھتے ہی ٹیچرز کا پارہ ہائی ہونے لگے اور تب اجیہ کو شرمین کا انہیں ممی کہہ کر مخاطب کرنا یاد آیا مگر وہ خاموش رہی۔ اسے اپنے ساتھ ہی زمین پر بیٹھے اربش سے ہمدردی محسوس ہورہی تھی جو اسے بیاہنے کے جرم میں شکستہ حال لگ رہا تھا۔

''دیکھا بوا...... آپ نے کہ میری قربانیوں کا ثمر میرے اکلوتے بیٹے نے کیسے میرے منہ پر جوتا مار کردیا۔'' ذرا حواس بحال ہوئے تو انہیں بوا کا بھی خیال آیا جو ان کے دائیں طرف موجود کرسی پر بیٹھی تھیں اور اب تک اس صورت حال میں کچھ بھی نہیں بولی تھیں۔

''نہیں...... نہیں ایسے مت کہو اربش تم سے بہت پیار

کرتا ہے۔" بوا نے دھیمے لہجے میں بات کی تو وہ مزید آگ بگولا ہوگئیں۔

"ایسے نہ کہوں تو کیسے کہوں' آپ بتادیں مجھے اور کیا ایسے کرتے ہیں پیار کہ ماں کی غیر موجودگی میں اس کی رضامندی و پسند کے بغیر ہی اپنی زندگی کا اتنا بڑا اہم فیصلہ کرلیا جائے۔ ارے انسان تو دیوار سے بھی مشورہ کرلیتا ہے لیکن ارتش نے تو مجھے اس قابل بھی نہ سمجھا۔" وہ رونے لگیں۔

"پریشان نہ ہو ہم نہیں جانتے کہ ارتش نے اتنا بڑا فیصلہ کن حالات میں کیا۔ میں مکمل طور پر تم سے متفق ہوں کہ اس نے غلط کیا لیکن اب تو بہر حال یہی حقیقت ہے جو ارتش اور اجیہ کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔" بوا اٹھ کر ان کے قریب آگئیں اور ان کا کندھا سہلاتے ہوئے انہیں سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"لیکن بوا مجھے یہ حقیقت منظور نہیں اور بس......" روتے روتے انہوں نے آنکھیں مسلیں اور کرسی کھسکا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

❁......❁......❁

سنا ہے اس محبت میں
بہت نقصان ہوتا ہے
مہکتا جھومتا جیون
غموں کے نام ہوتا ہے
سنا ہے چین کھو کر وہ
سحر سے شام روتا ہے
محبت جو بھی کرتا ہے
بہت بدنام ہوتا ہے
سنا ہے اس محبت میں
کہیں بھی دل نہیں لگتا
پھر اس کے نگاہوں میں
کوئی موسم نہیں جچتا
خفا جس سے محبت ہو
وہ جیون بھر نہیں ہنستا
بہت انمول ہے یہ دل
اجڑ کر پھر نہیں بستا
سنا ہے اس محبت میں
بہت نقصان ہوتا ہے

حنین کے لیے اس کی زندگی کے سخت ترین دن شروع ہوگئے تھے' اسے لگتا تھا کہ اس کی آج سے پہلے تک کی زندگی تو گویا کوئی خواب تھی جو خوشیوں میں ہی ہنستے کھیلتے لاڈ اٹھواتے گزر گئی لیکن اب امی نے جو بات کی تھی اس نے تو گویا ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"وہ ان کی سگی بیٹی نہیں......!" یہ انکشاف تو اسے لگتا تھا جیسے اس کی جان لے لے گا۔ امی کے ان لفظوں نے اسے ویسے بھی ادھ موا کردیا تھا اور رہی سہی جان سکندر صاحب کی طرف سے دی گئی صفائیوں' ندامت و شرمندگی سے جھکی نظروں اور ان کے زرد پڑتے چہرے نے نکال دی تھی۔ اس نے آج تک سکندر صاحب کو اپنا حقیقی باپ ہی سمجھا تھا اور ان کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح لاڈ اور نخرے کرتی جیسے بیٹیاں اپنے باپ کے ساتھ کرتی ہیں لیکن اب امی نے جو الفاظ خنجر کی صورت اس کے دل میں پیوست کردیئے تھے' وہ اس کے جسم کا ایک ایک قطرہ نچوڑنے پر تلے تھے اور ابھی تو وہ غزنی کی اجیہ کے لیے محبت کا جان کر پوری طرح نہیں سنبھلی تھی' ابھی تو اسے اپنی محبت کا سوگ منانا تھا کہ یہ نیا سانحہ اس کی روح کی بنیادیں تک ہلا گیا اور پھر اب اجیہ بھی تو نہیں تھی آخر وہ کس سے بات کرتی کہ اس وقت وہ اندرونی طور پر چور چور تھی اور اسے کسی دوست' سہارے کی اشد ضرورت تھی۔ کسی ایسے انسان کی جس کے سامنے وہ اپنا دل کھول کر رکھ دے اور جو اس کے تمام کراہتے الفاظ اپنی سماعتوں میں سمیٹ لے۔

ویسے بھی جب انسان دکھی یا پریشان ہوتا ہے تو اس کے لیے سب سے زیادہ ضروری ایک سامع ہوتا ہے۔ جو صرف سنے' اس کے دل میں آئی سب باتیں سنے اور سنتا جائے' صحیح غلط کہے بغیر ٹوکے اور سرزنش کیے بنا۔ لیکن دکھ تو یہ تھا کہ اب اسے ایسا کوئی کاندھا میسر نہیں تھا جس پر سر رکھ کر رو دیتی اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرپاتی لیکن پھر بھی ڈھیر سے ضبط سے بہتے آنسوؤں پر اس کا کنٹرول نہیں رہا تھا اور عین اس وقت کہ جب روتے روتے اس کی آواز کمرے کی دہلیز پار کرنے ہی والی تھی کہ اسے امی کی نقاہت سے بھرپور آواز سنائی دی۔ وہ اجیہ کو پکار رہی تھیں حنین نے ان کی آواز سنی تو ان کی آج تک کی محبت کو پل بھر میں یکسر نظر انداز کرکے ایک زبردست قسم کی نفرت کی نظر سے دروازے کی طرف دیکھا۔

اسے امی پر شدید قسم کا غصہ تھا۔ وہ یہ بات برداشت نہیں

کر پا رہی تھی کہ انہوں نے سکندر صاحب پر الزام لگایا' ان کے کردار پر شک کیا کیونکہ وہ جیسے بھی تھے جتنے بھی برے تھے لیکن ان کے مضبوط کردار کے لیے گواہی دیتے ہوئے آنکھیں بند کرکے بھی قسم کھاسکتی تھی۔ وہ اس بات کے لیے بھی قسم کھاسکتی تھی کہ سکندر صاحب نے ہمیشہ اسے صرف اور صرف ایک بیٹی ہی کی نظر سے دیکھا اور پیار کیا۔ ان میں لاکھ برائیاں خامیاں موجود ہونے سے باخبر حنین اس بات سے بھی بہت اچھی طرح واقف تھی کہ وہ جیسے بھی تھے مگر کردار کے برے انسان نہیں تھے۔

یہی وجہ تھی کہ اس کا دل ہی نہ چاہا کہ امی کی پکار پر پہلے کی طرح لپک کر جائے اور ان سے پوچھے کہ آخر انہوں نے اسے کیوں بلایا؟ اور پھر انہوں نے تو اجیہ کو آواز دی تھی' اسے تو پکارا ہی نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ گھٹنوں میں سر دیے کر لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھے رہی اس کے اور اجیہ کے مشترکہ کمرے میں امی تھیں اور سکندر صاحب اپنے کمرے میں تھے۔ گھر کی فضا میں ماتمی سوگواریت رچی ہوئی تھی ایسے لگتا تھا جیسے ابھی گھر سے جنازہ اٹھا ہو۔ وہ امی کی پکار ان سنی کرکے بیٹھی رہی اور اس کے بعد بہت سارا وقت گزرنے کے باوجود نہ تو سکندر صاحب اپنے کمرے سے باہر آئے اور نہ ہی امی نے دوبارہ پکارا۔

اس نے چاہا کہ امی اور سکندر صاحب کو ایک جگہ بٹھا کر اس معاملے پر بات کرے جو اس کی ذات کے ساتھ جڑا ہوا ہے اگر امی اپنے الزام میں سچی ہیں تو پھر وہ اس گھر میں کیوں اور کس حیثیت میں رہ سکتی ہے اور اگر سکندر صاحب سچے ہیں تو پھر امی کو اپنے کہے گئے الفاظ کو واپس لینا اور معافی مانگنا ہوگی بصورت دیگر اس کے لیے یہاں رہنا مشکل ہوگا۔

''لیکن پھر وہ جائے گی کہاں؟ اس کا تو اس گھر کے سوا دنیا کے کسی بھی کونے میں کوئی آسرا بھی نہیں۔''

یہ خیال اس نے فی الحال ایک طرف رکھ دیا کیونکہ اس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی تھا کہ آنے والے دنوں میں اسے کیا فیصلہ کرنا ہے لہٰذا اپنی جگہ سے اٹھی' ایک نظر سکندر صاحب کے کمرے کے بند دروازے پر ڈالی تو دل پر بوجھ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شروع ہی سے ہونے والی بدمزگی کی وجہ سے کس قدر دل گرفتہ ہوں گے اور اب امی کی طرف سے پیدا کیا گیا نیا مسئلہ لیکن فی الحال وہ ان کے کمرے میں نہیں جانا چاہتی تھی اور چاہتی تھی کہ امی کو اپنے ساتھ لے کر ان کے کمرے تک جائے اور بات کرے۔ اسی مقصد کے لیے وہ اپنے کمرے کی طرف گئی' کمرے کا دروازہ آدھا بند تھا اور سامنے سے کہیں پر بھی امی بیٹھی یا لیٹی نظر نہیں آئی تھیں۔ اس نے بڑی بے چینی سے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے ادھ کھلے دروازے کو مکمل کھولا تو اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

امی دروازے کے ذرا پیچھے دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی تھیں ان کی آنکھیں بند اور گردن کندھے پر گری ہوئی تھی۔ ہونٹ سفید اور خشک ایسے تھے جیسے جانے کتنے ہی عرصے سے کچھ بھی مائع چیز ان کے ہونٹوں سے نہ ٹکرائی ہو اس پر چہرے کا زردی مائل رنگ' فوری طور پر تو وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی کہ آخر یہ سب کیا ہے اور اب امی کی اس کنڈیشن میں اس کا رویہ اور احتیاطی تدابیر کیا ہونی چاہئیں کہ ڈاکٹر کے آنے تک وہ زیادہ پیچیدہ صورت حال میں نہ پھنس جائیں۔ وہ فوراً ان کے پاس نیچے بیٹھ کر ان کے گلے لگی تھی۔

''امی...... امی...... کیا ہوا آپ کو؟ آنکھیں کھولیں...... مجھے دیکھیں امی...... میں حنین ہوں...... حنین آپ کی اپنی بیٹی...... مجھے دیکھیں ناں امی...... پلیز مجھے دیکھیں' مجھ سے بات کریں۔'' وہ ان کے گال تھپتھپانے کے ساتھ ساتھ روتی جارہی تھی۔

لیکن امی نے آنکھیں نہ کھولیں تو بھاگ کر پانی لے آئی اور ان کے چہرے پر چھینٹے مارے لیکن صورت حال وہی رہی جو تھی۔

''امی آپ کو کیا ہوا ہے؟ پلیز مجھے بتائیں' دیکھیں اب تو اجیہ بھی چلی گئی ہے۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں' آپ مجھے بتائیں۔'' ایک تو ویسے ہی وہ چھوٹے دل کی تھی ذرا ذرا سی بات پر اس آس پر رونے لگتی کہ اب مجھے چپ کروایا جائے گا۔ ابھی اسے چپ کروانے والا تو کوئی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آنسو تھے کہ تھمنے کا نام بھی نہ لے رہے تھے۔

اسی دوران اسے یاد آیا کہ وہ گھر پر اکیلی نہیں ہے بلکہ سکندر صاحب بھی گھر میں موجود ہیں لہٰذا امی کو اسپتال لے جانا بھی ناممکنات میں سے نہیں ہے سو امی کو اسی حالت میں چھوڑ کر وہ سکندر صاحب کے کمرے کی طرف بھاگی۔ امی کی اس حالت کو دیکھ کر وہ اتنی بوکھلائی ہوئی تھی کہ اسے یاد ہی نہ رہا کہ آج ہی تو امی نے اس کے متعلق ایک انکشاف کیا تھا۔

”بابا جانی...... بابا جانی جلدی آئیں امی کو دیکھیں انہیں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟“ کمرے میں داخل ہو کر وہ رکی نہیں بلکہ جس رفتار سے آئی تھی اسی رفتار سے ان کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر لانے لگی اور سکندر صاحب جو انتہائی کرب کے عالم میں بیٹھے آنے والے دنوں کا سوچ رہے تھے اس کے ساتھ کسی روبوٹ کی طرح بغیر سلیپرز پہنے دوڑے آئے اور دیوار کے ساتھ بے سدھ پڑی امی کو دیکھا۔

”یہ دیکھیں امی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ پتا نہیں کب سے اسی طرح پڑی ہوں گی۔ انہوں نے اجیہ کو بھی آواز دی تھی ایک بار لیکن اس کے بعد کچھ بھی نہیں کہا اب تک۔“ بوکھلاہٹ میں وہ بولتی ہی جا رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے امی پہلے کی طرح بولنے لگیں اور ٹھیک ٹھاک دکھائی دیں لیکن اس کی حیرت اور دکھ کی انتہا نہ رہی جب اس نے سکندر صاحب کے چہرے پر طمانیت دیکھی۔ انہوں نے امی کو یوں فرش پر پڑے دیکھ کر ان کی طرف ایک بھی قدم نہیں بڑھایا تھا بلکہ جہاں کمرے میں جا کر کھڑے ہوئے تھے وہیں سے فاتحانہ انداز میں بولے۔

”یہ ہے اللہ کا انصاف دیکھا تم نے...... تم نے دیکھا میری بچی کہ اس عورت نے ابھی چند گھنٹے پہلے میرے کردار پر کیچڑ اچھالی تھی میری نیک نیتی پر شک کیا تھا اور یہ دیکھو کیسے اللہ تعالیٰ نے آن کی آن میں بدلہ چکایا میرا انصاف کیا۔“ حنین کو آج زندگی میں پہلی مرتبہ سکندر صاحب کے لیے دل میں نفرت محسوس ہوئی تھی۔ یہ احساس تو اسے امی کی طرف سے کی گئی ان باتوں پر بھی نہیں ہوا تھا جن میں انہوں نے بتایا تھا کہ وہ ان کی سگی بیٹی نہیں ہے لیکن کیا کوئی شخص اس قدر پتھر دل خود غرض اور انا پرست بھی ہو سکتا ہے کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں پڑے انسان سے بھی بدلہ لینے اور اسے مزید ایذا پہنچانے کا سوچے ابھی کچھ دیر پہلے اس کے دل میں جو تمام ہمدردی سکندر صاحب کے لیے موجزن تھی وہ ساری محبت کے ساتھ جمع ہو کر اب امی کی طرف ہو گئی تھی لیکن یہ وقت فی الحال ان باتوں کا نہیں تھا۔

”اور وہ جو اجیہ میرا منہ کالا کر کے اس گھر سے بھاگی ہے ناں تو تم دیکھنا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا۔ ایسی بدترین حالت میں زندگی گزارے گی کہ مرنا چاہے گی ناں تو موت بھی نہیں آئے گی۔“

”لیکن بابا جانی...... یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ جلدی سے امی کو ہسپتال لے جانے کا انتظام کریں اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔“ وہ بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ایک بار پھر رونے لگی تھی۔ سکندر صاحب نے حنین کو ایک نظر دیکھا اور پھر دانت پیستے ہوئے روئی سی سفید پڑتی امی کو اور یہ سچ تھا کہ ان کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ امی کو ہسپتال لے کر جائیں لیکن حنین کی مثال جادوگر کے اس طوطے جیسی تھی جس میں اس کی جان ہوتی ہے اور جس کی خاطر اسے کچھ بھی کرنا پڑے تو وہ کر گزرتا ہے۔

”تم اسے سنبھالو میں کسی گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے بابا جانی...... لیکن جلدی پلیز ذرا جلدی......“

اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو سکندر صاحب فوراً باہر کی طرف بھاگے۔ وہ امی کے ساتھ فرش پر ہی بیٹھی تھی ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پہلے دھڑکن کو سنا اور پھر ناک کے سامنے ہاتھ رکھ کر سانس کا آنا محسوس کیا اور دیوانہ وار ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنے لگی کبھی ہونٹوں سے اور کبھی آنکھوں کو ان کے ہاتھ مس کرتے اسے اجیہ کی بے حد یاد آئی تھی۔

اجیہ نے امی کو بچوں کی طرح ہی رکھا ہوا تھا ان کا یوں خیال رکھا کرتی جیسے وہ ان کی اولاد نہیں بلکہ ماں ہے ان کی خوشی جذبات کھانے پینے سے لے کر ہر چیز کا یوں دھیان رکھتی جیسے امی کی ذمہ داری ہیں اور حنین کو بھی یہی سمجھاتی کہ اگر بابا نے امی کے ساتھ تمام عمر درشت رویہ رکھا اور ہم بھی امی کے ساتھ بہترین سے بڑھ کر اچھا رویہ نہیں رکھیں گے تو ان کی زندگی کیسے گزرے گی۔ لیکن اب اجیہ نہیں تھی اور حنین اکیلی رہ گئی تھی۔ امی کے ہاتھ اور ان کے چہرے کو چومتی ہوئی حنین بھی بے شک اس وقت جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تو تھی لیکن ساتھ ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرتی ان کے بال سنوارتی اور ساتھ ہی روتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔

”امی...... میری پیاری ماں صرف اور صرف آپ ہیں! آپ ٹھیک ہو جائیں بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے اور مجھے اس بات سے بالکل کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مجھے کس نے پیدا کیا تھا کیونکہ میرے لیے تو آپ کی محبت اور توجہ اہم ہے جو آپ نے مجھے دی۔ آپ پلیز ایک مرتبہ آنکھیں کھول کر دیکھیں اور مجھے موقع دیں کہ میں آپ کو بتاؤں کہ آپ اس دنیا کی سب سے بہترین ماں ہیں اور یہ جو بابا نے کہا ہے ناں کہ اللہ تعالیٰ نے آن کی آن

میں ان کا بدلہ لیا ہے آپ سے‘ تو قسم سے امی ایسا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو خود بابا جانی بھی اسی حالت سے دوچار ہوتے۔ آپ تو میری امی ہیں میری سب سے پیاری اور سب سے زیادہ پیار کرنے والی ماں۔‘‘ وہ آنسوؤں اور ہچکیوں کے درمیان بولتے ہوئے ان سے لپٹی ہوئی تھی ایسا لگتا جیسے کوئی امی کو لینے آچکا ہے اور وہ انہیں اپنے بازوؤں میں بھینچ کر انہیں روکے ہوئے ہے۔

اسی دوران باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی سکندر صاحب برق رفتاری سے ان کے کمرے تک پہنچے تھے۔ وہ امی کو اسپتال لے جانے کے لیے حنین کے کہنے پر گاڑی لے آئے تھے۔

❁......❁......❁

جہاں بھی ہو چلے آؤ‘ تمہیں یادیں بلاتی ہیں
تمہارے ساتھ جو گزری تھیں وہ شامیں بلاتی ہیں
یہ نہ سمجھو تمہارے بن کسی کا دل نہیں روتا
کسی کی آج بھی تم کو اداس آنکھیں بلاتی ہیں

سارا دن یونہی بے مقصد وقت گزارنے کے بعد اب غزنی نہ چاہتے ہوئے بھی واپس گھر لوٹ آیا تھا تو صرف اس لیے کہ اسے معلوم تھا گھر میں اماں ابا اس کا انتظار کر رہے ہوں گے اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید وہ آج گھر نہ آتا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گھر میں اب تک اس کی شادی کے لیے کی گئی سجاوٹ موجود ہوگی۔ اس کے کمرے کی دیواروں پر دوستوں نے اجیہ اور غزنی کا نام لکھ کر درمیان میں ربن سے جو تیر بنا کر لگایا تھا اور اس کے ساتھ دل کی شکل کے پھول دیوار پر چپکائے تھے وہ سب ایک بار پھر دیکھنے کی ہمت اس وقت وہ اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ گھر میں کی گئی تمام سجاوٹ دیکھ کر وہ اپنے دل پر کسی قسم کا بوجھ محسوس کرے اور اسی بوجھ کا اثر چہرے پر ظاہر ہونے سے اماں ابا مزید پریشان ہوں کیونکہ اپنا دکھ تو انسان جیسے تیسے سہہ ہی لیتا ہے لیکن‘ اپنے پیاروں کا دکھ انسان کو مٹی کر دیتا ہے اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ اگر وہ دکھ ہمارا ہو تو پھر کرب کی دیمک ایسے چاٹتی ہے کہ باقی کچھ بھی نہیں بچتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گھر آنے سے کترا رہا تھا اماں ابا کا سامنا کرنے سے بچ رہا تھا لیکن آخر کب تک؟ آخر کار گھر ہی تو آنا تھا اور اگر بالفرض آج وہ گھر نہ لوٹتا تو کیا کل بھی نہ لوٹتا‘ پرسوں بھی نہیں؟ اس کے بعد بھی نہیں اور اگر وہ گھر نہ آتا تو تکلیف کیسے ہوتی؟ صرف اماں ابا کو اور یہی تو وہ نہیں چاہتا تھا لہٰذا دل پر پتھر رکھ کر شام ڈھلے گھر واپس آیا تو حیران رہ گیا کیونکہ گھر میں شادی کا کوئی خیال تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ایسا فرد جو آج صبح تک ہونے والی شادی بیاہ کی تیاریوں سے ناواقف ہو وہ نہیں بتا سکتا تھا کہ کبھی یہاں شادی کا کوئی تصور بھی تھا۔ وہی صحن جس کی دونوں اطراف بنی کیاریوں میں اماں نے مختلف سبزیاں لگائی ہوئی تھیں۔ کپڑے سکھانے کے لیے لگائی گئی تاریں اور تاروں پر پڑے گیلے کپڑے جنہیں یقیناً اب سے تھوڑی دیر پہلے ہی دھو کر ڈالا گیا تھا۔ دیوار کے ساتھ کھڑی ابا کی موٹر سائیکل اور ایک طرف موجود چار کرسیاں اور میز سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا آج سے پہلے ہوا کرتا تھا۔

گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے منگوائی گئی اضافی کرسیاں‘ دیواروں پر لگائی آرائشی بلب‘ برقی قمقمے صحن میں لگی جھنڈیاں اور رونقیں کچھ بھی تو نہیں تھا ایسا کہ اسے لگتا یہ وہی گھر ہے جس میں اس کی شادی کی تیاریاں‘ رونقیں‘ قہقہے تھے اور سب لوگوں کی مبارک بادیں تھیں اور چھیڑ چھاڑ تھی۔ یقیناً جس طرح افراتفری میں اس کے دوستوں نے وہ تمام سجاوٹ کی تھی اسی طرح عجلت میں سب کچھ اماں یا ابا کے کہنے پر اتار بھی دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ غزنی گھر واپس آئے تو اس کا مزید دل برا نہ ہو۔ اس کی موٹر سائیکل کی آواز آتے ہی اماں باہر صحن میں آئی تھیں اسے دیکھا تو سکون کا سانس لیا۔

’’السلام علیکم اماں!‘‘ موٹر سائیکل ابا کی موٹر سائیکل کے پیچھے کھڑی کرتے ہوئے اس نے خود کو ہشاش بشاش ظاہر کرنے کی کوشش تو کی لیکن ہر کوشش کامیاب بھی نہیں ہوتی ناں۔

’’وعلیکم السلام میری جان...... اتنی دیر‘ کہاں تھے آج سارا دن؟‘‘ ان کے چہرے پر تفکر صاف نظر آ رہا تھا اور ان کے اسی تفکر نے غزنی کو مزید شرمندہ کر دیا تھا۔

’’بس اماں‘ ذرا دوستوں کے ساتھ مصروف رہا‘ کچھ ایک دو کام نمٹانے تھے سو انہیں مکمل کرنے میں لگا رہا۔ اب ہی جا کر فارغ ہوا تو اسی وقت گھر چلا آیا۔‘‘ اماں کو مطمئن کرنے کے لیے اس نے جھوٹ کا سہارا لیا‘ اماں جان تو گئی تھیں کہ وہ ان سے جھوٹ بول رہا تھا لیکن کبھی کبھار سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے دانستہ طور پر بھی کچھ معاملات کی پردہ پوشی کے لیے انجان بننا پڑتا ہے لہٰذا انہوں نے بھی یہی طریقہ کار اپنایا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک ہی دن سارے کام کر کے خود کو تھکانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے کہ بندہ آہستہ آہستہ کام انجام دے لیکن چلو اچھا ہوا جتنا ہوسکتا تھا کرلیا۔" آپس میں بات چیت کرتے کرتے وہ دونوں اندر آ گئے تھے جہاں ابا ٹی وی دیکھ رہے تھے' اسے دیکھا تو مسکراتے ہوئے اشارے سے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ شاید آج کے معاملے پر بات کرنے سے وہ تینوں ہی کترا رہے تھے لیکن پھر بھی ابا نے بات کا آغاز کیا۔

"غزنی بیٹا...... پریشان ہو؟" ابا کا وہی دوٹوک انداز تھا اور یہ ان کی عادت تھی کہ ویسے عام حالات میں چاہے اول و آخر کی تفصیلات کرتے رہیں لیکن جب کوئی خاص بات ہوتی تو کسی بھی قسم کی تمہید باندھے بغیر ڈائریکٹ کام کی بات کرتے اور ان کی اسی بات پر اب تک خود کو کمپوز رکھتا غزنی اچانک گڑبڑا سا گیا۔

"پریشان...... لیکن ابا کس بات پر؟" اس نے خود کو سنبھالا۔

"یہی جو سب کچھ آج ہوا۔"

"سچ کہوں تو...... ہاں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا پھر بات جاری رکھی۔ "اور ویسے بھی ابا...... یہ ایک نارمل بات ہے میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ بھی پریشان ہو ہی جاتا لیکن اگر سچ کہوں تو مجھے آپ دونوں کی وجہ سے زیادہ پریشانی اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اتنے چاؤ اور ارمانوں سے اتنا اہتمام کیا' مہمان مدعو کیے' سجاوٹ کی' خریداری کی لیکن پھر سب کے سامنے سبکی اٹھانا پڑے' لوگوں کی باتیں سننا پڑیں اور پھر مزید آپ کو یہ بھی پریشانی رہی کہ اس واقعے کی وجہ سے مجھے پریشانی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ میں اب گریبان پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤں گا۔ زندگی اب بھی پہلے کی طرح بہترین انداز میں گزرے گی' میں ضرور کچھ دن پریشان رہوں گا لیکن صرف کچھ دن۔ کیونکہ آپ کو تو پتا ہے ناں کہ میں کسی بھی انسان کو اتنی اہمیت نہیں دیتا کہ اس کی وجہ سے میری زندگی خراب ہو' بس دو بلکہ ایک ہی دن بعد مجھے یاد بھی نہیں رہے گا کہ میں نے شادی کرنے کا بھی سوچا بھی تھا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ خود ہی ہنسا۔ اس کے اکیلے قہقہے کی آواز کمرے میں گونجی تو اتنی کھوکھلی اور اجنبی آواز محسوس ہوئی کہ دیواروں نے واپس لوٹا دی۔

"لیکن ہاں اگر میں ایک دن سے زیادہ پریشان رہا تو وہ صرف اس صورت میں ہی ہوگا کہ اگر آپ دونوں پریشان ہوئے ورنہ اگر آپ خوش رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے پریشان نہیں کرسکتی۔"

"میں اب تک یہ بات نہیں سمجھ سکی کہ ایسا کیوں ہوا؟ اجیہ کی اگر شادی میں رضامندی نہیں تھی تو پھر اس نے منگنی کیوں کی؟ اور اگر اس نے منگنی بھی کر ہی لی تھی تو کم از کم مجھ سے تو بات کرتی۔ مجھے بتاتی تو سہی ناں کہ آخر کیا مسئلہ ہوا اور اس نے اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا۔" اماں نے کہا۔

"مجھے تو رہ رہ کر سکندر کا خیال آ رہا ہے' وہ ویسے ہی اتنا سخت مزاج ہے اجیہ کا یوں گھر چھوڑ کر جانے کے بعد اس کا کیا حال ہوگا؟ اور اس نے باقی گھر والوں کا کیا حال کیا ہوگا؟ بھابی کے ساتھ تو ویسے بھی وہ اول روز سے ہی کھینچا کھینچا رہتا ہے اور اب اس واقعے کا تمام تر ملبہ بھی انہی کے سر پر ڈالا ہوگا۔" ابا کو اب بھی سکندر صاحب پر غصہ نہیں آ رہا تھا وہ انہیں ملامت نہیں کرر ہے تھے بلکہ ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے فکرمند تھے اور یہ سچ تھا کہ اپنا اپنا غم چھپائے دکھی وہ تینوں تھے لیکن انتقام کا جذبہ صرف اور صرف غزنی کے اندر پنپ رہا تھا اور صرف وہی تھا جو بدلہ لینے کی سوچ رکھتا تھا اور خود سے عہد کر چکا تھا کہ اجیہ کو کسی بھی طرح اور کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالے گا اور پھر اس کے ساتھ وہ سلوک کرے گا کہ خود اجیہ کو بھی اپنے آپ پر ترس آئے گا۔

ابا اور اماں کو صرف غزنی کی خوشی عزیز تھی اور اس کی خوشی کو بھانپتے ہوئے ہی یہ رشتہ طے کیا گیا تھا لیکن اب جبکہ ایسا نہیں ہوسکا تو وہ رنجیدہ تو تھے لیکن اپنی افسردگی غزنی کے سامنے ظاہر نہ کرنے کی بھی ٹھان رکھی تھی کیونکہ وہ دونوں جانتے تھے کہ غزنی اپنی تکلیف تو بھلا سکتا ہے لیکن اگر اس نے اجیہ کے اس قدم کی وجہ سے ان دونوں کو پریشان دیکھ لیا تو پھر ان کی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کے بدلے وہ کچھ بھی کرسکتا تھا۔ اماں اور ابا کی محبت اس کے لیے اتنی قیمتی تھی کہ وہ کسی کو بھی اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ کوئی اس کی وجہ سے ان کی آنکھوں کو نم کرے لہٰذا خوشیوں کو لگ جانے والی نظر کے اس اچانک دھچکے سے چاہے وہ ہفتوں بعد سنبھلتے لیکن غزنی کے سامنے ان کا رویہ ایسا ہی تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور یہ بات غزنی کے لیے اطمینان بخش تھی کہ اماں ابا نے اس صدمے کو دل پر نہیں لیا تھا۔

"ویسے اب تو دونوں گھرانوں کے درمیان کا تعلق اس

واقعے کے بعد ختم ہوگیا ہے ورنہ سکندر صاحب سے پوچھنا تو بنتا ہے کہ اگر اجیہ اس رشتے پر خوش نہیں تھی تو پھر منگنی کیوں کی؟" اماں نے کہا۔

"اجیہ نے بتایا مجھے......" غزنی نے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلی سے اپنی آنکھوں کو ذرا سا دبا کر پھر پلکیں جھپکائیں' اماں اور ابا دونوں ہی اس کی بات پر چونکے تھے۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اجیہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس رشتے پر رضا مند نہیں تھی اس لیے مجھے چاہیے کہ میں اس رشتے سے انکار کردوں۔"

"تم انکار کردو؟"

"جی' اس نے مجھے ہی اس شادی سے انکار کے لیے کہا تھا کیونکہ چچا جان اس کی رائے کو شاید اہمیت نہیں دے رہے تھے۔" پھر غزنی نے قرآن خوانی سے واپسی کی تمام تر تفصیلات ان کے گوش گزار کردیں۔

"لیکن ابا ایک بات' آپ اور اماں جب چاہیں حنین سے ملیں چچا جان سے ملیں ان کے گھر جائیں' فون پر بات کریں کیونکہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہوچکا' یوں ترک تعلق کرنے سے واپس نہیں ہوسکتا اور میری خاطر آپ اپنے سگے بھائی سے ملنا' بات کرنا چھوڑ دیں تو آپ کے لیے تو یہ باعث تکلیف ہوگا ہی خود میں بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھوں گا۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے بیٹا مگر......" ابا نے اماں کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر غزنی پھر بول پڑا۔

"مگر یہ ابا کہ...... اپنوں کے ہوتے ہوئے اپنوں سے کٹ کر صرف دن گزر سکتے ہیں پوری زندگی گزارنا ممکن نہیں ہوتا۔"

"اور تم؟"

"میں بھی جایا کروں گا' آپ کے ساتھ بھی اور اکیلا بھی بالکل اسی طرح جیسے پہلے جایا کرتا تھا کیونکہ جو وہاں نہ جانے کی وجہ بن سکتی تھی وہ گھر چھوڑ کر جاچکی ہے تو پھر ایسے میں وہاں جانے میں کیا ممانعت ہوسکتی ہے۔" وہ مسکرایا۔

ابا نے اس کے اعلیٰ ظرف ہونے کی داد دی کیونکہ وہ تو اپنے ذہن میں اب ہمیشہ کے لیے سکندر صاحب سے قطع تعلق کا سوچ چکے تھے۔ خود اماں کا بھی یہ ہی خیال تھا کہ اب انہیں زیب نہیں دیتا کہ اس بے عزتی کے بعد اس گھر میں داخل بھی ہوں لیکن غزنی نے ہی انہیں سمجھایا کہ اس گھر میں رہنے والے بھی صدمے کی اسی حالت سے گزر رہے ہوں گے جس کیفیت میں وہ لوگ ہیں بلکہ انہیں دنیا والوں کے طعنوں کو ان سے کئی گنا زیادہ سامنا ہے کیونکہ اجیہ نے جو بھی کچھ کیا وہ اس کا انفرادی فعل تھا' جس میں گھر کے باقی تینوں افراد شامل نہیں تھے لہٰذا اجیہ کے غلط کام کی سزا باقی افراد کو دینا قطعاً غلط اور غیر مناسب ہے۔

غزنی کی ان باتوں نے اماں ابا کے سامنے اسے ایک انتہائی سمجھدار اور معاملہ فہم انسان کے طور پر نمایاں کیا تھا جو انا کی ضرب سے رشتوں پر وار کرنا مناسب خیال نہیں کرتا جبکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ غزنی نے اگر انہیں سکندر صاحب کے گھر جانے سے منع نہیں کیا بلکہ جانے کو بہترین سمجھا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ اجیہ کے سراغ ڈھونڈنے کا کوئی نہ کوئی سرا یہاں سے بھی مل سکتا ہے اور وہ جلد از جلد اجیہ کو ڈھونڈ کر اسے اس کے عمل کی بھرپور سزا دینا چاہتا تھا اور اس کے اس منصوبے میں سکندر صاحب کے گھر آنا جانا اس لحاظ سے بہترین معاون ثابت ہوسکتا تھا کہ شاید ان میں سے کوئی یہ بتا سکتا یا کسی کے منہ سے یہ بات پھسل ہی جاتی کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتی تھی یا یہ کہ وہ گھر سے فرار ہوکر کس کے ساتھ گئی ہے اور اگر طے شدہ منصوبے کی تحت اسے یہ بھنک بھی پڑجاتی کہ اجیہ کہاں ہے تو اس سے آگے کے تمام راستے کھولنا غزنی کے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔

❁.....❁.....❁

ممی ان دونوں سے ناراض ہی تھیں اور بے شک وہ دونوں ان کے سامنے کارپٹ پر بیٹھے رہے تھے مگر ممی انہیں وہیں پر معافیاں مانگتا چھوڑ کر اپنے بیڈروم میں چلی گئی تھیں اور اب تک وہیں تھیں' سو اربش اجیہ کو لے کر اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔

اجیہ کو اب تک یہ سب کچھ خواب ہی لگ رہا تھا' ایسا خواب جو اسے بھی یقین ہی نہیں تھا کہ حقیقت میں ڈھل سکتا ہے۔

خوب صورت فرنیچر' دبیز قالین' بیش قیمت پردے' دیوار پر نصیب ٹی وی' اٹیچ باتھ روم جو اس کے اور حنین کے کمرے کے برابر تھا۔ اس ایک کمرے میں ہی اتنا کچھ تھا کہ وہ یہ بات مکمل طور پر مان ہی نہیں پا رہی تھی کہ یہ پورا گھر جو اس کے لیے کسی محل کی حیثیت رکھتا تھا اب اس کا اپنا ہے۔ اربش نے اسے ایک نظر دیکھا وہ کمرے کا جائزہ لینے کے بعد گردن جھکائے

بیٹھی تھی مگر انداز وہ روایتی دلہنوں والا نہیں تھا۔

"آئی ایم سوری اجیہ......" اربش نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تو اجیہ نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا' وہ پریشان لگ رہا تھا۔ یہ وہ اربش نہیں تھا جو آج سے پہلے اس سے ملا کرتا تھا۔ آج وہ کچھ بکھرا الجھا ہوا سا دکھائی دیا' باوجود اس کے کہ اجیہ اس کے کمرے میں اس کی دلہن کے روپ میں بیٹھی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر وہ اطمینان اور سکون نہیں تھا جو ہونا چاہیے تھا' اجیہ کو اربش کی آنکھوں میں خوشی کے بجائے اداسی محسوس ہوئی تھی۔

"کس بات کی سوری؟"

"ممی کے رویے پر میں تم سے معذرت چاہتا ہوں لیکن یہ سب فطری ہے کیونکہ میں نے آج تک ممی کی پسند اور ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا اور آج صورت حال ہی کچھ ایسی بن گئی کہ...... مجھے اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ ان کے بغیر اور انہیں بتائے یا ان سے مشورہ لیے بغیر کرنا پڑا جس پر میں ممی سے بھی شرمندہ ہوں اور میری وجہ سے ممی نے تمہارے ساتھ بھی جس ناراضگی کا اظہار کیا تو میں تم سے بھی شرمندہ ہوں۔"

"تم نے ایسا کیوں سوچا اربش کہ ممی کے رویے کی وجہ سے میں برا محسوس کروں؟ وہ اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں ناں' آخر ہر ماں کی طرح ان کے دل میں بھی تو بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کرنے کے ارمان ہوں گے ناں' وہ بھی پتا نہیں کب سے ایسا سوچتی ہوں گی کہ شادی میں یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے۔ دل کے تمام ارمان پورے کرنے ہیں لیکن یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ واقعی سب لوگ اپنی اپنی جگہ ساکت سے ہو کر رہ گئے...... صرف تمہاری ممی ہی نہیں بلکہ سوچو میرے گھر والوں کا کیا حال ہوگا اور وہ کسی طرح اس تمام صورت حال کا سامنا کررہے ہوں گے...... اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مجھے سب سے معذرت کرنی چاہیے کیونکہ جو کچھ بھی ہوا صرف اور صرف میری وجہ سے اور صرف ایک میری وجہ سے ہی اتنے لوگوں کی زندگی میں پریشانی نے جنم لیا اور اتنی آنکھوں میں آنسو آئے' میں تم سے بھی معافی مانگتی ہوں کہ تم نے میری وجہ سے اتنا بڑا اسٹیپ لیا' صرف میری زندگی میں خوشیاں لانے اور میری آنکھوں کے خواب پورے کرنے کے لیے تم نے ممی کی بھی ناراضگی مول لے لی۔ آئی ایم سوری اربش...... آئی ایم رئیلی سوری۔" وہ اپنے مہندی لگے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ کر رو پڑی لیکن اربش کے لیے بھلا یہ کسی طرح قابل قبول تھا کہ اب جبکہ اجیہ اس کی عزت اور اس کی ذمہ داری تھی تو اس کی آنکھیں بھیگ جاتیں اس نے فوراً اس کے معافی کا انداز لیے ہوئے ہاتھوں کو الگ کیا اور اس کی ہتھیلیوں سے اپنی ہتھیلیاں مس کردیں۔

"پاگل مت بنو' میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں بلکہ تمہارے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک بات پر یقین رکھو کہ جو کچھ ہوا ہے یہ سب اسی طرح ہی ہونا لکھا تھا اور اسے میں' تم یا کوئی بھی بدل نہیں سکتا تھا لیکن ہاں آنے والے دنوں میں اسے بہتر ضرور بنا سکتے ہیں اور میرا تم سے وعدہ ہے اجیہ کہ میں بھی تمہاری ان آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔" اربش نے اس کی پلکوں میں اٹکے آنسو کو اپنی انگلیوں کی پوروں میں جذب کیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے بابا نے آج تک تم سے نہیں بلکہ پیسے سے پیار کیا تھا اور تم تینوں اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو بھی دبانے پر مجبور تھیں۔" اجیہ نے ہاں میں سر ہلایا کیونکہ اس رات اس نے خود ہی یہ سب معاملات اربش کے ساتھ واٹس ایپ میسجز کے ذریعے شیئر کیے تھے۔

"لیکن وہ سب تمہارا ماضی تھا' میں تمہیں کسی چیز کے لیے ترسنے نہیں دوں گا' یہ گھر اور اس میں موجود ہر چیز اتنی ہی تمہاری ہے جتنی کہ میری' ہر چیز پر آج سے مکمل حق ہے تمہارا اور نہ صرف چیزوں پر بلکہ مجھ پر بھی اب صرف تمہارا ہی حق ہے۔" بات کرتے کرتے اس نے ایک دم ہی اپنے لہجے کی ٹون بدلی اور اس کے سر سے سر کو ہلکا سا ٹکراتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

اجیہ کے آنسو تو وہ صاف کر ہی چکا تھا اس کی بات پر چہرے پر بھی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ اسی وقت بوا نے دروازے پر دستک دی۔

"ارے بوا آیئے ناں اندر آیئے۔" اربش نے ان کے لیے مکمل دروازہ کھولا' بوا نے سامنے اربش کے بیڈ پر بیٹھی اجیہ کو دیکھا۔

"نہیں بیٹا...... معذرت چاہتی ہوں لیکن بس میں نے کھانے کا پوچھنے کے لیے ہی دستک دی تھی۔"

"معذرت...... وہ کس چیز کی؟ بوا پلیز آپ تو اجنبی نہ بنیں۔" اربش نے کہا تو وہ سر ہلا کر دھیما سا مسکرائیں۔

"ممی نے کھانا کھالیا کیا؟"

"آج سے پہلے کبھی تمہارے بغیر کھایا ہے انہوں نے' جو آج کھا لیتیں۔"

"اجیہ......" اربش نے وہیں کھڑے کھڑے مڑ کر اجیہ کو دیکھا۔

"میں اور ممی ایک دوسرے کے بغیر کھانا نہیں کھاتے اور ممی ابھی تک بھوکی ہوں گی۔"

"تو......میں سمجھی نہیں۔" اجیہ نے کہا تو اس نے پہلے بوا اور پھر اسے مسکرا کر دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں تھوڑی دیر کے لیے ممی کے پاس جا رہا ہوں ورنہ وہ شاید کھانا نہ کھائیں۔"

"اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟"

"تم......؟"

"ہاں میں' پہلے تم دونوں اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے تو آج سے کیوں ناں ایسا کریں کہ ہم تینوں ایک دوسرے کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔" اجیہ کی بات پر اربش کی شفاف آنکھوں کی چمک یک دم بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے اور بوا کو تو ویسے بھی دوائی کی وجہ سے استثنیٰ حاصل ہے۔" اس کی بات پر بوا بھی مسکرائی تھیں' اجیہ اربش کے کہنے پر بیڈ سے اتر کر اس کے ساتھ ہی ممی کے کمرے کی طرف چل دی تھی۔ بوا کو اجیہ کی یہ بات بہت پسند آئی تھی اور انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اجیہ اس گھر کے لیے ایک بہترین اضافہ ہوگی کیونکہ جو لڑکی مل جل کر رہنے کی خواہش رکھتی ہو ان کی کسی بھی گھر میں شادی ہو وہ اس گھر کے لیے برکت ثابت ہوتی ہیں۔ اربش نے ممی کے کمرے کے پاس پہنچ کر ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر اندر داخل ہوگیا' اجیہ اور بوا بھی اس کے ساتھ تھیں۔

"تم......کیوں آئے ہو اس وقت؟" خفگی اور ناراضگی اب تک برقرار تھی اور ساتھ اجیہ کو دیکھا۔

"ہم آپ کو بلانے آئے ہیں ممی کہ کھانے کا وقت ہوگیا ہے آ جائیں مل کر کھانا کھاتے ہیں۔" اربش نارمل انداز میں بات کرتا ان کی طرف بڑھا لیکن انہوں نے رخ موڑ لیا۔

"مجھے بھوک نہیں......"

"اگر آپ نہیں کھائیں گی تو پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا' اسی طرح بھوکا سو جاؤں گا۔" اربش کو یقین تھا کہ ممی یہ بات کبھی بھی برداشت نہیں کریں گی کہ وہ بھوکا سوئے اور وہ کھانے کے لیے حامی بھرتے ہوئے آخر کار ان کا ساتھ دیں گی لیکن ایسا نہ ہوا۔

"میں بھی تو بھوکی ہی سوؤں گی' ایسے میں اگر تم بھی بھوکے سو جاؤ گے تو کوئی بڑی بات نہیں۔" انہوں نے یہ سب کہہ تو دیا تھا لیکن وہی جانتی تھیں کہ انہوں نے کس دل سے یہ الفاظ کہے تھے۔

"ممی......مجھے معلوم ہے کہ میں نے غلطی کی ہے اور اس کے لیے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں لیکن پلیز میری غلطی کی سزا بھوکا رہ کر خود کو تو نہ دیں۔ آپ مجھ سے فی الحال بات نہیں کرنا چاہتیں تو یہ بات قابل برداشت ہے لیکن میری وجہ سے آپ خود کو بھوکا رہنے کی اذیت دے کر مجھے مزید پریشان کریں گی' پلیز ممی مجھے معاف کر دیں اور کھانا کھا لیں۔" ممی کا دل پگھلنے لگا تھا انہوں نے نظر بھر کر اربش کو دیکھا۔

یہ ان کا اکلوتا بیٹا ان کی کل کائنات ہی تو تھا' شوہر کی وفات کے بعد اس کے مستقبل کے ہی سہارے انہوں نے اپنی ساری عمر گزاری تھی۔ اس کی خاطر محنت کی' اپنا آپ نظر انداز کیا لیکن یہی کوشش رہی کہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شخصیت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ کل کو وہ یہ سوچے کہ کاش میرا باپ زندہ ہوتا تو میں یہ کام کر سکتا' وہ چیز خرید سکتا۔ انہوں نے آج تک اس کی کسی بھی خواہش کو حسرت بننے نہیں دیا تھا لیکن اب جبکہ انہوں نے بہو لانے کے معاملے میں اپنی خواہش ظاہر کرنا چاہی تو وہ حسرت بن کر ان کے دل میں رہ گئی اور یہی وجہ تھی کہ انہیں سامنے موجود اجیہ جو اپنی ایک اسکول ٹیچر کے طور پر انتہائی با اخلاق' ایکٹو اور پرکشش شخصیت کی مالک لگتی تھی اب اس پر نظر پڑتے ہی ان کا حلق تک کڑوا ہو جاتا' وہ انسیت جو انہیں اجیہ میں پہلی ملاقات اور اس کے بعد محسوس ہوئی تھی اسے اب وہ خطرے کی وہ گھنٹی سمجھ رہی تھیں جس کے بارے میں قدرت نے انہیں پہلے سے انفارم کر دیا تھا۔ ان کے اسکول کی وائس پرنسپل نے آ کر کہا تھا کہ اجیہ میں آپ کی مماثلت محسوس ہوتی ہے تو شاید اس لیے کہ پھر اجیہ ہی نے آخر ان کی ہر چیز سنبھالی تھی اور پھر اسکول میں سب کو کیا جواب دینا ہوگا؟ ممی کے ذہن میں بہت کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا اور سب سے بڑھ کر سامنے موجود اربش اور اجیہ کا چہرہ۔

"ممی......پلیز اربش اور مجھے' ہم دونوں کو معاف کر دیجیے آپ پلیز مجھے تھوڑا سا موقع دے کر دیکھیں میں آپ کو بالکل بھی مایوس نہیں کروں گی۔ آپ جیسا کہیں گی میں ویسا ہی کروں

گی اور اگر میں نے آپ کو کبھی بھی مایوس کیا تو جو سزا دیں گی میں اُف تک نہیں کروں گی لیکن پلیز آپ ہم سے ناراض نہ ہوں اور کھانا کھالیں۔" اجیہ نے بھی اپنے تئیں کوشش کی تھی جسے بوا اور اربش نے دل ہی دل میں سراہا اور ممی جو اربش کے کہنے کے بعد اب دل ہی دل میں اپنے رویے پر نظر ثانی کر رہی تھیں اور اکلوتے بیٹے کی بھوک کے خیال سے دو نوالے کھانے کا سوچا ہی تھا کہ اجیہ کی طرف سے کی گئی اس درخواست پر پھر سے ان کے اندر کی انا نے زہریلے ناگ کی طرح پھن پھیلا لیا۔

ویسے بھی انا زہریلے ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیونکہ ناگ کے زہر سے تو انسان زندہ ہی نہیں بچتا' ختم ہو جاتا ہے جبکہ اس انا کا ڈسا ہوا انسان زندہ تو ہوتا ہے لیکن اس کی روح انا کے زہر سے مر چکی ہوتی ہے اور چلتے پھرتے وجود کے اندر مری ہوئی روح کا بوجھ کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے کہ انسان نہ تو حقیقی خوشی کا لطف لے سکتا ہے اور نہ ہی اپنی زندگی مکمل طور پر آسانی کے ساتھ جی سکتا ہے۔ کتنے ہی ایسے کام جن سے حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہو' انا ہمیں کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتی اور یوں انسان کی حالت کسی بہترین طرز تعمیر کے حامل مگر بوسیدہ مکان جیسی ہو جاتی ہے جس کے کھڑے رہنا محض ایک عارضی خواب سے بڑھ کر نہیں ہوتا اور یہی سب کچھ ممی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

اربش کے معافی تلافی کرنے پر اس کے بھوکا رہنے کے خیال سے وہ کھانا کے لیے کمرے سے نکلنے کا سوچ ہی رہی تھیں کہ اجیہ کی' کی گئی درخواست پر ان کی انا پھن پھیلا کر رستے میں آ گئی۔

"بوا..... ان دونوں کو کہیں یہاں سے چلے جائیں۔"

"ممی پلیز پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دیں' آئندہ......" اجیہ نے آخری کوشش کے طور پر کہا۔

"تم بکواس بند کرو' سمجھیں اور آج کے بعد اگر تم نے میرے کمرے میں قدم بھی رکھا تو پھر تم دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔"

"او کے آپ مجھ سے بات نہ کریں میں آپ کے کمرے میں داخل تو دور کی بات ہے' میں اپنے کمرے سے قدم بھی باہر نہیں نکالوں گی لیکن آپ صرف اربش کو معاف کر دیں' میں کبھی آپ کو نظر بھی نہیں آؤں گی۔"

"شٹ اپ اجیہ..... اب تم مجھ سے میرے بیٹے کی سفارش کرو گی؟ جاؤ بی بی جاؤ اور جا کر آئینے میں اپنا منہ دیکھو' تم اپنی اوقات بھول رہی ہو۔"

"ممی پلیز......" ان کا انداز اس قدر کڑوا اور تلخ تھا کہ اربش کو بیچ میں بولنا ہی پڑا۔

"آپ زیادتی کر رہی ہیں۔"

"اور جو زیادتی اس نے میرے ساتھ کی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آئی کہ کس طرح اس نے تمہیں مجھ سے بھی دور کر دیا۔"

"ایسا نہیں ہوا ممی..... آپ بہت زیادہ حساس ہو رہی ہیں اور پھر کیا آپ میری اس غلطی کو میری خوشی نہیں سمجھ سکتیں جبکہ اجیہ آپ سے معافیاں مانگ رہی ہے' کہہ رہی ہے کہ جو آپ کہیں گی وہ کرنے کو تیار ہے تو پھر اب اور کیا کریں۔"

"میری جان چھوڑ دو بس اور نکل جاؤ میرے کمرے سے تم دونوں۔" ممی اربش کے منہ سے اجیہ کی حمایت سن کر تپ گئی تھیں۔

"چلو اجیہ..... کھانا کھائیں۔" اربش نے مڑ کر اجیہ کو دیکھا۔

"اربش لیکن..... ممی......"

"میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں' سمجھیں تم؟" ممی ہذیانی کیفیت میں بری طرح چلائی تھیں۔ اب تک خاموش ہو کر ایک طرف کھڑی بوا ممی کے قریب آئیں۔

"غصہ نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ممی نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔ اربش کو افسوس ہو رہا تھا کہ ممی اس کی پرابلم نہیں سمجھ پا رہیں اور وہ صرف اور صرف اپنا ہی سوچ جا رہی ہیں کہ انہیں اہمیت نہیں دی گئی' پوچھا نہیں گیا' یہ اور اس طرح کی دوسری باتوں کی' وہ اور اجیہ ان سے کئی بار معذرت بھی کر چکے تھے لیکن اب تک ان کا انداز وہی تھا۔

وہ سمجھتا تھا کہ آہستہ آہستہ ممی سمجھ جائیں گی' پہلے کی طرح پیار کرنے لگیں گی لیکن یہ سب مستقبل کی باتیں تھیں جو ہمیشہ مخفی رہتا ہے۔ ابھی انہیں حال کا سامنا تھا جس میں ممی نے قطعاً ان دونوں کی بات سمجھنے بلکہ مکمل طور پر سننے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

"ممی پلیز ہمارے ساتھ نہ سہی تو بوا کے ساتھ ہی کھانا کھا لیجیے گا پلیز......" اربش کے کہنے پر بوا نے چلے جانے کا اشارہ کیا تا کہ بات مزید نہ بڑھے اور اربش نے اجیہ کا ہاتھ پکڑا اور ممی کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁

عمر کا بھروسہ کیا' پل کا ساتھ ہوجائے
ایک بار اکیلے میں اس سے بات ہوجائے
دل کی مگنگ سرشاری اس کو جیت لے لیکن
عرض حال کہنے میں احتیاط ہوجائے
یاد کرتا جائے دل اور کھلتا جائے دل
اوس کی طرح کوئی پات پات ہوجائے
ایک ابر تو کھیلے وہ میری طرح اور پھر
جیت لے وہ ہر بازی مجھ کو مات ہوجائے

شرمین نے رات کا کھانا کھانے کے بعد برتن سمیٹ کر دھونے کے لیے سنک میں جمع کیے اور خود کرسی پر دونوں پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گئی۔ ذہن ممی سے ہوتا ہوا اربش تک جا پہنچا تھا اس کی خواہش ہی رہی کہ کبھی اربش کے ساتھ کچھ وقت اکیلے گزار پاتی۔ اس سے باتیں کرتی اور اس کی سنتی لیکن شومئی قسمت کہ جب بھی اربش سامنے آیا تو تھوڑے سے وقت کے لیے اور جب کبھی اس کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملنے کو چانس بنا تو کسی نہ کسی کے آجانے کی وجہ سے وہ موقع بھی ضائع ہوگیا لیکن اسے یقین تھا کہ جلد یا بدیر اربش کو اسی کا ہی ہونا ہے کیونکہ بوا اور امی کے اندر اور ان کی آنکھوں میں اس نے اپنے لیے جو پسندیدگی محسوس کی تھی وہ بس یونہی نہیں تھی اور پھر بوا نے تو اشاروں کناروں میں بھابی سے جو باتیں شرمین اور اس کی منگنی یا رشتے وغیرہ کے لیے پوچھی تھیں تو بے جا نہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ شرمین یقین کی حد تک مطمئن تھی کہ ممی آج نہیں تو کل رشتہ کی بات ضرور کریں گی۔ ممی کا خیال آتے ہی اس کا دل چاہا ذرا ان سے فون پر بات کی جائے۔

''دونوں پاؤں جوڑ کر یہاں کرسی پر بیٹھی ہوئی ہو بندہ برتن ہی دھو دیتا ہے کبھی۔'' بھابی نے کچن میں داخل ہوتے ہی شکوہ کیا لیکن اس کے پاس ہمیشہ اور ہر بات کا جواب ریڈی ہوتا تھا اس لیے لحہ بھر کی بھی تاخیر کیے بغیر فٹ سے بولی۔

''برتن دھوتی ہی پڑی ہوئی ہوں' ورنہ میں کوئی کاغذ کی پلیٹوں میں نہیں کھاتی تھی اور پھر آپ کا گھر ہے' میاں ہے' بچے ہیں۔ سارے برتن تو آپ کے ہی ہوتے ہیں ناں۔ میرا کیا ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ ایک نہیں دو پلیٹیں اور ایک گلاس...... اسے میں اگر میں کبھی برتن دھو دیا کروں تو میری مہربانی سمجھا کریں اور نہ دھوؤں تو شکایت نہ کیا کریں مجھ سے۔'' شرمین نے تن کر جواب دیا۔

''توبہ ہے...... تم سے تو بندہ ایک بات کہہ دے تو جواب میں پوری تقریر کرنے لگ جاتی ہو قسم سے۔'' بھابی نے منہ بسورا۔

''اچھا پھر لیٹنے لگے ہیں ہم سب تو تم بھی کچن کی لائٹ بند کر کے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ بل آتا ہے بلب روشن کرنے کا بھی۔''

''پتہ ہے بھابی ان بلوں کا بھی پتا ہے بار بار جتایا مت کرو اور جاؤ سو جاؤ تم سب میرا بھی جب دل کرے گا سو جاؤں گی۔''

''مرضی ہے بھئی میری بلا سے تو ساری رات اسی کرسی پر بیٹھے بیٹھے اکڑ جاؤ مجھے کیا۔'' بھابی گردن جھٹک کر کچن سے نکل گئی تھیں لیکن ایک بار پھر پلٹیں۔

''اچھا سنو جب بیٹھے بیٹھے کمر دکھنے لگے ناں تو پھر اٹھ کر برتن دھو لینا۔''

مشورہ دے کر وہ اپنے کمرے میں جا گھسی تھیں اسی لیے شرمین کی طرف سے جوابی تقریر سننے سے بال بال بچ بھی گئیں ورنہ شرمین انہیں بغیر کچھ سنائے چھوڑنے والی نہیں تھی لیکن ان کی بات کا یہ اثر ہوا کہ شرمین جو کہ ابھی مزید وہیں پر ہی بیٹھے رہنے کا ارادہ رکھتی تھی ضد میں آ کر اسی وقت وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے میں بیڈ پر جا کر بیٹھتے ہی ممی کو فون ملایا۔ دو تین بیلز کے بعد ہی انہوں نے فون اٹھا لیا تھا اور رسمی سلام دعا کے بعد بولی۔

''اور سناؤ بیٹا خیریت سے ہی فون کیا ہے ناں؟''

''جی بس خیریت ہی ہے ایسے ہی بس آج اپنی امی کی بہت یاد آرہی تھی تو سوچا کہ آپ کو فون کرلوں۔'' شرمین مکمل طور پر جھوٹ گھڑا کیونکہ فون کرنے کی کوئی تو وجہ بتانی ہی تھی سو اس نے امی کی یاد کو وجہ بنا لیا۔

''ویسے بھی آپ سے بات کرتی ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے اپنی ماں ہی سامنے ہو اتنا سکون اور اس قدر پیار ہے آپ کی شخصیت میں کہ میں نے تو آج تک کسی اور میں یہ کشش محسوس ہی نہیں کی جو آپ کے لیے کرتی ہوں یقین کریں میں جتنی بھی تھکی ہوں پریشان ہوتی ہوں یا اور کوئی وجہ...... لیکن آپ کی آواز کان میں پڑتے ہی لگتا ہے جیسے اب کوئی ٹینشن پریشانی میری زندگی میں باقی رہے گی ہی نہیں۔'' شرمین نے دل بھر کر جھوٹ بولتے ہوئے ان کی خوشامد کی۔

''کاش کہ ایسا ہوتا شرمین بیٹا۔'' ممی بولیں تو ان کا لہجہ نڈھال تھا۔

''کیا مطلب ہے......! آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' وہ بے چین ہوگئی تھی۔ ''اگر آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میں بھیا سے کہتی ہوں وہ مجھے ابھی آپ کے پاس لے آتے ہیں رات بھر ہم دونوں ایک ساتھ باتیں وغیرہ کرتے گزاریں گی تو آپ کی طبیعت بھی بہتری محسوس کریں گی۔'' اندھا کیا چاہیے دو آنکھیں شرمین تو چاہتی ہی یہی تھی لہٰذا اس نے تصور میں خود کو بھائی کے ساتھ ان کے گھر جاتے اور ممی کے ساتھ رات بھر گزرتے ہی نہیں بلکہ اربش کے ساتھ خود کو باتیں کرتے بھی دیکھ لیا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں جانے والے بھائی کو فوراً سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھا کر گاڑی چلاتے بلکہ اڑانے کی ہدایت کردے۔

''ارے نہیں بیٹا تم کہاں تکلیف کروگی اور ویسے بھی جو ہنگامہ اس گھر میں کھڑا ہوچکا ہے اس میں بھلا تم کر بھی کیا سکتی ہو؟''

''ممی آپ مجھے کچھ بتائیں گی بھی یا صرف پریشان ہی کرتی رہیں گی پلیز مجھے مکمل بات وضاحت کے ساتھ بتائیں مجھے تو بہت سخت بے چینی ہورہی ہے۔'' شرمین کی بات پر ممی نے گہری سانس لی اور پھر بولیں۔

''میری کتنی خواہش تھی کہ تم اس گھر میں بہو بن کر آؤ کیونکہ تمہارا اخلاق انمول ہے اور میں چاہتی تھی کہ تم میرے بیٹے کی زندگی میں ایسے آؤ کہ اس کی آنے والی نسل میں بھی تمہارے کردار و اطوار کی خوبیاں پائی جائیں لیکن......''

''لیکن کیا ممی؟'' کسی اور وقت ممی اس کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کرتیں تو وہ دکھاوے کے لیے ہی سہی لیکن شرمانے کی اداکاری کرلیتی لیکن ممی نے جس تاسف بھرے لہجے میں بات کی تھی وہ شرمین کو الجھا رہی تھی۔

''اربش نے شادی کرلی......'' ممی نے بات ہی تو کی تھی لیکن شرمین کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کی سماعتوں پر بم پھوڑ دیا ہو اور وہ بھی ایک نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے کئی بم۔

''لیکن کب اور کس سے؟'' وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی کمرے میں فوراً سے ہی گھٹن کا احساس اس قدر بڑھتا ہوا محسوس ہوا جیسے کوئی اس کمرے کی ساری آکسیجن اڑا لے گیا ہو۔

''آج اس نے میری ہی اسکول کی ایک ٹیچر سے شادی کرلی ہے بیٹا۔'' شرمین نے ان کی آواز کا کھوکھلا پن محسوس تو کیا لیکن اس وقت وہ خود کھوکھلی ہوچکی تھی۔

''لیکن ایسا کیوں کیا اربش نے؟ اور وہ بھی آپ کو بتائے بغیر۔''

''اسی بات کا تو دکھ مجھے سنبھلنے نہیں دے رہا کہ اس کل کی لڑکی کے سامنے میری عزت تو پھر ایک ٹکے کی بھی نہیں رہی۔'' ممی اپنی عزت کے لیے افسردہ تھیں تو شرمین اپنے خوابوں کے بکھرنے پر ماتم کناں اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اربش کی بیوی اس کے سامنے آئے اور وہ اس کا منہ اپنے لمبے ناخنوں سے نوچ لے۔

''کون سی ٹیچر ہے ایسی جو آپ کی ناک کے نیچے سے آپ کا بیٹا لے اڑی اور آپ کو کانوں کان خبر تک نہ ہوسکی؟'' شرمین نے پوچھا اس لیے تھا کہ اسے اگر خطرہ تھا تو صرف اور صرف اجیہ سے جس کی آج غزنی سے شادی ہوچکی تھی تو اور ایسی کون سی ٹیچر تھی جس نے اتنا لمبا ہاتھ مارا تھا۔

''تم نے شاید قرآن خوانی پر دیکھا ہوگا اسے......اجیہ...... اجیہ سکندر ہے اس کا پورا نام۔''

''اجیہ سکندر......؟'' شرمین کو حیرت وذلت کا ایک بھرپور جھٹکا لگا تھا۔

''لیکن اس کی تو آج غزنی کے ساتھ شادی تھی۔'' شرمین نے انکشاف کیا۔

''کون غزنی تم جانتی ہو کیا اسے؟'' ممی نے چونک کر فون ایک کان سے دوسرے کان پر لگایا۔

''جانتی کیا ممی بلکہ جس ٹریول ایجنسی میں جاب کررہی ہوں ناں، وہ غزنی ہی کی ہے اور ہم دونوں یونیورسٹی فیلو بھی رہ چکے ہیں لیکن......ایک بات مجھے سمجھ نہیں آرہی......'' شرمین نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا۔

''کون سی بات؟''

''یہی کہ اجیہ اور غزنی تو ایک دوسرے سے بے تحاشا محبت کرتے تھے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتے تھے اور یہ میں ابھی کی بات نہیں کررہی بلکہ ہم دونوں یونیورسٹی میں تھے اس وقت غزنی، اجیہ کو سب دوستوں سے ملوانے لایا تھا تو اس کا تعارف اپنی منگیتر کہہ کر ہی کرایا تھا اور جس طرح دونوں آپس

میں چپک چپک کر بیٹھ رہے تھے تو ہم نے بڑا ریکارڈ لگایا تھا ان دونوں کا اور تب سے یہ دونوں اکٹھے تھے مگر آج صبح ہی غزنی نے مجھے فون کر کے ٹریول ایجنسی بند ہونے کا بتایا تھا میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ اجیہ اور میرے بارے میں تو تمہیں سب کچھ معلوم ہی ہے تو بس ہمیں اچانک شادی کرنا پڑ رہی ہے اور اس شادی کو کتنی ایمرجنسی میں کیا جا رہا تھا آج اس کا اندازہ آپ صرف اس بات سے ہی لگا سکتی ہیں کہ صرف سات آٹھ قریبی رشتے داروں کے علاوہ اور کسی کو بھی مدعو نہیں کیا گیا تھا کیونکہ غزنی اور اجیہ کے پاس شاید اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ چند دن رک کر سب کو مدعو کر لیتے اور انتظامات ہی بہتر کر لیتے۔'' شرمین کا شیطانی ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا اور اس کی توقعات کے بالکل برعکس لگنے والے اس نفسیاتی جھٹکے کے سبب اس نے خود کو ہتھیار ڈالنے نہیں دیے تھے بلکہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں ایسا اتری کہ ممی کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''کیا تم وہی کہہ رہی ہو شرمین جو میں سمجھ رہی ہوں؟'' ممی نے حیرت سے گنگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں ممی میں سو فیصد سچ کہہ رہی ہوں آپ چاہیں تو میرے فون کے کال لاگ میں صبح غزنی کی آئی ہوئی کال بھی دیکھ سکتی ہیں اور اگر مزید تصدیق چاہیں تو کسی کو بھی غزنی کے محلے میں بھیج کر اجیہ اور اس کے بارے میں پوچھ سکتی ہیں۔'' شرمین کے لہجے میں اس قدر یقین تھا کہ ممی آن کی آن میں اس پر یقین کر بیٹھیں۔

''اگر غزنی اور اجیہ کئی برس سے منگنی شدہ تھے اور اب ان کی شادی بھی ہونے والی تھی تو پھر ایسے میں ان دونوں کے درمیان بھلا اربش کی کہاں جگہ بنتی ہے۔'' ممی نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے کہ یہ شادی اجیہ اور غزنی کی کوئی چال ہو اس لیے کہ اربش کے ساتھ شادی کی صورت میں اجیہ، اربش کی تمام جائیداد، بینک بیلنس وغیرہ کے بارے میں جانتی ہوگی اور قوی امکان تو یہی ہے کہ یہ شادی صرف تب تک ہی چلانے کا منصوبہ ہو جب تک غزنی اور اجیہ کے پاس ایک معقول رقم یا کوئی پراپرٹی وغیرہ نہ آجائے۔'' اور یہی بات ممی کے لیے سب سے زیادہ تکلیف کا باعث اس لیے بنی تھی کہ ان کا بیٹا جو کہ مکمل طور پر مخلص اور صاف دل کا انسان تھا اس کو دھوکے سے صرف اور صرف اپنی لالچ پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اسے اس بات کی خبر بھی نہیں اور پھر اجیہ جو کہ غزنی کی منگیتر ہے وہ صرف پیسے کی لالچ میں اربش سے شادی کر کے اس گھر میں بھی آ چکی ہے انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اربش کی کم عقلی اور نادانی پر ان کا دماغ چکرا جائے گا۔

''اور پھر سب سے بڑھ کر ان کی ایمرجنسی میں شادی......''

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا شرمین بیٹا کہ میں کیا کروں ابھی بوا کو بلا کر انہیں ساری اصلیت بتاتی ہوں اجیہ کی۔''

''ارے ممی کرنا کیا ہے صرف اور صرف ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیں اس کا اور کیا؟''

''بات تو تمہاری بالکل درست ہے کیونکہ اس کو اربش کی زندگی میں برقرار رکھنا بھی خود اربش کے ساتھ ہماری ناانصافی ہوگی۔''

اجیہ نے اگر شرمین کے مقابلے میں صرف ایک جست لگا کر ہی اربش سمیت سب کچھ ہی حاصل کر لیا تھا تو اس میں یقینی طور پر شرمین کے لیے دکھ تھا اور یہی وجہ تھی کہ جتنی بڑی چوٹ اسے لگی تھی اس نے بھی جوابی طور پر اتنی ہی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا اور اس کی باتوں پر ممی کے جو تاثرات فون پر اس نے محسوس کیے تھے ان کی بنیاد پر اسے یقین تھا کہ ممی اب اجیہ کو اس گھر میں ٹکنے نہیں دیں گی اور ان کے ردعمل کو عملی جامع پہنانے کے لیے شرمین نے اپنی خدمات پیش کردی تھیں۔

''اپنی زندگی کی لگا کر آپ نے اربش کو پالا اسے بڑا کیا اور اسے اس قابل بنایا کہ وہ دنیا کے تمام تقاضوں کو بہترین طریقے سے پورا کرتے ہوئے اپنی زندگی گزار سکے یہ سب آپ نے اس لیے نہیں کیا تھا ناں کہ اجیہ کی طرح کوئی بھی لڑکی پیسے کی لالچ میں اس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نہ صرف یہ دولت سمیٹ کر لے جائے بلکہ اربش کے سچے اور کھرے جذبوں اور اس کے خلوص کی بھی توہین کرے۔'' غرض یہ کہ شرمین نے اپنے حسد میں بہہ کر ممی کو مکمل طور پر اجیہ سے بدظن کرنا چاہا اور اس میں سو فیصد کامیاب اس لیے بھی رہی کہ وہ پہلے ہی اس سے نفرت کرنے لگی تھیں اب شرمین کی باتوں اور اس کی طرف سے پہنچائی گئی معلومات کے بعد وہ کسی بھی طور پر اجیہ کو گھر میں اور اربش کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

❁....❁....❁

خود وہ آغوش کشادہ ہے جزیرے کی طرح

پھیلے دریاؤں کی مانند ہے محبت اس کی
وہ کبھی آنکھ بھی جھپکے تو لرز جاتا ہوں
مجھ کو اس سے بھی زیادہ ہے ضرورت اس کی

امی کو اسپتال لائے تو وہ بے ہوش ہی تھیں اسپتال کے گیٹ کے باہر ہی پارکنگ میں گاڑی روک کر سکندر صاحب اسٹریچر لینے اسپتال کے اندر فرسٹ طبی امداد کے کاؤنٹر پر پہنچے انہیں امی کی حالت کے بارے میں بتایا اور اسٹاف کے کہنے پر ایک وارڈ بوائے کو ساتھ لے کر امی کے پاس واپس پہنچے وارڈ بوائے کے ہاتھ میں اسٹریچر تھا جس پر امی کو منتقل کرنے کے بعد تیز رفتاری سے وہ سب ایمرجنسی کی طرف بھاگے تھے جہاں چوبیس گھنٹے یقینی طور پر ڈاکٹرز موجود ہوتے ہیں۔ حنین جس وقت گھر سے نکلی تھی مسلسل امی پر کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی ہی جارہی تھی اسے یاد تھا کہ اجیہ ہوتی یا وہ اگر ان دونوں میں سے کسی کو بخار بھی ہوجاتا تو امی تسبیح لے کر ان کے بیٹھ پر آ بیٹھتیں اور مختلف آیات پڑھ پڑھ کر دیر تک ان پر پھونکا کرتیں اور اب آج حنین کی زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ امی کی جگہ اس نے لے لی تھی اور ان پر ہر وہ آیت یا سورت جو اسے یاد تھی پڑھ کر پھونکتی ہی جارہی تھی۔

ڈاکٹر امی کو ہوش میں لانے کی کوشش کررہے تھے موجودہ یا سابقہ بیماریوں کا پوچھ رہے تھے ان کی کیس ہسٹری مانگ رہے تھے لیکن اول تو یہ کہ آج تک ان کا علاج مکمل طور پر کبھی کروایا ہی نہیں گیا تھا اور دوسری بات یہ کہ اجیہ کے ساتھ جاکر جو ٹیسٹ انہوں نے کروائے تھے وہ حنین کو بوکھلاہٹ اور پریشانی میں ساتھ لانے یاد ہی نہیں رہے تھے۔ ڈاکٹر امی کے چیک اپ کے دوران انہیں ہدایات دیتا رہا کہ اگر اس وقت ان کے پاس تمام رپورٹس ہوتیں تو دوبارہ سے نہ کرانی پڑتیں پیسے بھی ضائع نہ ہوتے اور وقت بھی' سکندر صاحب نے ملامتی نظروں سے حنین کو دیکھا کہ اس کی لاپروائی کی وجہ سے اب دوبارہ پیسے بھرنے پڑیں گے۔

''ڈاکٹر صاحب گھر پر ساری رپورٹیں موجود ہیں بس ہم جلدی میں لانا بھول گئے اگر آپ کہیں تو میں ابھی لے آؤں؟'' سکندر صاحب کے پوچھنے پر ڈاکٹر نے حیرت سے انہیں دیکھا اور پھر سامنے بے سدھ پڑی ہوئی امی کو جن کے ایک بازو پر بلڈ پریشر اور شوگر وغیرہ چیک کی جارہی تھی اور دوسرے بازو پر کنولا لگا کر مختلف ٹیسٹ کرنے کے لیے خون لیا جارہا تھا۔

''آپ کے اس آنے جانے میں آپ کی مریضہ کے لیے رسک ہے کیونکہ جتنی دیر میں آپ جائیں گے اس سے کہیں پہلے ان کی ٹریٹمنٹ شروع ہوجانی چاہیے۔''

''ڈاکٹر صاحب یہ جو آپ ٹیسٹ اب کریں گے اندازاً کتنے روپے لگیں گے ان پر۔''

''دس بارہ ہزار تو ان پر لگ ہی جائیں گے اور باقی فیس وغیرہ ظاہر ہے الگ ہوگی۔'' بات مکمل کرکے ڈاکٹر امی کے چیک اپ کے متعلق اسٹاف کو ہدایات دینے لگا تھا۔

''دس بارہ ہزار، کیا پہلے بھی اتنے ہی لگے تھے؟'' انہوں نے حنین سے پوچھا۔

''جی بابا جانی تقریباً اتنے ہی لگے تھے۔''

''تو پھر وہ پیسے کس نے دیے تھے تم لوگوں کے پاس گھر میں تھے اتنے پیسے؟'' وہ حیران ہوئے۔

''اجیہ نے دیے تھے بابا جانی وہ ہی اپنی تنخواہ سے امی کی دوائیاں وغیرہ بھی لاتی تھی اور یہ سب ٹیسٹ چیک اپ بلکہ میرے کالج کی فیس اور کتابیں تک سب کچھ وہ اپنی جاب سے ہی تو پورا کرتی تھی ناں ورنہ ہم کہاں سے لاتے ہمیں کون دیتا اجیہ کے سوا دینے والا؟'' حنین کے منہ سے اجیہ کا نام سن کر وہ چونکے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ ٹیسٹ وغیرہ اس قدر مہنگے ہیں جن پر اجیہ خرچ کررہی ہے۔

''کال سینٹر میں رات کی شفٹ والوں کے پیسے زیادہ ملتے تھے ناں اس لیے وہ کال سینٹر والی جاب نہیں چھوڑنا چاہتی تھی کہ اگر جاب چھوڑ دی تو میری اور امی کی تمام ضروریات کون پوری کرے گا۔''

''لیکن حنین بیٹا تم ایسا نہ کہو کیونکہ تمہیں تو میں ہمیشہ پیسے دیتا آیا ہوں ہر اس وقت جب تم نے مانگے۔''

''جی بابا جان آپ سچ کہہ رہے ہیں لیکن پھر مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا ناں کہ میں تو آپ سے پیسے لے کر اپنی ضروریات پوری کرلوں اور اجیہ اور امی ایک ایک روپے کے لیے ترستی رہیں اس لیے تو ایک عرصہ ہوا میں نے آپ سے مانگنے بھی چھوڑ دیے تھے اور پھر نہ ہی آپ نے خود سے کبھی پوچھا اور نہ دیے۔'' حنین بات کرکے اب امی کے اسٹریچر کی طرف مڑی ان دونوں سے قدرے فاصلے پر ڈاکٹرز امی کی بیماری کی تشخیص میں لگے ہوئے تھے اور اب انہیں یہیں کھڑا رہنے کا کہہ کر اسٹریچر ایمرجنسی روم میں لے گئے انہیں بیڈ پر

منتقل کیا۔

سکندر صاحب اور حنین تب تک باہر ہی موجود تھے حنین مسلسل دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ ہوش میں آجائیں ایک مرتبہ تو جی چاہا کہ اجیہ کو فون کرکے بلوالے پھر اپنا ارادہ ملتوی کردیا وہ اسے اس کی نئی زندگی کے شروعات پر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بابا جانی...... اگر آپ کہیں تو میں غزنی اور تایا ابو کو امی کی اس حالت کے بارے میں فون کردوں۔"

"انہیں کس منہ سے فون کروگی تم؟ اجیہ نے کسی سے بھی بات کرنے کے قابل چھوڑا ہے کیا ہمیں؟" ان کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"بابا جانی اجیہ نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا یہ سب سننے کے لیے پوری عمر پڑی ہے لیکن یہ موقع ایسا ہے کہ اگر ہمارے فون کرنے پر تایا ابو اور تائی امی، امی کو دیکھنے اسپتال آگئے تو جیسے تیسے دونوں گھروں میں آنا جانا بحال رہے گا چاہے خوشی غمی پر ہی سہی لیکن اگر آج ان کو نہیں بلاتے یا ہمارے بتانے کے باوجود وہ ایک دوسرے کا منہ تک دیکھنے کے روادار نہیں ہوں گے۔" حنین کی بات سکندر صاحب کے دل کو لگی تھی اور انہوں نے حنین سے کہا کہ وہ انہیں فون کرے۔ حنین نے ان کے گھر کے نمبر پر فون کیا تائی امی نزدیک ہی بیٹھی تھیں لہٰذا انہوں نے ہی فون اٹھایا۔

"السلام علیکم تائی امی میں حنین بول رہی ہوں۔"

"حنین؟" اس وقت حنین کی کال انتہائی غیر متوقع تھی اور پھر آج ہونے والے واقعے کے بعد تو اس بات پر یقین کرنا ممکن نہیں تھا کہ اجیہ کے گھر سے کسی کا بھی فون آتا حنین کا نام سن کر غزنی اور ابا دونوں نے چونک کر اماں کو دیکھا۔

"جی تائی امی...... میں نے آپ کو صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ امی کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی مسلسل بے ہوشی میں ہیں اور ہم انہیں اسپتال لے آئے ہیں۔"

"مسلسل بے ہوشی میں، لیکن کب سے؟" اماں کے پوچھنے پر غزنی اور ابا نے ان سے اشارے میں "کون" پوچھا مگر اماں نے جواب نہ دیا۔

"بہت دیر ہوگئی ہے ابھی تو آئی سی یو میں شاید...... وہ ڈاکٹر تو آرہا ہے۔" حنین نے سامنے سے ڈاکٹر کو آتے دیکھا اور عجلت میں فون بند کرنے سے پہلے انہیں اسپتال کا نام بتایا اور ڈاکٹر کی طرف لپکی۔ سکندر صاحب اس سے پہلے ہی ڈاکٹر کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"آپ کی مریضہ کے دماغ پر فالج کا اٹیک ہوا ہے۔"

"کیا...... امی کو فالج......!"

"فی الحال ان کا دماغ جسم کو کوئی بھی ہدایات دینے سے قاصر اور مفلوج ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور یہاں تک کہ زبان یا آنکھوں تک کو حرکت نہیں دے سکیں گی لیکن...... لیکن یہ کہ وہ زندہ ہیں الحمدللہ۔" حنین وہیں کھڑے کھڑے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی اسے شروع ہی سے اپنے آنسوؤں پر گرفت نہیں تھی بات بات پہ رونے لگتی بلکہ اجیہ تو ہمیشہ کہتی کہ اس کے آنسو پلکوں پر دھرے رہتے ہیں۔ ذرا سی بات ہوتی فوراً آنکھوں سے لڑھکنے لگتے ہیں۔

"آپ فکر نہ کریں اور دعا کریں بہت سے کیسز میں مریض ٹھیک ہوکر دوبارہ سے اپنی نارمل زندگی گزارنے لگتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مریض کے پاس رہنے والے افراد بھرپور کوشش کریں ان کے قریب بیٹھ کر ایسی باتیں کریں جو انہیں زندگی کی طرف لوٹنے میں مدد دیں مایوسی، پریشانی والی باتوں سے پرہیز کریں اس کے علاوہ ماضی میں اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ ہوا ہو تو ان کے قریب بیٹھ کر آپس میں بھی اس کے بارے میں بات کرنے سے گریز برتا جائے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ان کی سماعت کس حد تک کام کررہی ہے اس لیے رسک ہی کیوں لیں اور مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد بہتر ہوجائیں گی۔"

"ڈاکٹر صاحب کیا میں امی کے پاس چلی جاؤں۔" مسلسل بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ حنین نے پوچھا تو ڈاکٹر نے منع کردیا۔

"نہیں فی الحال نہیں...... لیکن بس تھوڑی دیر میں ضرور۔" ڈاکٹر نے اپنی پیشہ وارانہ مسکراہٹ سے کہا اور جاتے جاتے کچھ یاد آنے پر پھر لوٹا اور سکندر صاحب سے مخاطب ہوا۔

"آپ ایسا کریں گھر پر ان کی جو رپورٹس موجود ہیں وہ بھی منگوالیں کیونکہ ان سے مزید معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔"

"جی بہتر میں لے آتا ہوں۔" اور ڈاکٹر کے جانے کے بعد اس سے پہلے کہ سکندر صاحب گھر کے لیے نکلتے انہوں نے غزنی کو ابا اور اماں کے ساتھ داخل ہوتے دیکھا اور اپنی موجودگی ظاہر کرنے کے لیے ہاتھ ہلایا وہ لوگ انہیں دیکھتے ہی سیدھا

ادھر ہی آگئے تھے۔

"بھائی صاحب میں شرمندہ ہوں اور آپ سے بہت معذرت چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آج غزنی اور آپ لوگوں کو شرمندہ ہونا پڑا لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں یہ سراسر اجیہ اور اس کی ماں کا کارنامہ ہے ورنہ میں تو آپ کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگنے کو تیار ہوں۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے چچا جان آپ پلیز فی الحال یہ ذکر رہنے ہی دیں تو بہتر ہے ہم صرف اور صرف چچی کی اس قدر طبیعت خرابی کا سن کر بھاگے چلے آئے ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ اجیہ کون ہے یا اس نے کیا کیا اور نہ ہی ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ذکر دہرایا جائے۔" غزنیٰ نے سکندر صاحب کو انتہائی روکھا جواب دے کر اماں ابا کو کسی بھی قسم کی تسلی یا وضاحت سے بچالیا تھا۔

"حنین میری بچی، بتاؤ تو آخر ہوا کیا ہے ایک دم...... اور ڈاکٹر کیا کہتا ہے۔" اماں نے آگے بڑھ کر حنین کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا تو وہ جو ابھی بمشکل خود کو رونے سے روک رہی تھی ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اماں نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا تھا اس کا ماتھا چوما آنسو صاف کیے اور کمر سہلاتے ہوئے خاموش ہونے کی تلقین کرتی رہیں اس دوران سکندر صاحب نے انہیں وہ تمام تر تفصیلات بتائیں جو ان کے آنے سے پہلے ڈاکٹر بتا کر گیا تھا۔

"غزنیٰ بیٹا...... ایک کام تو کرو......"

"جی کہیے۔"

"گھر پر کچھ رپورٹس رکھی ہیں جو ڈاکٹر نے ابھی منگوائی ہیں ہم تو کسی کی گاڑی میں اسے لائے تھے اور وہ بھی واپس بھیج دی ہے اگر تم ابھی جا کر لے آؤ تو......" غزنیٰ نے سانس کھینچتے ہوئے لب بھینچ کر اماں کو دیکھا انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی منت کی تو بولا۔

"آپ فکر نہ کریں میں لے آتا ہوں جا کر...... آپ بس مجھے یہ بتا دیں کہ رپورٹس رکھی ہوئی کہاں ہیں۔" اس نے سکندر صاحب سے کہا لہجے کی تلخی برقرار تھی جو بات کرنے سے محسوس بھی ہو رہی تھی لیکن ان کا یہاں آنا ہی غنیمت تھا اور وہ بھی اس صورت حال میں جبکہ سکندر صاحب کی وجہ سے وہ اس قدر کرب اور اذیت سے گزرے ہوں بلکہ خود ابا دل ہی دل میں غزنیٰ کے احسان مند تھے جس نے انہیں سکندر صاحب سے ملنے پر نہیں روکا تھا۔ اور اگر بالفرض وہ انہیں منع کر دیتا ساری زندگی کے لیے ابا کو سکندر صاحب سے قطع تعلق رکھنے کا کہہ دیتا تو وہ بھلا کیا کر لیتے۔ کیا کہہ سکتے تھے کیونکہ غزنیٰ کو چھوڑ کر وہ کسی سے بھی نہیں مل سکتے تھے کیونکہ غزنیٰ ان کا بیٹا تھا اور اس کی خوشی میں ہی ان دونوں کی بھی خوشی تھی۔

"بتاؤ حنین بیٹا کہاں رکھی ہوئی ہیں اور رونا دھونا بند کر دو اب، کچھ نہیں ہوگا۔" اسے بات کرتے ہوئے انہوں نے حنین کی آنکھوں سے مسلسل بہتے ہوئے آنسو دیکھے تو اسے ڈپٹ دیا۔

"سکندر بچی ہے، اور ظاہر ہے صدمہ تو ہے ہی کہ آخر کو ماں ہے اس کی روتی ہے تو اچھا ہے رونے دو تاکہ اچانک ملنے والا یہ دکھ دل کے اندر رہ کر اعصاب کو کمزور نہ کرے۔" ابا نے سکندر صاحب کو سمجھایا اس سے پہلے ہی حنین اپنی آنکھیں مسل رہی تھی اور چاہتی تھی کہ اب مزید آنسو نہ نکلیں لیکن پتا نہیں ان سیاہ پتلیوں کے پیچھے کون سی آبشار تھی کہ آنسو بہتے ہی چلے جا رہے تھے مگر اب جب اس نے سب کی آنکھیں خود پر مرکوز دیکھیں تو خاموش ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

"وہ جو ہمارا روم ہے ناں، اس میں جو بیڈ کے سائیڈ پر الماری رکھی ہے اس الماری کا دایاں پٹ کھولیں گے تو سب سے سامنے جو دراز ہے اس میں سب سے اوپر امی کی رپورٹس رکھی ہیں۔" حنین نے تفصیل سے سمجھایا۔

"لیکن تم رو کیوں رہی ہو پاگل، سب ٹھیک ہو جائے گا اور تم اپنی امی کے ساتھ بھی پہلے کی طرح بات چیت کر پاؤ گی۔" باقی گھر والوں کے ساتھ غزنیٰ کا جیسا بھی اختلاف تھا اور ان کے خلاف اب اس کے دل میں جتنا بھی غصہ تھا لیکن حنین کے لیے اب بھی وہ اپنے دل میں وہی دوستانہ جذبات رکھتا تھا جو پہلے تھا اور اسے روتا دیکھ کر خود غزنی کو بھی بے چینی ہونے لگی تھی کیونکہ سکندر صاحب کے گھر میں صرف ایک حنین ہی تو تھی جو ہمیشہ اسے یکساں گرم جوشی سے خوش آمدید کہا کرتی تھی اجیہ کو تو شروع سے ہی غزنیٰ سے چڑ تھی سکندر صاحب کا رویہ بھی گھر کے حالات کے ساتھ اوپر نیچے ہوتا ہی جاتا تھا اور یہی حال امی کا بھی تھا لیکن حنین ہمیشہ اس کے لیے ایک اچھے دوست کی صورت دستیاب رہی تھی اور یہی نہیں بلکہ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ جب بھی امی کچھ ایسی نئی چیز پکاتیں جو غزنی کی بھی پسندیدہ

ہوتی تو حنین خاص طور پر اسے میسج کر کے بتاتی کہ امی نے آج تمہاری پسندیدہ فلاں چیز پکائی ہے جلدی سے آجاؤ تاکہ مل کر کھائیں لیکن سنو کسی کو بتانا نہیں کہ میں نے تمہیں میسج کر کے بتایا ہے کہ آج کیا پکا ہے۔“

وہ خاص طور پر اسے یہ راز رکھنے کا کہتی اور امی اور اجیہ ہمیشہ حیران ہوا کرتیں کہ آخر یہ ہمیشہ اسی دن کیوں عین وقت پر پہنچ جاتا ہے۔

”تم پلیز جلدی سے جاؤ اور رپورٹ لے آؤ۔“ حنین نے اسے کہا۔

”ڈاکٹرز اپنا کام کر چکے ہیں وہ صرف ان رپورٹس کے لیے نہیں بیٹھے ہوئے لیکن یہ تو بس انہوں نے احتیاطاً دیکھنے کے لیے منگوائی ہیں کیونکہ وہی سب ٹیسٹ وہ دوبارہ کر چکے ہیں اور شاید کر بھی رہے ہیں بے شک دو چار گھنٹے بعد لے آؤ یا صبح بھی آ گئیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ سکندر صاحب نے بتایا۔

”نہیں میں ابھی لے آتا ہوں، تم فکر نہ کرو حنین، ویسے بھی رات کے اس وقت سڑک پر رش نہیں ہوتا، ٹریفک بہت کم ہوتی ہے بس میں ابھی گیا اور سمجھو ابھی آیا لیکن تم نے فکر نہیں کرنی کیونکہ یہ سب تو زندگی کا حصہ ہے بس دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائیں اور پہلے کی طرح باتیں کرنے لگیں۔“

”ان شاء اللہ وہ ضرور ٹھیک ہوں گی میری دعا ضرور پوری ہوگی۔“ حنین نے پھر سے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو ہتھیلی سے رگڑا۔

”سب کچھ ہوگا لیکن پلیز پہلے تم یہ رونا بند کرو اماں سنبھالیں ناں اسے۔“ غزنی نے کہا تو امی نے اسے گلے سے لگالیا۔

”گھبراؤ مت میری جان میں بھی تو تمہاری ماں ہی ہوں ناں تمہیں ہمیشہ اپنی بیٹی ہی سمجھا ہے میں نے پھر تم کیوں پریشان ہوتی ہو یہ سب تو انسان کے لیے آزمائش ہوتی ہیں بس تم اللہ سے دعا کرو سب بہتر ہو جائے۔“ حنین نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر آنکھیں رگڑیں جو ابھی تھوڑی دیر ہی رونے اور مسلنے سے سوج چکی تھیں اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”اماں آپ اس کا خاص دھیان رکھیں پلیز حنین تم یہ سامنے کولر سے پانی پیو میں بس ابھی آیا۔“ کہتے ہوئے وہ خود ہی سامنے رکھے الیکٹرک کولر کی طرف بڑھا اور گلاس میں پانی ڈال کر حنین کے لیے لے آیا اسے گلاس تھمایا اور خود ہاتھ میں چابی لیے تیزی سے باہر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

خوشبو کی پوشاک پہن کر
کون گلی میں آیا ہے
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا لایا خبریں
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی باتیں
تم سے کہنے آیا ہے

ممی نے اگرا جیہ اور اربش کے کہنے کے باوجود ان کی منت سماجت اور ہاتھ جوڑنے تک کی پروا نہ کرتے ہوئے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا تو اربش کہاں تک بھوکا بیٹھا رہتا اور پھر اپنے لیے تو وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا لیکن اب جبکہ اس کے ساتھ اجیہ بھی تھی اور اجیہ کسی اور کی نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری تھی اس کی وجہ سے اس گھر میں آئی تھی اور قانون اور مذہب نے اب اجیہ کی تمام تر ذمہ داری اربش کو سونپی تھی تو وہ کیسے اس کو بھوکا رہنے دیتا اور پھر شادی والے دن ہی اس گھر میں اربش کے ساتھ ہونے والی اس پہلی رات میں ہی وہ کیسے اجیہ کو بھوکا سونے دیتا۔ اس نے خود تو آج تک کبھی بھی ممی کے بغیر کھانا نہیں کھایا تھا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر وہ کھانا نہ کھاتا تو یقینی طور پر اجیہ بھی مروت اور محبت میں کھانا نہ کھاپاتی اور انکار کر دیتی لہٰذا پہلے تو اربش نے اجیہ سے اصرار کیا کہ وہ کھانا کھا لے لیکن وہ نہ مانی تو اربش نے بوا سے کہہ کر کھانا گرم کرایا اور اپنے کمرے میں ہی منگوالیا بوا نے اجیہ کے اہتمام میں کافی کچھ بنا لیا تھا اور شاید پہلے گھر آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتی تھیں کہ اپنی طور پر جتنا ممکن ہو سکے اجیہ کا اس گھر میں پہلے دن کا اہتمام کرلیں کیونکہ ممی کا ردعمل متوقع تھا لیکن اس حد تک غصہ کریں گی یہ بات شاید بوا کے لیے بھی اس لیے حیران کن تھی کہ انہوں نے اپنی آج تک کی زندگی میں ممی کو کبھی بھی اربش پر غصہ کرتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی اربش نے انہیں خود پر غصہ کرنے کا کوئی بھی موقع دیا تھا اور اب اگر وہ غصہ کر رہی تو اس قدر شدید کہ ان دونوں کی طرف سے ہاتھ جوڑنے پر بھی غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ لہٰذا بوا نے اربش کے کہنے پر

بڑے ہی اہتمام سے کھانے کی ٹرے سیٹ کررہی تھی کہ اجیہ کچن میں آگئی۔

''ارے بیٹا...... تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' وہ اجیہ کو دلہن بنے کچن میں کھڑا دیکھ کر شرمندگی محسوس کررہی تھیں۔

''میں نے سوچا اگر کچھ تیار کرنا ہے تو میں خود ہی کرلیتی ہوں آپ پلیز میری وجہ سے کسی بھی قسم کی زحمت نہ کریں۔''

''ارے کیسی باتیں کرتی ہو بیٹا کیوں مجھے شرمندہ کررہی ہو اربش کی ماں بھی دراصل ہے بہت اچھی نرم گو اور صاف دل تم تو جانتی ہی ہوناں اسکول سے لیکن پتا ہے کیا یہ سب دراصل اس قدر اچانک ہوا ہے کہ وہ سنبھل نہیں پارہی اور اس کا دل یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ اربش اس کی مرضی کے بغیر بھی کچھ کرسکتا ہے، لیکن تم فکر مت کرو اور گھبرانا نہیں اسے سب کچھ سمجھادوں گی۔''

''شکریہ بوا آپ بہت اچھی ہیں۔'' اجیہ نے احساس تشکر سے کہا کہ کوئی تو ہے جو اس کو بھی پیار کرتا ہے اور اچھا سمجھتا ہے اسے بوا کا مزاج بہت اچھا لگا تھا۔

''اربش کی ماں جو ہے ناں...... وہ مجھ سے بھی اچھی ہے تم دیکھنا ذرا بس یہ دو چار دن گزر جانے دو۔''

''جی بہتر۔''

''اب ایسا کرو تم جاؤ اپنے کمرے میں اربش تمہارا انتظار کررہا ہوگا۔''

''یہ ٹرے میں لے جاتی ہوں۔''

''ہاں چلو ٹھیک ہے تم لے جاؤ باقی سب میں لے آتی ہوں۔''

گھر میں موجود ایک ایک چیز کو دیکھتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی حنین اور امی کا خیال بھی ساتھ ساتھ تھا کہ پتا نہیں اس کے گھر سے آنے کے بعد بابا نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ کمرے میں داخل ہوئی تو اربش چینج کرچکا تھا ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا وجیہہ تو وہ ویسے بھی تھا مگر آج اس کا انداز کچھ منفرد ہی معلوم ہورہا تھا اجیہ کھانے کی ٹرے لے کر کمرے میں پہنچی تو اربش کی نظریں اجیہ پر مرکوز تھیں اور اس کے دیکھنے کے انداز میں جانے کیا تھا کہ اجیہ اس کے یوں وارفتگی سے دیکھنے پر گھبرا سی گئی تھی اس میں ہمت ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ نظر اٹھا کر اسے دیکھتی کیونکہ نہ دیکھنے پر بھی اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کررہی تھی۔

''میں بس یہی لے کر آئی ہوں باقی بوا لا رہی ہیں۔'' اس نے ٹرے رکھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی بوا بھی کھانا لیے آگئیں اور دونوں کو اچھی طرح کھانے کی تاکید کرتے ہوئے دعا دے کر کمرے سے رخصت ہوئیں۔

اجیہ کو اپنے قریب بٹھا کر اربش نے پہلا نوالہ توڑ کر اس کے منہ میں ڈالا اور دوسرا نوالہ اپنے منہ میں ڈالنے ہی والا تھا کہ اجیہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ روک کر نوالہ لیا اور خود اسے کھلایا۔

''میں تمہاری احسان مند ہوں اربش کہ تم نے میری خاطر اتنا اسٹیپ لیا صرف اور صرف میری خوشی برقرار رکھنے اور میرے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے تم نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے اس کے بدلے میں ساری عمر تمہاری احسان مند رہوں گی۔'' اجیہ پوری سچائی اور دل سے یہ بات کررہی تھی کیونکہ وہ یہ بات مانتی تھی کہ اربش نے اس سے محبت کا اظہار کیا تھا اسے پانے کی خواہش کی تھی لیکن اس کی طرف سے ایسا کچھ نہیں تھا اور اگر اس نے اربش کے پرپوزل پر غور کیا تھا تو صرف اور صرف اس لیے کہ وہ دولت مند اور امیر تھا اور اس کی زندگی میں موجود تمام محرومیاں ختم کرکے حنین اور امی کے معیار زندگی کو بھی بہتر بنا سکتا تھا لیکن یہ سب کچھ اس طرح ہوگا یہ تو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

''اس طرح کی باتیں کرکے تم مجھے غیر ثابت کررہی ہو اجیہ...... کیونکہ میں نے تم پر احسان نہیں کیا بلکہ تم سے محبت کی ہے ایسی محبت جس میں کوئی اپنی محبت پانے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے اور تم دیکھنا اجیہ میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک یہ محبت اس طرح نبھاؤں گا کہ بالفرض اگر میں نہ بھی رہا تو تمہیں دنیا بھر میں اتنی محبت کرنے والا کوئی نہیں ملے گا کیونکہ میرے بعد......'' اجیہ نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے مزید کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

''کیوں اربش تمہارے بعد کیوں...... میرا وجود میرا جینا مرنا خوشی اور غم سب کچھ صرف اور صرف تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے ساتھ تک ہی ہیں، تمہارے بغیر نہ ہی اب میں کچھ ہوں اور نہ ہی مجھے تمہارے بغیر ہونے کا کوئی بھی گمان یا خیال بھی ہے اور اگر آج کے بعد تم نے کوئی بھی اس طرح کی الٹی سیدھی بات کرکے مجھے جذباتی کرنے کی کوشش کی ناں تو پھر دیکھنا میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گی۔''

''اچھا بابا...... اچھا غلطی ہوگئی آئندہ نہیں کروں گا لو بھئی میں نے کان پکڑے۔'' اربش نے اس کے کان پکڑے تھے جس پر وہ پہلے حیران ہوئی پھر ہنسنے لگی۔

''یہ بھی اچھا طریقہ ہے واہ بھئی واہ۔''

''ہاں تو اور کیا...... اب دیکھنا میں اپنے دوستوں سے کہا کروں گا میری بیوی تو اتنی ظالم ہے کہ شادی کی پہلی رات ہی میں نے کانوں کو ہاتھ لگالیا پاؤں پکڑے۔''

''پاؤں کب پکڑے۔'' وہ ہنستے ہنستے حیران ہوکر بولی۔

''محترمہ جب تم کچن میں گئی تھیں اور میں نے چینج کیا جوتے اتارے تو جرابیں اتارتے ہوئے میں نے اپنے پاؤں بھی تو پکڑے تھے ناں۔'' وہ دنیا بھر کا معصوم بنتے ہوئے اپنی ہنسی چھپانے کی ناکام ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

''اوہو...... تو یہ کیا بات ہوئی کان میرے پکڑے پاؤں اپنے پکڑے اور لوگوں میں مجھے ایک ظالم بیوی مشہور کرواؤں گے تو یاد رکھنا پھر میں اصلی والی ظالم بیوی بن جاؤں گی۔''

''تم اور ظالم......؟''

''ہاں تو اور کیا میں ظالم نہیں بن سکتی کیا؟''

''بن سکتی ہو بھئی تم تو اب جو کہو میں اس پر ہاں کہنے کو تیار ہوں۔''

''اچھا مطلب یہ کہ تم سمجھتے ہو کہ میں اتنی بری ہوں کہ ظالم تک بن سکتی ہوں۔''

''ہاں ناں...... نن...... نہیں...... نہیں بن سکتی ظالم۔''

''میرے اندر اتنا ٹیلنٹ ہے کہ دو منٹ میں کچھ بھی بن سکتی ہوں۔''

''ہاں تو یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ تم جو چاہو بن سکتی ہو، ظالم حسینہ۔''

ابھی وہ دونوں کھانا کھانے کے دوران ہی ہنسی مذاق کررہے تھے کہ باہر سے آتی ممی کی آواز پر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔ ممی انتہائی غصے میں اربش کو آوازیں دے رہی تھیں اور یہی آوازیں آہستہ آہستہ ان کے کمرے کے نزدیک تر ہوتی گئیں اربش کے لیے ممی کا یہ رویہ حیرت انگیز تھا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ ''کیا ہر ماں ساس بنتے ہی ایک دم بدل جاتی ہے؟ اگر اس کی ممی جیسی نرم طبیعت، محبت کرنے والی اور بہترین اخلاق والی ماں ساس کا منصب سنبھالتے ہی اس قدر بدل سکتی تھی تو اسے اس بات پر یقین ہوگیا تھا کہ دنیا کی سب سے زیادہ پیار کرنے والی ماں بھی شاید ساس بنتے ہی اونچا بولنے والی' شکی مزاج عورت کا روپ دھارے کیونکہ ممی کو تیز بولنا کسی کا بھی پسند نہیں تھا اور اب جبکہ وہ جانتی ہیں کہ گھر میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہوچکا ہے تو اس کے باوجود ذرا سا بھی لحاظ نہ کرنا یہ کہاں کا طریقہ تھا اور پھر اس طرح کے روپ کا اظہار اس وقت کرنا جبکہ وہ جانتی ہیں کہ آج ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی کی پہلی رات ہے۔'' اجیبہ پر ان کا تاثر

## عید ملن

۱) سحر و افطار کی ذمہ داری میں سے کون سی آپ کے ذمہ آتی ہے۔

۲) رمضان المبارک میں کوئی خاص وظائف جو آپ معمول کا حصہ بناتی ہوں۔

۳) عید کا چاند دیکھ کر عید کے دن کی کیا خاص تیاری کرتی ہیں مثلاً پکوان' لباس اور دیگر تیاریاں۔

۴) اب تک کی زندگی کی کوئی یادگار عید جو آپ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دے اگر آپ آنچل قارئین سے شیئر کرنا چاہیں۔

۵) عید کی تیاری اکثر خواتین شعبان میں کرلیتی ہیں' آپ اپنی تیاری کب شروع کرتی ہیں اور کب مکمل۔

۶) کوئی خاص ڈش جو عید کے موقع پر آپ سے فرمائش کر کے پکوائی جائے۔

۷) عیدی لینے میں کس سے زیادہ مزہ آتا ہے اور بھائی' بہن' شوہر میں سے کون دینے میں کنجوس کرتا ہے۔

۸) اس عید کے موقع پر ایسی کوئی خاص بات جو آپ اپنی ہم جولیوں سے کہنا چاہیں۔

۹) عید الفطر آپ کے موڈ پر کیا اثر ڈالتی ہے اور آپ اس کو کس کے ساتھ مل کر خوشگوار بناتی ہیں۔

❖ تمام بہنیں ان سوالات کے جوابات ۵ مئی تک ارسال کردیں۔ ای میل کے لیے ایڈریس یہ ہے۔

info@aanchal.com.pk

کیا بنتا ہے اس بات کی تو انہیں ویسے بھی کوئی فکر نہیں تھی کیونکہ وہ اجیہ کوثر مین کے انکشافات کے بعد سے ذرہ برابر بھی اہمیت دینے کی روادار نہیں تھیں۔

اور پھر انہوں نے دھڑام سے دروازہ کھولا جو اربش کی توقعات کے بالکل برعکس تھا اجیہ نے گھبرا کر اربش سے ذرا فاصلہ اختیار کیا ان دونوں کو آرام سے کھانا کھاتے دیکھ کر تو انہیں مزید غصہ آ گیا تھا۔

"آج سے پہلے میرے بغیر منہ میں لقمہ نہ ڈالنے والا بیٹا شادی کے چند گھنٹوں بعد ہی ماں کو ایسا بھولا کہ بیوی کو نوالے کھلاتے ہوئے بھی ماں کی یاد نہ آئی کہ وہ بھی کہیں بھوکی پڑی ہوئی ہوگی۔"

"سوری ممی...... لیکن اجیہ کی وجہ سے مجھے کھانا پڑا تا کہ یہ بھوکی نہ رہے۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"ہاں ماں بھوکی مرتی ہے تو مر جائے لیکن بیوی بھوکی نہیں رہنی چاہیے ہاں بھئی آخر کو تو بیوی کا ہی درجہ ماں سے زیادہ ہوتا ہے ناں۔" انہوں نے گہرا طنز کیا۔

"آئی ایم سوری ممی میری وجہ سے آپ دونوں میں......" اجیہ کو اپنا آپ برا لگ رہا تھا کہ اس کی وجہ سے گھر میں اتنی بدمزگی ہو رہی تھی۔

"بکواس بند کرو غلیظ لڑکی اور اپنی گندی زبان سے اب دوبارہ مجھے ممی کہا تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی۔"

"ممی...... آپ زیادتی کر رہی ہیں اجیہ کے ساتھ۔" اربش کو بیچ میں بولنا ہی پڑا۔

"کیونکہ وہ خود اس گھر میں یا ہماری زندگی میں زبردستی داخل نہیں ہوئی بلکہ میں خود اسے اپنی مرضی، پسند اور محبت سے باقاعدہ نکاح کر کے اس گھر میں لایا ہوں۔"

"سب جانتی ہوں اور مجھے اس کی ایک ایک رگ کے بارے میں اتنا پتا چل چکا ہے کہ اگر میں تمہیں بتاؤں تو تم اس کے منہ پر تھوکنے لگو لیکن تم بھولے ہو جس طرح کا صاف دل تمہارا اپنا ہے تو سب کو ویسا ہی سمجھتے ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے میری جان...... اس لڑکی نے تمہیں استعمال کیا ہے' تمہارے ساتھ بہت بڑی گیم کھیلی ہے اس نے' جو تم عشق میں اندھے ہو کر سمجھ ہی نہیں پا رہے ہو۔"

"پہیلیاں نہ بجھوائیں ممی کیا بات کہنا چاہ رہی ہیں آپ پلیز مکمل تفصیل سے بتائیں۔" وہ ممی کی باتوں سے الجھ گیا تھا ایک نظر اجیہ کے چہرے پر پھیلی سوگواریت دیکھی تو دوسری طرف ممی کے چہرے پر فاتحانہ چمک، لیکن اس کے پیچھے کے محرکات ہی جاننے کے لیے تو وہ بے چین تھا لہٰذا ممی سے کہا کہ تفصیل سے اپنی بات کریں۔

❁......❁......❁

غزنی حنین اور اجیہ کے مشترکہ کمرے تک پہنچا جہاں ہر چیز بکھری ہوئی تھی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ابھی کہیں سے اجیہ اس پر غصے کی نظر ڈالتی کمرے میں داخل ہوگی۔ اس گھر کی فضاؤں میں یہاں کے ماحول میں اسے اجیہ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی بے شک وہ اسے ناپسند کرتی تھی اس نے غزنی پر کسی اور کو ترجیح دی تھی اور غزنی کو دنیا والوں کے سامنے موضوع گفتگو بنا گئی تھی لیکن پھر بھی اس سب کے باوجود اس کا دل اجیہ کے لیے ہی دھڑکتا تھا۔ ابھی اس کا کمرہ اس کی چیزیں دیکھ کر غزنی کے دل کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسی کہ مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اسے اپنے سامنے دنیا کی رنگینیاں نظر تو آتی ہیں لیکن وہ محض افسوس سے ہاتھ ملتا ہی رہ جاتا ہے کہ وہ دنیا میں موجود ان تمام رنگینیوں کو اب کسی طور اس لیے حاصل نہیں کر سکتا کہ اس کا وقت اب پورا ہو چکا تھا اور وہ اپنی قسمت کا لکھا حاصل کر چکا تھا اور وہ کچھ بھی کر لیتا اب اسے یہ سب کچھ دوبارہ نہ مل پاتا یعنی کہ دنیا اس کے سامنے ہے مگر اب اس کی نہیں اور اس کے لیے نہیں۔

یہی حال غزنی کا بھی تھا کہ اس کے سامنے اجیہ کی تمام استعمال کی چیزیں موجود تھیں لیکن اس کے لیے نہیں تھیں اور ان سب چیزوں کو وہ صرف اور صرف دیکھ ہی سکتا تھا اس کی کتابیں، پرفیوم، انگلیوں میں پہنی جانے والی چند انگوٹھیاں وہیں موجود تھیں اس نے کسی میکانکی انداز میں ہر چیز کو چھو کر دیکھا پھر الماری کھولی اور اس میں ہینگر میں موجود کپڑے دیکھ کر دل پر بوجھ بڑھ گیا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اجیہ نے اسے کیوں ریجیکٹ کیا تھا آخری کی کیا تھی اس میں؟ الماری کا دروازہ بند کر کے اس نے بے دھیان میں اجیہ کا عام استعمال میں پہنے جانے والا گولڈ کا لاکٹ اٹھا کر غور سے دیکھا۔ یہ وہ لاکٹ تھا جو اجیہ کی پیدائش پر اس کے نانا ابو نے امی کو تحفے میں دیا تھا اور جیسے ہی اجیہ کچھ بڑی ہوئی امی نے اپنی چین میں یہ لاکٹ ڈال کر اجیہ کو پہنا دیا تھا تب سے لے کر اب تک یہ لاکٹ ہمیشہ اجیہ کے گلے میں ہی رہتا تھا اور آج پہلا موقع تھا کہ غزنی

نے یہ لاکٹ یوں ہی رکھے دیکھا اجیہ نے کیوں اتارا ہوگا یہ تو وہ نہیں جانتا تھا لیکن ہاں اجیہ کی ایک نشانی کے طور پر اس نے خاموشی سے وہ لاکٹ اور چین اپنی جیب سے والٹ نکال کر اس میں رکھ لیا تھا اس کی نیت چوری کی نہیں تھی اس لیے اس کا ارادہ تھا کہ اس کی مالیت لگوا کر کسی بہانے اتنی ہی رقم اجیہ کی کسی کتاب میں یا کہیں اور رکھ جائے گا اور چونکہ اب تو حنین اور امی اسپتال میں ہیں اس لیے یہ سب اتنا مشکل نہ ہوتا ویسے بھی حنین کی موجودگی میں بھی وہ آزادانہ ہر چیز کو استعمال کرتا ہی رہتا تھا۔

اجیہ کے معاملے میں وہ عجیب سے دھوپ چھاؤں والے مزاج میں تھا اسے اجیہ سے محبت بھی تھی اور وہ اس سے انتقام بھی لینا چاہتا تھا۔ اجیہ کے زیر استعمال رہنے والی چین اور لاکٹ کو وہ بطور اس کی نشانی اپنے پاس رکھنا ہی چاہتا تھا اور اسے نشان عبرت بھی بنا دینا چاہتا تھا کہ اس نے کیوں غزنی کو ٹھکرایا اور اس پر کسی اور کو فوقیت دی۔ یہی سب کچھ سوچتے اس نے ٹائم دیکھا وہ بہت دیر سے یہاں موجود تھا لہٰذا حنین کی بتائی ہوئی الماری کے دراز سے رپورٹس نکالیں اور رپورٹس کے عین نیچے ایک انتہائی خوب صورت نظر آنے والی ڈائری پر جیسے اس کی نظر جم کر رہ گئی اسے لگا کہ یہ بھی اجیہ ہی کی ہوگی لحہ بھر کی بھی تاخیر کیے بغیر اس نے جھٹ سے ڈائری کھول تو لی لیکن ڈائری میں درج تحریریں پڑھ کر جیسے وہ اپنی جگہ پر ساکت ہی تو رہ گیا تھا وہ ایک ایک کر کے صفحات الٹتا جاتا پڑھتا اور اس کی حیرت میں مزید اضافہ ہونے لگتا اس وقت اس نے جو صفحہ کھول رکھا تھا اس پر رنگ برنگے مارکرز کے ساتھ انتہائی خوب صورتی سے حنین اور غزنی کے نام لکھے گئے تھے ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا۔

ڈیئر غزنی!

اداس موسم کے رت جگوں میں
ہر ایک لمحہ بکھر گیا ہے
ہر ایک رستہ بدل گیا ہے
پھر ایسے موسم میں کون آئے
کوئی تو جائے
ترے نگر کی مسافتوں کو سمیٹ لائے
تری گلی میں ہماری سوچیں بکھیر لائے
تجھے بتائے کہ کون کیسے
اچھالتا ہے وفا کے موتی
تمہاری جانب
کوئی تو جائے
مری زباں میں تجھے بلائے
تجھے منائے
ہماری حالت تجھے بتائے
تجھے رلائے
تو اپنے دل کو بھی چین آئے

تمہیں کیا معلوم غزنی کہ جنہیں آدھی رات کی دعاؤں میں مانگا جائے اور وہ نہ ملیں تو اس دل کی کیا حالت ہوتی ہے اور تم یہ سب جان بھی کیسے سکتے ہو کیونکہ تم نے تو اجیہ کو چاہا اور آج اسے اپنے نام کی انگوٹھی بھی پہنا گئے تم تو خوش ہو گئے ناں بہت خوش جسے بندہ چاہے اور اس کا ساتھ زندگی بھر کے لیے مل جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی کیا مانگ سکتا ہے البتہ جو میری حالت ہے وہ تم کبھی بھی سمجھ نہیں پاؤ گے کہ میں نے تمہیں پانے کے لیے کتنی دعائیں مانگی تھیں' کون سی منت نہیں مانی تھی باوجود اس کے کہ مجھے لگتا تھا تم میرے جذبوں کی سچائی سے واقف ہو۔ لیکن شاید یہ سب میری بھول تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ اگر تم دیوانہ وار ہمارے گھر کے چکر لگاتے ہو تو صرف اس لیے کہ یہاں میں رہتی ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں میرے علاوہ اجیہ بھی رہتی ہے جس سے تم محبت کرتے ہو اور جس کی ایک جھلک دیکھنے کی خاطر تم ساری ساری رات ہمارے کمرے میں چٹائی پر بیٹھے میرے ساتھ لڈو کھیلتے رہتے تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری محبت ادھوری رہی لیکن اس کے باوجود کہ اب تم اور اجیہ جلد نئے رشتے میں بندھنے والے ہو تو میری کوشش ہوگی کہ اپنا ذہن بدل سکوں یہ سب کچھ میرے لیے مشکل تو ہوگا لیکن اب اس کے سوا کوئی بھی چارہ بھی تو نہیں ہے ناں اجیہ تمہیں مل گئی اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ میں نے جس قدر تمہیں اللہ سے اپنے لیے مانگا تھا' تم نے اس سے کہیں زیادہ اجیہ کو اپنے لیے مانگا۔ شاید تمہارے جذبوں میں زیادہ سچائی تھی اسی لیے تمہاری محبت کامیاب رہی اللہ کسی کو ادھوری محبت کا دکھ نہ دے۔''

اس کے بعد ڈائری پر ہرے نیلے پیلے سرخ اور پتا نہیں کون کون سے رنگوں سے حنین اور غزنی کے ناموں کے ساتھ ساتھ آئی لو یو غزنی لکھا ہوا تھا۔ غزنی نے ایک بار پھر ڈائری پر لکھے الفاظ دیکھے اور پھر جیب میں رکھی اجیہ کی چین اور لاکٹ

کے خیال سے ذہن میں اترتے سکون کو محسوس کیا۔ یہ لاابالی سی حنین اس سے اتنی شدید محبت کرتی ہے یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

❁......❁......❁

"یہ سب آپ کو پتا بھی ہے کہ آپ کہہ کیا رہی ہیں؟" ممی کی باتوں سے اربش کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اتنا شور سن کر بوا بھی کمرے میں آ گئی تھیں۔

"جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں اور کس سے کہہ رہی ہوں، کوئی بچی نہیں ہوں میں کہ اتنی بڑی بات خوامخواہ منہ سے نکال دوں۔"

"ممی جو کچھ بھی ہے لیکن مجھے آپ سے اس رویے کی امید ہرگز نہیں تھی۔"

"اس وقت تمہارے سر پر شادی کا بھوت چڑھا ہوا ہے نئی نویلی بجی سنوری بیوی پہلو میں بیٹھی ہے تو تمہیں میری باتیں بری ہی تو لگیں گی ناں مگر یہ سو فیصد سچ ہے کہ یہ اور غزنی کئی سالوں سے ایک دوسرے سے عشق کرتے ہیں ایک ساتھ وقت گزارتے ہیں اور اب جب گڑبڑ ہوگئی اور بغیر شادی کے دنیا والوں کی تھوتھو کا ڈر ہوا تو ایک دن ارے بلکہ ایک دن بھی کیا چند گھنٹوں کے نوٹس پر شادی کرنے لگے اور ماں باپ بھی تو ظاہر ہے اپنی اولاد کے کارناموں سے واقف تھے ناں بغیر کسی چوں چراں کے فوراً شادی رکھ لی بلکہ شکر ادا کیا کہ یہ دونوں شادی پر تو مانے۔"

"ممی فار گاڈ سیک یہ بہت بڑا الزام ہے۔" اربش کا لہجہ دھیما پڑتا خود اجیہ نے بھی محسوس کیا تھا اور اس کے لہجے کی بدلتی اسی ٹون نے اسے چونک کر اربش کی طرف گردن موڑ کر دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔

"اور پھر جانے انہوں نے کیا پروگرام بنایا کہ دولت ہتھیانے کے لیے اس نے تم سے نکاح کرلیا میں قسم کھا کر کہتی ہوں اربش یہ صرف تمہاری دولت کے لیے تمہارے ساتھ ہے جیسے ہی یہ تمہاری دولت سنبھال لے گی پھر سے غزنی کی ہوجائے گی اور یہ جو اس نے ڈرامہ کیا ہے ناں سب زبردستی شادی کرانے کا اور سب کچھ تو صرف اس لیے کہ تم بھی اس پر رحم کھاؤ اور اس کی زندگی بچانے کے لیے فوراً اس سے نکاح کرلو ورنہ تو تم مجھے ان کے گھر لے کر جاتے اور میں ساری چالاکی بھانپ لیتی بس یہی تو یہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ ایسا ہو اور تم اس کے ہاتھ سے نکل جاؤ۔" اربش ممی کی باتوں پر سر جھکا کر بیٹھ گیا تھا لہٰذا وہ بولتی ہی چلی جا رہی تھیں۔

"اس کی محبت کے جال میں تم پھنسے تھے میں نہیں اور نہ ہی میں اس کی طرح کی لالچی اور دو نمبر لڑکیوں کو اس گھر میں ایک رات بھی گزارنے دوں گی میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اسے ابھی اور اسی وقت باہر سڑک پر چھوڑ کر آؤ۔" انہوں نے تحکمانہ انداز میں فیصلہ سنایا۔

بوا ممی کی تمام باتوں پر اب دم بخود تھیں اجیہ پہلے بھی سکندر صاحب کی طرف سے بہت کچھ سنتی آئی تھی اس لیے کچھ بھی کہے بغیر فی الحال ضبط کیے خاموش ہوکر اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کی منتظر تھی۔ وہ کوئی صفائی بھی نہیں دینا چاہتی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اربش ممی کی بات مان کر اسے ابھی گھر سے نکال بھی دے گا تو وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر یہاں سے نکل جائے گی کوئی صفائی دیے بغیر کوئی درخواست کیے بنا۔

"اور اگر تم یہ اس کی سب اصلیت جاننے کے باوجود بھی یہ مکھی نگلنے کو تیار ہو تو پھر میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے اس گھر سے نکال دو سڑک پر چھوڑ آؤ کیونکہ میں اسے برداشت نہیں کرسکتی کسی صورت نہیں اور کبھی بھی نہیں۔"

اربش اب تک سر جھکا کر بیٹھا تھا۔ بوا، ممی اور اجیہ سمیت سبھی اس کے فیصلے کے منتظر تھے کہ وہ ماں پر اجیہ کو ترجیح دے گا یا اجیہ پر ماں کو۔ یہ فیصلہ اس کی زندگی کا مشکل ترین فیصلہ تو تھا لیکن جلد یا بدیر اسے فیصلہ تو کرنا ہی تھا لہٰذا جب اس نے سر اٹھایا تو اجیہ سے نظریں ملانے پر کترا رہا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

# چاند کو گل کریں

عشنا کوثر سردار

ہر اک سوال کا اس کو جواب کیا دیتا
اپنی ذات کا اس کو حساب کیا دیتا
جو ایک لفظ کی خوشبو نہ کرسکا محفوظ
میں اس کے ہاتھ پوری کتاب کیا دیتا

محبت کے اسرار و رموز نا سمجھ میں آنے والے ہیں وہ اچانک میرے سامنے آگئی تو میں سمجھ نہیں پایا تھا یہ محبت کا کون سا وصف ہے یا کون سا موڑ ہے محبت میرے لیے ایک الجھی ہوئی پہیلی رہی جو مجھے عزیز بھی حد سے زیادہ...... مگر پھر دل جیسے اوب گیا تھا اور میں سب چھوڑ کر آگے بڑھ گیا میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں نے رشتے منقطع کرتے ہوئے سوچا نہیں تھا کہ کہاں کیا بکھرا اور ٹوٹا ہے میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور جب پلٹا تو میں حیران کھڑا تھا وہ مکمل اعتماد سے میرے سامنے کھڑی تھی اس کے انداز سے کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ میرا اس سے کوئی واسطہ کبھی رہا تھا وہ نگاہ انجان تھی یکسر لاتعلق، جیسے ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے وہ بہت اعتماد سے مسکراتی ہوئی میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں کی روشنی میری آنکھ کو خیرہ کر رہی تھی اسے دیکھ کر مجھے کیا احساس ہوا میں سمجھ نہیں پایا تھا۔

"کیا ہوا......! آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور میں سنبھل کر نگاہ اس پر سے ہٹا گیا تھا۔

"اریج مصطفیٰ کے اندر کتنے بدلاؤ آئے ہیں بالکل بدلی ہوئی لڑکی لگتی ہے۔" میرے قریب بیٹھی فاطمہ جانے مجھے کیا جتانے کو مسکرائی۔

"اریج تم اور خوب صورت ہوگئی ہو یار، کیا راز ہے سنا ہے محبت انسان کو مزید خوب صورت بنا دیتی ہے کہیں تم بھی محبت میں مبتلا تو نہیں......؟" ثانیہ نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا اور وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی جلترنگ خوشنمائی لیے ہوئی تھی۔ ان میں موسموں کی تمازت نہیں تھی اور میں اس کی سمت دیکھے بنا نہیں رہا تھا اس کے چہرے پر وقت دھوپ بھی نہیں تھی وہ رنگ دہک رہا تھا آنکھوں کی چمک اتنی تھی کہ میرے اطراف روشنیاں پھیلنے لگی تھیں۔ وہ کسی سے بھی عام نہیں لگ رہی تھی اور میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے شاید وہ خاص تاثر اس کے چہرے پر ڈھونڈنے لگا تھا۔

"ایشال حق میں نوٹس کر رہی ہوں تم مسلسل اریج مصطفیٰ کو گھورتے جا رہے ہو ارادہ کیا ہے؟" فاطمہ نے مجھے ٹہوکا مارا اور میں بدحواس سا اس پر سے نگاہ ہٹا گیا تھا۔

"شاید ایشال حق کوئی کھوئی ہوئی شے تلاش کر رہے ہیں۔" ثانیہ کو شرارت سوجھی تو وہ مسکراتے ہوئے بولی اور میں نے ساری توجہ موبائل پر مرکوز کر دی وہ میرے سامنے بیٹھی تھی میرے لیے اسے اگنور کرنا ممکن نہیں تھا میں حیران تھا ایسا کیوں تھا اس چہرے میں ایسا کیا تھا...... کیا تھا جو مجھے باندھ

رہا تھا میں جو رشتہ کل اپنے ہاتھوں توڑ گیا تھا..... آج اس میں یہ کیسی کشش تھی جو مجھے چونکا رہی تھی۔

"باقیات میں جو بچ جاتا ہے اسے محبت کہتے ہیں ایشال حق کہیں تمہیں محبت تو نہیں ہوگئی اریج مصطفیٰ سے؟" حمزہ مجھے چھیڑنے لگا اور میں اٹھ کر باہر نکل آیا تھا جانے مجھے وہاں کھڑے کتنی دیر گزری تھی کہ کسی کی آہٹ سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا وہ کافی کا مگ لیے کھڑی تھی۔

"مہمان نوازی کا تقاضہ تھا آپ وہاں سے اٹھ آئے تو سب کو کافی سرو کی جارہی تھی اور مجھے لگا آپ کو اس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔" اس نے اعتماد سے مسکراتے ہوئے کافی کا کپ میری طرف بڑھایا میرے لیے اس کی طرف دیکھنا ناگزیر ہوگیا تھا۔

"تھینکس اگر تمہیں یاد ہو تو میں کافی زیادہ نہیں پیتا اگر تم نہ بھی آتیں تو گزارا ہوجاتا۔" میں بولنے میں کسی قدر کھردرا واقع ہوا تھا مگر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"میرے آنے یا نہ آنے کا ذکر کیونکر لے کر بیٹھ گئے آپ؟ بات کافی کی کریں کافی ٹھنڈی ہورہی ہے آپ انجوائے کریں ویسے بھی مجھے یاد نہیں کہ آپ کو کیا پسند رہا ہے اور کیا نہیں مجھے اماں کے رشتے داروں کو مہمان نوازی سے فیض یاب کرنا ہے ان کو برا لگے گا اگر کسی کو نہ پوچھا تو.....!" اریج مصطفیٰ مسکرائی' اس کا لہجہ پُراعتماد تھا اور میں اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس موڑ کو آپ کبھی پیچھے چھوڑ آئے ہوں غیر اہم جان کر وہی موڑ آپ کے سامنے آن کھڑا ہو اور آپ کو حیران کرکے آپ کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لے؟ میں نہیں جانتا کہ ایسا کسی اور کے ساتھ بھی ہوا تھا کہ نہیں' مگر مجھے وہ لڑکی حیران کن لگ رہی تھی وہ میرا گزرا موڑ تھی میرا گزرا ہوا ایک غیر اہم لمحہ اور میں اس لمحے کو آج اپنے سامنے کھڑا حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

ہَوا تیز تھی اور اس کے بال اڑتے ہوئے چہرے پر آرہے تھے وہ ہاتھ سے ان کو سمیٹتی ہوئی بے خبری سے پیچھے کرتے ہوئے مڑنے لگی تھی جب میں نے بلا ارادہ اسے پکارا۔

"اریج مصطفیٰ....." اور وہ پلٹتے ہوئے یک دم رکی اور میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے روک تو لیا تھا مگر مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں اس سے کیا کہوں میں بدحواس سا اس کی جانب دیکھنے لگا جب وہ پُراعتمادی سے میری طرف دیکھتی مسکرائی۔

"کیا ہوا کسی شے کی ضرورت ہے آپ کو؟" وہ مجھ سے معمول کے مطابق ایسے بات کررہی تھی جیسے اس کو میرے کسی فعل سے کوئی فرق کبھی نہیں پڑا ہو۔ میں نے جو رشتہ گزرتے لمحوں میں بھی غیر اہم جان کر توڑ دیا تھا وہ اس کے لیے جیسے اب معنی نہیں رکھتا تھا مجھے آخری بار اس کی فون پر سنائی دینے والی آواز یاد تھی۔

"ایشال حق آپ ایسا مت کریں یہ رشتہ ختم مت کریں بابا کو بہت تکلیف ہوگی وہ آپ سے بہت سی توقعات رکھتے ہیں میں جانتی ہوں بابا آپ کے لیے اہم نہیں جتنے میرے لیے ہیں مگر ایک رشتہ احساس اور انسیت کا بھی ہوتا ہے ان کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے ایسے میں اس رشتے کا ختم ہوجانا انہیں مزید توڑ ڈالے گا۔" وہ اپنے بابا کو لے کر بہت فکرمند ہورہی تھی مگر میں نے کچھ کہے بنا کال منقطع کردی تھی میں نے چاچی کو فون کیا اور اس رشتے کو ختم کرنے کی اطلاع دے دی تھی میں نہیں جانتا تھا اس کے بعد اس رشتے کے ٹوٹنے کے کیا اثرات اس فیملی پر مرتب ہوئے مگر میں نے سنا تھا کہ چاچا کی حالت بگڑ گئی تھی اور کچھ ہی دنوں بعد ان کا انتقال ہوگیا تھا میں نے چاچا کی موت پر کوئی افسوس نہیں کیا تھا' اریج مصطفیٰ سے بات کرکے کوئی معذرت نہیں کی تھی' میں جیسے اس نقصان کے لیے خود کو قصوروار نہیں سمجھتا تھا' بے حسی کی حد تھی مگر میں نے ایسا کیا تھا' میں نے پلٹ کر دیکھنا مناسب نہیں جانا تھا میرے لیے وہ بچپن کا طے کیا گیا رشتہ اسی قدر بے وقعت تھا اتنا غیر اہم کہ میں اس کے اثرات کے بارے میں کوئی غرض نہیں رکھتا تھا۔

میں آگے بڑھ چکا تھا شکاگو میں میری زندگی تھی میں تعلیم مکمل کرکے اپنے بزنس آغاز کرچکا تھا میری گرل فرینڈ ایلا میرے ساتھ تھی میں نئے زمانوں کے رنگ ڈھنگ سیکھ کر پرانے طور طریقے بھول چکا تھا۔ ابا کی کال آئی تھی انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا مگر وہ جوان اولاد پر زبردستی کے قائل نہیں تھے میں ابا کی ناراضگی کی خاص پروا نہیں کررہا تھا مجھے علم تھا میں لوٹوں گا تو ان کو منالوں گا اور تمام چیزیں پھر سے معمول پر آجائیں مصطفیٰ چاچا نہیں رہے تھے مگر میں ان کی

موت کو اپنی غلطی نہیں سمجھتا تھا‘ میں وہ الزام اپنے سر لینے کو تیار نہیں تھا۔ مجھے ایلا سے محبت تھی یہ محبت کتنی خودغرض تھی میں نہیں سوچنا چاہتا تھا مگر اس محبت کے لیے میں نے بہت کچھ پیچھے چھوڑ دیا تھا اور اس محبت سے زیادہ میرے لیے اس جگہ قدم جمانا ضروری تھا میں وہیں یو ایس میں سیٹل ہونا چاہتا تھا سو میں نے ایلا کو شادی کی آفر کی مگر وہ ماڈلنگ کیریئر میں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی سو اس نے میری آفر کو یہ کہہ کر پس پشت ڈال دیا کہ اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو شادی ضروری نہیں وہ آزاد فضاؤں میں سانس لینے کی عادی تھی۔ اس کے والدین میں اس کے بچپن میں علیحدگی ہوگئی تھی وہ اپنی ماں کے ساتھ رہتی رہی تھی مگر جیسے ہی اسے ماڈلنگ میں بریک ملا وہ وہاں سے اس رشتے کو کہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ آئی تھی مجھ میں اور اس میں شاید یہی کامن تھا وہ بھی اپنے رشتوں کو غیر اہم جان کر آگے بڑھی تھی اور کہیں میں نے بھی رشتوں کی قدر نہیں کی تھی۔ میں ایلا کے ساتھ پانچ سال ریلیشن شپ میں رہا تھا مگر اس نے میری شادی کی آفر کو ہر بار سہولت سے ٹال دیا تھا میرے جن دوستوں نے میرے ساتھ اسٹڈی ختم کی تھی ان کی زندگیاں آگے بڑھ چکی تھیں ہر کسی کے چہرے پر خوشی اور اطمینان تھا اور میں ایلا کے ساتھ ایک غیر متوازن زندگی گزار رہا تھا شروع میں سب بہت دلکش و پُرکشش تھا میں ایلا کا دیوانہ تھا اس کے لیے پاگل تھا میں نے گزشتہ رشتے کا کوئی بوجھ کاندھوں یا دل پر نہیں رکھا تھا مگر پھر اچانک مجھے سب برا لگنے لگا۔ کہیں کوئی خالی پن کھٹکنے لگا تھا۔ میں خود کو جتانا نہیں چاہتا تھا کہ ایک رشتے سے اوب کر میں آج ایک دوسرے رشتے سے بھی اکتا گیا تھا مگر گزشتہ رشتے کو جس طرح میں نے خیر باد کہہ دیا تھا اب ایلا نے اس طرح اس رشتے کا اختتام کیا تھا اس سے قبل کہ میں اس سے کہتا کہ میں تھک گیا یا اکتا گیا ہوں ایک صبح وہ مجھ سے ناشتے کی ٹیبل پر بولی تھی۔

”مجھے لگتا ہے اس رشتے میں ایسا کچھ باقی نہیں رہا جس کو لے کر ہم آگے بڑھ سکیں بہتر ہوگا ہم یہ رشتہ ختم کردیں۔“

ایلا نے کہا تھا اور میری سنے بنا اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی اور اس سے اگلے دن وہ نیویارک موو کرچکی تھی جس رشتے کے لیے میں نے گزشتہ رشتہ پس پشت ڈالا تھا۔

مجھے یہ نہیں سوچنا تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ پلٹ کر نہیں دیکھنا اس زمین پر پلٹ کر واپس نہیں جانا اور اس گزشتہ رشتے کی کوئی بات نہیں کرنی اور ایسا ہی ہوا تھا ایلا کے جانے کے بعد میں نے ساری توجہ بزنس پر مرکوز کردی تھی مگر تبھی مجھے ایک دن واپس اس زمین پر لوٹنا پڑا تھا۔

فاطمہ کی شادی تھی اور اماں کا اصرار تھا میری اکلوتی بہن تھی اور میں اس بارے میں تعرض نہیں کرسکتا تھا تبھی میں شادی میں شرکت کرنے واپس چلا آیا اور مجھے نہیں خبر تھی یہاں اس محاذ کا سامنا ہوگا۔ میں نے رشتہ ختم کرکے پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا کیونکہ مجھے غرض نہیں تھی کہ کیا ہوا یا اریج مصطفیٰ کی زندگی پر کیا اثرات آئے یا آیا وہ آگے بڑھی یا اب بھی وہیں ہے‘ مجھے جیسے اس سے کوئی غرض نہیں رہی تھی‘ ایسا نہیں تھا کہ میں ہمیشہ اس رشتے سے اس قدر لاتعلق رہا تھا اول اول میں ایک فطری کشش محسوس ہوئی تھی اس میں جب خبر ہوئی کہ وہ مجھ سے منسوب ہے میں کسی قدر اس کے قریب بھی گیا تھا اسے جتایا بھی کہ وہ میرے لیے اہم ہے اور میں لوٹ کر اس کے پاس آؤں گا وہ عمران باتوں کے لیے وقف ہوتی ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی میں نے کئی وعدے اسے سونپے تھے مگر مجھے ان وعدوں کی وقعت کا کوئی اندازہ نہیں تھا جب میں اسٹڈی کے لیے بیرون ملک گیا تو تبھی سب کچھ سرد خانے میں ڈال دیا تھا۔ مجھے غرض نہیں تھی کہ اریج مجھ سے یا اس رشتے سے کیا توقع رکھتی ہے میں اس کی توقعات کے بارے میں سرے سے سوچنا نہیں چاہتا تھا‘ میں نے اس لڑکی کے خوابوں اور اس کی خواہشوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا‘ میں نے اسے کہیں پیچھے چھوڑ کر واپسی کا ہر دروازہ بند کردیا تھا۔ مجھے خبر نہیں تھی ایک دن اس سے پھر سامنا ہوگا اور وہ مجھے اس طرح چونکا دینے والے انداز میں ملے گی وہ کوئی کمزور لڑکی نہیں تھی‘ پڑھی لکھی اپنے قدموں پر کھڑی تھی‘ اپنا کلینک تھا اس کا جہاں وہ پریکٹس کررہی تھی اس کی زندگی میں کوئی تھا کہ نہیں میں اس سے غرض نہیں رکھتا تھا مگر مجھے یقین تھا اس کے ساتھ کوئی نہیں اگر اس کے ساتھ کوئی ہوتا تو وہ تنہا نہیں ہوتی اگر وہ پُراعتماد دکھائی دے رہی تھی یا میرے سامنے اس درجہ اعتماد کا مظاہرہ کررہی تھی تو صرف اس لیے کہ وہ خود کو کمزور یا تھکا ہوا ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اس ہار کو اپنی جیت بنانا چاہتی تھی اس کا اعتماد اس کی قلعی کھول رہا تھا مجھے لگتا تھا یہ محض مجھے دکھانے کے لیے

ہے مگر شاید ایسا نہیں تھا' وہ زندگی میں شاید پیچھے پلٹ کر دیکھنا نہیں جانتی تھی یا گزرے ادوار کو ڈسکس کرنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ جب میں نے مصطفیٰ چاچا کے بارے میں بات کرنا چاہی تبھی اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے بات کرنے سے روک دیا تھا۔

''میں اس بارے میں کوئی بات کرنا نہیں چاہتی نا اس بارے میں نہ ہی کسی گزشتہ وقت کے بارے میں' بہتر ہوگا آپ ماضی کی کوئی بات نہ کریں۔'' اس نے میری طرف اس اعتماد سے دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا تھا اور میں کچھ مزید نہیں بول سکا۔

میں تھکا ماندہ، ٹوٹا بکھرا لوٹا تھا یا وجہ کوئی اور تھی میں کیوں اس چہرے میں اس قدر دلچسپی لے رہا تھا؟ کیوں اس کا ذکر سن کر میرے قدم رک رہے تھے، اگر آج میں ایلا کے ساتھ شادی کرچکا ہوتا تو شاید میں اس طرح اس رشتے کو اہمیت نہیں دینا چاہتا میرے لیے اریج مصطفیٰ کسی قدر غیر اہم ہوتی اور غیر اہم تو وہ اب بھی تھی میں کیوں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا یا اس کا ذکر سن کر چونک رہا تھا؟ میں نے قدم ٹیرس کی سمت بڑھائے تبھی اس کے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز نے مجھے اپنی جانب متوجہ کرلیا تھا۔

وہ فاطمہ کے ساتھ کھڑی کسی بات پر ہنس رہی تھی اس کا چہرہ ایک عجیب دلکشی لیے ہوئے تھا اور میں جانے کیوں اس کی سمت تکتا رہا تھا' یہ کیا ہورہا تھا' میری زندگی ناکامی کا باعث بن رہی تھی یا اس چہرے میں کوئی واقعی خاص بات تھی کہ میں از سر نو اسے نا چاہتے ہوئے بھی سوچ رہا تھا' اسے دیکھ رہا تھا' وہ پہلے اتنی متاثر کن تھی کہ نہیں میں نہیں جانتا تھا میں نے اسے غور سے نہیں دیکھا تھا جو رشتہ ہم میں تھا اگرچہ وہ کشش کا باعث رہا تھا مگر مجھے ماننا پڑا کہ میں نے چیزوں کو وقتی طور پر لیا تھا' استعمال کیا اور جذبات کا سہارا لیا تھا' کوئی خوب صورت بات اگر کبھی اسے کہی بھی تھی تو اس کے رنگ گہرے نہیں تھے' جیسے کچے رنگ اس رشتے کے تھے اس سے کہیں زیادہ کچے رنگ میری باتوں کے تھے' اسے بارہا کہا تھا کہ اس سے مجھے محبت ہے مگر وہ محبت کیسے اڑن چھو ہوئی تھی اس کی حقیقت میں بھی جانتا تھا اور وہ بھی۔

کئی دلکش باتیں جو بے خبر لمحوں میں بے خبری سے کہی تھیں ان کی وقعت کچھ نہیں تھی اریج مصطفیٰ جانتی تھی کہ میں نے وقت کے ساتھ کھیل کھیلا تھا سو اس نے پلٹ کر کوئی شکایت مجھ سے نہیں کی تھی کوئی الزام مجھے نہیں دیا تھا اور کوئی تذکرہ برملا اس بارے میں دوبارہ نہیں کیا تھا ہمارے درمیان شاید ایسا کچھ نہیں تھا کہ گزرے کل کی کوئی بات ہوتی میں پشیمان نہیں تھا مجھے کوئی افسوس یا پچھتاوا نہیں تھا اور وہ بھی شاید آگے بڑھ چکی تھی۔ اگر محبت ہوتی تو شاید وہ شکوہ کرنا چاہتی، میں نے جانے کیوں سوچا تھا، ٹیرس پر ایک طرف کھڑی وہ کھلکھلاتی ہنستی لڑکی کیا اسباب رکھتی تھی اپنے اندر؟ کیا وصف تھے جو خاص تھے؟ جو میں پہلے نہیں جان پایا تھا' بہت کچھ نیا کیوں لگ رہا تھا' اس میں جو باعث توجہ اور باعث حیرت میں اس رشتے کو لے کر کوئی احساس جاگتا میں اپنے اندر محسوس کررہا تھا یا یہ کوئی احساس ندامت یا پھر کوئی پچھتاوا تھا؟ میں نہیں سمجھ پایا مگر اس شام جب میں اپنے کمرے میں تھا تو تادیر اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا' شب بھر جاگتا رہا اور نتیجتاً اگلے دن میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور اریج مصطفیٰ میرے کمرے میں میرا حال پوچھنے کے ساتھ طبی معائنہ کرتی ہوئی مسکرائی تھی۔

''ایشال حق اتنے کمزور ہورہے ہیں آپ...... آپ کو متوازن غذا کی سخت ضرورت ہے، آپ کا بی پی خاصا لو ہے، اگر ایسے ہی کیئر لیس رہے آپ تو بیمار پڑجائیں گے۔'' وہ نسخہ لکھتی ہوئی خاصی پروفیشنل انداز میں مسکرائی اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے قریب بٹھالیا...... وہ حیران ہوئی اور حیران تو میں خود بھی ہوا تھا میں نے ایسا کیسے کردیا تھا؟ میرے دل و دماغ میں کیا چل رہا تھا' میں خود نہیں جانتا تھا' وہ میری طرف حیرت سے دیکھنے لگی اور میں خود نہیں جانتا تھا میں اس سے کیا کہنا چاہتا تھا تبھی سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

''کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے ڈاکٹر اریج مصطفیٰ؟'' میں نے پوچھا اور اس نے مجھے دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا۔

''نہیں مسٹر حق پریشانی کی کوئی بات نہیں، شاید کچھ تھکاوٹ ہے آپ کو میں کچھ دوائیں لکھ دیتی ہوں آپ شادی کی رسومات شروع ہونے تک چاق و چوبند ہوجائیں گے۔'' وہ مسکرائی۔

''مسز اریج مصطفیٰ حق۔'' میں نے بلا ارادہ پکارا تھا اسے اور وہ پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگی...... اس کی آنکھوں میں

کوئی حیرت نہیں تھی نا وہ چونکی تھی میں اسے دیکھ کر کچھ ندامت محسوس کرنے لگا تھا۔

''آئی ایم سوری میں نے جو بھی دکھ یا تکلیف تمہیں دی۔'' میں نے کہنے کا قصد کیا تھا جب اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا اور پُر اعتماد لہجے میں بولی۔

''مسٹر حق میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔'' اس کا لہجہ اتنا قطعی تھا کہ میں کچھ مزید نہیں کہہ پایا وہ پلٹ کر روم سے نکل گئی اور جانے کیوں ایک نامعلوم بے چینی میرے اندر پھیلنے لگی تھی یہ احساس کیا تھا میں جان نہیں پایا تھا۔

محبت...... ندامت...... پچھتاوا یا کچھ اور کچھ خبر نہیں تھی مگر جیسے میں اس کی طرف کھنچنے لگا تھا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا' رشتے داروں کی آمد سے ہجوم بڑھنے لگا تھا اور میں ان تمام کی پروا کیے بنا ایک دن اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

''میں نہیں جانتا جو باقیات بچ جاتی ہیں وہ محبت ہوتی ہے یا نہیں مگر اریج مصطفیٰ میرے اندر ایک بے چینی پھیلنے لگی ہے اور اس کی وجہ تم ہو۔'' میں نے کسی کی پروا کیے بنا کہا...... سب اپنے معمول کے کاموں اور باتوں میں اس قدر مصروف تھے کہ کسی نے ہماری طرف دھیان تک نہیں دیا تھا۔

مگر اریج مصطفیٰ گردن موڑ کر ان سب کی طرف دیکھنے لگی تھی جیسے اس سب کی بہت پروا ہو پھر میری طرف دیکھتی ہوئی مدہم لہجے میں بولی۔

''میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ایشال حق پلیز گزرے کل کی کوئی بات مت کرو، میں کچھ یاد رکھنا نہیں چاہتی۔'' وہ بہت مضبوط لہجے میں میری طرف دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی مگر میری بے چینی بڑھنے لگی تھی۔

''میرے اندر عجیب محسوسات سر اٹھا رہے ہیں اریج، میں ان کو کوئی نام نہیں دے پارہا' مجھے اندازہ نہیں ہوا اور ناں ہی کیا مگر جو ہوا وہ اچھا نہیں ہوا' میں تمہارا مجرم ہوں اور......'' میں نے بولنے کا قصد کیا تھا جب وہ میری بات کاٹتی ہوئی بولی۔

''ہم میں کوئی رشتہ نہیں ہے ایشال حق سو کسی باقیات کا سوال نہیں اٹھایا جاسکتا' باقیات وہاں بچتی ہیں جہاں کوئی رشتہ استوار ہوتا ہے تم آزاد تھے آزاد ہو اور اپنی مرضیات سے اپنے چنے گئے رشتوں کے ساتھ آرام سے آگے بڑھ سکتے ہو یہ پچھتاوا نہیں ہے اگر کوئی پچھتاوا ہوتا تو بہت عرصہ قبل تم اس کے لیے معذرت طلب کر چکے ہوتے تمہیں کوئی احساس ندامت نہیں تھا' سو آج کے سب تذکرے فضول لگتے ہیں میں تمہیں ملامت کرنا نہیں چاہتی' کوئی الزام دینا نہیں چاہتی' سو تم کسی سزا کے حق دار بھی نہیں ٹھہرتے لیکن پلیز یہ سب دوبارہ شروع مت کرو۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی۔

''مگر کیوں نہیں...... مجھے پچھتاوا ہے تو میں پچھتاوے کی بات کر رہا ہوں اریج مصطفیٰ' پلیز لسن می ایک بار سکون سے میری بات سنو میں یہ نہیں کہتا مجھے تم سے کوئی طوفانی قسم کا عشق ہوا تھا اب بھی جو ہے وہ کوئی طوفانی قسم کا عشق نہیں ہے مگر......'' میں کہتا ہوا ایک الجھن کے ساتھ رکا پھر روانی سے بولا۔

''کیا مجھ سے پھر رشتہ استوار کرو گی؟'' اور وہ مجھے شدید حیرت سے دیکھتی رہی۔

''وہاٹ......!'' جیسے اس کے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا اور میں اس کی پروا کیے بنا بولا۔

''میں تم سے معذرت کرنا چاہتا تھا اریج...... مجھے ان گزرے لمحوں میں واقعی پچھتاوے نے آن گھیرا تھا میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی...... اب میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں پلیز مجھے ایک موقع دو۔'' میں مدہم لہجے میں بولا اور اس نے میری طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا...... میں نے بے چین ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا میں خود اپنے رویے پر حیران تھا مگر جیسے میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' میں ایک موقع چاہتا تھا اس کے ساتھ کے لیے اور اپنے کیے گئے تمام رویوں کا ازالہ کرنے کے لیے مگر وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی اور پھر مدہم لہجے میں بولی۔

''وقت آگے بڑھ جائے تو لوٹ کر واپس پیچھے نہیں آتا ایشال حق' تم جس موڑ سے آگے بڑھ گئے تھے اس موڑ سے آگے کئی راستے تھے اور انہی راستوں پر چلتے ہوئے میں آگے بڑھ گئی تھی اور انہی گزرتے دنوں میں حمزہ نے مجھے احساس دلایا تھا کہ میں کس قدر اہم ہوں' تمہیں حیرت ہوگی تمہارا چھوٹا بھائی حمزہ تم سے کہیں زیادہ مختلف اور سمجھدار ہے مجھے اس پر اعتبار نہیں کرنا تھا مگر گزرتے وقت کے ساتھ اس نے میرا اعتماد جیت لیا اور کل شام جب اس نے مجھے پروپوز کیا میں اسے انکار نہیں کر سکی، میں وقت کے بہاؤ کے ساتھ بہتے

ہوئے دانش مندی سے چلنے والوں میں سے ہوں' مجھے یقین ہے میں نے حمزہ پر اعتبار کرکے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا۔'' وہ ایک حقیقت کا انکشاف کرتی ہوئی بولی اور میں شدید حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

''تمہیں حمزہ سے محبت کیسے ہوسکتی ہے......! تمہیں مجھ سے محبت تھی نا؟'' میں نے جانے کیا سوچ کر کہا اور وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔

''مجھے تم سے محبت نہیں تھی اور اس کا احساس تم نے مجھے کرادیا' میں یہ نہیں کہہ رہی کہ مجھے حمزہ سے محبت ہے مگر میں اس پر اعتبار کرسکتی ہوں مجھے یقین ہے وہ مجھے کسی موڑ پر دھوکہ نہیں دے گا۔'' اس کے لہجے میں یقین بول رہا تھا اور میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے میرے ہاتھ کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالا اور آگے بڑھ گئی۔ وہ حمزہ کی طرف گئی اور پھر اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔ میں اس لمحے بت بنا کھڑا تھا یہ کیا ہوا تھا' میرے لیے حیران کن تھا۔ میں نے ایسا نہیں قیاس کیا تھا' کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک بار میں اس رشتے کو منسوخ کرکے آگے بڑھ جاؤں گا تو دوبارہ اس رشتے سے اپنی زندگی کا ناطہ پوری شدت کے ساتھ جوڑنا چاہوں گا' ایسا میری خواہشوں میں کیا ابال آیا تھا کہ میں ایسی خواہش کرنے لگا تھا' اس رشتے کو بنانا اس رشتے کو دوبارہ شروع کرنا میری خواہشوں میں کیوں کر در آیا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا مگر اس کے آگے بڑھ جانے سے میرے اندر ایک سناٹا پھیل رہا تھا اردگرد کا منظر تاریکی میں لپٹا دکھائی دیا تھا۔ میں نے کیا' کیا تھا اس لمحے کا اظہار کیا معنی رکھتا تھا؟

اور اظہار کرکے کیا ملا تھا؟ اب جو ندامت در آئی تھی وہ اس ندامت سے کہیں زیادہ تھی جو کبھی نہیں ہوئی تھی وہ میری پابند نہیں تھی اسے میرا انتظار کرنا واجب نہیں تھا یا اس کو میرے دوبارہ پرپوز کرنے پر قبول کرنا جائز تھا' اس کی زندگی تھی اس کے فیصلے تھے مگر اس طرح کیوں محسوس کررہا تھا کہ میں ہار گیا ہوں؟ کل جب میں نے اس رشتے کو کہیں پیچھے چھوڑا تھا تو میرے اندر ایسی محسوسات کیوں نہیں تھیں؟ وہ اپنی زندگی کے فیصلے لینے میں حق بجانب تھی مگر حمزہ کو چننا؟ میرے چھوٹے بھائی کو؟ مجھے یہ اپنی مردانہ انا پر تازیانہ بن کر لگتی محسوس ہوئی تھی مگر میں یہ ڈیزرو کرتا تھا' جب میرے اطراف رونقیں تھیں رنگا رنگی تھی تو میں نے چمکتے چاند کو گل کیا تھا' میں نے نہیں دیکھا تھا کسی کے دل پر کیا گزری یا کسی کو کتنا ملال ہوا' رنج ہوا میں نے وصال کی جلتی شمعوں کو گل کیا تھا۔

امید کی ہر روشنی بجھادی تھی اگر آج چاند گل ہوگیا تھا تو میں اتنا نڈھال کیوں تھا؟ مجھے مان لینا چاہیے تھا کہ جب وصل میسر تھا تو میں خودی کے زعم میں تھا مجھے گمان نہیں تھا کہ یہ وصل نہیں رہے گا تو صرف تاریکی ہوگی مگر آج میری مردانہ انا اس بری طرح ہرٹ ہوئی تھی کہ مجھے اس تاریکی میں وحشت ہورہی تھی میں نے اس کی طرف نگاہ کی تھی۔

وہ دور کھڑی حمزہ کی کسی بات پر مسکرارہی تھی جانے کیا سوچ کر اس نے میری طرف دیکھا......اس کی نگاہ میں میرے لیے ملال صاف دکھائی دیا تھا وہ میرے لیے ہمدردی رکھتی تھی میرا ہرٹ ہونا اسے برا لگا تھا وہ افسردہ دکھائی دی تھی۔

اس کی آنکھیں میرے لیے اداس تھیں
کیسی عجیب لڑکی تھی وہ......

اتنا سہہ کر بھی مجھے ہمدردی کی خیرات دے رہی تھی مجھ سے اسے نفرت کرنا چاہیے تھی مگر وہ میرے لیے اداس دکھائی دی تھی' جیسے اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں آگے بڑھو لوٹ جاؤ نیا راستہ تلاشو نئی منزل کی طرف گامزن ہوجاؤ' یہاں تمہارے لیے کچھ نہیں مگر میرے قدم زمین چھوڑ کر آگے نہیں بڑھ سکے تھے۔ محبت کی باقیات اثر پذیر تھیں میں آگے نہیں بڑھ سکا تھا اور وہ پلٹ کر چلتی ہوئی حمزہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

اسے آگے بڑھ جانا چاہیے تھے میں اس کے لیے خوش ہونا چاہتا تھا مگر میں ایسا کوئی احساس اپنے اندر محسوس نہیں کررہا تھا۔

www.paksociety.com
Downloaded From paksociety.com
شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

## قسط نمبر 24

وصال کے حسیں لمحوں کی روشنی لے کر
چلا گیا مجھے یادوں کی چاندنی دے کر
کبھی جو ہم سے ملن کو حیات کہتے تھے
وہ جی رہے ہیں فراقت کی اوڑھنی لے کر

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شہزاد حویلی سے فرار ہونے کی کوشش کرتی ہے لیکن ناکام ہو جاتی ہے اسے اغوا ہوئے تین روز ہو چکے ہوتے ہیں حویلی کی کچھ ملازمائیں ملک فیاض کے کہنے پر اسے نکاح کے لیے تیار کرنے آتی ہیں اور اس کے اشتعال کا شکار ہوتی ہے۔ ملک فیاض خود اس سے بات کرنے آتا ہے اور اس پر اپنی جاگیرداری کی رعب جھاڑتا ہے جس پر شہزاد عمر عباس کی دھمکی دیتی نکاح سے انکاری ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف عبدالہادی کو ہوش آ جاتا ہے جبکہ ملک فیاض کو کسی ضروری کام کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا پڑتا ہے تب وہ اپنے کارندوں کو شہزاد پر نظر رکھنے کا کہتا ہے شیر دل حویلی واپس آ جاتا ہے اور شہزاد تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ عمر عباس مسلسل در مکنون کو کال کرتا شہزاد اور مریرہ کا پوچھتا ہے تب در مکنون پریشان ہوتی ہے اور اسے حقائق سے آگاہ کرتی ہے عمر عباس پریشان ہو جاتا ہے اور قریبی تھانے میں مریرہ اور شہزاد کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروا دیتا ہے۔ صیام شگفتہ کی شادی کے بعد در مکنون کا دیا ہوا گھر خالی کرتا نئے گھر میں شفٹ ہو جاتا ہے خالی گھر کی چابی در مکنون کو تھما کر حیران کر دیتا ہے در مکنون کی نظر میں صیام نے یہ سب اس لیے کیا تھا ہے کہ وہ اس کی محبت کو ٹھکرا چکی تھی۔ ہوزان کی ملاقات عمر عباس سے ہوتی ہے تب وہ پریہان کو فون کرتی عمر عباس کا بتاتی ہے تب پریہان پاکستان آنے کا بتاتی اسے عمر عباس سے رابطے میں رہنے کا کہتی ہے۔ عمر عباس مریرہ رحمان کو پنڈی سے اسلام آباد شفٹ کراتا ہے وہ در مکنون سے مریرہ کی حالت کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے لیکن در مکنون مریرہ سے ملنے کی ضد کرتی ہے مریرہ کومے میں ہوتی ہے۔ صمید حسن گھر نہیں آئے تھے جس کی وجہ سے سارا بیگم نے رو رو کر برا حال کیا ہوتا ہے تب زاویار سارا الزام عائلہ پر رکھ کر اسے گھر سے نکال دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

میرے ہمدم میرے ساتھی
تمہیں تو یاد ہی ہوگا
وہ دن کیا خاص دن تھا جب
تم میرے جیون میں آئی تھیں
میری بے رنگ دنیا کو تمہاری مسکراہٹ نے
ہزاروں رنگ بخشے تھے
اسے کیسے سجایا تھا تمہیں تو یاد ہی ہوگا
تمہیں میں نے بتایا تھا کہ میں خوابوں میں رہتا ہوں
مگر تم اک حقیقت ہو
محبت ہی محبت ہو

پھر اس کے بعد جیون کے سبھی موسم' سبھی منظر
تمہاری آنکھ سے دیکھے
تمہارے ساتھ جو گزرے وہی پل زندگی ٹھہرے
تمہیں تو یاد ہی ہوگا' مجھے کب یاد رہتا تھا
مجھے کیا کام کرنے ہیں
مجھے کس کس سے ملنا ہے؟
کہاں جانا ضروری ہے؟
خفا کوئی ہے کیوں مجھ سے
کسے جا کر منانا ہے
مجھے کب یاد رہتا تھا
میرا معمول تو تم تھیں
تم ہی سب یاد رکھتی تھیں
میں اپنے دل کی سب باتیں فقط تم سے ہی کرتا تھا
تمہاری بھی یہ عادت تھی
تمہیں تو یاد ہی ہوگا
میں اکثر تم سے کہتا تھا
ابھی اس زندگی کے ساتھ کتنے روگ لپٹے ہیں
مجھے تم سے محبت کی ذرا فرصت نہیں ملتی
ذرا وہ وقت آنے دو ذرا فرصت ملے مجھ کو
بٹھا کر سامنے تم کو تمہیں جی بھر کے دیکھوں گا
بتاؤں گا مجھے تم سے محبت سی محبت ہے
مجھے اس دم ملی فرصت کہ جب یہ بات سننے کو
نہیں تم سامنے میرے
میری جاں تم وہاں پر ہو جہاں سے لوٹ کر واپس
کبھی کوئی نہیں آتا
تمہیں کیوں اتنی جلدی تھی؟
میرا اقرار سن لیتیں' میرا اظہار سن لیتیں
کہ اب فرصت ہی فرصت ہے
کہ اب معمول میں میرے فقط تم سے محبت ہے
مگر یہ بھی حقیقت ہے
کہ میں تاخیر سے پہنچا' تمہیں جانے کی جلدی تھی

❁......❁......❁

سورج غروب ہو رہا تھا صمید حسن نے ایک تھکی تھکی سی نظر ڈوبتے ہوئے سورج کی اداس کرنوں پر ڈالی پھر گہری سانس بھرتے ہوئے پارک کے سنگی بنچ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگ خوش باش اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے' چھوٹے بڑے ہر چہرے پر سرور اور خوشی بھی زندگی کا اطمینان تھا مگر......ان کا دل کتنا خالی تھا' صرف ایک عورت کے ہجر نے ان کی پوری زندگی کا سکون چاٹ لیا تھا' وہ جتنا بھی

گزرے ہوئے وقت کو روتے کم تھا۔ کاش انہیں پتا ہوتا کہ وہ مریہ رحمان کو کھو دینے کے بعد اندر سے اتنے خالی ہو جائیں گے تو وہ کبھی کسی قیمت پر بھی اسے اپنی زندگی سے بے دخل نہ ہونے دیتے۔

فضا میں ٹھنڈ بڑھ رہی تھی صمید حسن نے دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی پاکٹس میں ڈالے۔ پچھلے چار دنوں میں انہوں نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی تھی جہاں مریہ رحمان کے ملنے کا ذرا سا بھی امکان تھا۔ پچھلے چار دنوں میں انہوں بناء اپنا خیال رکھے ہر جگہ اسے ڈھونڈا تھا۔ پچھلے چار دنوں میں انہوں نے ایک پل بھی سو کر نہیں گزارا تھا' انہیں نہ کھانے پینے کا ہوش تھا نہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کا' حمنہ حسین بھی اب ان کی کال اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کر رہی تھی۔

مریہ رحمان کا نمبر مسلسل بند تھا' وہ اندر سے جیسے تھکنے لگے تھے۔ موسم صرف انسان کی آنکھ کے پردے میں ہی نہیں ہوتے' یہ انسان کے اندر بھی ہوتے ہیں جیسے صمید حسن کے اندر آج کل خزاں کا موسم ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ پارک سے واپس آئے تو ان کا سیل بج رہا تھا' بیرونی دروازہ بند کر کے اپنے بستر کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے ٹراؤزر کی پاکٹ سے سیل نکال کر دیکھا' اسکرین پر حمنہ حسین کا نمبر جگمگا رہا تھا' انہوں نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر کال پک کر لی۔

''ہیلو...... صمید حسن؟''

''ہوں۔''

''ایک گڈ نیوز ہے آپ کے لیے۔'' حمنہ حسین کا لہجہ اس وقت ضرورت سے زیادہ سرد ہو رہا تھا صمید حسن کا دل معمول سے کہیں تیز دھڑکنے لگا۔

''کیسی گڈ نیوز؟'' اپنی آواز اسے کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ حمنہ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسے بتایا۔

''سمر عباس کی کال آئی تھی میرے پاس' مریہ رحمان کا پتا چل گیا ہے۔''

''الحمد للہ' کیسی ہے وہ ٹھیک تو ہے ناں؟'' صمید حسن کو لگا جیسے ان کے تن مُردہ میں کسی نے جان ڈال دی ہو' حمنہ کا لہجہ بھیگ گیا۔

''ہاں' ٹھیک ہے' زندہ ہے' ملنا چاہیں گے آپ اس سے؟''

''ہوں' مگر وہ مجھ سے نہیں ملے گی' میں جانتا ہوں۔''

''وہ ملے گی' کل صبح میرے گھر آ جائیے گا آپ' میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں گی۔ اپنے گھر کا پتا میں ابھی ٹیکسٹ کر دیتی ہوں۔'' غیر معمولی سرد لہجے میں کہتی وہ اسے از حد پریشان کر رہی تھی۔ جانے کیوں ان کا دل دھڑک دھڑک کر انہیں کچھ غلط ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔

''ٹھیک ہے' شکریہ۔'' صمید حسن کا لہجہ دھیما ہی رہا۔ حمنہ حسین نے بناء ایک بھی لفظ مزید کہے کال کاٹ دی۔

شام اپنی تمام تر اداسی کے ساتھ پر پھیلائے دن کے اجالے کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ وہ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اپنے بستر میں تکیے سے ٹیک لگائے ماضی کی اجڑی ہوئی سنسان گلیوں میں تصورات کے زخمی پرندے اڑاتے رہے۔

❁......❁......❁

رات کا آخری پہر تھا' بھوک اور کمزوری سے نڈھال شہزادی کی کب آنکھ لگ گئی' اسے خبر ہی نہیں ہو سکی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھی جب اسے اپنے وجود پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔ ہڑبڑا کر جیسے ہی اس نے آنکھ کھولی ملک فیاض کو اپنے بے حد قریب پا کر بے ساختہ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

رات کے اس پہر وہ شخص قطعی نیک ارادوں کے ساتھ وہاں نہیں آیا تھا' شہزادی کو لگا جیسے اس کی سانس گھٹ گئی ہو۔ اس کا ریشم سا وجود ملک فیاض جیسے کھاگ بوڑھے شیر کی آہنی گرفت میں تھا۔ وہ کسی معصوم کمزور چڑیا کی طرح پھڑپھڑا کر رہ گئی۔

''چلاؤ' جتنا دل چاہتا ہے چلاؤ...... کوئی نہیں آئے گا تمہاری مدد کے لیے' بالکل ویسے ہی جیسے بیس سال پہلے مائی جیراں کی بیٹی کی چیخوں پر کوئی نہیں آیا تھا۔'' ملک فیاض نے اس کی چیخ کا لطف اٹھایا۔

شہزادی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں' اس درندہ نما شخص سے کسی بھی ہمدردی یا انسانیت کی امید رکھنا نری حماقت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ وہ اب اس کے بالوں میں چہرہ گھسائے اس کا غرور خاک میں ملاتے ہوئے کروفر سے کہہ رہا تھا۔

"بہت سے قرض ہیں جو تمہاری طرف نکلتے ہیں مگر وہ قرض وصول کرنے سے پہلے میں تمہیں وہ کہانی سنادوں' جسے سننے کے لیے تم پچھلے ایک ماہ سے اس گاؤں میں جانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہی ہو۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا' شہرزاد نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

ملک فیاض کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو شہرزاد کے لیے کسی گندے نالے کی بدبو سے کم نہیں تھی' وہ اب اس کی بے بسی کا لطف اٹھاتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔

"پرانی حویلی اور نئی حویلی کے درمیان بدلے اور دشمنی کی آگ میں جھلس کر دنیا سے کوچ کر جانے والے تمہاری پرکھوں کی جتنی بھی لاشیں' پرانی حویلی کے پچھواڑے میں دفن ہیں۔ سب میرے اور میرے بھائیوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے تمہارے باپ قمر عباس کو میرے چھوٹے بھائی ریاض نے اسی کی زمینوں پر لہولہان کر کے موت کے گھاٹ اتارا' جاننا چاہو گی کیوں؟ کیونکہ اس نے اس کی محبت کو اپنا نام دے کر پھر خون کے آنسو رلایا تھا۔ تمہاری ماں کو سوتن بنا کر لے آیا تھا اس پر' مرنا تو تھا ہی اس نے' تمہاری اکلوتی پھوپی کو بھی ریاض نے ہی تشدد کر کے ٹھکانے لگایا تھا۔ ہاں تمہارے بڑے دونوں تایا میرے بھائی نیاز اور میرے ہاتھوں' قانون کے اندھے پن کی بھینٹ چڑھ گئے' چڑھنا تو عمر عباس نے تھا کیونکہ اسی نے ریاض کو قتل کیا تھا مگر کوئی ثبوت نہیں تھا ہمارے پاس اس کے خلاف' اسی لیے ہم نے قانون کا پھندا اس کے دونوں بڑے بھائیوں نظر عباس اور خضر عباس کے گلے میں فٹ کر کے اظہار چاچا کی کمر توڑ دی' اظہار چاچا کا تو پتا ہے ناں تمہیں' تمہارے مرحوم دادا جی' میرے ابا جی کے چھوٹے بھائی۔" وہ ایسے اپنی درندگی کی داستان یوں مزے لے کر سنا رہا تھا جیسے اس نے کوئی بہت ثواب کا کام کیا ہو' شہرزاد کی سانس جیسے گھٹنے لگی تھی تبھی وہ پھر بولا۔

"پرانی حویلی کی تاریک رات کا قصہ سناؤں؟ مائی جیراں ہوش میں ہوتی تب بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ پرانی حویلی پر قیامت کی طرح اترنے والی تاریک رات کیا تھی؟ ناں ہی عبدالہادی کو اس بارے میں کچھ پتا ہے' صرف میں ہی تمہیں بتا سکتا ہوں کہ اس رات کیا ہوا تھا۔" وہ تاریک رات جس کا بھید پانے کے لیے وہ جانے کتنی راتوں تک بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی تھی' اس کا راز یوں افشاء ہوگا۔ شہرزاد کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا' گھٹنوں میں منہ چھپاتے ہوئے اس نے اپنے اندر جمع سارے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا تھا' ملک فیاض اب اسے بتا رہا تھا۔

"پرانی حویلی پر قہر بن کر ٹوٹنے والی اس تاریک رات میں' میں نے اور میرے بھائی ملک نیاز نے خضر عباس اور نظر عباس کی بیویوں کی عزتیں پامال کی تھیں' ان کے گلے کاٹے تھے۔ نظر عباس کی سات سالہ بیٹی کے جسم کو بھنبھوڑ کر موت کی گہری نیند سلایا تھا' اسی تاریک رات میں اظہار چاچا کی زندگی کی ڈولتی ناؤ موت کے کنارے لگی۔ خضر عباس اور نظر عباس کے بچے اسی رات ہمارے ہاتھ لگے تھے اگر تمہاری ماں تمہیں لے کر حویلی سے باہر نہ گئی ہوتی تو آج تمہارے وجود کا بھی کوئی نام و نشان نہیں رہنا تھا' اب خود سوچو جس نے سات سال کی بچی پر ترس نہیں کھایا۔ وہ تم جیسی حسین و جوان' گستاخ لڑکی کو کیسے اپنے انتقام کی بھینٹ چڑھنے سے بری کر سکتا ہے' پہلے میں نے سوچا میری کرماں والی بوڑھی بیوی اپاہج ہو کر بستر پر پڑی ہے لہٰذا تمہیں اس کی جگہ بیوی کا درجہ دے کر حویلی میں قید کر دیتا ہوں مگر نہیں' عمر عباس کی بھتیجی اس عزت کے لائق نہیں ہے۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم میرے ہاتھوں روندے جانے کے بعد میرے تمام خاص ملازمین کے ہاتھوں بھی ذلیل و خوار ہو' عمر عباس کی بھتیجی کے ساتھ جتنا بھی برا ہو کم ہے۔" بوڑھا گھاگ شیر کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ شہرزاد کے لیے فرار کی ساری راہیں مسدود ہو گئیں تبھی نہایت سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے بائیں ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کر ڈالے۔

"ایم سوری...... میں نے جو بدتمیزی کی' آپ کی عزت اور شان کو ٹھیس پہنچائی' میں اس کے لیے بے حد شرمندہ ہوں۔ مجھے واقعی آپ کے غصے اور طاقت کا اندازہ نہیں تھا پلیز مجھے معاف کر دیں' دوبارہ کبھی مجھ سے ایسی گستاخی سرزد نہیں ہوگی جہاں تک آپ کے ساتھ شادی کا سوال ہے تو میں دل سے آپ کی اس پیش کش کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ آپ جیسے بااثر اور طاقت ور مرد کی بیوی بننا میرے لیے ہرگز کسی سعادت سے کم نہیں پلیز مجھے دل سے معاف کر کے اپنی عزت بنا لیں پلیز......" وہ جان گئی تھی کہ ملک فیاض نے جو کہا ہے وہ ہر صورت ویسا ہی کر کے رہے گا لہٰذا ذلت کی زندگی جینے سے کہیں بہتر تھا کہ وہ عزت کی موت مر جاتی۔ اس وقت

اس نے یہی کیا تھا' ملک فیاض کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔
"کیا ہوا اتنی جلدی ہوا نکل گئی تمہاری؟" مگر اس نے جواب نہیں دیا' وہ سر جھکائے اپنی سوچوں میں الجھی رہی تھی۔
عزت بچانے کے ساتھ ساتھ اسے بناء عمر عباس یا اپنی ماں کی زندگی کو خطرے میں ڈالے نہ صرف سانپ مارنا تھا بلکہ اپنی لاٹھی کو بھی ٹوٹنے سے بچانا تھا۔ ملک فیاض بناء اس کے ارادوں کا بھید پائے اپنی فتح پر قہقہے لگا تا رہا۔ شہرزاد ماضی میں گم ہوکر اپنے ارادوں کی کامیابی پر اگرچہ خوش تھی مگر ماں کی طرف سے بہت سے تفکرات اسے لپیٹے ہوئے تھے لیکن اب اسے ان سب کا سامنا کرنا تھا۔

❁......❁......❁
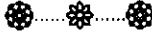
عمر عباس کو اپنے خاص کارندوں کی معرفت گاؤں میں شہرزاد اور شہربانو کے حویلی میں قیام اور پھر وہیں شہرزاد کی گمشدگی کی خبر مل چکی تھی۔ وہ جو پہلے ہی مریرہ رحمان کے غم سے نڈھال تھا اس اطلاع پر جیسے اندر سے ہل کر رہ گیا۔ اس کی گاڑی تیار کھڑی تھی اسے در مکنون کو پک کرنے جانا تھا مگر اس سے پہلے ہی گاؤں سے آنے والی اطلاع نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے' اسی اثناء میں اس کے سیل پر شہربانو کی کال آئی تو جیسے وہ پھٹ پڑا۔
"فرمایئے۔"
"عمر بھائی شہرو کا نمبر مسلسل بند مل رہا ہے' مریرہ اور در مکنون کے نمبرز بھی ریسپانس نہیں دے رہے سب خیر تو ہے ناں؟"
"مجھے کیا پتا سب خیر ہے کہ نہیں' جن بچوں کی مائیں آپ جیسی بے پروا اور کم عقل ہوں ان کی خیر کی امید رکھنا نری حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔"
"کیا ہوا ہے؟" عمر عباس کے خشک لہجے نے انہیں مزید پریشان کر دیا تھا' وہ اس سے اس درجہ تلخی کی توقع نہیں رکھتی تھیں تبھی دہل کر پوچھا تو عمر نے جیسے ان کی سماعتوں پر بم گرا دیئے۔
"کیا ہوا ہے؟ آپ کی لاڈلی بیٹی ہمارے دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے' بہت شوق تھا ناں آپ کو حویلی میں جا جا کر رہنے کا' کرلیں اپنا شوق پورا' اب بتائیں مجھے کیا کروں میں؟" اس کے منہ سے نکلے لفظ انگاروں کی طرح دہک رہے تھے' شہربانو کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔
"یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو اسے مریرہ کی نگرانی میں دے کر آئی تھی۔"
"مریرہ ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ اس کا پچھلے پچیس سالوں سے گاؤں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہا آپ نے اسے گاؤں کی راہ دکھائی تھی۔ پرانی کہانیوں کی کتاب بھی آپ نے کھول کر اس کے سامنے رکھی' یہ نتیجہ تو نکلنا ہی تھا پھر۔" شہربانو اس کے لہجے سے اس کی پریشانی کا پتا لگا سکتی تھیں۔
"ویسے بھی مریرہ اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور اس کی بیٹی پر کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔" سرد لہجے میں بولتے بولتے بالآخر اس کا لہجہ ٹوٹ گیا تھا۔ شہربانو کو ایک اور دھچکا لگا۔
"کیا ہوا ہے اسے کہاں ہے وہ اس وقت؟"
"ہسپتال میں ہے کسی پتھر کے مجسمے کی طرح بالکل ساکت اور بے جان' بس دل دھڑک کر زندگی کی گواہی دے رہا ہے۔"
"اوہ میرے خدایا مگر ہوا کیا ہے اسے؟"
"روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا' اسی کے نتیجے میں کومہ میں چلی گئی ہے۔" عمر کو لگا جیسے اس کے لفظ رو رہے ہوں' شہربانو کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔
"میں پاکستان آ رہی ہوں' مجھ سے اب یہاں ایک پل نہیں رکا جائے گا۔"
"ٹھیک ہے۔" شہربانو کے لہجے کی نمی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے اگلے ہی پل کال کاٹ دی تھی' وہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ انہیں شہرزاد کے بارے میں کوئی تسلی بھی نہیں دے سکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب شہربانو پاکستان پہنچ کر بیٹی کے مستقبل اور مریرہ رحمان کی حالت دیکھ کر بالکل گنگ تھیں۔ بیٹی کے خط سے اس کے ارادوں کو بھانپ کر وہ اندر تک لرز گئیں تھیں۔ نجانے اب تقدیر

انہیں کیا دکھانے والی تھی۔ کال کٹ کر کے وہ ابھی ہسپتال سے نکل رہا تھا جب اس پر فائر ہوا۔
اکٹھی تین گولیاں اس کے وجود کے پار ہوئی تھیں' اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لہرا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ لوگوں کو اس حادثے کا پتا چلتا اور وہ گولیاں مارنے والے کا تعاقب کرتے' زاویار اپنی گاڑی وہاں سے بھگا کر لے جا چکا تھا۔
اسے لگا جیسے اس کے سینے میں دہکتی آگ پر پھوار پڑ گئی ہو۔ مریہ رحمان کو وہ اس کی بے وفائی کی کوئی سزا نہیں دے سکا تھا مگر اس شخص کو سزا ضرور مل گئی تھی کہ جس کی وجہ سے اس کی ماں نے اس کے بہت سے پیارے رشتوں کو تکلیف دی تھی' بھلا وہ اس شخص کو کیسے معاف کر سکتا تھا؟ اسے لگا جیسے آج اس نے اپنی ماں سارا منیر حسین کی محبت اور قربانیوں کا قرض چکا دیا ہو۔

❁......❁......❁

''ایلی......'' اس روز سنڈے تھا' ایلی ناشتے کے لیے خاصا لیٹ اٹھا تھا جب پریہان نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے اسے پکارا۔ ایلی نے اس کی پکار پر چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔
''ہوں۔''
''میں پاکستان جانا چاہتی ہوں' کیا تم میری مدد کرو گے؟'' وہ قدرے پریشان اور شرمندہ تھی' ایلی نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔
''خیریت؟''
''خیریت نہیں۔''
''کیوں' کیا ہوا؟''
''میری سوتیلی ماں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں' یہ وہی عورت ہے ایلی جس کا گھر اور دل میری سگی ماں نے اجاڑا تھا۔ میں نے ہوزان کو ان کی تصاویر دکھائی تھیں اس نے انہیں ایک ہسپتال میں بے ہوش پڑے پہچان لیا۔''
''اوہ......لیکن تم اب وہاں جا کر کیا کرو گی؟''
''میں انہیں دیکھوں گی' ان کی خدمت کروں گی۔ مفت کی ملازمہ کی حیثیت سے ان کا خیال رکھوں گی شاید اسی طرح میری روح کو قرار آ جائے' وہ بوجھ جو میرے دل پر لدا ہے کچھ تو کم ہو۔'' وہ از حد مضطرب تھی' ایلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''ٹھیک ہے مگر جس مقصد کے تحت تم لندن آئی تھیں کیا اسے یونہی ادھورا چھوڑ دو گی؟''
''نہیں' میں واپس آؤں گی۔''
''کب؟''
''یہ ابھی نہیں بتا سکتی' بس تم دعا کرنا وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔''
''ٹھیک ہے ان شاء اللہ' کب جانا ہے تمہیں؟''
''آج رات کو۔''
''اوکے' میں ٹکٹ کنفرم کروا دیتا ہوں' تم اپنا خیال رکھنا۔''
''شکریہ ایلی......'' ہمیشہ کی طرح وہ اس کی ممنون ہوئی تھی' ایلی نے جواب میں اسے گھور کر دیکھا پھر مسکرا دیا۔ ماضی کے دریچوں کو بند کرتی ماں کی سنائی کہانی پر وہ اب تک یقین نہ کر سکی تھی اگرچہ سارا بیگم نے اس کا دل اپنی طرف سے صاف کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ بھی ان کی بیٹی تھی' اتنی جلدی بھول جانا اس کی سرشت میں نہ تھا۔

❁......❁......❁

اسلام آباد کی کشادہ سڑکوں پر اس روز خوب بارش ہوئی تھی' صمید حمنہ حسین کے گھر پہنچا تو دوپہر ڈھل رہی تھی۔ اس کی ڈور بیل کے جواب میں گیٹ حمنہ حسین کے جواں سالہ خوبرو بیٹے نے کھولا تھا' وہ اپنا تعارف کروا کر گھر کے اندر چلا آیا۔ حمنہ نظر کے سامنے ہی لان میں بیٹھی جانے کن سوچوں میں گم تھی' وہ سست قدموں سے چلتا اس کے قریب چلا آیا۔

"السلام علیکم!" حمنہ نے اس کے سلام پر قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔
"وعلیکم السلام!" وہ پہلی بار اسے دیکھ کر خوش نہیں ہوئی تھی' سیل فون پر اس کا لہجہ جتنا سرد تھا' اس سے کہیں زیادہ سرد مہری اس کی آنکھوں میں تھی۔ صمید کو برا نہیں لگا وہ اسی سلوک کا مستحق تھا تبھی خاموشی سے اس کے مقابل رکھی کرسی پر ٹک گیا۔
"کیسی ہیں آپ؟"
"آپ کو کیسی نظر آ رہی ہوں؟" صمید کو اپنے سوال کے جواب میں اس سوال کی امید نہیں تھی تبھی وہ نظریں چرا گیا۔
"کیا میرو یہاں آپ کے ساتھ رہ رہی ہے؟"
"نہیں۔"
"تو پھر؟" اس کا اضطراب بڑھا تھا' حمنہ نے شہادت کی انگلی سے اپنا چشمہ درست کر کے اس کی طرف دیکھا۔
"وہ ہسپتال میں ہے۔"
"ہسپتال میں' کیوں؟"
"آپ چائے لیں گے یا کافی؟" وہ جتنا مضطرب تھا' حمنہ حسین اتنی ہی بے پروائی اور سرد مہری سے کام لے رہی تھی' اسے غصہ آ گیا۔
"میں یہاں چائے یا کافی پینے نہیں آیا' مجھے بتائیں پلیز مریرہ کہاں ہے۔"
"ٹھیک ہے' چلیے میرے ساتھ۔" سرد آہ بھرتے ہوئے صمید کے ساتھ وہ بھی اپنی نشست سے کھڑی ہو گئی تھی۔ صمید کے اندر الجھن بڑھتی رہی' جانے مریرہ رحمان کس حال میں تھی' گاڑی حمنہ کے بیٹے نے ڈرائیو کی' وہ لب کچلتا خاموش بیٹھا رہا۔
تقریباً پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد گاڑی ہسپتال کے سامنے رک گئی تھی' صمید حمنہ کی تقلید میں فوراً گاڑی سے باہر نکل آیا' دل تھا کہ ہزاروں وسوسوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔
کیسے کیسے سوال اور خدشے دماغ کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھے' جانے وہ وہاں کیوں تھی' کس حال میں تھی؟ تیز قدموں کے ساتھ چلتی حمنہ حسین ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر اچانک رک گئی تھی۔
"مل لیں مریرہ رحمان سے' یہی کمرا ہے اس کا۔" صمید نے دیکھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں' اس کا دل بے ساختہ تیزی سے دھڑک اٹھا۔
"وہ ٹھیک تو ہے ناں؟" عجیب سے خدشے کا شکار ہو کر بے ساختہ اس نے دل کی تسلی کے لیے پوچھا تھا۔ جواب میں حمنہ حسین نے لب بھینچتے ہوئے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"ہوں' اب وہ ٹھیک ہے۔" اگر وہ ٹھیک تھی تو پھر وہ رو کیوں رہی تھی' وہ نہیں سمجھ سکا۔
"کیا آپ اندر نہیں آئیں گی؟" جانے کیوں اس کا دل کسی خشک پتے کی مانند کپکپا رہا تھا۔ حمنہ حسین نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کے دونوں بازو اس کے سینے پر بندھے تھے' وہ بولی تو اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔
"نہیں' وہ مجھ سے ناراض ہے میں اس کے سامنے نہیں جا سکتی۔"
"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے وہ ٹھیک نہیں ہے۔" صمید حسن کا لہجہ اس بار ڈگمگایا تھا' حمنہ حسین نے رخ پھیر لیا۔ وہ اس وقت اس کے کسی بھی سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی' صمید اب کی طرف سے مایوس ہو کر آگے بڑھ گیا۔ جانے کیوں اس لمحے اس کے قدم من من بھاری کے ہو رہے تھے۔

❀......❀......❀

کہو وہ دشت کیسا تھا؟
جہاں سب کچھ لٹا آئے' جہاں آنکھیں گنوا آئے
کہا' سیلاب جیسا تھا
بہت چاہا کہ بچ نکلیں مگر...... سب کچھ بہا آئے

کہو وہ ہجر کیسا تھا؟
کبھی چھو کر اسے دیکھا تو تم نے کیا بھلا پایا؟
کہا وہ آگ جیسا تھا
اسے چھو کر تو اپنی روح اور تن من جلا آئے
کہو وہ وصل کیسا تھا تمہیں جب چھو لیا اس نے
تو کیا احساس جاگا تھا؟
کہا اک راستے جیسا' جدھر سے بس گزرنا تھا
مکاں لیکن بنا آئے
کہو وہ چاند کیسا تھا؟
فلک سے جو اتر آیا تمہاری آنکھ میں بسنے
کہا وہ خواب جیسا تھا
نہیں تعبیر تھی اس کی
اسے اک شب دِسلا آئے
کہو وہ عشق کیسا تھا؟
بنا سوچے بنا سمجھے بنا پرکھے کیا تم نے
کہا تتلی کے رنگ جیسا' بہت کچا انوکھا سا
جبھی اس کو بھلا آئے
کہو وہ نام کیسا تھا؟
جسے صحراؤں اور چنچل ہواؤں پر لکھا تم نے
کہا بس موسموں جیسا' نجانے کس طرح کس پل
کسی رو میں مٹا آئے

صمید حسن کمرے میں داخل ہوا تو نظر کے سامنے سفید بستر پر لیٹے مریرہ رحمان کے ساکت وجود کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ موم کے مجسمے کی مانند لیٹی وہ پری زاد آج بھی ویسی ہی تھی جیسی اس کی زندگی سے رخصت ہوتے وقت اس نے دیکھی تھی۔ وقت کہاں درمیان میں آیا تھا ان کے؟ ستاروں سی جگمگاتیں وہ آنکھیں اگر آج بند تھیں تو کیوں؟

گلاب کی پنکھڑیوں جیسے خوب صورت وہ ہونٹ اگر آج خاموش تھے تو کیوں؟ اس میں ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اسے مخاطب کر لیتا تبھی نم آنکھوں کے ساتھ چپ چاپ دیوانہ وار اسے دیکھتا رہا۔ وہ مرد تھا مگر پھر بھی بے اختیار ہو کر رو رہا تھا' اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بیدار ہو کر اس سے نفرت کا اظہار نہ کرنے لگے' بے زاری سے منہ نہ پھیر لے۔ چیخنے چلانے نہ لگے اگر ایسا ہو جاتا تو بھلا وہ کیا کرتا؟

اتنے سالوں بعد اس کی نفرت کو کیسے برداشت کرتا؟ تبھی خاموشی سے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ دوپہر سے شام ہو گئی تھی مگر نہ وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہوا نہ مریرہ رحمان نے آنکھیں کھولیں آنکھیں کھولنا تو درکنار اس کے جسم کے کسی عضو میں ہلکی سی جنبش بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اگر نشا آور دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی تب بھی اب تک اسے بیدار ہو جانا چاہیے تھا۔ اچانک اس کے حواس جیسے بیدار ہوئے تھے ایک عجیب سا خوف اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے اس نے بے ساختہ اسے پکارا تھا۔

''میرو......!'' مگر موم کے مجسمے میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی وہ دہل گیا۔

''میرو!'' اس بار صدا پہلے سے زیادہ بلند تھی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا تھا صمید حسن کو لگا جیسے اس کے سینے میں

سانس گھٹنے لگی ہو اندر کی وحشت سے گھبرا کر اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"میرو......" مگر وہ سننے کی پوزیشن میں ہوتی تو رسپانس دیتی' کسی سنسان جزیرے کی طرح اس کی صدائیں لوٹ کر اسی کی سماعتوں میں واپس آتی رہیں۔ اسے لگا جیسے اس کے اعصاب چٹخ گئے ہوں' ایک نرس اس کی بلند صداؤں پر گھبرا کر دوڑتی ہوئی کمرے میں چلی آئی تھی۔

"کیا ہوا...... کیوں شور مچا رہے ہیں آپ؟" نرس کی خفگی اور سوال پر اسے ہوش آیا تھا کہ وہ شور کر رہا تھا۔

کیا واقعی وہ شور مچا رہا تھا؟ قدرے متوحش ہو کر اس نے نرس کو دیکھا اور بایاں ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ نرس نے مریرہ کی ہارٹ بیٹ چیک کرنے کے بعد اسے پھر ڈپٹا تھا۔

"پلیز آپ خود پر قابو رکھیں' ابھی یہ آپ کے جذبات سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"کیا ہوا ہے انہیں؟" اپنی آواز اسے کسی گہرے کنویں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ نرس نے قدرے اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

"کومہ میں ہیں یہ' کیا اتنا بھی نہیں پتا آپ کو؟"

"کیا......؟"

"جی ہاں' یہ محض اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہیں' ہوش میں آنے کے چانسز نہیں ہیں ان کے۔" نرس کو شاید اس کی حالت پر ترس آ گیا تھا۔ صمید کو لگا جیسے کسی نے اس کے بدن سے روح کھینچ لی ہو' بے ساختہ اسے حمنہ حسین کی آنکھوں کے آنسو یاد آئے تھے۔

اسے لگا جیسے کمرے کی ہر چیز اس پر ہنس رہی ہو' اس کا مذاق اڑا رہی ہو۔ ایک سزا اس نے مریرہ رحمان کو دی تھی کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کر کے اور اب ایک سزا قدرت اسے دے رہی تھی کہ نہ وہ جی پا رہا تھا نہ مر رہا تھا۔ ایسی بے دخل ہوئی تھی وہ اس کی زندگی سے کہ اب پچیس سال کے بعد بھی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنا گوارہ نہیں تھا۔ نرس اسے اس کے حال پر چھوڑ کر کمرے سے نکل چکی تھی۔ صمید اپنی ذات کی مسمار ہوتی عمارت کے ساتھ وہیں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

بارش گزرتے ہر پل کے ساتھ تیز ہو رہی تھی۔ عائلہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنی تیز بارش میں اکیلی تنہا کہاں جائے؟ نہ سامنے کوئی منزل تھی نہ راستہ...... وہ بھری دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی تھی نہ کوئی ٹھکانہ رہا تھا نہ رشتہ...... وہ کہاں جاتی؟ آنسو تھے کہ ساون کی جھڑی کی مانند بہتے چلے جا رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں سے باری باری اپنے آنسو رگڑتی' وہ کسی لاوارث ذی روح کی طرح بے دست و پا چلی جا رہی تھی۔ کرنل صاحب اور سدید کے چہرے اس کے تصور میں آ کر جیسے اس کا دل چیر رہے تھے۔

کاش یہ دونوں ہستیاں دیکھ سکتیں کہ آج وہ کتنی لاچار اور تنہا ہو گئی تھی۔ بارش اگلے تیس منٹ کے بعد تھم چکی تھی۔ عائلہ کے قدم کرنل صاحب کے مکان کے سامنے رک گئے تھے یہ گھر ابھی بھی اس کی پناہ گاہ تھی' مین گیٹ پر لگا بڑا سا تالا اس نے خود پتھر کی پے در پے ضربوں سے توڑ ڈالا تھا۔

پور پور بارش میں بھیگنے کے باوجود عجیب سی بے حسی تھی کہ اسے ٹھنڈ کا احساس ہی نہیں رہا تھا' تالا بہت مشکل سے ٹوٹا تھا۔ عائلہ نے گھر میں قدم رکھا تو اس کے اندر کی چھ سات سالہ بچی جو ماں کی اچانک وفات کے بعد تنہا ہو گئی تھی' پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جو سلوک زاویار صمید حسن نے اس کے ساتھ کیا تھا کیا وہ اس سلوک کی مستحق تھی؟ اگر ماضی میں مریرہ رحمان نے کوئی غلطی کی تھی تو اس میں اس کا قصور کہاں نکلتا تھا؟ کہاں تھا وہ شخص جو اسے سگی بیٹی سے زیادہ اہمیت دیتا تھا؟

جس نے مرتے ہوئے کرنل صاحب سے اس کے تحفظ اور خوشیوں کا وعدہ کیا تھا؟ سارا بیگم کیوں اس کی بے دخلی پر خاموش کھڑی تماشہ دیکھتی رہی تھیں' کیا اسے بار بار یونہی ذلیل ہونا تھا؟

اگر صمید حسن آ کر اسے دوبارہ گھر لے جاتے تو اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ وہ شخص جس میں انسانیت اور تہذیب نام کو نہیں تھی اسے ذلیل کر کے گھر سے نہیں نکالتا؟ سوال تھے کہ زہریلے سانپ کی طرح اس کے اعصاب کو ڈس رہے تھے اور وہ دیوار سے ٹیک

لگا کر بیٹھی ان زہریلے سانپوں میں الجھتی رہی۔

❀......❀......❀

شام ڈھل چکی تھی۔ زاویار گھر واپس آیا تو تھکن سے نڈھال تھا مگر اس کے باوجود وہ سارا بیگم کے کمرے کی طرف چلا آیا جہاں وہ ملول سی گلاس ونڈو میں کھڑی سڑک کے اس پار بھیک مانگتی ایک خستہ حال عورت کو یاسیت سے دیکھنے میں مصروف تھیں' وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں اڑسے ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"میں نے آج آپ کے سارے حساب کلیئر کر لیے ہیں مما۔" اس کا لہجہ بے حد بھاری ہو رہا تھا' سارا بیگم نے قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے حساب؟"

"تھے کچھ حساب جو آپ کی طرف سے مریرہ رحمان اور اس کے کچھ قریبی رشتوں کی طرف نکلتے تھے' وہی حساب کلیئر کر کے آ رہا ہوں۔" زاویار کے چہرے پر تھکن تھی' سارا بیگم کی آنکھوں میں الجھن بڑھ گئی۔

"تم کس حساب کی بات کر رہے ہو زی...... کیا کیا ہے تم نے؟"

"بدلا لیا ہے عمر عباس اور مریرہ رحمان سے جن کی وجہ سے آپ اور پاپا اب تک دکھ جھیل رہے ہیں۔" وہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا' سارا بیگم کی بے چینی دوچند ہو گئی تھی۔

"کیا میں نے کبھی تم سے کہا کہ تم مریرہ رحمان یا اس کے کسی رشتے سے میرے دکھوں کا بدلا لو؟"

"آپ نے نہیں کہا کیونکہ آپ ایک عظیم عورت ہیں مگر میں ایک بیٹا ہونے کی حیثیت سے آپ کی آنکھوں میں مزید آنسو برداشت نہیں کر سکتا۔" زاویار کا لہجہ چٹخا ہوا تھا' سارا بیگم نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

"نہیں ہوں میں عظیم عورت...... تم کیا جانو میں کیا ہوں۔" اس بار سارا بیگم کا لہجہ سرگوشی سے بلند نہیں تھا مگر زاویار نے کان نہیں دھرے۔ وہ پلٹا اور تیز قدم اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا' پیچھے سارا بیگم چپ چاپ کھڑی خاموش آنسو بہاتے ہوئے شام ڈھلنے تک وہیں اسی کھڑکی میں کھڑی سڑک کے اس پار اداس مناظر میں کھوئی رہیں۔

❀......❀......❀

عبدالہادی کی طبیعت خاصی سنبھل چکی تھی۔ عائشہ بیگم دل کے ہاتھوں مجبور ضد کر کے اسے ہسپتال سے حویلی لے آئیں انہیں اب ایک پل کے لیے بھی اپنے لخت جگر کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل ہونا گوارہ نہیں تھا۔

ملک فیاض کی اپنی مشکلات اور مفادنہ ہوتے تو شاید وہ کبھی عائشہ بیگم کی ضد پوری نہ کرتا مگر آج کل وہ خود جن مصروفیات میں الجھا ہوا تھا خود اس کے لیے بار بار شہر کے چکر لگانا یا وہاں مختصر وقت کے لیے بھی ٹھہرنا بہت مشکل ہو رہا تھا پھر شیر دل کی طرف سے الگ پریشانی تھی کہ کہیں وہ شہزاد کو اپنے عتاب کا نشانہ بنائے لہٰذا یہی بہتر تھا کہ عبدالہادی حویلی میں رہتا اور عائشہ بیگم اس کی دیکھ بھال میں الجھی رہتیں۔

حویلی میں اس نے اپنی دوسری شادی کو فی الحال خفیہ ہی رکھا تھا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات سمندر پار بیٹھے اس کے جوان بیٹوں یا پاکستان میں موجود جواں سالہ بیٹی میرب تک پہنچے اور وہ لوگ اس کام میں کسی بھی قسم کی کوئی رکاوٹ کھڑی کریں۔

شہزاد کو دیکھنے کے بعد اس کے حواس بھلا ٹھکانے پر ہی کہاں رہے تھے' یہی وجہ تھی کہ راتوں رات نکاح پڑھا کر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

عبدالہادی ہسپتال سے حویلی آیا تو ملازمین میں جیسے خوشی اور زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے قدم حویلی کی دہلیز پر پڑنے سے قبل جانے کتنے ہی بکروں کا صدقہ کیا گیا' دلہن کی طرح جگمگاتی حویلی میں اس کی زندگی کے بچ جانے پر منایا جانے والا جشن واقعی دیکھنے لائق تھا۔ سب خوش تھے کہ ان کا مسیحا اور نجات دہندہ ان کے درمیان زندہ واپس آ گیا تھا' دوسری طرف ملک فیاض نے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نکاح کے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ شہزاد نے اس بار عروسی لباس لانے والی حویلی کی ملازم خواتین سے کوئی بدتمیزی نہیں کی تھی۔ وجہ یہی تھی کہ اسے اپنے ارادوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنا تھا جس میں وہ کافی حد

تک کامیاب بھی ٹھہری تھی۔ تمام سامان وصول کرنے کے بعد اس نے انہیں دو خطوط دیئے تھے جن میں سے ایک عمر عباس کے نام تھا تو دوسرا شیر دل کے نام۔

یہ دونوں خطوط ملک فیاض کی پہنچ سے دور رکھنے کے لیے اس نے پہلے حویلی کی ایک ملازم خاتون کی جواں سالہ بیٹی افشین کو اعتماد میں لیا تھا جو خود بھی ملک فیاض اور اس کے خاص کارندوں کے ظلم کی بھینٹ چڑھی ہوئی تھی۔

افشین نے بناء کسی کو خبر کیے مکمل رازداری کے ساتھ دونوں خطوط متعلقہ افراد تک پہنچا دیئے تھے۔ شیر دل چونکہ وہیں ہوتا تھا لہٰذا ایک خط جو اس کے نام تھا اس نے چپکے سے جا کر اس کے کمرے میں بستر پر رکھ دیا تھا کیونکہ وہی حویلی کے تمام کمروں کی صفائی ستھرائی کا کام سرانجام دیتی تھی جبکہ عمر عباس کے نام خط اس نے لفافے پر لکھے گئے پوسٹل ایڈریس پر شہر جا کر پوسٹ کر دیا تھا۔

شہزاد کے لیے افشین اندھیرے میں روشنی تھی۔ جس رات اس نے ملک فیاض کی بے عزتی کرکے اس پر اپنا غصہ نکالا تھا اس رات کی اگلی صبح وہ نہایت ہوشیاری کا مظاہرہ کرتی اس تک آ پہنچی تھی۔ باہر موجود ملک فیاض کے خاص چمچے کی آنکھوں میں اس نے کیسے دھول جھونکی یہ صرف وہی جانتی تھی تاہم شہزاد کی وہاں موجودگی کا پتا اسے دینو اور اللہ دتہ کے مابین ڈیرے پر ہونے والی گفتگو سے ہو گیا تھا۔

افشین غریب کمہار کی بیٹی تھی جس کی ماں کی ساری زندگی شوہر کی وفات کے بعد حویلی کی خدمت کرتے اور ان کے ظلم سہتے گزر گئی تھی۔ افشین نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو ماں کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ حویلی کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹانے حویلی آنے لگی۔ عبدالہادی کی مشفق ماں عائشہ بیگم سے اسے دلی عقیدت تھی وہ ان سے دین اور گھریلو امور کے بارے بہت کچھ سیکھتی۔ ان کی سنگت میں اسے ایک عجیب سا سرور اور سکون محسوس ہوتا تھا۔

سرور اور سکون کا یہ سلسلہ اسی وقت تک جاری رہا جب تک کہ وہ ملک فیاض اور شیر دل کی نگاہوں سے اوجھل رہی۔ جس روز اس کا ان دونوں سے ٹکراؤ ہوا اسی روز سے اس کی بربادی کی کہانی شروع ہو گئی لہٰذا اسی نے شہزاد کو شیر دل کے بارے میں بتانے کے لیے اس تک پہنچنے کا خطرہ مول لیا تھا۔

وہ جانتی تھی اس کی ماں حویلی کے کسی راز کے بارے میں کبھی اپنے لب نہیں کھولے گی لہٰذا ماں کو مطلع کیے بغیر پہرے دار سے جھوٹ بول کر وہ نہ صرف شہزاد تک پہنچ گئی تھی بلکہ اس نے شیر دل کی فطرت کے بارے میں بھی اسے آگاہ کر دیا تھا۔ قید کے پورے پندرہ دنوں میں وہ واحد لڑکی تھی جس کی وہاں آمد سے شہزاد کو حوصلہ ملا تھا لہٰذا صرف چند لمحوں میں بہت کچھ سوچ کر اس نے اس لڑکی کو اعتماد میں لے لیا تھا۔

اگلے روز شہزاد کی فرمائش پر وہ کاغذ قلم چھپا لائی' رات کا کھانا شہزاد تک پہنچانے کی ڈیوٹی اس کی ماں کی تھی مگر ماں کو معمولی بخار ہونے پر ضد کرکے اس نے یہ ڈیوٹی بھی اپنے سر لے لی تھی۔ عائشہ بیگم کی طرح شہزاد کی شخصیت نے بھی اسے بہت متاثر کیا تھا پھر دونوں کا غم بھی ایک تھا اور زخم بھی لہٰذا دونوں میں اتحاد ہونا فطری بات تھی۔

جس روز حویلی میں عبدالہادی کے قدم پڑے اسی دن کی شام ملک فیاض نے خفیہ طور پر شہزاد سے اپنے نکاح کی تیاری مکمل کر لی تھی۔ پرپل کلر کے عروسی ملبوس میں معمولی سی تیاری کے باوجود اس کا حسن جیسے قیامت ڈھا رہا تھا۔ ملک فیاض کے ڈیرے سے ملحقہ اسی کچے مکان میں جہاں وہ قید کر کے رکھی گئی تھی۔ اس کا ملک فیاض سے نکاح پڑھایا جانا تھا۔ نکاح کے گواہوں کے طور پر افشین کی معلومات کے مطابق ملک فیاض نے اپنے خاص وفادار کارندوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔

مولوی صاحب بھی گاؤں سے باہر گئے تھے ملک فیاض نکاح سے پہلے تک ہر ممکن احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ شہزاد بے حد اذیت کے باوجود اس کی بے خبری پر دل ہی دل میں ہنس دی۔ نکاح کا وقت ہو گیا تھا' مولوی صاحب عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی وہاں پہنچے ملک فیاض نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر نکاح کا رجسٹر ان کے سامنے دھر دیا۔ اگلے بیس سے پچیس منٹ کے دوران ملک فیاض کے دستخط کے بعد شہزاد نے بھی نکاح نامہ پر اپنے سائن کر دیئے تھے۔

سردیوں کی اس ڈھلتی شام میں وقت اور حالات نے اس کی ذات کے کورے کاغذ پر ہمسفر کے خانے میں ملک فیاض جیسے درندے کا نام لکھ دیا تھا۔ صیام جیسے چارمنگ ہیرو کے خواب دیکھنے والی آنکھوں میں عجیب سی وحشت ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئی' فقط چند

لمحوں میں وہ شہرزاد قمر سے شہرزاد فیاض ہوگئی تھی۔ اس کا دل چاہا وہ تقدیر کے اس نرالے کھیل پر دل کھول کر ہنسے مگر ابھی ہنسنے کا وقت نہیں تھا۔ دل کھول کر ہنسنے کے لیے ابھی اسے وقت کا انتظار کرنا تھا اور یہی وہ کر رہی تھی۔ اپنے کربناک ماضی کو وہ یاد کرنا نہیں چاہتی تھی مگر اب اس کے پاس ان تلخ یادوں کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔

❁......❁......❁

طے کروں گا یہ اندھیرا میں اکیلا کیسے
میرے ہمراہ چلے گا میرا سایہ کیسے؟
میری آنکھوں کی چوکا چوند بتا سکتی ہے
جس کو دیکھا ہی نہ جائے اسے دیکھا کیسے؟
چاندنی اس سے لپٹ جائے ہوائیں چھیڑیں
کوئی رہ سکتا ہے دنیا میں اچھوتا کیسے
میں تو اس وقت سے ڈرتا ہوں کہ وہ پوچھ نہ لے
یہ اگر ضبط کا آنسو ہے تو ٹپکا کیسے؟
اس لیے صرف خدا سے ہے تخاطب میرا
میرے جذبات کو سمجھے گا فرشتہ کیسے؟
ذہن میں نت نئے بُت ڈھال کے یہ دیکھتا ہوں
بُت کدے کو بنا لیتا کعبہ کیسے؟
یاد کے قصر ہیں امید کی قندیلیں ہیں
میں نے آباد کیے درد کے صحرا کیسے؟
ٹوٹی رات نے سورج سے یہ سرگوشی کی
میں نہ ہوتی تو تیرا اندر برستا کیسے؟

عمر عباس کی زندگی خطرے سے باہر تھی۔ اس کی ٹانگوں اور پیٹ میں گولیاں لگی تھیں مگر اس نے ہمت سے کام لیا تھا نتیجتاً اب وہ آپریشن کے بعد ہوش میں تھا۔ اسی نے کال کر کے درمکنون کو ہسپتال بلایا تھا۔ عمر عباس کی حالت دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین کھسک گئی تھی۔

"عمر انکل...... یہ سب کیا ہے...... کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ متوحش تھی۔ عمر نے اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میں ٹھیک ہوں ایک چھوٹا سا حادثہ تھا بس۔"

"اوہ مائی گاڈ آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ آپ مما کے پاس ہیں؟" وہ اب رو رہی تھی عمر نے نظریں چرالیں۔

"ہاں۔"

"مگر کیوں؟"

"ضروری تھا میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

"آپ نے غلط کیا عمر انکل...... جھوٹ کسی بھی حالت میں بولا جائے جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ یہ کبھی کسی کا بھلا نہیں کرتا میں نے شہرزاد کے بارے میں آپ سے جھوٹ بولا دیکھ لیں مجھے سکون نہیں ہے۔" وہ پچھتاوے کا شکار تھی عمر نے آنکھیں موند لیں۔

"تمہارے جھوٹ نے شہرو کو بہت نقصان پہنچایا ہے دری...... وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔" دھیمے لہجے میں وہ بہت تکلیف کے ساتھ بول رہا تھا درمکنون شاکڈ رہ گئی تھی۔

"کیا...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہی سچ ہے۔"

''اوہ میرے اللہ...... یہ تو بہت برا ہوا' اب آپ کیا کریں گے؟'' عین اسی لمحے کمرے میں نرس داخل ہوئی تھی' عمر نے لب بھینچ لیے۔

''مسٹر عمر...... آپ کو آرام کی ضرورت ہے' زیادہ بات کرنا آپ کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔'' اسے چیک کرنے کے بعد وہ اب سختی سے ہدایت کررہی تھی۔ عمر نے پھر آنکھیں موند لیں جبکہ درمکنون اپنے آنسو پیے بیٹھی رہی' نرس کے کمرے سے جانے کے بعد اس نے قدرے ڈرتے ڈرتے عمر سے پوچھا تھا۔

''مما کہاں ہیں عمر انکل؟'' وہ جانتا تھا یہ سوال ضرور ہوگا مگر اب وہ اسے حقیقت بتانے کی پوزیشن میں نہیں تھا تبھی پلکیں موندے اس نے پھر جھوٹ سے کام لیا۔

''وہ صمید حسن کے گھر پر ہی ہے' کرنل صاحب کی اچانک ڈیتھ کی وجہ سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔''

''مگر...... وہ مجھ سے صرف ایک بار تو کال پر بات کرسکتی ہیں ناں؟''

''کی تھی اس نے کال مگر تمہارا نمبر مسلسل بند مل رہا تھا' میں نے تمہارے بارے میں تسلی دے دی تھی اسے۔''

''پتا نہیں کیا ہورہا ہے' مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔''

''تمہیں فی الوقت کچھ بھی سمجھنے کی ضرورت نہیں' جاؤ گھر جاکر آرام کرو' میں کل ہی یہاں سے ڈسچارج ہوکر کچھ کرتا ہوں۔'' وہ ازحد پریشان اور الجھی ہوئی تھی۔ اگرچہ عمر عباس نے اسے مریرہ رحمان کو پیش آنے والے حادثے سے بے خبر رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی' جھوٹ کا سہارا بھی لیا تھا مگر حقیقت اس کے سامنے تھی۔ ماں کو زندگی اور موت کی کشمکش میں دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور اپنے تمام نقصانوں پر ماتم کناں تھی۔

عمر عباس نے اسے تسلی دینا ضروری سمجھا خود اس کے اندر اس لمحے جیسے کوئی شام اتر رہی تھی۔ زندگی میں اس سے زیادہ اس نے کبھی خود کو بے بس نہیں پایا تھا' درمکنون جاچکی تھی اس نے تھک کر پلکیں موند لیں۔

❁......❁......❁
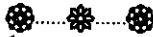
اگلی صبح بے حد روشن تھی۔ رات بھر کی شب بیداری اور بے چینی کے بعد درمکنون نے اس روز بھی آفس سے چھٹی کرلی تھی۔ صیام اس کی جاب چھوڑ رہا تھا' وہ جو پہلے ہی بے حد پریشان تھی اس نئے ایشو پر مزید جھنجھلا کر رہ گئی تھی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلی فرصت میں اسے کال ملائی مگر صیام نے اس کی کال پک نہیں کی' اس شخص نے جیسے اسے اذیت دینے کی قسم کھائی تھی۔ درمکنون نے غصے سے سیل دور پھینک دیا' اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اس شخص کا گلا گھونٹ دیتی یا کسی اونچے پہاڑ سے دھکا دے کر گرادیتی۔

کتنا مطلب پرست اور احسان فراموش ثابت ہوا تھا وہ؟ اس کی کسی مہربانی اور احسان کی لاج نہیں رکھی تھی اس نے' وہ جتنا بھی اسے کوستی کم تھا۔ وہ غصہ نہ کرتی تو اور کیا کرتی؟ وہ شخص اپنے ٹھکرائے جانے کا بدلہ اس طرح سے لے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا جب ہی بنا ناشتا کیے گھر سے روانہ ہوگئی۔ عمر عباس کی حالت ٹھیک نہیں تھی اسے ان کے پاس ٹھہرنا تھا۔

ابھی اور بھی بہت سے کام اس کی توجہ کے طالب تھے ہسپتال کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرکے وہ عمر عباس کے کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔ ابھی دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے دستک دینے کے لیے ہاتھ ہی اٹھایا تھا جب اندر کمرے سے آنے والی شہربانو کی آواز پر اس کا دستک کے لیے اٹھا ہوا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔

''کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ آپ پر حملہ کرنے والا زاویار صمید حسن ہی تھا؟''

''ہاں۔'' شہربانو کے سوال پر عمر عباس کی تھکی تھکی سی ہاں نے اسے شاک پہنچایا۔ وہ ساکت سی دہلیز کے باہر کھڑی رہ گئی تھی' شہربانو الجھن بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''مگر زاویار صمید حسن کی آپ کے ساتھ کیا دشمنی ہوسکتی ہے...... وہ ایسا کیوں کرے گا بھلا؟''

''یہ میں نہیں جانتا' مگر جس وقت وہ مجھ پر فائر کرکے پلٹ رہا تھا میں نے اسے دیکھا تھا وہ مریرہ کا بیٹا ہی تھا اور مریرہ کا بیٹا میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔'' شہربانو پاکستان کب اور کیوں آئیں یہ سوال اس کے لیے اتنا اہم نہیں تھا اس کے لیے اگر کوئی بات اہم تھی تو وہ زاویار کا عمر عباس پر حملہ تھا۔ عمر عباس نے اس سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوا

تھا مگر یہ حقیقت نہیں تھی۔
حقیقت وہ تھی جو عمر عباس نے اس سے چھپائی تھی شاید اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس وقت ہسپتال آسکتی ہے ورنہ اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ ابھی بھی احتیاط برتتا اور وہ اندھیرے میں ہی رہ جاتی۔ کہیں کچھ تھا مگر کیا؟ یہ جاننا ابھی باقی تھا' شہربانو اب عمر عباس سے پوچھ رہی تھیں۔
''اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ پر حملہ کرنے والا ازاد یار ہی تھا تو پھر آپ نے پولیس سے جھوٹ کیوں بولا کہ آپ خود پر حملہ کرنے والے کو نہیں جانتے' آپ کو چاہیے تھا آپ سچ بولتے آخر کس چیز نے آپ کو جھوٹ بولنے پر مجبور کیا؟''
''مریہ رحمٰن کی محبت نے؟'' عمر عباس کے لہجے کے ٹھہراؤ نے اسے ایک نئے دھچکے سے ہمکنار کیا تو کیا عمر عباس کی زندگی میں آنے والی واحد عورت اس کی ماں مریہ رحمٰن تھی؟ ابھی وہ اس دھچکے سے سنبھلی نہیں تھی کہ اگلے ہی پل وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔
''کیا ازاد یار جانتا ہے کہ اس کی ماں مریہ رحمٰن اس وقت کومہ میں ہے اور یہ بھی کہ ڈاکٹرز اس کی زندگی کے بارے میں زیادہ پُرامید نہیں؟''
''پتا نہیں' شاید وہ نہیں جانتا۔''
''اور صمید بھائی' کیا وہ بھی نہیں جانتے کہ میرو اس وقت کس حالت میں ہے؟''
''پتا نہیں' فی الوقت میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا' شاید حمنہ نے اسے بتادیا ہو۔''
''اور دری...... اس سے یہ بات زیادہ دن تک نہیں چھپائی جاسکے گی ویسے بھی وہ مریہ سے بہت کلوز ہے' بہتر ہے آپ اسے سب سچ بتادیں نہیں تو اسے بہت تکلیف ہوگی۔''
''جانتا ہوں لیکن میں جس حالت کا شکار ہوں اس حالت میں میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے حقیقت کا پتا چلے' وہ بہت حساس لڑکی ہے شاید یہ دکھ برداشت نہیں کرسکے گی' مجھ میں اسے ٹوٹ کر بکھرتے دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' عمر عباس کا لہجہ یاسیت میں ڈوبا ہوا تھا۔
درمکنون کو اپنی سماعتوں میں آتش فشاں پھٹتا ہوا محسوس ہوا' شہربانو کچھ کہہ رہی تھیں مگر اسے اب کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا کون کون سے راز تھے جن سے ابھی پردہ اٹھنا باقی تھا؟ وہ اب تک کن اندھیروں میں بھٹک رہی تھی؟ اسے لگا جیسے اس کی ٹانگوں نے ایک دم سے اس کے وجود کا بوجھ اٹھانے سے انکار کردیا ہو۔ آنکھوں کے سامنے یکلخت اندھیرا چھانے لگا تھا اگر وہ لپک کر دیوار کا سہارا نہ لیتی تو عین ممکن تھا کہ دھڑم سے نیچے گر پڑتی۔ انکشافات کے ان لمحوں نے بہت سے حادثے اس کی زندگی میں لکھ دیئے تھے جن کے نقوش مٹانا بہت دشوار تھا۔ مریہ جیسی اپنی پیاری ماں پر نگاہیں مرکوز کیے وہ ان کربناک لمحوں میں گم تھی جب آگہی عذاب کی صورت اس پر اتری تھی۔ وہ بزدل نہیں تھی مگر اس لمحے اس کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی' دیوار کو تھامے تھامے قطعی سن اعصاب کے ساتھ بناء کسی کی پروا کیے وہ نیچے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ مریہ اس کے سامنے بستر پر بے سدھ لیٹی تھی۔

❁......❁......❁
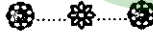
آٹھ گاؤں پر مشتمل صفاء پورہ ایک چھوٹا سا علاقہ ہونے کے باوجود مجاہدین کا مرکز تھا مجاہدین کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے اس علاقے میں فوجی چھاؤنی بنی ہوئی تھی' علاقے میں آرمی کے سات کیمپ تھے۔ دن کے وقت بھارتی فوج سول گاڑیاں روک کر لوگوں کی جامہ تلاشی لیتے' ہفتے میں تین بار کریک ڈاؤن' گھر گھر تلاشی اور چھاپے یہاں کا معمول بن گیا تھا۔ بھارتی فوج کی اسی جارحیت سے تنگ آکر کشمیری مجاہدین نے انڈین آرمی پر بڑے حملے کی پلاننگ کی تھی۔
سدید کورا کے حوالے کرنے کے لیے ٹنگ مرگ سے بمبئی کی طرف کئی بکتر بند گاڑیاں ایک ساتھ روانہ ہوئی تھیں۔ سیکیورٹی بے حد سخت تھی مگر اس کے باوجود مجاہدین کی حکمت عملی نے اپنا اثر دکھایا تھا' ٹنگ مرگ سے بھارتی سرزمین کی طرف جانے والے راستوں پر مجاہدین نے بناء اپنی جان کی پروا کیے بارودی سرنگیں بچھادی تھیں۔ یہ کام اتنی مہارت اور خفیہ طریقے سے ہوا تھا کہ دشمن کو ہوا تک نہ لگ سکی۔
مجاہدین سدید علوی کے بارے میں قطعی بے خبر تھے تاہم جس وقت ایک زوردار دھماکے کے ساتھ مائن پھٹی اور افراتفری کا

ماحول بنا' سدید ان کی زیرک نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ زخموں سے چُور ہوش وحواس سے بیگانہ وہ چہرہ ان کے لیے اجنبی تھا تبھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر چند مجاہدین اسے بھارتی فوج کی حراست سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

وادی میں ظلم وجبر کا بازار ایک مرتبہ پھر سے خاصا گرم ہوچکا تھا۔ کشمیری مجاہدین کی کارروائی کے نتیجے میں سدید علوی کی رہائی نے انہیں جیسے نیم پاگل کرڈالا تھا۔ صفاپورہ' گرنٹہ بل' صدر کوٹ بالا جیسے علاقے خاص طور پر انڈین آرمی کی جارحیت کا نشانہ بنے' مجاہدین کے ہاتھوں شکست کا بدلہ انہوں نے علاقے کی عوام سے لیا اور خوب لیا۔ کشمیر کی سڑکیں اس روز لہو میں رنگ دی گئی تھیں۔

سدید کو ہوش آیا تو وہ مجاہدین کی تحویل میں محفوظ تھا اس نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی پھر دماغ میں اٹھنے والی درد کی شدید ٹیس سے ہار مان کر اگلے ہی پل خاموشی سے دوبارہ پلکیں موند لیں۔

وہ بھارتی حراست سے زندہ نکل آیا تھا مگر......وہ زندہ نہیں تھا اس کی یادداشت کھو چکی تھی۔

❁......❁......❁
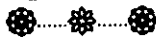
زاویار اس وقت اپنے آفس میں تھا جب اس کے سیکرٹری نے اسے اطلاع دی۔

''سر آپ سے کوئی خاتون ملنا چاہتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہیں آپ سے ضروری کام ہے۔'' سیکرٹری کی اطلاع پر پہلا خیال اسے مریرہ رحمٰن کا آیا تھا۔

صرف وہی عورت اسے کہیں بھی ملنے اور دیکھنے کے لیے آسکتی تھی اب تو ویسے بھی اس کا محبوب زخمی ہوا تھا وہ بھی اسی کے ہاتھوں جسے وہ اپنے جگر کا ٹکڑا مانتی تھی اسی خیال نے اس کی پیشانی کے بلوں میں اضافہ کیا تھا تبھی وہ کرختگی سے بولا۔

''ان سے کہو صاحب ابھی فارغ نہیں ہیں پھر کبھی آئے۔''

''جی سر۔'' سیکرٹری نے اس کی ہدایت پر فوراً کال کاٹ دی تاہم اگلے تین منٹ کے بعد ہی اس کا انٹر کام بجا تھا' زاویار کو ناچاہتے ہوئے بھی ریسیور اٹھانا پڑا۔

''ہوں کہو۔''

''سر وہ خاتون بضد ہیں' کہہ رہی ہیں کہ ان کا آپ سے ملنا بہت ضروری ہے۔ یہ بھی کہ وہ آپ سے ملے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گی۔''

''ٹھیک ہے' بھیج دو۔'' لب بھینچ کر دوٹوک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔

وہ عورت اس کی نظر میں صرف بدکردار ہی نہیں بے حد ڈھیٹ بھی تھی۔ اس نے سوچ لیا وہ آج ضرور اس کی طبیعت اس طرح سے صاف کرے گا کہ زندگی میں دوبارہ کبھی وہ اس کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کرے گی۔ دائیں ہاتھ سے پیشانی مسلتے ہوئے ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا جب ہلکی سی دستک کے بعد شہربانو زرہ سا دروازہ دھکیل کر اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ زاویار جو ذہن میں مریرہ رحمٰن کی آمد کا تصور کیے بیٹھا تھا آنے والی خوب صورت شخصیت کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سے ملاقات کے لیے مریرہ رحمٰن کے علاوہ بھی کوئی عورت آسکتی ہے تبھی اور پھر شہربانو کی آمد' عمر عباس پر حملے کی کڑیاں جوڑتے وہ اپنی ماں کا سب سے بڑا مجرم ٹھہرا مریرہ کی حالت زار کا حمنہ حسین سے جان کر پچھتاوے خود بخود اس کے مقدر میں رقم ہوتے گئے۔ اپنی ماں جیسی فرشتہ صفت عورت کا سامنا اب اس کے لیے ایک کڑے امتحان سے کم نہ تھا۔

محبت یہ نہیں کہ چاند کو تم توڑ کر لاؤ
محبت یہ نہیں کہ تم ستارے مانگ میں بھر دو
محبت یہ نہیں کہ وعدے کر لو سات جنموں کے
محبت یہ نہیں کہ پھول راہوں میں بچھا دو تم
محبت ہے کہ تم جو ہاتھ تھامو چھوڑ نہ دینا

محبت ہے کہ تم محبوب سے منہ موڑ نہ لینا
محبت ہے کہ تم جھگڑو لڑو اور روٹھ بھی جاؤ
ستا کر مسکرا کر پھر منا لینا بھی آتا ہو
کسی کے عارض ورخسار
جب شرم وحیا سے سرخ ہو جائیں
تو اپنے لب جبیں ناز پر تم رکھ کے یہ کہہ دو
میں یہ سب کر نہیں سکتا کہ جو ممکن نہیں لیکن
میں تم سے وعدہ کرتا ہوں
کہ جب تک سانس باقی ہے
تمہاری زندگی میں الفتوں کا سایہ کردوں گا
تمہارے لاڈ' ناز نخرے سب کچھ میں اٹھاؤں گا
زمانے بھر کی نفرت سے تمہیں ہر پل چھپاؤں گا
مجھے تم سے محبت ہے کہوں یا نہ کہوں لیکن
مجھے تم سے محبت ہے یہ میں کر کے دکھاؤں گا

❁......❁......❁

زاویار کی نگاہ آنے والی خوب صورت خاتون پر ٹھہری تھی۔ اس کے لیے وہ چہرہ اجنبی تھا مگر مقابل کھڑی شخصیت کی نگاہوں میں اس کے لیے جو خشونت اور حقارت تھی' وہ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھی تبھی وہ خالص پروفیشنل لہجے میں بولا۔

"تشریف رکھیے۔"

"میں یہاں تشریف رکھنے نہیں آئی۔" خاتون کے لہجے میں کرختگی تھی' وہ چونک اٹھا۔

"تو پھر؟"

"پھر کچھ نہیں صمید حسن کے سپوت کو دیکھنے آئی تھی' کتنا بڑا بدمعاش بن گیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا......کون ہیں آپ؟"

"میں کون ہوں یہ جاننا ضروری نہیں ہے تمہارے لیے' مگر تم کون اور کیا ہو یہ ضرور میں جاننا چاہوں گی۔ تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ تم جیسے شخص نے واقعی مریرہ رحمٰن جیسی پیاری' پاک باز عورت کے بطن سے جنم لیا ہوگا۔" دونوں بازو سینے پر باندھے وہ اسے نفرت سے دیکھ رہی تھی' زاویار سٹپٹا کر رہ گیا۔

"وہاٹ ربش......کہنا کیا چاہتی ہیں آپ؟" اب کے اخلاق کے تمام تقاضے ایک طرف پر رکھتے ہوئے وہ بھی غصہ ہوا تھا' مگر سامنے کھڑی شہربانو پر اس کے غصے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"تم جیسے بدتمیز' خودسر لڑکے سے بھلا کیا کہنا چاہوں گی میں' میں تو صرف یہ جاننے آئی ہوں کہ تم نے عمر بھائی پر گولی کیوں چلائی' ان کی کیا دشمنی ہے تمہارے ساتھ؟" بلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی' زاویار کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوہ تو عمر عباس کے خاندان سے ہیں آپ؟"

"میں کس خاندان سے ہوں' یہ جاننے میں تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ تم صرف میرے سوال کا جواب دو' عمر بھائی پر گولی کیوں چلائی تم نے؟"

"آپ سے کس نے کہا کہ میں نے عمر عباس پر گولی چلائی؟"

"اسی نے جسے تم بے دردی سے گھائل کر کے چھوڑ آئے تھے۔"

"بکواس کرتا ہے' وہ سٹھیا گیا ہوگا شاید۔"

''جسٹ شٹ اپ' عمر بھائی کے بارے میں اس طرح سے بات نہیں کرسکتے تم۔''
''کیوں؟ کیا ہے عمر عباس' ہوں......'' اب کے اس کے لہجے میں تمسخر تھا' شہر بانو نے بے حد ملامتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔
''دوبارہ ایسی گھٹیا حرکت کرکے دیکھنا کبھی زندگی میں' تمہیں پتا چل جائے گا عمر عباس کس چیز کا نام ہے جو گھٹیا حرکت تم نے کی ہے اگر تم مریرہ رحمن کے بیٹے نہ ہوتے تو اب تک تمہیں پتا چل چکا ہوتا کہ عمر عباس کیا ہے' بہرحال انسانیت کے ناطے سمجھانے آئی ہوں زندگی میں دوبارہ کبھی ایسی حماقت مت کرنا' نہیں تو عمر بھائی تمہارا وہ حشر کریں گے کہ خود تمہارا باپ بھی تمہاری شکل نہیں پہچان سکے گا۔'' زاویار کے تمسخر پر انگلی اٹھا کر وارن کرتی شہر بانو کا چہرہ اس وقت غصے سے سرخ ہو چکا تھا' زاویار کے اندر جیسے کسی نے شرارے بھر دیئے تھے۔
''اچھا' تو پھر عباس کی پیغامبر بن کر آئی ہیں آپ؟ کیا لگتا ہے آپ کو' میں ڈر جاؤں گا آپ کی ان دھمکیوں سے؟''
''تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ جس مریرہ رحمن کے لیے اس نے پہلی بار تمہاری خطا معاف کی ہے وہ مریرہ اب زندگی اور موت کے درمیان لٹکی ہے۔ اب وہ تمہارا لحاظ نہیں کریں گے' سمجھے تم؟'' تنفر سے کہتے ہوئے وہ پلٹ کر تیز قدموں سے چلتی اس کے آفس سے نکل گئی تھیں۔ زاویار چپ کھڑا انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔
''مریرہ رحمن زندگی اور موت کے درمیان...... کیوں؟ ابھی کچھ روز پہلے ہی تو وہ اسے دھول چٹا کر آیا تھا تب تو وہ بالکل ٹھیک تھی پھر اب کیا ہو گیا تھا؟'' اسے لگا جیسے اس کے اندر گہری چپ اتر گئی ہو۔
یہ سچ تھا کہ اسے اپنی سگی ماں کے وجود پر شرمندگی تھی' وہ اس سے بدگمان تھا۔ نفرت کرتا تھا مگر شہر بانو کے الفاظ نے اس کے اندر سناٹے کیوں بکھیر دیئے تھے یہ وہ نہیں جان سکا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ اس عورت کے پیچھے بھاگ کر جائے اور اسے بتائے کہ اسے مریرہ رحمن کے زندہ یا مردہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر چاہنے کے باوجود وہ اس کے پیچھے نہ جاسکا۔ جانے کیوں اس کے پورے وجود پر ہلکی سی کپکپی طاری ہوگئی تھی۔ پیشانی پر ابھرنے والے پسینے کے قطروں کو صاف کرنے کا ہوش بھی نہ رہا اسے' دماغ جیسے فریز ہو گیا تھا وہ چپ چاپ آفس سے نکل کر گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔

❁......❁......❁

شام کے دھندلکے گہرے ہو رہے تھے' سارا بیگم لان سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ سناٹوں کے بیچ گھر کے در و دیوار کے اندر ان کا وجود کسی زندہ لاش سے کم نہیں تھا۔ یہ وہی گھر تھا جس میں ہمیشہ رہنے کے لیے انہوں نے صرف دو زندگیاں ہی نہیں' کسی کا محبت بھرا دل بھی اجاڑا تھا۔ زاویار اس راز سے واقف نہیں تھا واقف ہوتا تو شاید کب کا اس محل سے دربدر ہو چکا ہوتا۔
وقت کا پہیہ گھومتا رہتا ہے' کبھی کسی ایک ہی جگہ پر رکتا نہیں ہے اگر کوئی انسان یہ سمجھ لے کہ اس نے وقت کو اپنا تابع کرلیا ہے تو یہ اس کی بے خوف بے وقت کی نہیں۔ انہوں نے اللہ کے خوف کو دل سے نکال کر مریرہ رحمن سے اس کی جنت چھین لی تھی۔ عائلہ علوی کو بھی وہاں سے نکلتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا مگر پھر بھی ان کے اندر سکون نہیں تھا' سب کچھ پا کر بھی وہ بے سکون تھیں۔
صمید حسن کا رویہ ان کے لیے مسلسل دل آزاری کا باعث بن رہا تھا' وہ اب اس کے وجود سے بے زار ہونے لگے تھے' کھلم کھلا ان سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے لگے تھے شاید وہ یہ ذلت بھی برداشت کرتی رہتیں کہ اب تک صمید حسن کی نگاہوں میں اپنے لیے ناپسندیدگی اور بے زاری بھی تو برداشت کر ہی رہی تھیں مگر صمید حسن کا چپ چاپ یوں گھر سے نکل جانا بہت بڑا طمانچہ تھا ان پر۔ انہیں گھر چاہیے تھا وہ شخص ''گھر'' ان کے منہ پر مار کر چلا گیا تھا۔
پر بہاں صمید' عائلہ سب چلے گئے تھے یوں جیسے وہ گھر نہیں کوئی سرائے تھا۔ انہیں یکلخت اس گھر کے در و دیوار سے خوف آنے لگا' وہاں ہر چیز جیسے ان پر ہنس رہی تھی۔ زاویار پاگلوں کی طرح صمید حسن کو ڈھونڈ رہا تھا مگر ان کا کہیں کوئی پتا ٹھکانہ نہیں مل رہا تھا۔ نجانے وہ شخص کہاں روپوش ہو گیا تھا' نجانے مریرہ رحمان کہاں روپوش ہو گئی تھی' اپنے ہی اندر سر اٹھاتی وحشت سے گھبرا کر وہ لان سے اٹھ آئی تھیں۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئیں انہیں اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی فوراً سے پیشتر انہوں

نے پلٹ کر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا ان کا دل بے ساختہ دھڑکا تھا۔
در و دیوار جیسے ان کا گلا گھونٹ دینا چاہتے تھے وہ بے حد گھبرا کر تیز قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں آ کر بستر میں دبک گئیں۔
آج کام والی بھی چھٹی پر تھی ورنہ اس کی موجودگی سے تھوڑی سی ڈھارس بندھ جاتی۔ گھڑی کی ٹک ٹک بھی انہیں وحشت زدہ کر رہی تھی وہ کسے پکارتیں کہاں جاتیں؟ ایک عائلہ کا سہارا تھا اسے بھی زاویار وہاں سے بے دخل کر چکا تھا۔ پریہان کی دوست ہوز ان بھی پچھلے تین چار روز سے نہیں آئی تھی سب نے انہیں اکیلا کر دیا تھا بلکہ نہیں سب نے نہیں وقت نے انہیں اکیلا کر دیا تھا۔
گھڑی کی ٹک ٹک سے وحشت زدہ ہو کر ابھی وہ چوکیدار کو آواز دینے ہی لگی تھیں جب آہستہ سے ان کے کمرے کا دروازہ وا ہوا اور اگلے ہی پل پریہان ان کے مقابل چلی آئی۔ سارا بیگم اپنی بیٹی کو نگاہوں کے سامنے دیکھ کر بے حد گھبراہٹ کے باوجود پڑیں۔ کیا یہ بھی ان کا الوژن تھا یا حقیقت میں وہ چلی آئی تھی۔
''پری...... '' جانے کیسے اپنے ہواس پر قابو پاتے ہوئے انہوں نے اسے پکارا تھا' جواب میں پریہان صوفے پر ٹک گئی۔ وہ بے حد تھکی ہوئی نڈھال لگ رہی تھی' سارا بیگم سہمی سہمی سی نگاہوں سے اسے دیکھے گئیں۔
''کیسی ہیں آپ؟'' اپنے حلیے کی طرح تھکے تھکے سے لہجے میں انہوں نے اس کی آواز سنی تھی تبھی دل کو کچھ ڈھارس بندھی تو وہ بستر سے نکل کر اس کے قریب چلی آئیں۔
''تم کیسی ہو' کہاں چلی گئی تھیں تم اپنی ماں کو چھوڑ کر؟'' نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے وہ وہیں اس کے پاس نیچے قالین پر بیٹھ گئی تھیں' پریہان نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔
''اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا مما کہ میں کیسی ہوں' کاش آپ نے وہ سب نہ کیا ہوتا مما تو آج میں بھی عزت اور فخر سے سر اٹھا کر جی سکتی۔''
''کیا...... کیا ہے میں نے؟'' آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے مگر سارا بیگم کو اب کسی بات کی کوئی پروا نہیں تھی ان کے لیے یہی بہت تھا کہ ان کی بیٹی ان کے پاس واپس لوٹ آئی تھی۔ پریہان نے ان کے سوال پر بے حد دکھ سے ان کی طرف دیکھا۔
''کیا آپ نہیں جانتیں کہ آپ نے کیا' کیا ہے؟ میرے وجود کو گالی بنا دیا ہے آپ نے مما......'' وہ بھی رو رہی تھی' سارا بیگم کے دل پر جیسے گھونسا پڑا تھا۔
''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' تمہارے والد عذیر سے میرا باقاعدہ نکاح ہوا تھا۔ فرسٹ کزن تھا وہ میرا مگر اس کے طور طریقے ٹھیک نہیں تھے اسی لیے میرے بابا نے اس سے خلع کا مطالبہ کر دیا۔ یہ بات اسے گوارا نہیں تھی تبھی اس نے مجھے سزا دینے کی خاطر اپنا حق استعمال کیا اور طلاق دے دی۔'' برسوں بعد دل کے زخم ادھڑ رہے تھے پریہان کے آنسو اس کی پلکوں پر اٹک گئے۔
''میں یہ کیسے مان لوں مما کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں۔ میری نگاہوں میں آپ اپنا اعتبار کھو چکی ہیں۔''
''جانتی ہوں' اسی لیے اس روز میں نے اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا' جب تم مجھے اپنے لفظوں سے زندہ درگور کر کے گئی تھیں مگر میری کہانی صمید حسن کے ساتھ حمنہ حسین بھی بہت اچھی طرح سے جانتی ہیں' تم ان سے تصدیق کر لینا۔'' سارا بیگم کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا عین اسی لمحے زاویار کے قدم ان کے کمرے کی دہلیز کے باہر رکے تھے وہ کہہ رہی تھیں۔
''میرا اللہ جانتا ہے پری...... میں بدکردار نہیں ہوں' تم میری جائز اولاد ہو۔ میری کل زندگی کا حاصل ہو' صرف تمہارے لیے' تمہاری زندگی اور تمہاری خوشیوں کے لیے میں نے صمید حسن کا دل اجاڑ دیا۔ مریرہ رحمٰن کے لبوں کی ہنسی چھین لی صرف تمہارے لیے پری میں نے اتنا کچھ غلط کیا کہ شاید میرا اللہ بھی مجھے اس سب کے لیے معاف نہ کرے۔'' وہ رو رہی تھیں' زاویار صمید کو لگا جیسے کسی نے اسے اونچی عمارت سے نیچے دھکیل دیا ہو۔ اس کا دل چاہا وہ بھاگ کر جائے اور سارا بیگم کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دے مگر اس میں تو ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ تھکن سے پور پور جسم مزید بوجھل اور نڈھال ہو گیا تھا اندر وہ پھر کہہ رہی تھیں۔
''میں نے مریرہ اور صمید کا دل دکھایا ہے پری...... دھوکہ کیا ہے ان کے ساتھ' صرف تمہارے لیے میں نے ایک عورت کی زندگی اجاڑ دی' اس کا دل اور گھر اجاڑ دیا' کیسے معافی ملے گی مجھے' کیسے؟'' وہ اب خود کو کوس رہی تھیں۔
زاویار پاتال کی اتھاہ میں گرتا چلا گیا' اسے یاد آیا صمید حسن جیسے اس کے کان میں کہہ رہے تھے۔

"میں نے اسے نہیں چھوڑا وہ خود مجھے چھوڑ کر چلی گئی کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی۔" تبھی اس کے اپنے لہجے کی چنگھاڑ اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

"نفرت ہے مجھے عورت کے کردار سے' آپ سے' آپ کے تصور سے..... کتنا بدنصیب ہوں میں کہ جس نے آپ جیسی بدچلن عورت کی کوکھ سے جنم لیا۔ کاش میں اتنا بہادر ہوتا کہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے موت کی آغوش میں سلا سکتا تاکہ دنیا کی ساری عورتیں غلط راہ پر چلنے سے پہلے ایک بار آپ کا انجام دیکھ کر عبرت پکڑ لیتیں۔ کوئی حق نہیں ہے آپ جیسی گری ہوئی عورت کو عزت سے جینے کا' سمجھیں آپ؟" اس کی چنگھاڑ پر برستی نگاہوں کے ساتھ مریرہ نے جذباتی لہجے میں اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"میں نہیں گئی تھی اپنی سگی اولاد کو چھوڑ کر وہ آئی تھی میرے گھر میں ڈاکہ ڈالنے جسے تم معتبر کہہ رہے ہو' جا کر پوچھو اس سے۔ کیا' کیا اس نے میرے ساتھ صمید حسن کے ساتھ مل کر اپنے باپ سے پوچھو جا کر میں تمہیں چھوڑ کر گئی تھی یا اس نے تمہیں مجھ سے چھینا تھا؟" مگر زاویار نے اس وقت اس کے لفظوں کا اعتبار نہیں کیا تھا نتیجتاً اب یہی الفاظ گونج کی صورت اس کے کان پھاڑ رہے تھے وہ پلٹ رہا تھا جب اس نے پریہان کی آواز سنی۔

"آپ نے صرف اپنے مفاد کے لیے کسی کی زندگی اجاڑ دی مما..... جائیں جا کر دیکھیں وہ عورت اب آپ کو معاف کرنے کے قابل بھی نہیں رہی..... خوش ہو جائیں آپ' وہ اب کبھی پلٹ کر اس گھر میں نہیں آسکے گی۔ آپ جیت گئیں مما..... بہت بہت مبارک ہو آپ کو یہ گھر' یہ عیش و آرام' یہ دولت' اس کا شوہر اور بچے سب آپ کے ہوئے۔ وہ دنیا سے جا رہی ہے اپنا سب کچھ آپ کو سونپ کر' بنا شکایت کا ایک لفظ کہے' وہ مر رہی ہے۔" اپنی بات مکمل کرتے ہی پریہان ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کے بچوں کی طرح بلک بلک کے بلند آواز میں رونے لگی۔

زاویار کو زور کا چکر آیا اگر وہ فوری طور پر دیوار کو نہ تھام لیتا تو کچھ بعید نہیں تھا کہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑتا۔ اندر کمرے میں سارا بیگم کی آنکھیں جیسے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"ک..... کیا مطلب ہے تمہارا..... ! کیا ہوا ہے اسے؟"

"روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا ان کا' جس کے بعد وہ کومے میں چلی گئیں۔ ڈاکٹرز کے مطابق وہ بس اپنی سانسیں پوری کر رہی ہیں ورنہ زندگی کی طرف دوبارہ پلٹنے کے چانسز ان کے نہ ہونے کے برابر ہیں۔" پریہان کے لہجے میں شکستگی تھی۔ زاویار کو لگا جیسے وہ اپنی بینائی گنوا چکا ہو' اسے یکایک ہر چیز تاریک نظر آنے لگی تھی۔

یہ کیا ہو گیا تھا؟

"ایک لمحے کے لیے آپ بھول جائیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں پھر منہ نوچیں میرا تاکہ اس کے بعد میں آپ کو بتا سکوں کہ میری نظر میں آپ جیسی سفاک' بے حس و بدکردار عورت کی کیا حیثیت ہے۔" اس کے اپنے ہی الفاظ طمانچے کی طرح اس کے منہ پر آ کر لگے تھے زاویار نے دونوں ہاتھوں سے چکراتا سر تھام لیا۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی زاویار صمید حسن..... یہ یاد رکھنا تم' اللہ بڑا منصف ہے۔ آج نہیں تو کل میرے کردار کی سچائی تمہارے سامنے آجائے گی۔ جان جاؤ گے تم کہ تمہارے باپ نے سارا منیر حسین کے ساتھ مل کر برسوں پہلے مجھ پر کیسے قہر توڑے تھے۔ مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے وہ میری قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا مگر میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' یہ یاد رکھنا۔" چکراتے سر کے ساتھ اس نے مریرہ کو چلاتے ہوئے سنا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ کسی پہاڑ تلے دب کر رہ گیا ہو' سانس بھی کھینچ کر لینا پڑ رہی تھی۔

یہ کیسی حقیقت تھی جس سے آج اس کا سامنا ہوا تھا؟ یہ کیسی کہانی تھی جس سے وہ اب تک بے خبر رہا تھا۔ یہ وقت کا کیسا وار' کیسی سزا تھی' جس نے اس کے اعصاب کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ صمید حسن نے اس سے غلط بیانی کیوں کی' صرف اپنا اور سارا منیر حسن کا جرم چھپانے کے لیے' وہ کبھی لوٹ کر اپنی ماں کے پاس نہ چلا جائے اس لیے اب تک اسے ہر سچائی سے بے خبر اندھیرے میں رکھا گیا تھا تو کیوں' قطعی بے خبری میں اپنا جو نقصان وہ خود اپنے ہاتھوں کر چکا تھا اب اس کا تاوان کس نے بھرنا تھا' کون ذمہ دار تھا اس کا' کیا زندگی رہی تھی اس کی؟

کیا باقی رہ گیا تھا اس کے پاس؟ اس کا دل چاہا وہ زور زور سے چلائے مگر چلانے کی خواہش دل میں دبائے وہ پلٹا اور بھاگتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا۔ مریرہ حسن کی آواز اب بھی اس کے ساتھ تھی۔

''آج مجھے اس بچے کو کھونے کا کوئی دکھ نہیں رہا' جسے صمید حسن نے زبردستی مجھ سے چھین لیا تھا۔ پچیس سال جو آنسو میں نے اس وجود کے لیے بہائے آج ان تمام آنسوؤں پر ندامت ہے۔ اب جاؤ یہاں سے آج کے بعد میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔''

''نہیں..... آپ ایسا نہیں کرسکتیں مما..... آپ ایسا نہیں کرسکتیں میرے ساتھ۔'' نم آنکھوں کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ چلایا مگر وہاں اب اس کے درد کا نظارہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

❁......❁......❁

نکاح ہوگیا تھا' مارے خوشی اور تشکر کے ملک فیاض کے پاؤں جیسے زمین پر ہی نہیں ٹک رہے تھے۔ آج اس نے زمین کا کوئی ٹکڑا نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی لڑکی پر قبضہ کیا تھا اور لڑکی بھی کون اس کے دشمنوں کی بیٹی..... وہ چاہتا تو اس کی عزت برباد کرکے اسے کسی نہر' کسی کھیت میں بھی پھنکوا سکتا تھا جیسا کہ وہ ہمیشہ کرتا آیا تھا مگر اس بار اس میں مزہ نہیں تھا۔ دشمن کی بیٹی کو ایک ہی بار مار کر کہیں پھینک دینے میں اس کی جیت نہیں تھی وہ لڑکی اس کے لیے ترپ کا ایسا پتہ تھی کہ جس کے ذریعے وہ عمر عباس سے اپنے سارے حساب بے باک کرسکتا تھا۔ جیسے چاہتا اسے اپنی انگلیوں پر نچا سکتا تھا۔ نکاح کے بعد اس نے باقاعدہ حویلی کے تمام خاص ملازمین کو بلا کر شہرزاد کا تعارف اپنی بیوی اور حویلی کی نئی مالکن کی حیثیت سے کروایا تھا۔ حویلی سے باہر ابھی کوئی اس کے اس ''عظیم کارنامے'' سے باخبر نہیں ہوسکا تھا نہ ہی اس کی اجازت تھی۔

عائشہ بیگم عبدالہادی کو یخنی پلا رہی تھیں جب وہ بڑی شان کے ساتھ شہرزاد کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیے ان کے کمرے میں چلا آیا۔

''سلام بھرجائی! اب کیسی طبیعت ہے ہمارے پتر کی؟'' اس کا چہرہ سچی خوشی سے دمک رہا تھا۔ عائشہ بیگم کے ساتھ ساتھ عبدالہادی بھی اس کے پہلو میں کھڑی نئی نویلی دلہن کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

''وعلیکم السلام! اب پہلے سے بہتر ہے الحمدللہ یہ کون ہے؟'' عبدالہادی کی طرح عائشہ بیگم کی نگاہیں بھی ملک فیاض کے پہلو میں کھڑی گھونگھٹ گرائے کھڑی لڑکی پر تھیں' ملک فیاض کا سینہ ان کے سوال پر فخر سے پھول گیا۔

''یہ حویلی کی نئی مالکن ہے بھرجائی تیرے بھرا فیاض کی دوجی جنانی۔'' کیسی سرخوشی تھی اس کے لہجے میں' عائشہ بیگم بھونچکاں رہ گئیں۔

''کیا؟''

''آہو جی..... ابھی تھوڑے دیر پہلے نکاح ہوا ہے ہمارا' مبارک باد کا حق تو بنتا ہے ناں؟'' وہ ضرورت سے زیادہ چہک رہا تھا۔ عائشہ بیگم کے ساتھ ساتھ عبدالہادی کی آنکھوں میں بھی از حد حیرانی تھی بھلا اس عمر میں اسے دوسری شادی کی ضرورت کیونکر پیش آ گئی تھی؟

''مبارک ہو بھرا' اللہ آپ دونوں کا رشتہ سلامت رکھے۔'' جانے کس دل سے انہوں نے دعا دی تھی' عبدالہادی نے پلکیں موند لیں۔

''آمین ثم آمین' آج سے آپ نے اس کا پورا پورا خیال رکھنا ہے۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو اسے یہاں اور ہاں ابھی میرب اور اس کے بھائی اس معاملے سے بے خبر ہی رہیں تو اچھا ہے۔ میں نہیں چاہتا حویلی میں بے کار میں ٹوٹو میں میں ہو' سمجھ گئی ناں آپ؟''

''جی ہاں۔'' ملک فیاض کی ہدایت پر خاموشی سے سر جھکاتے ہوئے انہوں نے آہستہ سے حامی بھری تھی' ملک فیاض کے اندر اطمینان اتر گیا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے پھر آپ سیوا کرو بیٹے کی میں چلتا ہوں اب۔'' شہرزاد کو بازو کے گھیرے میں لے کر وہ ابھی پلٹا ہی تھا کہ شیر دل سامنے سے آ گیا۔

''بہت بہت مبارک ہو چاچا...... میدان مار ہی لیا آخر آپ نے؟'' وہ اس وقت نشے میں تھا' ملک فیاض نے قدرے برہمی سے اس کی طرف دیکھا۔
''خیر مبارک' ذرا ہوش میں آ کر بات کرنا مجھ سے' ابھی میں فارغ نہیں ہوں۔''
''اوہ کوئی گل نہیں جناب...... ہو جائیں گے آپ فارغ بھی آخر کو اتنا لمبا ہاتھ مارا ہے۔'' شیر دل کے لبوں پر طنزیہ مسکان تھی۔ ملک فیاض کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے دو تھپڑ لگا کر چپ کروا دیتا۔ گھونگھٹ کے اندر خاموش کھڑی شہزاد کے لب آہستہ سے مسکرا اٹھے۔ ملک فیاض کی الجھن اسے مزہ دے رہی تھی۔
''بک بک بند کرو اور بھی کام ہیں مجھے۔'' غصے سے شیر دل کو ڈپٹ کر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ شہزاد نے ذرا سا گھونگھٹ اٹھا کر شیر دل کو دیکھا' وہ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔
شہزاد کے ہاتھوں سے لکھا گیا خط مکمل محفوظ طریقے سے اس تک نہ صرف پہنچ چکا تھا بلکہ اس نے پڑھ بھی لیا تھا اب اس کا رزلٹ کیا نکلنا تھا یہ دیکھنا باقی تھا۔

❁......❁......❁

شہر بانو مریرہ رحمٰن کے کمرے سے ہو آئی تھیں۔ اس وقت عمر عباس کے کمرے میں بیٹھی' وہ شہزاد اور مریرہ دونوں کے لیے بے حد پریشان تھیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی اکلوتی بیٹی' عہد و پیمان کے باوجود ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یوں دشمنوں کی دشمنی کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔
جو خوف انہیں راتوں میں گہری نیند سے اٹھ کر بیٹھنے پر مجبور کر دیتا تھا بالآخر پورا ہو گیا تھا' اب وہ پچھتا رہی تھیں کہ انہیں شہزاد کو پاکستان آنے اور اکیلے یہاں رہنے کی اجازت ہی نہیں دینی چاہیے تھی۔ جانے ابھی آگے کیا ہونا تھا عمر عباس بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ملک فیاض اور اس کے کارندوں سے کسی بھی قسم کی انسانیت کی امید رکھنا بے کار تھا بھی وہ سر پکڑ کر بیٹھا تھا۔ ابھی دونوں اسی مسئلے میں سوچ و بچار کر رہے تھے کہ محکمہ ڈاک کا نمائندہ ڈاک لے کر آ گیا' خط عمر عباس کے نام تھا لہٰذا فوراً سے پیشتر اس نے سائن کر کے وہ خط وصول کر لیا۔ شہر بانو بھی متفکر سی اس کی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔ عمر نے عجلت بھرے انداز میں لفافہ چاک کر کے خط باہر نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا' لکھا تھا۔
''عمر انکل...... میں جانتی ہوں آپ تک میرے اغواء کی خبر پہنچ چکی ہوگی اور آپ اس اطلاع کو لے کر بہت پریشان ہوں گے یقیناً آپ کو مجھ پر بہت غصہ بھی آیا ہوگا کہ میں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟ آپ کے سختی سے منع کرنے کے باوجود یہاں اس گاؤں میں کیوں آتی رہی' آپ کا مجھ پر غصہ جائز ہے مگر پلیز آپ کو پرانی حویلی میں ابدی نیند سوئے تمام رشتوں کا واسطہ' آپ کسی بھی طور میرے لیے اپنی جان کو خطرے میں مت ڈالنا' میں آپ کی اور مما کی دعاؤں سے یہاں بالکل محفوظ ہوں۔ چاہوں تو ابھی بھاگ کر آپ کے پاس واپس آ سکتی ہوں مگر میں آؤں گی نہیں کیونکہ میں نے پرانی حویلی کے پچھواڑے میں بنی آخری آرام گاہوں کی کہانی جان لی ہے۔ مجھ پر ان کا قرض ہے انکل...... ملک فیاض ابھی زندہ ہے' میرے پرکھوں کا مجرم' میں اسے کسی ٹھکانے لگا کر ہی یہاں سے نکلوں گی اب۔ کل میرا اس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے' وہ اب میری جان اور عزت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لہٰذا ایک مرتبہ پھر کہہ رہی ہوں میرے لیے بالکل بھی پریشان مت ہونا یہاں کچھ لوگ میرے ساتھ بہت اچھے ہیں' مجھے ان کا ہر طرح سے تعاون حاصل ہے۔ میں اب آپ کی ادھوری چھوڑی ہوئی جنگ جیت کر ہی واپس لوٹوں گی' فی الحال مما کو کسی بات کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔
آپ کی نیک تمناؤں اور دعاؤں کی طالب شہزاد!''
خط کیا تھا ایک امتحان تھا۔ عمر عباس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ اس کے زخم ابھی بھرے نہیں تھے' دایاں بازو اور ٹانگ بُری طرح سے متاثر ہوئی تھی' وہ چاہتے ہوئے بھی گاؤں نہیں جا سکتا تھا اگر چلا بھی جاتا تو اب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ شہزاد نے وہ خط چار دن پہلے لکھ کر ارسال کیا تھا یقیناً اب تک اس کا ملک فیاض سے نکاح ہو چکا ہوگا تو پھر پیچھے کیا رہ گیا۔ انہونی تو ہو چکی تھی' اس کی قیمتی متاع دشمن کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ اب آمنے سامنے جنگ کا فائدہ نہیں تھا' اب اسے جو بھی کرنا تھا خاموش رہ کر کرنا

تھا‘ چھپ کر کرتا تھا۔ اسی سوچ کے زیر اثر اس نے شہزاد کا خط شہر بانو کی طرف بڑھایا اور خود گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔

گھٹن صرف فضا میں ہی نہیں تھی اس کی سانسوں میں بھی تھی۔ اسی گھٹن کو کم کرنے کے لیے وہ اپنے کمرے سے نکل کر مریہ کے کمرے کی طرف بڑھ آیا تھا۔

❁......❁......❁

شیر دل اس رات شکار سے بہت لیٹ گھر واپس پہنچا تھا‘ پچھلے کئی دنوں سے اس کی بندوق کی گولی نے کسی جانور کا بدن نہیں چھوا تھا تبھی آج کل اس کا غصہ اور جھنجلاہٹ عروج پر تھی۔ اسی غصے اور جھنجلاہٹ میں وہ خاصے آف موڈ کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ بوٹ اتار کر فریش ہونے کے بعد وہ بستر کی طرف آیا تو وہاں شفاف چادر پر پڑا کاغذ کا سفید ٹکڑا اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروا گیا۔ کمبل میں گھس کر اس نے خاصی فرصت سے وہ کاغذ کھولا‘ لکھا تھا۔

”میں شہزاد ملک قمر عباس کی بیٹی‘ یقیناً آپ کے لیے اجنبی ہوں مگر آپ میرے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ میں نے اس گاؤں میں بہت لوگوں سے آپ کا تذکرہ سنا تو بے ساختہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ کو دیکھنے کی اسی خواہش نے مجھے آپ کے چچا ملک فیاض کے کارندوں کی بھینٹ چڑھا دیا۔ آج ایک ہفتہ ہو گیا ہے مجھے یہاں قید ہوئے مگر آپ کی ایک جھلک تک دیکھنی نصیب نہیں ہوئی‘ کہاں ہیں آپ؟ آپ کے چچا ملک فیاض کے ارادے نیک نہیں ہیں‘ وہ آپ کے لیے بھی کچھ اچھے جذبات نہیں رکھتے۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو پانے کے قابل نہ رہوں پلیز آ جائیں‘ پلیز...... “ مگر کہاں آ جائیں یہ لکھنا شاید وہ بھول گئی تھی یا اسے اس کی مہلت بھی نہیں ملی تھی۔ شیر دل خط پڑھ کر تڑپ اٹھا۔

شہزاد‘ ملک قمر عباس کی بیٹی سے ملنے کی اس کی خواہش مزید بڑھ گئی تھی تبھی وہ بے چین ہوا تھا‘ خط کو کئی بار پڑھنے کے بعد بھی اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کہاں قید تھی؟ ملک فیاض کے بارے میں اس کی سوچ غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔

وہ واقعی کمینہ ثابت ہوا تھا لہٰذا پچھلے تین چار روز میں اس نے حویلی کا چپہ چپہ چھان مارا‘ تمام ملازمین سے بھی پوچھ گچھ کر لی مگر شہزاد کا پتا چلنا تھا سو نہ چل سکا۔ ملک فیاض اس بارے میں کوئی بات کرنے کو تیار نہیں تھا جس پر شیر دل کا غصہ مزید بڑھ گیا تھا مگر وہاں پروا کیسے تھی؟ ملک فیاض نے وہی کیا تھا جو اس کے دل نے کہا نتیجتاً آج شہزاد اس کی بیوی کے روپ میں سب کے سامنے آ چکی تھی۔ شیر دل کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ حویلی میں ہنگامہ کھڑا کر دیتا مگر ہنگامہ کھڑا کرنے کا اب فائدہ بھی کیا تھا‘ جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔ وہ اب صرف اپنا دل جلا سکتا تھا سو جلا رہا تھا۔

ملک فیاض شہزاد کو اپنے کمرے میں لے کر آیا تو خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ شہزاد نے خود کو بھاری دوپٹے اور زیورات سے آزاد کیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ ملک فیاض کے ساتھ اگلا داؤ کون سا چلے کہ قدرت نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص اس کے قریب آتا اس کا سیل فون چیخ اٹھا‘ کال ابیروڈ سے نہ ہوتی تو شاید وہ کبھی ریسیو نہ کرتا۔

”ہیلو فیاض انکل؟“ جیسے ہی اس نے کال ریسیو کی کسی نوجوان لڑکے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

”ہاں فیاض بول رہا ہوں۔ تم کون ہو بابا‘ میں نے پہچانا نہیں۔“

”انکل میں علی بول رہا ہوں آپ کے بڑے بیٹے ایاز کا دوست‘ ایک بُری خبر ہے آپ کے لیے۔“

”رب سوہنا خیر کرے‘ کیا ہوا؟“ بُری خبر پر اس کا دل بے ساختہ زور سے دھڑکا تھا‘ دوسری طرف علی نامی لڑکے نے اسے بتایا۔

”انکل ایاز نے خود کو شوٹ کر لیا ہے‘ آپ جلد سے جلد یہاں آ جائیں پلیز۔“ اطلاع دینے والا لڑکا گھبرایا ہوا تھا‘ ملک فیاض کو زور کا دھچکا لگا‘ جس موت کے خوف سے وہ اپنے دونوں بیٹوں کو پاکستان نہیں آنے دیتا تھا۔ دل پر پتھر رکھ کر ان کی جدائی برداشت کر رہا تھا وہ موت ٹلی نہیں تھی‘ دیار غیر میں بھی آ گئی تھی۔

اسے لگا جیسے اس کا وجود ایک دم سے فریز ہو گیا ہو‘ ایاز میں تو اس کی جان تھی۔ ایاز سے چھوٹا دانیال تو شروع ہی سے خود سر اور اپنی من مانی کرنے والا خاصا بدتمیز لڑکا ثابت ہوا تھا۔ صرف ایاز ہی تھا جو اپنے باپ سے کلوز تھا اور ان کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتا تھا۔ کیا

ایسا ہوا تھا وہاں جو اس نے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کرڈالی۔
وہ سوچ رہا تھا مگر دماغ کے سارے پرزے جیسے فیوز ہوچکے تھے' جانے کیسے اس نے کال کاٹی اور بلند آواز میں چنگھاڑ کر شیر دل کو آواز دی۔ شیر دل جو باتھ لینے جارہا تھا اس چنگھاڑ پر خاصا پریشان ہوکر فوراً اس کے کمرے کی طرف چلا آیا' خود شہرزاد بھی سہم گئی تھی۔
"جی چاچا..... آپ نے بلایا؟"
"آ ہوا بھی کال کرواور لندن کا ٹکٹ کنفرم کرواؤ میرا فوراً۔"
"خیریت؟" جیب سے سیل نکالتے ہوئے اس نے پوچھنا ضروری سمجھا ملک فیاض اس گستاخی پر پھر دہاڑ اٹھا۔
"جتنا کہا ہے اتنا کرو' ابھی انٹرویو دینے کا ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔" اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ رہا تھا' شیر دل نے اس کی ٹکٹ کنفرم کروادی۔ آنا فاناً وہ ہوگیا تھا جس کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے پاک رب سے اس کی نصرت مانگی تھی' شدت دل سے اپنی عزت کی حفاظت کی دعا مانگی تھی اور بے شک اس کے رب نے اس کی دعاؤں کو رد نہیں کیا تھا۔
ملک فیاض اسے تنہائی میں بناء کوئی بات کیے لندن روانہ ہوگیا تھا' شہر دل نے دل ہی دل میں اپنے پیارے رب کا شکر ادا کیا۔ اب وہ سکون سے سوچ سکتی تھی کہ اسے آگے کیا کرنا ہے؟

❁.......❁.......❁

سودائیوں سے حلیے میں لہو رنگ نگاہوں کے ساتھ مریرہ رحمان کو دیکھتی وہ دیوار سے چپکی بیٹھی تھی۔ عمر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا اسے وہاں دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے تو اسے اس سانحے سے بے خبر رکھا تھا پھر وہ کیسے وہاں پہنچ گئی۔
کمرے میں آہٹ پر درمکنون نے بھی سر اٹھا کر دیکھا تھا' عمر عباس پر نگاہ پڑتے ہی اس نے نگاہ پھیر لی۔ عمر نے دیکھا اس کی آنکھیں مسلسل رونے سے خوب سرخ ہورہی تھیں' وہ سست قدموں سے چلتا اس کے قریب چلا آیا۔
"دری....." مگر درمکنون نے اس کی پکار کا جواب دینے کی بجائے سر گھٹنوں میں چھپالیا۔
"میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہوئی الوقت بات نہیں کرنا چاہتی مگر میں مجبور تھا بیٹا' میری حالت ایسی نہیں تھی کہ تمہیں سچ بتا سکتا۔"
"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں۔" عمر کی وضاحت پر درمکنون نے گھٹنوں میں منہ چھپائے چھپائے قدرے روکھے لہجے میں کہا تو وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا' ابھی ہوزان وہاں چلی آئی۔
"تم گھر نہیں گئیں ابھی تک؟" کمرے میں آتے ہی اس نے درمکنون سے پوچھا۔ عمر جان گیا کہ وہی درمکنون کو وہاں لے کر آئی ہوگی' تبھی افسردہ سا باہر نکل گیا۔
کوئی اس کے دکھ اس کے نقصان کو محسوس نہیں کررہا تھا سب کو بس اپنی اپنی تکلیف نظر آرہی تھی اس کی تکلیف کی جیسے کسی کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں تھی۔ شہر بانو مریرہ کے گھر چلی گئی تھی' وہ بے مقصد سا یونہی روڈ پر پیدل چل پڑا ابھی اس نے بمشکل چند فرلانگ کا فاصلہ ہی طے کیا تھا جب اچانک زاویار کی گاڑی کے ٹائر عین اس کے قدموں کے قریب چرچرائے' وہ بے ساختہ ٹھٹکا تھا۔ زاویار کی نگاہ جیسے ہی اس پر پڑی وہ فوراً گاڑی سے باہر نکل آیا۔
"ایکسکیوزمی مسٹر عمر..... مجھے آپ سے بات کرنی ہے پلیز۔" عمر کے لیے اس کا ملتجی لہجہ حیرانگی کا باعث تھا شاید تبھی وہ اسے نظر انداز نہ کرسکا۔
"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی' سوری۔"
"میری بات سنیں پلیز' میں اپنی ہر خطاء پر نادم ہوں' بہت شرمسار ہوں۔ پلیز میرے ساتھ ایسے نہ کریں' میں اپنی ہر خطا کے لیے آپ سے معافی کا طلب گار ہوں' پلیز۔" وہ بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا' عمر نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالنے کے بعد کہا۔
"کل تک جو شخص اپنی سگی ماں کے ساتھ ساتھ میرے بھی خون کا پیاسا تھا' کتنی حیرانی کی بات ہے کہ آج وہی معافی مانگ رہا ہے۔ یہ معجزہ کیسے ہوگیا؟ میرے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے ہیں مسٹر زاویار صمید۔"

”میں جانتا ہوں اسی لیے ہر سزا کے لیے تیار ہوں‘ آپ چاہیں تو ابھی میرے وجود میں جتنی چاہیں گولیاں اتار سکتے ہیں‘ میں اُف تک نہیں کروں گا مگر اس سے پہلے پلیز میرے چند سوالوں کے جواب دے دیں۔ میں آپ کے اور مما کے درمیان رشتے کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں پلیز۔“ عمر کے کڑواہٹ بھرے لہجے پر وہ خاصی دلگرفتگی کے ساتھ بولا تو ایک تلخ مسکراہٹ نے عمر کے لبوں کا احاطہ کرلیا۔

”میرے اور میرو کے رشتے کی حقیقت تمہارے والد محترم سے زیادہ کون جان سکتا ہے‘ ان سے پوچھو کیا حقیقت تھی ہمارے رشتے کی اگر وہ سچ نہ بول سکیں تو اس عورت سے ساری کہانی سننا جسے ماں کے روپ میں دیوی بنا کر اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے تم نے۔“

”مجھے ان سے جو جاننا تھا میں جان چکا‘ اب میں آپ سے وہ سچ سننا چاہتا ہوں جو خود میرے سگے باپ نے اب تک مجھ سے چھپائے رکھا پلیز مسٹر عمر...... میرے حال پر رحم کریں‘ میں بہت تکلیف میں ہوں پلیز۔“ وہ روہانسا ہورہا تھا۔ عمر نے بے ساختہ گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

”ٹھیک ہے‘ چلو۔“ کچھ سوچ کر وہ گاڑی میں بیٹھا تو زاویار ممنون نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا فوراً ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ گیا۔

تقریباً پچیس سے تیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد گاڑی حمنہ حسین کے خوب صورت مکان کے سامنے رکی تھی۔ زاویار نے قدرے ناسمجھی سے عمر عباس کی طرف دیکھا مگر عمر نے اسے اپنے پیچھے آنے کا حکم دے کر قدم گیٹ کی طرف بڑھا دیئے۔

زاویار جب تک گاڑی لاک کرکے اس کے قریب آیا‘ عمر کی دستک کے جواب میں گیٹ کھل چکا تھا۔ زاویار نے عمر عباس کے بڑھتے قدموں کی پیروی کی۔ گیٹ کے اس پار خاصا بڑا سرسبز لان تھا جہاں اس وقت ایک گریس فل سی خاتون بیٹھی کسی کتاب کا مطالعہ کررہی تھی۔ عمر ست قدموں سے چلتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”السلام علیکم!“ حمنہ نے اس کے سلام پر بے ساختہ چونک کر اس کی طرف نگاہ کی۔

”وعلیکم السلام! عمر بھائی آپ؟“ وہ فوراً کھڑی ہوئی تھی زاویار الجھن بھری نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتا رہا۔

”ہوں‘ کچھ ضروری کام آپڑا تھا آپ سے اس لیے آنا پڑا۔“

”موسٹ ویلکم لیکن ابھی آپ کے زخم پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہوئے ہیں‘ آپ کو ابھی اپنا خیال رکھنا چاہیے میں چکر لگانے ہی والی تھی آپ کی طرف۔“ حمنہ کی نگاہ ابھی تک زاویار پر نہیں پڑی تھی۔ عمر نے دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں اڑس لیے۔

”کوئی بات نہیں‘ یہ زاویار ہے مریرہ رحمٰن کا بیٹا۔“ ذرا سی گردن پیچھے موڑ کر اس نے زاویار کی طرف نگاہ کی تھی جواب میں حمنہ نے قدرے چونک کر خفگی سے اس کی طرف دیکھا۔

”ہوں...... اس کے نین نقش گواہی دے رہے ہیں کہ یہ مریرہ رحمٰن کا ہی بیٹا ہے مگر...... یہ آپ کے ساتھ کیسے؟“

”اسے بھی مجھ سے کچھ ضروری کام تھا۔“

”ہوں...... تشریف رکھیے۔“ اثبات میں سر ہلا کر اس نے عمر اور زاویار دونوں کو بیٹھنے کی پیشکش کی۔

زاویار اب بھی سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ عورت کون تھی اور عمر اسے وہاں کیوں لے آیا تھا تاہم عمر کے بیٹھنے پر اس نے بھی کرسی سنبھال لی۔

”آپ کو پتا ہے عمر بھائی...... صمید حسن کے بعد کسی فرد نے اگر مریرہ کو بے حد تکلیف پہنچائی تو وہ یہی صاحب زادے ہیں‘ زاویار صمید حسن صاحب۔“ شہربانو کے بعد یہ دوسری عورت تھی جس کی آنکھوں میں زاویار کے لیے غصہ اور ناپسندیدگی تھی‘ وہ شرمسار سا سر جھکائے بیٹھا رہا جبھی عمر بولا۔

”جانتا ہوں مگر اس میں اس کا شاید اتنا قصور نہیں ہے جتنا صمید حسن اور سارا منیر حسین کا ہے شاید انہوں نے آج تک کبھی سچ اس کے سامنے آنے ہی نہیں دیا۔“

”صحیح کہا آپ نے‘ مریرہ کو بہت ہرٹ کیا ہے اس لڑکے نے کاش یہ جان سکتا کہ اس کی ماں کتنی صبر والی عظیم عورت تھی۔“ حمنہ

حسین نے مریرہ کے لیے "تھی" کا لفظ یوں استعمال کیا کہ وہ جو سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا ایک دم تڑپ اٹھا۔
"میری ماں ابھی زندہ ہیں آپ ان کے لیے تھی کا لفظ استعمال مت کریں پلیز۔"
"زندہ کہاں چھوڑا ہے تم لوگوں نے اسے صرف دل کے دھڑکنے کا نام زندگی نہیں ہوتا۔"
"آپ کون ہیں میری مما کے ساتھ آپ کا کیا رشتہ ہے؟" زاویار کے سوال پر حمنہ نے قدرے اچنبھے سے عمر عباس کی طرف دیکھا' جب اس نے وضاحت دی۔
"میں نے اسے ابھی آپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا' یہ مجھ سے میرے اور میرو کے درمیان تعلق کی حقیقت پوچھنے آیا تھا۔ میں اسے آپ کے پاس لے آیا کیونکہ صمید حسن اور سارا منیر حسن کے بعد آپ ہی اسے میرے اور مریرہ کے بارے میں غیر جانبداری سے سب سچ بتا سکتی ہیں۔"
"ہوں۔" عمر کی وضاحت پر حمنہ حسین نے گہری نگاہوں سے زاویار کا جائزہ لیا۔
"کیا جاننا چاہتے ہو تم عمر بھائی اور مریرہ کے بارے میں؟"
"سچ اور سب کچھ اب تک میں صرف اتنا جانتا تھا کہ میری ماں نے محض عمر عباس نامی شخص کو پانے کے لیے میرے والدان کے گھر اور بچوں کو چھوڑ دیا تھا' نہ صرف انہیں بلکہ وہ اپنے سگے چچا کرنل شیر علی سے بھی کنارہ کش ہوگئی تھیں تبھی مجبوراً میرے لیے میرے پاپا کو دوسری شادی کرنی پڑی۔ اسی ادھورے سچ یا جھوٹ نے مجھے میری ماں سے متنفر کیا' میں جاننا چاہتا ہوں میری ماں کی زندگی کی حقیقت کیا تھی؟ انہوں نے اگر اپنے سارے رشتوں کو چھوڑا تو کیوں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں پلیز۔" ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اس کے چہرے پر زمانے بھر کی اداسی تھی۔ حمنہ کو بے ساختہ اس پر ترس آیا۔
"تم نے حقیقت جاننے میں بہت دیر کردی ہے بیٹا...... اب سچ جان بھی لو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"
"ایسا کیوں کہہ رہی ہو آپ؟" حمنہ حسین کے یاسیت بھرے لہجے پر زاویار نے شکوہ کناں نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ عمر اپنی جگہ سے اٹھ کر سائیڈ میں لگے گلاب کے پودوں کی کیاری کی طرف چلا آیا۔ جانے کیوں اس کے اندر کی گھٹن بڑھتی جارہی تھی' حمنہ نے آہستہ سے نظریں پھیرلیں۔
"مریرہ اب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ تم اس سے معافی مانگ سکو' کرنل صاحب کی وفات والے روز پنڈی روڈ پر بہت زبردست ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کا' اسی ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں وہ کومہ میں چلی گئی۔ ڈاکٹرز کے مطابق اب اس کے زندہ رہنے کے چانسز بہت کم ہیں اب اگر تم سب سچ جان بھی لو تو سوائے پچھتاؤں کے کچھ ہاتھ آنے والا نہیں۔" جو بات پریہان نے کی تھی وہی بات حمنہ حسین اسے بتارہی تھی۔ زاویار کے اعصاب کو ایک اور زبردست دھچکا لگا۔
کرنل صاحب کی وفات والے روز ہی تو اس کا مریرہ سے ٹکراؤ ہوا تھا' اسی روز تو اس نے اس سے بدتمیزی کی انتہا کی تھی۔ اس کا دل دکھایا تھا' تو کیا اسی کی وجہ سے وہ روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوئی؟ کیا مریرہ کی اس حالت کے پیچھے اسی کا ہاتھ تھا؟ اسے لگا جیسے وہ وہیں بیٹھا بیٹھا کئی فٹ گہرے گڑھے میں گرگیا ہو۔ اس نے کہا۔
"نفرت ہے مجھے عورت کے کردار سے آپ سے' آپ کے تصور سے۔ کتنا بدنصیب ہوں میں کہ جس نے آپ جیسی بدچلن عورت کی کوکھ سے جنم لیا۔ کاش میں اتنا بہادر ہوتا کہ آپ کو اپنے ہاتھوں موت کی آغوش میں سلا سکتا تاکہ دنیا کی ساری عورتیں غلط راہ پر چلنے سے پہلے ایک بار آپ کا انجام دیکھ کر عبرت پکڑلیتیں' کوئی حق نہیں ہے آپ جیسی گری ہوئی عورتوں کو عزت سے جینے کا' سمجھی آپ؟" اور اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا۔ اپنے ہاتھوں اپنی ماں کو موت کی آغوش میں سلادیا تھا۔
معافی تو بہت دور کی بات تھی وہ تو نفرت کے قابل بھی نہیں تھا' اس نے نہ صرف اپنی ماں کو موت پر اکسایا تھا بلکہ اتنا مجبور کردیا تھا کہ وہ کسی حادثے کی بھینٹ چڑھ جاتی' اپنی ماں کے مقابلے میں اس نے اپنے باپ کی بات کا اعتبار کیا تھا۔
کتنا ناعاقبت اندیش تھا وہ؟ حمنہ حسین نے صحیح کہا تھا اب اگر وہ سچ جان بھی لیتا تو سوائے پچھتاؤں کے کیا رہ گیا تھا اس کے پاس؟ وہ خود پر جتنا بھی ماتم کرتا کم تھا۔

❁.......❁.......❁

"مریرہ کے ساتھ میری دوستی یوں تو بچپن سے ہی تھی، ہم ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے مگر تب ہماری اتنی دعا سلام نہیں تھی جتنی اس وقت ہوئی جب وہ بیاہ کر کرنل صاحب کے مکان سے صمید حسن کے ساتھ میرے محلے میں آباد ہوئی۔ میں نے اسے فطرتاً بے حد حساس اور محبت کرنے والی لڑکی پایا شاید اسی لیے بہت جلد ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئی تھیں۔ عمر بھائی سے مریرہ کا تعلق اس کے بچپن سے تھا کیونکہ عمر بھائی کے والد ملک اظہار عباس اور مریرہ کے چچا کرنل شیر علی آپس میں بہت گہرے دوست تھے۔ لڑکپن سے ہی عمر بھائی اور مریرہ کے درمیان گہری دوستی تھی مگر اس دوستی میں عامیانہ پن نہیں تھا' پاکیزگی تھی۔ مریرہ کو تو کبھی پتا ہی نہ چل سکا کہ عمر بھائی کے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں' وہ ہمیشہ انہیں ایک اچھا' مخلص اور ہمدرد دوست سمجھتی رہی اسی لیے جب صمید حسن کو کرنل صاحب اپنا بیٹا بنا کر گھر لائے تو وہ اس سے متاثر ہو کر دل ہی دل میں اسے چاہنے لگی۔ صمید حسن لاوارث تھے' کرنل صاحب نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا' انہیں بہترین تعلیم دلوائی' کاروبار شروع کرنے کے لیے پیسے دیئے۔ بہت احسان تھے ان کے اور مریرہ کے صمید حسن پر' یہی نہیں بلکہ کرنل صاحب نے اپنے سگے بیٹے سکندر علوی کا حصہ بھی صمید حسن کے سپرد کر دیا تھا بعد ازاں صمید حسن کی رضامندی کے ساتھ مریرہ کا نکاح بھی طے کر دیا ان سے۔ مریرہ کی طرح صمید حسن بھی دل ہی دل میں اسے بہت چاہتے تھے یوں ان کی شادی ارینج میرج کم اور لو میرج زیادہ تھی۔"

زاویار صمید حسن پتھر کا بُت بنا خاموش بیٹھا تھا جب حمنہ حسین نے گزرے ہوئے وقت کے اوراق پلٹنے شروع کیے۔ حمنہ حسین اسے اس کی ماں کے بیتے ہوئے کل کی کہانی سنا رہی تھی وہ کہانی کہ جس سے وہ آج تک بے خبر رہا تھا۔ حمنہ حسین اب دھیمے لہجے میں بتا رہی تھی۔

"مریرہ اور صمید حسن کی محبت کی کہانی میں عمر عباس کبھی نہیں آیا' ہاں سارا منیر حسین آ گئی تھی۔ صمید حسین کے بزنس پارٹنر منیر حسین کی شادی' کب اس کا صمید حسن سے آمنا سامنا ہوا' کب ان کی دعا سلام شادی کے منصوبے تک پہنچی مریرہ رحمٰن سمیت کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہو سکی۔ جس روز مریرہ رحمٰن نے تمہیں جنم دیا' تمہارا عظیم باپ اسے بالکل اکیلا چھوڑ کر سارا منیر حسین کے ساتھ وقت گزار رہا تھا' میں اسے ہسپتال لے کر گئی تھی۔ صمید حسن صرف اس کا شوہر نہیں تھا' عشق تھا اس کا' یقین تھا مگر جس دن وہ سارا منیر حسین کو اس پر سوتن بنا کر لایا' اس کا یہ یقین ٹوٹ گیا۔ سارا منیر حسین کے لیے تمہارے باپ نے برستی بارش میں' اسے تین کپڑوں کے ساتھ گھر سے بے گھر کر دیا تھا' وہ اس وقت حاملہ بھی تھی مگر نہ صمید حسین کو اس پر ترس آیا نہ سارا منیر حسین کو۔ کرنل صاحب اسے اجاڑنا نہیں چاہتے تھے وہ ملک سے باہر تھے۔ مریرہ ان کی دہلیز پر آ کر بیٹھی تو وہ بھی اسے مجبور کرنے لگے کہ وہ صمید کے پاس واپس لوٹ جائے' اسی لیے وہ ان کی زندگی سے بھی نکل گئی۔ مجھ سے پوچھو ان دنوں وہ کیسے ساری ساری رات جاگ کر اپنے چھن جانے والے بیٹے کے لیے بچوں کی طرح روتی تھی۔ اسے روتے دیکھ کر در و دیوار کا کلیجہ بھی پھٹتا تھا مگر صمید حسن نے اس پر ترس نہیں کھایا' جس روز اس نے تمہاری بہن درمکنون کو جنم دیا' وہ مرتے مرتے بچی تھی۔ کیسے کیسے دکھ نہیں دیکھے اس نے' فقط چند سو روپے ماہانہ کی نوکری کے لیے میری دوست در در کے دھکے کھاتی رہی۔ آج اگر اس کی عزت ہے تو صرف عمر بھائی کی وجہ سے اگر وہ دولت مند ہے تو صرف عمر بھائی کی وجہ سے کیونکہ جب ساری دنیا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا' تب عمر بھائی نے اسے سہارا دیا۔ مریرہ نے اگر آج تک عمر کو نہیں چھوڑا تو اس کی ایک وجہ ان کے اس پر بے شمار احسانات ہی ہیں ویسے بھی عمر بھائی نے بہت دکھ دیکھے ہیں' ان کے سگے تایا اور ان کے بیٹوں نے مل کر پورا خاندان ختم کر ڈالا' عمر بھائی کا دنیا میں سوائے ایک بھائی اور بھتیجی کے ان کا اور کوئی نہیں۔" حمنہ حسین کی آنکھ میں آنسو تھے۔ زاویار کو لگا وہ زمین میں دھنستا جا رہا ہو۔ اس کی قوت سماعت' قوت گویائی جیسے سب سلب ہو گئی تھی۔ حمنہ حسین جانے اور بھی کیا کیا کہہ رہی تھی مگر وہ سن کہاں رہا تھا وہ تو پتھر ہو چکا تھا۔

❀......❀......❀

ذرا دیکھو تو دروازے پر دستک کون دیتا ہے
محبت ہو تو کہہ دینا' یہاں اب ہم نہیں رہتے

دروازہ آہستہ سے کھلا تھا صمید حسن نے جیسے ہی کمرے کی دہلیز پر قدم رکھا' وہاں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی درمکنون کو دیکھ کر ٹھٹک گئے' وہ چہرہ ہو بہو اسی کی کاپی تھا' اس کا ہاتھ جیسے دروازے کے ہینڈل پر جم گیا۔

''میں چلتی ہوں اب شاید عمر عباس کو اس وقت میری ضرورت ہے۔ پری بھی پاکستان پہنچ چکی ہے شاید وہ رات میں چکر لگائے' بہتر ہوگا اگر تم بھی تھوڑا سا آرام کرلو۔'' ہوزان نے ساکت بیٹھی درمکنون سے کہا' درمکنون نے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔
ہوزان اگلے ہی پل صمید حسن کو یکسر نظر انداز کرتی کمرے سے نکل گئی تھی صمید کی سمجھ میں نہ آیا وہ درمکنون سے کیا کہے...... پچھلے ایک ہفتے میں اس نے دنیا کو پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ کھانا پینا' سونا سب حرام کرلیا تھا' پچھلے ایک ہفتے سے وہ کمرا اس کا مسکن تھا۔ صرف کسی نہ کسی حاجت کے لیے ہی وہ وہاں سے نکلتا تھا' ابھی بھی وہ اپنی حاجت پوری کرکے کمرے میں واپس آیا تھا جب درمکنون اور ہوازن کو وہاں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔
اپنی جس بیٹی کو دیکھنے اور ملنے کے لیے وہ اب تک ترستا رہا تھا' وہ بیٹی اس کے سامنے تھی مگر وہ کتنا بدنصیب تھا کہ اس بیٹی سے معافی مانگنے اسے پیار کرنے کا حق کھو چکا تھا' آہستہ قدموں سے چلتا' درمکنون سے قدرے فاصلے پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ کافی وقت یونہی خاموشی سے آگے سرکا...... جب بالآخر اس نے خاموشی کا قفل توڑا۔
''دری بیٹا......'' مگر درمکنون نے اس کی پکار کا کوئی جواب نہ دیا' وہ بے حس سی گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی رہی۔
''میں جانتا ہوں تم مجھ سے بات نہیں کروگی' میں مریرہ کے ساتھ ساتھ تمہارا بھی مجرم ہوں مگر......''
''آپ ہیں کون اور کس سے یہ سب کہہ رہے ہیں؟'' سرخ آنکھوں کے ساتھ اس نے اچانک سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ صمید اپنی جگہ فریز ہوکر رہ گیا تھا۔
''یہاں بستر پر جو عورت بے حس و حرکت پڑی ہے وہ میری ماں ہے' صرف میری ماں۔ اس کا کسی مرد اسپیشلی صمید حسن نامی کسی شخص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا بہتر ہوگا اگر آپ ابھی اور اسی وقت یہاں سے تشریف لے جائیں۔ میری ماں کا دل ابھی مُردہ نہیں ہوا...... میں نہیں چاہتی آپ کی یہاں موجودگی ان کے لیے اذیت کا باعث بنے' آپ کو اب مزید کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں' اپنی ماں کے لیے میں اکیلی کافی ہوں' سمجھے آپ۔'' لفظوں کے دانت اتنے نوکیلے ہوتے ہیں صمید حسن کو اس سے پہلے اندازہ نہیں تھا' وہ بالکل ساکت سا اپنی بیٹی کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھتا رہ گیا۔
''اب جائیں یہاں سے نہیں تو میں ہسپتال کی انتظامیہ سے کہہ کر زبردستی آپ کو یہاں سے نکلوادوں گی۔'' وہ آنکھیں جو بالکل اسی کی کاپی تھیں ان آنکھوں میں نفرت کے انگارے دہک رہے تھے صمید حسن کو لگا اس کا وجود فنا ہوگیا ہو۔
کیا یہ دن دیکھنے کے لیے اس کا زندہ رہنا ضروری تھا؟ کیا زندگی میں اس سے برا وقت بھی کبھی آسکتا تھا اس پر؟ وہ اٹھا اور خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ واقعی اسے مریرہ رحمٰن کے پاس ٹھہرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

❁......❁......❁
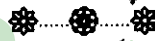
نئی حویلی میں شہزاد کا تعارف ملک فیاض کی نئی نویلی بیوی کی حیثیت سے ہوچکا تھا' افشین کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ شہزاد کے ساتھ مل کر اس نے جو پلاننگ کی تھی وہ بے حد کامیاب رہی تھی۔ ملک فیاض کے بیٹے ایاز نے دوستوں کے ساتھ معمولی جھگڑے میں خود کو شوٹ کرلیا تھا اور اس وقت اس کی حالت بے حد نازک تھی۔ ملک فیاض کا جلد وطن واپس آنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ شہزاد نے اس دوران نئی پلاننگز بنالیں۔
افشین نے اس کی ہدایت پر شہر میں میرب کو ملک فیاض کی دوسری شادی اور ملک سے باہر پرواز کے بارے میں مطلع کردیا۔ میرب کے لیے یہ اطلاع کسی بارود سے کم نہیں تھی وہ اسی روز شہر سے گاؤں حویلی چلی آئی۔ شہزاد اس وقت حویلی کے کشادہ صحن میں بیٹھی کبوتروں کے لیے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نرم کررہی تھی جب وہ تن فن کرتی حویلی میں داخل ہوئی۔
''افشین......'' اس کی پکار میں بجلی کی سی گرج تھی' افشین حویلی سے ملحقہ احاطے سے ہاتھ باندھے فوراً حاضر ہوگئی۔
''حکم بی بی صاحب۔''
''کہاں ہیں حویلی کی نئی دلہن صاحبہ۔'' اس کا لہجہ جیسے انگارے چبا رہا تھا' افشین نے کن اکھیوں سے شہزاد کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کردیا۔ افشین کے اشارے پر میرب نے بے حد کٹیلی نگاہوں سے شہزاد کی طرف دیکھا۔
''اوہ...... تو اس مہارانی نے میری ماں کی جگہ لینے کی جرأت کی ہے' میں بھی ذرا دیکھوں کس کھیت کی مولی ہے یہ۔'' اس کی

## غزل

جانے کس دیس گئے درد بٹانے والے
لوٹ آئیں گے کسی روز تو جانے والے

یاد تجھ کو بھی جوانی کا زمانہ ہوگا
رخ کو آنچل میں سر بزم چھپانے والے

بھول سکتا ہوں وہ انداز محبت کیسے
گدگدی کرکے شب وصل ہنسانے والے

ایک مدت سے انہیں ڈھونڈ رہا ہوں لیکن
اب تو ناپید ہوئے پیار نبھانے والے

یاد آؤں گا شب و روز تجھے بھی اکثر
دل کی تختی سے مرا نام مٹانے والے

میں تو لاتا نہیں ہونٹوں پر شکایت کوئی
ظلم ڈھاتے ہیں بہت مجھ پہ زمانے والے

خود ہی کانٹوں میں نظر آتے ہیں الجھے اب تو
پھول رستوں میں وفاؤں کے بچھانے والے

کب سے خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں
تتلیاں امن کی گلشن سے اڑانے والے

کام جن کا ہے محض بغض و حسد کی باتیں
لوگ ہوتے ہیں وہی آگ لگانے والے

قتل گاہوں سے یہاں روز جنازے اٹھیں
کب ہیں انسان بھلا خون بہانے و الے

وہ تو ہر دور میں کرتے ہیں قیادت شاکر
اپنے چہروں پر نئے خول چڑھانے والے

شاکر نظامی......سرگودھا

صرف نگاہیں ہی شعلہ نہیں بنی تھیں' الفاظ بھی دہک رہے تھے۔ شہزاد نے اس کی تلملاہٹ کا بے حد لطف لیا۔

''تم وہی ہوناں جو اس روز عبدالہادی کے ساتھ گاؤں کی دھول چاٹ رہی تھیں؟'' شہزاد کو دیکھتے ہی اس نے آنکھیں سکیڑ کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ عائشہ بیگم اس کا شور سن کر صحن میں چلی آئیں تھیں۔

''کیا بات ہے' کیوں شور مچا رہی ہو؟''

''آپ اپنے کام سے کام رکھیں' ہر بات میں آپ کا ٹانگ اڑانا ضروری نہیں.....آئی سمجھ۔'' بدتمیزی کی انتہا کرتے ہوئے وہ انہیں کھانے کو دوڑی تھی۔ عائشہ بیگم نے چپ سادھ لی' ان کی خاموش نگاہیں بے حد حیرانی سموئے شہزاد کے چہرے کا طواف کررہی تھیں' جو سفید اور سیاہ لان کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس' لمبے بالوں کو پشت پر بکھرائے کہیں سے بھی ایک دن کی دلہن نہیں لگ رہی تھی۔ میرب نے عائشہ بیگم کو لتاڑنے کے بعد اپنا چہرہ پھر سے شہزاد کی طرف موڑ لیا۔

''نکلو یہاں سے نہیں تو میں تمہارا وہ حشر کروں گی کہ سارا گاؤں تماشہ دیکھے گا۔'' اس بار بے حد جرأت کے ساتھ اس نے شہزاد کا

بازو دبوچا تھا اور شہزاد کے ضبط کی حد بس یہیں تک تھی۔ ایک جھٹکے سے میرب کا بازو جھٹکتے ہوئے اس نے اسے پرے دھکیلا تھا۔

''تم ہوتی کون ہو مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے والی' ہاں؟'' میرب کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسے یوں اینٹ کا جواب پتھر سے ملے گا تبھی وہ شہزاد کی جرأت پر حیران رہ گئی تھی۔

''آج ہاتھ لگایا ہے دوبارہ ایسی گستاخی کی تو منہ توڑ دوں گی میں تمہارا۔ آئی بڑی تھانیدارنی..... تمہارے باپ کی عزت ہوں میں اب' ادب کے ساتھ بات کیا کرو مجھ سے وگرنہ وہ حشر کروں گی کہ پوری حویلی تماشہ دیکھے گی۔'' اس کا جلال بھی کچھ کم نہیں تھا' میرب فیاض کے لیے سب کے سامنے ڈوب مرنے کا مقام ہوگیا' عبدالہادی کی آنکھ ان کے جھگڑے سے کھلی تھی۔

افشین نے شہزاد کی ہدایت کے عین مطابق بھاگ کر ملک فیاض کو کال کھڑکا دی' حویلی کا نمبر دیکھ کر اس نے پریشانی کے باوجود فوراً کال اٹینڈ کرلی تھی۔

''ہیلو۔''

''سلام علیکم سائیں! میں افشین' حویلی سے بول رہی ہوں جی۔''

''آہو پتا ہے مجھے' کیوں کی ہے کال؟'' وہ بے زار تھا' افشین نے آواز دھیمی کرلی۔

''سائیں بڑا غضب ہوگیا ہے' میرب بی بی آپ سے ملنے آئیں تو انہیں آپ کی دوسری شادی کا پتا چل گیا۔ توبہ توبہ بڑا ہنگامہ کیا ہے جی انہوں نے' چھوٹی بی بی صاحبہ پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے اور انہیں دھکے دے کر حویلی سے بھی نکال رہی ہیں۔'' افشین نے اس وقت جو بھی کہا تھا ملک فیاض کو اس کا خدشہ تھا' تبھی اس کی اطلاع پر بناء ایک بھی لفظ کہے اس نے کال کاٹ دی تھی۔ میرب جو ابھی شہزاد کے وار سے ہی نہیں سنبھلی تھی اپنے سیل پر ملک فیاض کی کال دیکھ کر دوبارہ غصے سے کھول اٹھی۔

''یہ کیا حرکت کی ہے آپ نے بابا..... شرم نہیں آئی اس عمر میں ایسا کام کرتے ہوئے اس چڑیل کو ابھی اور اسی وقت طلاق دے کر یہاں سے دفع کریں' نہیں تو میرا غصہ جانتے ہی ہیں آپ۔'' کال پک کرتے ہی وہ شروع ہوگئی تھی' ملک فیاض کا دماغ گھوم گیا۔

''زیادہ ٹرٹر کرنے کی ضرورت نہیں..... ماں ہے وہ تمہاری' خبردار جو اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تم نے۔ میں نے شیر دل سے بات کرلی ہے' ہوسٹل چھوڑ آئے گا تمہیں۔'' جس لہجے اور انداز میں ملک فیاض نے اس سے بات کی وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ جان قربان کرنے والا باپ محض چند لمحوں میں بدل گیا تھا۔

یہ کون سا روپ تھا اس کا..... فقط چند دنوں میں یہ کیا ہوگیا تھا؟ شہزاد جانتی تھی جو ہوا تھا تبھی مسکراہٹ لبوں میں دبائے وہ پلٹی اور تیزی سے حویلی کے بڑے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عبدالہادی دہلیز پر کھڑا تھا' شہزاد سر جھکا کر چلنے کے باعث قطعی غیر دانستگی میں اس سے ٹکرا گئی۔ دونوں کی نگاہیں ملیں اور جیسے دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ساکت رہ گئے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی اگلے شمارے میں)

# سالگرہ مبارک آنچل

قرۃ العین سکندر

اس کے ہونٹوں کا تبسم رہے قائم یا رب
اس کے جیون میں بھی خوشیوں کا بسیرا کردے
تو میرے کرب کی راتوں کو بھلے ختم نہ کر
اس کی ہر شام کے آخر میں سویرا کردے

میں اپنے آفس کے ائرکنڈیشنڈ ماحول میں لمبی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سخت غصے میں بیٹھا تھا شاید اس کی وجہ وہ اہم پروجیکٹ تھا جو مس نیلم کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تھا اس وقت میرے اندر شدت جذبات سے غصہ پنپ رہا تھا۔ اب اس غصے کو نکلنے کے لیے کسی راہ کی اشد ضرورت درپیش تھی۔ میں نے گھنٹی بجائی' اسی وقت میرے کمرے میں ملازم مودب انداز میں سر جھکائے میرے حکم کا منتظر تھا۔

''مس نیلم کو بلاؤ'' وہ الٹے قدموں واپس لوٹ گیا تھا۔ چند ساعت بعد ہی نیلم حواس باختہ سی خجالت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''جی سر آپ نے بلایا۔'' ڈرا سہما ہوا لہجہ اس کی اندرونی کیفیت کا غماز تھا' میں نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔

بڑی سیاہ آنکھیں گھنیری پلکیں دلکش نقوش متناسب سراپا' الغرض مکمل خوب صورتی کا پیکر تھی بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صناعی کا انمول نمونہ تھی' تو بے جا نہ ہوگا مگر اس کی اڑی رنگت اور گھبرایا انداز بھی میرے اندر کے سرکش اور غصیلے مرد کو ٹھنڈا نہ کرسکی تھی۔

''میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ اس جاب کے لیے قطعی طور پر موزوں نہیں ہیں۔ میں آپ کو ابھی اور اسی وقت اس جاب سے ڈس مس کرتا ہوں۔'' میں نے درشت لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

''سر میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے مگر مجھے فقط ایک موقع اور درکار ہے' میں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔'' وہ دھیمے لہجے میں شاید لفظوں کا چناؤ کرنے کے بعد بڑے سبھاؤ سے بولی۔

''ایک اور موقع؟ یعنی ابھی آپ کا دل نہیں بھرا....... میرا لاکھوں کا پروجیکٹ ہاتھ سے نکل گیا۔ جانتی بھی ہیں کہ آپ کی ایک غلطی سے مارکیٹنگ ریٹ میں کتنا بڑا خسارہ ہوچکا ہے۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں جتایا' اس کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

''میں اس کے لیے معافی مانگ چکی ہوں۔'' وہ خفت سے گویا ہوئی۔

''تو کیا آپ کی معافی سے یہ نقصان پورا ہوجائے گا؟'' میں بھی اسے بھگو بھگو کر مار رہا تھا' یوں میرے دل کی جلتی ہوئی آگ پر ٹھنڈی پھوار پڑ رہی تھی۔ فضا میں کبیدگی بڑھتی جارہی تھی مگر میرا دل اب قدرے پُرسکون ہوچکا تھا اس کی متورم آنکھیں ستا ہوا چہرہ اور شرمسار انداز دل کو سکون دے رہے تھے

معاً ایک خیال سرعت سے میرے دل میں جاگا کیوں نہ اسے جاب سے برخاست نہ ہی کیا جائے جو مزہ اسے روز ذلت میں ڈھکیلنے میں تھا ایک دن میں وہ سارا احساب کہاں پورا ہوسکتا تھا۔

"سر میں معافی چاہتی ہوں مجھے اس جاب کی اشد ضرورت ہے میرے والد صاحب معذور ہیں اور......" وہ گویا ہوئی تو میں نے بات کاٹی۔

"اور چھوٹی بہن ہے جس کی شادی کرنی ہے اور پھر ایک بھائی ہے جس کی تعلیم کی ذمہ داری آپ پر عائد ہے اور پھر بوڑھی ماں ہے وغیرہ وغیرہ...... یہ وہ کہانی ہے جو میں ہر دوسرے روز آپ جیسی ہی کسی لڑکی کے منہ سے سنتا ہوں خیر مجھے آپ لوگوں کی کہانیوں سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن میں نے اب اپنے فیصلے میں تھوڑی سی ترمیم کی ہے......" میں نے بات کرتے ہوئے لحظہ بھر کے لیے اس کے چہرے کو بغور دیکھا جہاں آس و یاس کی کیفیت تھی۔
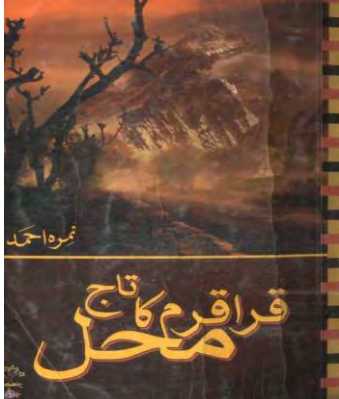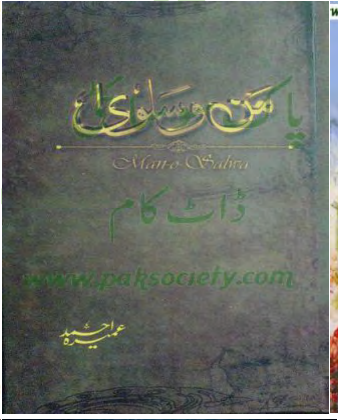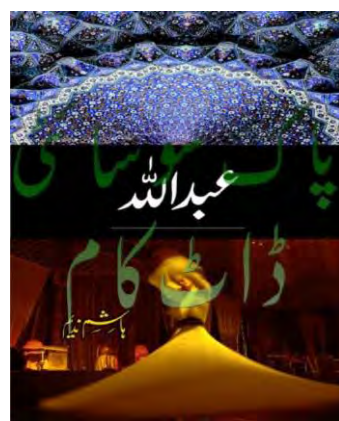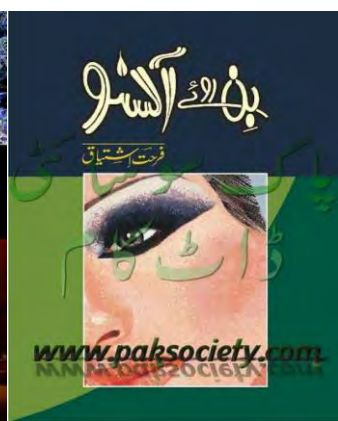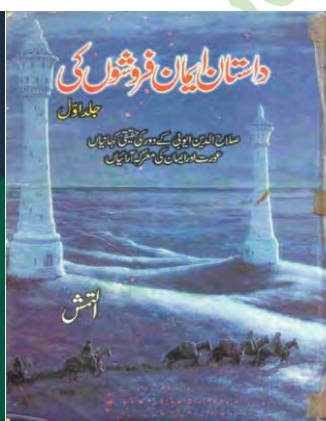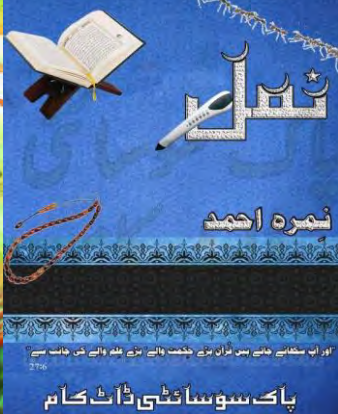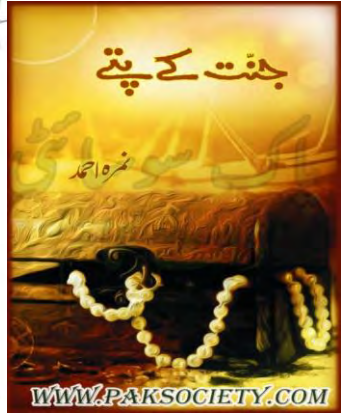
"آپ جاب پر قائم رہ سکتی ہیں مگر اب اگر مزید کوئی غلطی ہوئی تو میں بے عزت کر کے آپ کو اس آفس سے نکلوا دوں گا۔ یہ آخری موقع سمجھیں مزید غلطی کی گنجائش کا مطلب آپ خوب اچھی طرح سمجھ گئی ہوں گی۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ خوشی اور دکھ کے رنگ چہرے پر لیے پلٹ گئی اور میں مطمئن سا ہو کر فائل کی ورق گردانی کرنے لگا۔

❁......❁......❁
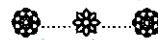
میں جدان احمد امپورٹ ایکسپورٹ فرم وجدان احمد برادرز میں مختار اور مالک کی حیثیت سے متمکن ہوں۔ سارے دفتری معاملات میرے ناتواں کندھوں پر ہیں ناتواں اس لیے کہ میں اپنے والدین کا اکلوتا سپوت ہوں۔ بی جان کی بے جا محبت اور توجہ نے تھوڑا سا گھمنڈی اور خودسر بنا ڈالا تھا رہی سہی کسر ابا جان کی دنیا سے بے رغبتی اور دین کی جانب رجحان نے پوری کر ڈالی۔ ابھی میں تعلیم سے فارغ ہی ہوا تھا کہ بابا جان نے ایک دن مجھے بلایا ہمارے سرسبز لان میں ہم سب بیٹھے محوِ گفتگو تھے۔ اس دن پھوپو عائشہ بھی آئی ہوئی تھیں بمع اپنی دو بیٹیوں سونیا اور رمشاء کے۔ اتنے خوشگوار ماحول میں اچانک بابا جان نے مجھے کل سے آفس نہ صرف جوائن کرنے کا عندیہ دے ڈالا بلکہ سارے فرائض بھی مجھ پر ہی ڈال دیے۔ وقتی طور پر میں خوب جز بز ہوا مگر بزنس کے اسرار و رموز کی رگ رگ سے واقف تھا چنانچہ ساجد صاحب جو ہمارے آفس کے سب سے پرانے اور قابل بھروسہ ورکر ہیں انہوں نے میری ہر معاملے میں رہنمائی کی۔ میں نے بھی بہت جلد سارے معاملات سمجھ کر اپنی ایک راہ متعین کر لی تھی۔

میرے چند اصول تھے ان اصولوں میں سرفہرست اصول یہ تھا کہ یہاں میں فقط ایک باس ہوں خواہ میرا بہت ہی دیرینہ رشتہ دار بھی کیوں نہ یہاں آ جائے۔ ایک کھردرا انداز بیان سخت لب و لہجہ اور ہر شے پر مرکوز میری نگاہ نے بہت جلد بزنس کو مزید وسعت دی اور خوب فائدہ حاصل ہوا۔ بابا جان نے جب میری روز افزوں بڑھتی ہوئی ترقی کا چرچا سنا تو بالکل ہی گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ میں بھی اب بزنس میں دلچسپی لینے لگا تھا میں حقیقتاً جنونی واقع ہوا ہوں کوئی بھی کام جب تک میرے خون میں گردش بن کر نہ دوڑے میں اس میں نہ تو کامیاب ہو پاتا ہوں نہ ہی ٹک کر کر پاتا ہوں۔ آر یا پار اور میں نے اس میں نہ صرف دلچسپی ظاہر کر دی بلکہ اسے اپنا جنون بھی بنا ڈالا اگرچہ بی جان کی نصیحت سننے کو ملتی رہتی تھی۔

"بیٹا...... اتنا کام کا بوجھ خود پر مت ڈالو اللہ پاک کا دیا اتنا ہے کہ ہم یوں بھی بیٹھ کر کھائیں تو کبھی بھوکے نہ رہیں پھر کس شے کی حرص و ہوس ہے کہ تم اپنی نیند اور بھوک پیاس قربان کر کے دن رات اس کاروبار کی ترقی کے لیے کوشاں ہو؟" بی جان کا ناصحانہ انداز محبت بھری مامتا سے لبریز لہجہ میں ہنس دیا۔

"بی جان...... فقط دو وقت کی روٹی ہی ہر مسئلے کا حل نہیں ہوا کرتی جب میں بہت چھوٹا سا تھا تو میں نے ان دنوں بابا جان کو میری فرمائشوں پر تفکر زدہ چہرے لیے دیکھا ہے۔ بی جان میں جانتا ہوں کہ یہ سب دولت کا انبار مجھے پلیٹ میں سجا سجایا ہی ملا ہے مگر اس کے لیے میرے بابا کی ان تھک محنت شامل ہے جسے میں مٹی میں نہیں رول سکتا۔" میں مضبوط لہجے میں اپنا عندیہ ظاہر کر دیتا تھا اور بی جان مجھے گہری سانس لے کر دیکھ کر رہ جاتیں۔

"تجھے سمجھانا فضول ہے دولت کی پٹی تیری آنکھوں پر چڑھ گئی ہے۔" بی جان خفگی سے کہتی اور بی جان میری واحد کمزوری ہیں کہ ان کی ذرا سے بے التفاتی میری جان کا روگ بن جایا کرتی۔

"بی جان میں دولت کی طاقت کا قائل ہوں دولت سے ہر شے ہر رشتہ خریدا جا سکتا ہے مگر پیاری بی جان نہیں مل سکتی یہ تو فقط رب العزت کی ودیعت کردہ نعمت ہے باقی سب فانی ہے۔" میں نے محبت سے بی جان کے نرم گرم ہاتھ تھام لیے اور انہیں

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

بوسہ دیتے ہوئے ان ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگالیا۔ میری گرم آنکھوں میں جیسے ماں کی ٹھنڈ سرایت کرگئی‘ کتنا پُرسکون ہوگیا میں کتنے دنوں کی مسافت اور تھکن لحظہ بھر میں معدوم ہوگئی تھی فقط ماں کے ایک لمس سے۔

میں جب چھوٹا سا تھا تب ہمارے معاشی حالات اتنے دگرگوں بھی نہ تھے اور نہ ہی بہت مثالی تھے درمیانہ رو تھے اور میں ہمیشہ سے ہی ہر شے کے حصول کی ضد کرنے والا اکلوتا سپوت ٹھہرا۔ بابا جان نے میرے لیے گاؤں میں اپنی اراضی فروخت کرڈالی جو دادا جان کی نشانی تھی پھر اس کاروبار میں اللہ نے برکت کی شاید اس کی وجہ ان کی انتھک محنت بھی تھی اور ساتھ میں ان کا ہر سائل کو دونوں ہاتھوں سے دینا بھی شامل تھا۔ بابا جان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں گداز تھا‘ ان کا بس چلتا تو مجھے اور بی جان کو بھول کر رب سے لو لگالیتے اور ایسا اب عملاً ہونے لگا تھا۔ سارے کاروبار کی باگ ڈور مجھے تھما کر خود مصلے پر بیٹھے رہتے‘ تسبیحات میں ان کو سکون قلب عطا ہوتا تھا۔ میں بھی وفا شعار اور اطاعت گزار بیٹے کی مانند ان کو ان کی اس خوشی میں مطمئن دیکھ کر سرشاری کی کیفیت سے دوچار ہوجاتا تھا۔

❁……❁……❁
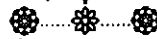
بہت جلد مجھے نیلم کی اس دن غائب دماغی کا اصل سبب بھی معلوم ہوگیا تھا اس کے چچا اب ان کی تمام جائیداد ہتھیانے کے بعد بھی مطمئن نہ ہوئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں حرص و ہوس کی لالچ منہ کو اتنی لگ چکی تھی کہ اب گھر پر ان کی میلی نگاہ تھی اور اب گھر پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرنے کے خواہاں تھے۔ نیلم اور اس کے اہل خانہ کے پاس اب فقط یہ ہی واحد ٹھکانہ باقی رہ گیا تھا وہ کسی طور اپنے اس سہارے اور چھت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ میں نے ساجد صاحب کو بلایا اور انہیں مخصوص احکامات جاری کردیئے تھے۔

میں ہزار مرتبہ بھی کسی کو ڈانٹ دوں مگر میری خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ٹھہری تھی کہ میں اپنے تمام ورکرز کے گھریلو اور قطعی نجی معاملات کی بھی خبر گیری رکھتا تھا اگرچہ میں کسی کے بھی معاملات میں دخل اندازی کو پسند نہ کرتا مگر جب کسی کو مدد درکار ہوتی تو میں خاموشی سے اکثر اپنا نام سامنے لائے بنا اس کی مدد کردیا کرتا تھا۔ اس کا مقصد نجانے کیا تھا میری ذات کے یہ دو رخ خود میری سمجھ سے بالاتر تھے ایک جانب تو مجھے حاکمیت پسند تھی اور میں ہر کسی کو اپنے ماتحت دیکھ کر سرشاری کی کیفیت سے دوچار ہوجاتا تھا۔ مروت اور شاید کسی حد تک نرم دلی بھی مجھے والد صاحب سے ورثے میں ملی تھی۔ اس لیے میں کسی کو اذیت میں دیکھتا تو خاموشی سے اس کی مدد کردیتا تھا۔ اس لیے میں نے ساجد صاحب کو خاص طور پر احکام دیئے تھے کہ میرا نام ہرگز منظر عام پر نہ آئے اور اب میں نے طے کیا تھا کہ نیلم کی ضرور مدد کروں گا مگر اس کی تشہیر ہرگز نہ کروں گا مبادا نیلم یا دوسرے ورکر میری کسی بھی مدد کو دوسرا ہی رنگ نہ دے ڈالیں۔

میں شام کے ڈھلتے سائے میں گھر میں داخل ہوا تو سامنے ہی لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے میوزک کو انجوائے کرتی وہ ماہم تھی استقبالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ میں نے اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی‘ ماہم بے حد باتونی اور زندہ دل لڑکی تھی۔ اکثر میں اس سے باتیں کرکے اچھا محسوس کرتا تھا مگر آج میں بے حد تھکان محسوس کررہا تھا اور فی الحال تنہائی کا متمنی تھا۔ کچن سے اشتہا انگیز خوشبوؤں کا راج پورے گھر پر چھایا ہوا تھا یقیناً آنچل کچن میں مصروف عمل ہوگی‘ ماہم کے ساتھ اس کی آمد بھی یقینی ہوجاتی تھی۔

”ارے میرا بچہ آگیا۔“ آصفہ خالہ نے جھٹ سے میرا ماتھا چوما۔ میں نے سعادت مندی سے ان کو سلام کیا تو وہ مجھے دعائیں دینے لگیں۔ تب ہی آنچل ٹرالی دھکیلتی آگئی۔

ملگجا سا حلیہ‘ کمر سے نیچے جاتی زلفیں چٹیا میں گندھی ہوئی تھیں‘ عنابی رنگ کا سوٹ زیب تن کیے اس کا میدے جیسا رنگ تمتمارہا تھا۔ مجھے ادب سے سلام کیا اور مگن سے انداز میں سب کو فرداً فرداً چائے سرو کرنے لگی۔ میں تو مگوکی کیفیت سے دوچار یک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا تھا‘ نجانے کیوں آنچل کو یوں ہر وقت کاموں میں جتا دیکھ کر مجھے عجب وحشت سی ہوتی تھی‘ وہ نجانے کیوں اپنی ذات کو نظر انداز کیے سب کی خاطر داریوں میں مگن رہتی تھی۔ جیسے اس کی ذات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو‘ وہ خالہ آصفہ کی سوتیلی بیٹی تھی اور اگرچہ آصفہ خالہ نے اس سے سوتیلوں جیسا سلوک روا نہ رکھا تھا مگر اس کی خاموشی چیخ چیخ کر اس بات کا اعلان کرتی تھی کہ اسے سگا بھی نہ جانا گیا تھا۔

ایگ رول‘ کریم رول‘ چکن ویجی ٹیبل رول‘ چاکلیٹ کیک اور آنچل کے ہاتھوں سے تیار کیے لذیز کباب اور انواع اقسام کے بسکٹ ٹرالی کی زینت بنے ہوئے تھے۔ وہ سب کو بنا ماتھے پر شکن لائے سب چیزیں پیش کررہی تھی جیسے وہ ایک عرصہ سے یہی سب یہاں کرتی آرہی ہو۔

"لوناں بیٹا تم تو کچھ لے ہی نہیں رہے۔" آصفہ خالہ نے محبت سے کہا۔
"میں کچن سمیٹ لوں اب۔" آنچل نے آہستگی سے کہا تو کسی نے بھی اس کی بات کا جیسے نوٹس ہی نہ لیا ہو مجھے سخت گراں گزرا۔
"واہ کباب تو بے حد لذیز ہیں آنچل سچ کیا ذائقہ ہے تمہارے ہاتھوں میں۔" ماہم آرام سے کشن گود میں ٹکائے سب چیزوں سے باری باری انصاف کررہی تھی۔ مجھے یہ سب بے حد معیوب لگ رہا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ میرے علاوہ کسی کو اس ناانصافی کا مطلق احساس تک نہ تھا۔
"آنچل ادھر آکر بیٹھو تم بھی کھاؤ۔ کاموں کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتے۔" میں نے محویت سے کہا تو آنچل نے گھبرا کر خالہ کے چہرے کو دیکھا تھا آصفہ خالہ کے چہرے پر تذبذب اور ناگواری کے تاثرات بیک وقت ظاہر ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ فضا بوجھل سی ہوگئی تھی سب کو میرا آنچل کو یوں مخاطب کرنا اور کھانے کے لیے روکنا شاید گراں گزرا تھا مگر میرا دل اور میرا ضمیر مطمئن سا ہوگیا تھا بلکہ اگر میں کہوں کہ میرا دل ہلکا پھلکا سا ہوگیا تھا تو غلط نہ ہوگا۔
"ہاں بیٹی تم بھی گھڑی بھر کے لیے ٹک کر بیٹھا کرو وجدان بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" بی جان نے بھی آنچل کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنے پاس محبت سے بٹھالیا۔ میں نے دیکھا آنچل کی نگاہوں میں میرے لیے ممنونیت سی تھی۔
ماہم اس شام کے بعد مجھ سے اکھڑی اکھڑی سی رہی اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس کو مجھ سے بات کیے بنا سب ادھورا سا لگتا ہے بقول ماہم۔
"وجدان تم بے حد مغرور اور گھمنڈی طبیعت کے مالک ہو مگر میں اپنے دل کا کیا کروں کہ یہ مجھے تمہارے پیچھے خوار کرتا ہے۔" میں اکثر اس کے اس طرح کے جملوں کے جواب میں اس طرح کے لفظوں سے نوازتا تھا۔
"ماہم...... تم اپنے دل کا علاج کرواؤ میں گھمنڈی نہیں ہوں حقیقت پسند ہوں اور میری زندگی میں ان باتوں کی کوئی گنجائش نہیں یہ محبت وغیرہ کتابی باتیں ہیں۔ مجھے تو یہ سب وقت کا ضیاع ہی لگتا ہے لڑکیوں کو یوں بھی اپنی اقدار وانا اور عصمت کا پاس رکھنا چاہیے یوں کسی کے سامنے بھی اپنے جذبات کو بے مایہ نہیں کرنا چاہیے۔ تم بھی بے مول لڑکی نہیں ہو بلکہ میری کزن ہو اس ناطے سے قابل عزت بھی ہو اور اس لیے میں تمہاری آمد پر خوشدلی سے پیش آتا ہوں۔ تم اس سے زیادہ مجھ سے کوئی توقعات وابستہ نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔" میرے رکھائی سے کہنے کے باوجود بھی نامعلوم کیوں وہ باز نہ آتی بلکہ میں جتنی شدت سے اس کو خود سے دور کرنے کی سعی کرتا وہ اتنی ہی تندہی سے میرے قرب کی خواہش مند ہوا کرتی تھی مگر مجھے اب کسی کے رویے کی پروانہ تھی بلکہ مجھے یک گونا خوشی ہورہی تھی کیونکہ آنچل اسی کے بعد مسکاتی نگاہوں سے کھانا بناتی رہی پھر چائے کا دور چلا تو بھی وہ خوش سی دکھائی دی۔
اگر ہم کسی کو ذرا سی خوشی بھی دے پائیں تو یہ بھی ایک طرح کی نیکی ہوا کرتی ہے میرے ایک ذرا سے عمل سے آنچل کو تسکین ملی تھی تو میں نے طے کیا تھا کہ اب اس سے ہمیشہ یوں ہی انسیت سے ملوں گا۔

❁......❁......❁

ماہم سحر طراز فتنہ ساماں تیکھے نقوش میں محبت بھری مسکان سمیٹے میری منتظر تھی۔ اصل میں مجھے اس کی گہری معنونیت لیے باتیں آج کل عجب مخمصے کا شکار کررہی تھیں۔ گفت وشنید کا رخ بلاآخر محبت کے خطرناک موضوع پر آکر ٹھہر سا جاتا تھا جس سے میں کتراتا میں جانتا تھا کہ بی جان اور آصفہ خالہ دونوں کی دلی آرزو اسی میں مضمر ہے کہ میں اور ماہم شریک سفر بن جائیں مگر یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ میں جو بھی فیصلہ لیتا بی جان اور بابا جان کو ہرگز بھی اس پر اعتراض نہ ہوتا۔
"کیسے مزاج ہیں ڈیئر کزن؟" ماہم لہجے میں بشاشت سمیٹے لب بستہ ہوئی۔ میں پُرتمکنت رعب دار شخصیت لیے سامنے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ میرے سامنے تمام تر حشر سامانیوں سمیت دلآویز مسکان کے ساتھ بیٹھی تھی مگر میرے تمام جذبے سرد تھے بالکل منجمد۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں اس کی بولتی نظروں کو یکسر نظرانداز کرتا قطعی بے پروائی سے بولا۔ وہ اپنی جگہ پر بری طرح جزبز ہورہی تھی۔
"کل ہم لوگ ورثہ جائیں گے یہ میرا حتمی فیصلہ ہے اور تم اس پر آئیں بائیں شائیں نہیں کروگے۔" ماہم ماحول کو ہلکا پھلکا رکھنے کی حتی المقدور کوشش کررہی تھی۔
"بالکل کوئی مضائقہ نہیں اگر ہم لوگ ہی اپنی اقدار و روایات کی پاسداری نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا بلکہ ایسی

ثقافتی تقریبات کے لیے چند لمحات نکالنا ضروری ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی ان سے روشنائی حاصل ہوسکے۔ میں وقت پر تم کو اور آنچل کو پک کرنے آجاؤں گا۔'' میں نے ناصحانہ انداز اپناتے ہوئے کہا تو وہ جو میری نیم رضامندی پر مسکرا رہی تھی درمیان میں آنچل کی آمد کا سن کر پھیلی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس کی حیرت بجا تھی۔ آنچل کو تو شاید گھریلو معاملات میں بھی آصفہ خالہ نے کوئی اہمیت نہ دی تھی کجا یہ کہ باہر کی تقریبات میں یا کسی اور سرگرمی میں آنچل کی موجودگی کو حتمی قرار دیا جائے۔

''آنچل کیا کرے گی وہاں جاکر۔'' ماہم نے نخوت سے ناک سکیڑی تھی اس وقت مجھے نجانے کیوں برا محسوس ہوا تھا۔

''او کے اگر آنچل نہیں جائے گی تو میری طرف سے انکار ہی سمجھنا۔ دوسری بات یہ کہ تم اپنے دل میں وسعت پیدا کرنا سیکھو۔ رشتوں کا احترام اور ان کو ان کے اصل مقام پر رکھنا سیکھو زندگی میں وہی سب کچھ نہیں ہوسکتا جو ہماری تمنا ہو برعکس بھی واقعات رونما ہوجاتے ہیں ان کے مطابق ڈھلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مجھے تمہارا اور خالہ کا رویہ آنچل کے ساتھ قطعی پسند نہیں......'' دل کی بات بالآخر میری زبان پر آہی گئی تھی۔

''تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہمارا رویہ آنچل کے ساتھ ٹھیک نہیں اب جبکہ ڈیڈی بھی نہیں رہے ہم پر کوئی روک ٹوک بھی نہیں رہی مگر مجھے اور میری ماما کو اللہ کا خوف ہے اس لیے ہم نے آنچل کو کبھی گھر سے نہیں نکالا بلکہ وہ بھی بالکل بیٹی کی طرح اسی حیثیت سے گھر میں رہ رہی ہے جیسے کہ میں رہتی ہوں وہی اوڑھتی ہے جو میں اوڑھتی ہوں وہی کھاتی ہے جو میں کھاتی ہوں پھر تم کیسے ہم پر اتنا بڑا الزام تھوپ سکتے ہو۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی ماہم کا لہجہ زہرخندہ ہوگیا۔

''واہ کیا خوب تقریر کی ہے تم نے یعنی اگر انکل نہیں رہے تو نوبت یہاں تک بھی آسکتی ہے کہ تم لوگ آنچل کو دلیس نکالا کردو گے؟ بہت افسوس ہورہا ہے اور یہ بھی خوب کہا واقعی آنچل وہی اوڑھتی ہے تم جو اوڑھتی ہو۔ تمہاری اترن ہی تو وہ اوڑھتی ہے وہی کھاتی ہے جو تم لوگ جوٹھن میں اس کے سامنے رکھ دو مگر یاد رکھو یہاں وہ ہماری مہمان ہے تم لوگوں کی ملکیت نہیں اور میں تم میں اور آنچل میں رتی برابر بھی فرق روا رکھنا پسند نہیں کروں گا۔'' میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو نامعلوم کسی کونے سے آنچل نمودار ہوگئی تھی۔

''وجدان بھائی آپ میری وجہ سے ہرگز بحث نہ کریں میں تو بہت خوش ہوں۔ آپ کو ہی شدید کسی قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' آنچل کا رویہ خفت آمیز تھا وہ سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑی تھی یوں جیسے کٹہرے میں کھڑی ہو ماہم پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی اور میں ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا تھا آنچل کی آنکھوں میں اٹڈتی ہوئی نمی بھی مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔

❁......❁......❁

ساجد صاحب نے جائیداد کے تنازعہ کے سلسلے میں کچہری کے کئی چکر لگائے اور فیصلہ بالآخر نیلم اور ان کی فیملی کے حق میں ہوگیا تھا۔ نامعلوم کیوں میرے دل کو ڈھیروں سکون ملا تھا اور اس طرح میں بالکل پرسکون ہوگیا تھا۔

''مے آئی کم ان سر؟'' نیلم کی آواز پر مجھے منتشر خیالات کو یکسوئی دینی پڑی تھی وہ سر جھکائے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھائے ذہن میں لفظوں کو تراشتی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

''جی کہیے مس نیلم میں مطمئن ہوں اس دن کے بعد سے آپ نے جس طرح لگن اور ان تھک محنت سے کام جاری رکھا ہے وہ قابل تعریف ہے۔'' میں نے حوصلہ افزائی کی تو وہ ایک دم کھل سی گئی۔

''سر میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں آپ انسان کے روپ میں فرشتہ ہیں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں آپ کو پہچان ہی نہ سکی۔'' اس کے الفاظ سن کر میں بری طرح سے چونکا تھا۔ سیدھا ہوکر بیٹھتا میں ہمہ تن گوش ہوا۔

''میں آپ کی اس قدر تعریف کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔'' میں نے تحیر لیے پوچھا۔

''آپ جیسے عظیم انسان جو نیکی کرنے کے بعد بھی جتاتے نہیں میرے گھریلو معاملات میں اس قدر مدد کی۔ سر میرے والد آپ کے ممنون ہیں آپ سے ملنے کے لیے بے تاب ہیں کس طرح اور کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کریں۔ ہماری تو ساری زندگی ہی انصاف کے لیے عدالتوں کے چکر کاٹتے گزر جاتی مگر آپ نے اپنے ذرائع استعمال کرکے فیصلہ ہمارے حق میں ہموار کروایا۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کی شکر گزار ہوں۔'' نیلم کے لب ممنونیت سے کپکپا رہے تھے۔ وہ سر جھکائے باادب کھڑی تھی میں نے گہری نگاہ اس کے اس سجیلے سے انداز پر ڈالی تھی۔

"حقیقت تو یہ ہے مس نیلم، مجھے محنتی لوگ پسند ہیں اور میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں اگر آپ بھی میرے زیرِ عتاب رہی ہیں۔ سارے اسٹاف کی طرح آپ نے میرا غصیلا انداز جھیلا ہے مگر پھر بھی ماتھے پر شکن لائے بنا اپنے کام پر توجہ دی، اپنی کوتاہیوں کو بھلا کر نئے سرے سے تندہی سے ان تھک محنت کی۔ آپ کے لیے مزید خوش خبری یہ ہے کہ میں نے آپ کو اپنی پرسنل سیکریٹری کے طور پر منتخب کرلیا ہے کیونکہ اب کافی حد تک آپ میری مزاج آشنا ہوگئی ہیں۔" آخری جملہ میں نے خاصے شرارتی انداز میں ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے اپنے احسان گنواتے شرم سی محسوس ہوتی تھی اور پھر صنف نازک کے سامنے احسان مندی کے الفاظ وصولنا عجیب لگ رہا تھا میں فطرتاً یوں بھی شرمیلا سا واقع ہوا تھا۔

"سر پھر آپ کب آئیں گے گھر، میرے والد صاحب اگر معذور نہ ہوتے تو از خود آکر آپ کا شکریہ ادا کرتے۔" نیلم کا لہجہ بھرا گیا تھا۔

"آپ مجھے شرمندہ کررہی ہیں، میں نے جو کچھ بھی کیا انسانیت کے ناطے کیا ہے۔ میں جلد ان کی خبر گیری کے لیے آؤں گا فی الحال آج تو بہت مشکل ہے۔" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا تو وہ خوشدلی سے مسکرا دی، سچے موتیوں جیسی مسکان لیے وہ مطمئن سی ہوگئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ انسان کو اگر مال و دولت اور جاہ و حشمت میسر ہو اور وہ اسے غلط کاموں کی بجائے کسی کی مدد میں استعمال کرے تو جو دل کو راحت ملتی ہے اس کے لیے تو الفاظ ہی نہیں۔ میں پارکنگ لاٹ سے اپنی کار نکالتا ہوا گیٹ پر آیا تو مجھے ہلکے گلابی کاٹن کی دوپٹے کے ہالے میں اس کا دلکش چہرہ دکھائی دیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی شاید گھر کی جانب رواں دواں تھی۔

میں نے لحظہ بھر کے لیے سوچا اور پھر اس کے قریب جاکر کار روک دی۔ وہ اچانک اپنے حواسوں میں سے لوٹی اور قدرے اچنبھے سے مجھے دیکھنے لگی۔

"سر السلام علیکم!" وہ حلاوت سے بولی۔

"وعلیکم السلام! آئیں میں آپ کو گھر ڈراپ کردیتا ہوں۔" میں نے اخلاق سے کہا۔

"نہیں سر، میں خود ہی چلی جاؤں گی کوئی مسئلہ نہیں میں روز ہی جاتی ہوں۔" وہ مہذب انداز میں ٹال گئی۔

"یعنی آپ نہیں چاہتیں میں آپ کے والد صاحب سے ملوں۔" میں نے خفگی سے کہا تو وہ جھجکتے ہوئے کار میں بیٹھ گئی۔

جب ہم مین روڈ سے نکل آئے تو اچانک میری سامنے نگاہ پڑی سامنے ماہم کار میں تھی اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی یقیناً آنچل ہی تھی۔ مجھے ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر ماہم کے چہرے پر استہزائیہ مسکان بکھر گئی تھی جبکہ آنچل بھونچکے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

یک ٹک اور بنا نظر جھپکائے لحظہ بھر کے لیے میری اور آنچل کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا اور آنچل کی نگاہوں میں اڈتی حیرت میں ہلکی سی نمی کی آمیزش مجھ سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔ یہ دونوں یقیناً میرے آفس مجھ سے ہی ملنے کے لیے آئی ہوں گی۔

کئی دنوں سے آصفہ خالہ مجھے کہہ رہی تھیں کہ میں ان دونوں کو گھمانے لے جاؤں خاص کر ماہم تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ میں ان دونوں کو یکسر نظر انداز کرتا اپنی کار آگے بھگا لے گیا تھا۔ میرا موڈ نجانے کیوں آف ہوگیا تھا اور دل پر بوجھ سا آگیا تھا۔ نجانے چند دنوں سے آنچل کو دیکھ کر میرے دل میں ایک میٹھا سا لطیف احساس کیوں جاگ اٹھتا تھا۔ آنچل کے لیے میرے دل میں شاید ہمدردی سے بڑھ کر مزید جذبات نے جنم لے لیے تھے۔ وہ محض ہمدردی ہی نہ تھی بلکہ وہ ہمدردی سے بڑھ کر میرے خالص جذبات تھے جنہیں فی الحال میں کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا۔ سارا راستہ میری نگاہوں کے سامنے آنچل کی نگاہوں کی بے یقینی گردش کرتی رہی اور میں مضطرب سا رہا۔

"سر اس طرف وائیں جانب۔" نیلم کی آواز مجھے حواسوں میں لے آئی تھی۔ میں نے کار روک دی، پرانے وقتوں کا بوسیدہ سا گھر تھا۔ گھر کی دیواروں کا رنگ و روغن اڑ چکا تھا۔ نیلم کے والد صاحب بے حد علیل تھے اور پھر بھی حوصلے سے اس حالت میں بھی اپنے گھر والوں کے لیے ایک سہارا بنے ہوئے تھے۔ مرد خواہ بستر پر ہی کیوں نہ دراز ہو اہل خانہ کے لیے حوصلے اور عزم کا باعث بن جاتا ہے۔ مجھے دیکھ کر ان کے چہرے پر روشنی کی لہر آئی تھی۔ مجھے ان کے کمرے میں بٹھا کر نیلم یقیناً حق میزبانی کی ادائیگی کے لیے چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ان کی والدہ بھی آگئی تھیں، مجھ سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آرہی تھیں۔ شربت اور دوسرے تواضع کا سامان لیے کوتاہ قد لڑکی سر جھکائے چلی آئی تھی۔ میں نے شرمساری محسوس کی، نجانے ان لوگوں کے مالی حالات کیسے

ہیں اور یہ لوگ میری خاطر تواضع میں لگ گئے تھے' میں نے تاسف سے سوچا۔

''آنٹی آپ نے ناحق زحمت کی۔'' میں نے نرم لہجہ میں کہا' جس میں ہلکی سی ندامت کی آمیزش بھی تھی۔

''بیٹا...... مہمان تو اللہ کی رحمت ہوتے ہیں' ہم لوگ غریب ضرور ہیں مگر بے حس نہیں اور آپ تو ہمارے محسن بھی ہیں آپ کا آنا تو باعث رحمت ہے۔ آپ نہ ہوتے تو آج ہمارے سر سے یہ چھت بھی چھین لی جاتی۔'' بڑی بی رونے لگی تھیں۔

''آنٹی آپ افسردہ نہ ہوں' جس طرح آپ کو اپنا آشیانہ نہیں کھونا پڑا اسی طرح جائیداد میں آپ کا جتنا بھی حصہ ہوگا وہ جلد آپ کو مل جائے گا۔'' میں نے پرعزم لہجہ میں کہا تو نیلم کے والدین نے آس کے ساتھ مجھے دیکھا۔

''مگر بیٹا نیلم کے چچا تو بہت دھمکیاں دیتے رہے ہیں' اس لیے ہم لوگ چپ کر گئے اگرچہ دس بارہ لاکھ تو آرام سے بنتے تھے جائیداد میں۔'' نیلم کے والد نے آہستگی سے مدعا بیان کیا۔ وہ اتنے دکھی تھے کہ براہ راست لفظ میرا بھائی ادا نہ کر سکتے تھے یقیناً یہاں معاملہ محض جائیداد کا ہی نہ تھا بلکہ رشتوں سے اعتماد اٹھ جانے کا بھی تھا۔

''آپ تسلی رکھیں میں سارے معاملات دیکھ لوں گا' رہی بات دھمکی کی تو میں نے ایسے بہت سے لوگوں کو ٹھیک کیا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''اگر پیسے ہوتے تو ہم نیلم کی بھی شادی کر دیتے' کب تک ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی رہے گی۔ اس سے چھوٹی والی بھی ہے ہم کوئی خوشی سے تھوڑا ہی اس سے نوکری کروا رہے ہیں۔'' آنٹی نے افسردگی سے کہا۔

''جی میں وعدہ تو نہیں کرتا مگر حتی المقدور کوشش کروں گا' آپ بے فکر رہیں۔'' میں واپس جانے کے لیے اٹھا تو ان کی والدہ نے مجھ کو سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

''اگلے ماہ ہی کر دیں گے نیلم کی شادی' اس کی بات اس کے ماموں کے ہاں طے ہے۔'' بڑی بی آس سے بولی تھیں۔ میں دل میں عزم لیے لوٹا تھا کہ ان لوگوں کی مشکلات کے حل کے لیے مزید کوشش کروں گا۔

میں شام کے ڈھلتے سائے کے قریب گھر پہنچا تھا گھر کی فضا کبیدگی سمیٹے ہوئے تھی۔ بی جان کے تیور بھی ٹھیک نہیں لگ رہے تھے لگتا تھا کہ ماہم نے بی جان کے بھی کان بھر دیئے تھے' درحقیقت اپنے اندر کا سارا زہر بی جان میں انڈیل دیا تھا۔ ماہم لاؤنج میں ہی بیٹھی ہاتھ میں پکڑے میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ بی جان اور آصفہ خالہ مجھے دیکھ کر بے رخی سے رخ پھیر گئی تھیں۔

''کیا بات ہے سب خیریت تو ہے نا؟'' میں نے بی جان سے براہ راست سوال کیا تو وہ مجھ پر خفگی بھری نگاہ ڈال کر بولیں۔

''بچیاں تم سے ملنے تمہارے آفس گئی تھیں مگر تم نے ان کو دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا۔'' بی جان نے سرزنش بھرے انداز میں کہا۔

''بی جان مجھے ایک بات تو بتائیں اگر کوئی ہماری مدد کا طالب ہو تو ہم پہلے اس کی مدد کریں گے یا یہ کہہ کر ٹال دیں گے کہ ہم اپنی خوش گپیوں میں لگے ہیں فرصت ملی تو مدد کر دیں گے۔'' میں نے بی جان کا نرم گرم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتے ہوئے محبت سے سوال کیا۔ وہ یک ٹک مجھے دیکھنے لگیں جیسے میرے چہرے پر سارے سوالوں کے جواب ڈھونڈ رہی ہوں۔

''بہت باتیں بنانی آ گئی ہیں۔'' انہوں نے ایک چپت رسید کی یہ منظر دیکھ کر ماہم سخت طیش میں آ گئی تھی۔ بی جان کا مجھ سے ناطہ اتنا پختہ تھا کہ کسی کے بہکاوے اور لگائی بجھائی میں آ جانے والا نہ تھا۔ میں بخوبی سمجھ رہا تھا کہ اپنی شکست کو ماہم نے اب انتقام پر منتج کر لیا تھا۔

آج اسے نظر انداز کرنے پر اس کا غصہ سوا نیزے پر تھا' اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ بری طرح تلملا رہی تھی اور جو میرے دل پر نقب زنی لگ چکی تھی وہ اس وقت آنکھوں سے اوجھل تھی۔ مجھے اگر پروا تھی تو اس اچھی اور معصوم لڑکی کی' جس کے جذبات میں نے نادانستگی میں مجروح کر دیئے تھے تبھی آنچل ملگجے سیاہ لباس میں بے ترتیب بال لیے متورم آنکھیں اور مضمحل وجود لیے نمودار ہوئی تھی۔

بی جان نے بھی اس کی اداسی کو بغور ملاحظہ کیا تھا پھر کن اکھیوں سے مجھے دیکھا تھا' میں نے خجل ہو کر انگلیاں اپنے بالوں میں پھیریں یعنی وہ بات جو اتنے عرصے میں' میں نہ سمجھ سکا تھا وہ بی جان نے لحظہ بھر میں جانچ لی تھی۔ ان کا انداز بے حد کڑا تھا یعنی میں صرف ماہم کا ہی نہیں آنچل کا دل دکھانے کا بھی مرتکب ہو چکا تھا جہاں شاید غلط فہمی نے بھی جنم لے لیا تھا۔

''ویسے وہ چڑیل تھی کون؟'' ماہم نے غصیلا انداز اپنایا۔
''ارے وہ تو اتنی خوب صورت ہے تم نے دیکھا نہیں چڑیل کہاں سے ہوگئی۔'' میں نے ماہم کے ساتھ آنچل کو تپانے اور سنانے کے لیے بھی کہا۔ میں چاہتا تھا کہ آنچل اپنے جذبوں کی آنچ کو اپنی ذات میں نہ دبائی رہے اس احساس کو محسوس کرکے اظہار کرے۔

''سن رہی ہیں خالہ جان......'' ماہم بھڑک اٹھی، میں ہنس دیا۔

''ارے بھئی اس کی شادی ہے اگلے ماہ اس کے والد معذور ہیں میں فقط ان کی عیادت کے لیے گیا تھا۔ تم تو ہاتھ دھوکر میرے پیچھے پڑگئی ہو۔'' میں نے ہنس کر بات ٹالی دی۔

''ماہم......اب تم بچی نہیں رہی ہو ادب سے بات کیا کرو وجدان سے۔'' آصفہ خالہ نے اسے ڈانٹا، وہ منہ بناتی وہاں سے واک آؤٹ کرگئی تھی۔

''میں ذرا مغرب کی نماز پڑھ لوں۔'' آصفہ خالہ یقیناً ماہم کے پیچھے اسے سمجھانے کی نیت سے گئی تھیں بی جان نے انہیں روکا نہ تھا۔

''میں نے کھانا پکادیا ہے اور کوئی کام تو نہیں خالہ جانی۔'' آنچل نے سست لہجہ میں پوچھا۔

''ہاں مجھے ایک کپ چائے دے دو۔'' میں نے اس کے اداس چہرے کو دیکھ کر حتمی لہجے میں کہا تو وہ سر جھکائے الٹے قدموں لوٹ گئی۔

''بیٹا میں اب جو کچھ کہوں گی صرف ناصح بن کر نہیں بلکہ تمہاری ماں بن کر کہوں گی۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں آنچل کے نام کی جوت جلتی دیکھی ہے اور آنچل بھی شاید تم سے نہ چاہتے ہوئے چند امیدیں وابستہ کربیٹھی ہے۔ اگر میں حقیقت کے تناظر میں دیکھوں تو مجھے آنچل سے اچھی بہو ہرگز نہیں مل سکتی، وفا شعار، سلیقہ مند، سگھڑ اور سب سے بڑھ کر اپنائیت اور ایثار کے جذبے سے گندھا اس کا وجود اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ راضی خوشی زندگی بسر کرلوگے اگر تم جوالہ مکھی ہو تو وہ شبنم کے ٹھنڈے قطرے کی مانند ہے۔ یہ سنجوگ بہت اچھا رہے گا اب تم بتاؤ تم نے کیا سوچا ہے؟'' بی جان نے پرتفکر انداز میں مجھے اپنے سامنے بٹھا کر وعظ و نصیحت کا خاصا لمبا دفتر کھول ڈالا تھا جبکہ میں خود بھی اسی نہج پر سوچ چکا تھا۔

میرے دل میں تو عرصہ دراز سے آنچل کے لیے محبت پروان چڑھنے لگی تھی مگر میں اسے ہمیشہ ہی کوئی نام دینے سے قاصر رہا تھا۔ میں اتنی جلدی اس سے دائمی زندگی نبھانے کا وعدہ نہیں کرسکتا تھا جب تک کہ مجھے آنچل کے دل کا احوال معلوم نہ ہوجاتا۔ دوسری جانب مجھے ماہم کے دل ٹوٹنے کا بھی احساس تھا اور آنچل کوئی غیر نہیں اسی کی بہن تھی سگی نہ سہی، بہن تو تھی۔ میں اگرچہ اس کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا مگر آنچل کو پانے کا دریا عبور کرنے کے لیے مجھے اس کا مرتکب ہونا ہی پڑے گا یہ تو طے تھا۔ میں اٹھ کر آنچل کی تلاش میں کچن کی جانب آگیا تھا، وہ دلجمعی سے چائے کا پانی چولہے پر چڑھائے آٹا گوندھنے میں مصروف عمل تھی۔ وہ اتنی دلجمعی سے کام کرنے میں مگن تھی کہ اسے میری آہٹ کا بھی مطلق احساس نہ ہوا تھا۔

''ابھی تک چائے نہیں تیار ہوئی۔'' میں نے اچانک سے کہا تو وہ دھک سے رہ گئی، شپٹا کر اس نے مڑکر مجھے دیکھا اس کا حواس باختہ ہونا اڑی اڑی رنگت سب مجھے بے حد دلفریب لگ رہا تھا۔

''جی بس میں آرہی تھی۔'' آٹا اس کے چہرے پر بھی لگا ہوا تھا شاید بے دھیانی میں اس نے لٹیں پیچھے کی تھیں اور یوں آٹا اس کے چہرے پر بھی چپک کر رہ گیا تھا۔

''آنچل کیا تم مجھ سے خفا ہو؟'' میں نے لمحہ بھر میں دوٹوک بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

''جی......نہیں تو......'' وہ تحیر سے بولی۔

''دیکھو مجھے لمبی چوڑی بات نہیں کرنی، میں نے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے......جاننا نہیں چاہوگی کہ کس سے؟'' میں نے جان بوجھ کر بات کو درمیان میں ہی ادھورا چھوڑا تھا۔ وہ یک ٹک سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔

''آپ کی زندگی ہے، آپ بہتر فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔'' اس کے لہجے میں اجنبیت کا احساس پاکر میں بے چین سا ہونے لگا تھا۔ محبت کی آگ میں سلگتا میرا وجود اس کی چاہت کا طلب گار ہوچکا تھا۔

اف یہ باؤلا پن ہی تو تھا، وہ میرے سامنے تھی مگر مجھے خود سے دور محسوس ہورہی تھی۔ اس کا اجنبی انداز مجھے ہولا رہا تھا، اس کا چہرہ گلاب کی مانند کھلا رہتا تھا جو مجھے اندر تک مسحور کردیتا تھا۔ میں ایک عرصے سے خاموش محبت میں گرفتار تھا۔

''وہ تم ہو آنچل...... میں نے ہمیشہ تمہیں ہی شریک سفر

کے طور پر چاہا ہے اور تراشا ہے۔ کیا تم مجھے اقرار کا سندیس دیتی ہو تاکہ بی جان آج ہی آصفہ خالہ سے تمہارے لیے بات کرلیں مزید انتظار تاب نہیں مجھ میں۔'' میں نے محبت و یاس بھرے لہجے میں کہا تو وہ جھینپ گئی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں محبت کے رنگ اس کی آنکھوں میں لہرائے تھے۔ یہ میرا واہمہ قطعی نہ تھا بلکہ اس کی مسکاتی نگاہوں میں اجاگر ہوتا وہ انمول عکس میرا ہی تھا۔

''تو میں اقرار ہی سمجھوں۔'' میں نے محبت سے پوچھا تو وہ شرما سی گئی اس نے خاموشی سے چائے کا کپ مجھے تھمایا اور میں سرشار سا گنگناتے ہوئے کچن سے لوٹ آیا تھا۔ بی جان نے مسکرا کر میری مسکان کو دیکھا اور پھر بی جان نے آصفہ خالہ سے بات کرنے میں دیر نہ کی تھی۔

''اگرچہ میری آرزو تو ہمیشہ سے یہ رہی تھی کہ وہ ماہم کے حوالے سے میرا بیٹا بن جاتا مگر میں تفریق نہیں کروں گی جب کہ ریحان صاحب بھی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ آنچل ان کی نشانی بھی ہے میرے پاس اس لیے میں اس رشتے کو قبول کرتی ہوں۔ اب جیسا اور جب آپ چاہیں مناسب سمجھیں تاریخ رکھ دیں۔'' آصفہ خالہ نے مسکرا کر کہا تو ماحول ایک دم ہلکا پھلکا ہوگیا تھا۔

سب کے چہروں پر خوشی رقصاں تھی سوائے ماہم کے وہ افسردگی سے سب کے چہرے تک رہی تھی۔ مجھے تاسف نے گھیر لیا تھا پھر میں نے ٹھان لی کہ اس کے دماغ میں جو خناس ہے اس کو نکال کر ہی دم لوں۔

❁ ❁ ❁

پھر ایک شام جب وہ سب لوگ واپس جانے کے لیے تیار تھے میں نے ماہم کو ایک جانب روک کر ناصحانہ انداز میں کہا۔

''دیکھو ماہم...... زندگی میں وہی سب کچھ ہوتا ہے نہ ملتا ہے جو ہماری آرزو ہو۔ اس لیے خود کو اذیت دینا کہاں کی عقل مندی ہے پھر تمہاری اس طرح کی خاموشی صرف تمہارے خود کے لیے اذیت کا باعث نہیں بن رہی بلکہ تمہارے اردگرد رہنے والے بھی اس کی زد میں ہیں آصفہ خالہ کو یہ فرض ادا کرنے دو آنچل کی خوشی میں خوش ہونا سیکھو۔'' میں نے اسے حتی الوسیع نرم لہجے میں کہا تھا۔ مبادا وہ تلخ و ترش باتوں پر اتر آئے مگر پھر بھی اس کا لہجہ زہر خندہ ہی رہا۔

''میں ہی کیوں دوسروں کی خوشیوں کا خیال کروں میرا احساس تو ہے نہیں کسی کو اور وہ گھنی آنچل کیسے میرے حق پر ڈاکہ ڈال کر خوش پھر رہی ہے۔'' آنچل کے حوالے نازیبا الفاظ میرے اشتعال کو بڑھا گئے تھے۔

''تمہارا حق...... کیسا حق تم سے کب میں نے کوئی وعدہ کیا؟ تم خود ہی ایک راہ متعین کرکے اس پر چلتی رہیں جبکہ وہ تمہاری منزل ہوسکتی تھی میری نہیں۔ میرا فرض تھا سمجھانا آگے تمہاری مرضی۔'' میں نے رکھائی سے کہا تو اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے تھے۔

''ایک دن تم اپنے اس فیصلے پر نہ پچھتائے تو میرا نام ماہم نہیں۔'' وہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چل دی اور میرا موڈ سخت آف ہوگیا تھا وہ ایسی ہی ضدی تھی اور مجھے اسی وجہ سے وہ پسند نہ تھی۔

❁ ❁ ❁

شادی کی تاریخ رکھی جاچکی تھی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ قہقہے محفلیں خوش گپیاں گھر میں چہار سو سنائی دی تھیں۔ میں آفس سے آتا تو سب خواتین مجھے گھیر لیتی تھیں ان کے شرارتی لہجے اور کھوجتی نظروں کا محور میں ہی ہوا کرتا تھا۔ میں کبھی تو مسکرا دیتا اور کبھی گھبرا کر شرما جاتا اور جب غلطی سے میں مسکاتے ہوئے سر جھکا لیتا تو میرا خوب ریکارڈ لگتا تھا۔ خاندان بھر میں اکثریت کی چہ مگوئیاں بھی میرے کانوں تک پہنچ چکی تھیں کہ خاندان کی اعلیٰ سے اعلیٰ حسب نسب والی لڑکی کو چھوڑ کر نجانے کیوں میں نے ایک یتیم اور دبوسی لڑکی کو اپنا شریک سفر بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ میں ان باتوں کو سن کر بھی یکسر نظر انداز کررہا تھا اول تو کسی نے دوبدو ایسا نہ کہا تھا دوسرا موقع ایسا نہ تھا کہ میں منہ زوری سے جواب دیتا۔

وقت خود سب سے بڑا جواب ہوا کرتا ہے جب وقت آتا تو سب دیکھ لیتے کہ آنچل کا انتخاب میں نے کتنا سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ بابا جان بھی آج کل ہماری محافل میں شریک ہورہے تھے اکلوتے بیٹے کی شادی کی خوشی ان کے چہرے پر بھی مسرت بن کر لشکارہی تھی۔ پھر ایک گلابی شام میں آنچل میری زیست مہکانے آگئی تھی۔ حجلہ عروسی میں وہ سر جھکائے چہرے پر شرمگیں مسکان سجائے میری راہ میں نگاہیں ٹکائے محو انتظار ملی تھی۔ میں نے اس کے سجیلے روپ کو گہری نگاہ سے دیکھا اس کے قرب کی مسحور کن خوشبو مجھے دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس پر اس کی نگاہوں میں محبت کی مدھم لو ایک محبت کا بلاوا تھا۔ میں نے اسے

منہ دکھائی میں سونے کے کنگن دیئے تو وہ مزید کھل اٹھی۔

''آنچل...... مجھے آج بے حد خوشی ہورہی ہے' میں نے تمہیں چاہا اور پالیا۔'' میں نے مخمور لہجے میں کہا تو اس کا چہرہ گلنار ہوگیا' وہ اتنی چھوئی موئی سی لگی جیسے ادھ کھلی کلی کی مانند۔

پھر آنچل نہ صرف میری شریک سفر بنی بلکہ چلتی ہوئی سانسوں کا کارواں بن گئی۔ وہ میرا بے حد خیال رکھتی تھی' صبح آفس جانے سے قبل مجھے تیار کروانی گویا میں کوئی شیر خوار بچہ ہوں' میرے ناز اٹھاتی' ہر شے مجھے قرینے سے اپنی ٹھکانے پر ملا کرتی تھی۔

صبح ناشتا میرے جاگنے پر بالکل تازہ ملا کرتا تھا' ہر روز نت نئے طریقے سے ناشتا ملتا کبھی پراٹھا کبھی حلوہ پوری کبھی آملیٹ تو کبھی آلو کے پراٹھے وہ میرا ہر طرح سے خیال رکھ رہی تھی اور واپسی پر جب میں تھکا ماندہ گھر لوٹتا تو گرما گرم چائے کا کپ لیے سجی سنوری دھیمی مسکان لیے میری منتظر رہا کرتی تھی۔ بی جان کو بڑی حد تک بے فکری ہوگئی تھی آنچل نے پورا گھر بے حد عمدگی سے سنبھال لیا تھا اور بابا جان کی تو وہ از حد لاڈلی تھی پھر دعوتوں کا سلسلہ چل نکلا آنچل نجانے کیوں ہجوم سے کتراتی تھی' اس کا باہر جانے اور لوگوں سے ملنے کا قطعی دل نہ کرتا تھا۔

میں اسے ہر لحاظ سے مکمل دیکھنے کا متمنی تھا' میں اسے پیار سے سمجھاتا تھا کہ وہ سب کوئی غیر نہیں ہمارے اپنے ہیں' خاندان والے ہیں' ہماری خوشیوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں مگر وہ کبھی سر درد اور کبھی کام کا بہانہ بنا دیتی۔ بہت اصرار پر میرے ساتھ چل بھی دیتی مگر مارے باندھے انداز میں بیٹھی اطراف کا جائزہ لیتی رہتی تھی شاید اس نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ کچن میں بسر کیا تھا جب تک وہ رات تک تھک نہ جاتی تھی آصفہ خالہ اس سے گھر کے تمام کام کروائی تھیں۔ میرے دوست خاور اور فاریہ بھابی نے مجھے اور آنچل کو بطور خاص دعوت پر مدعو کیا تھا۔ خاور میرا نہ صرف بہت اچھا دوست تھا بلکہ بزنس کے اسرار و رموز میں اکثر میری رہنمائی بھی کیا کرتا تھا۔ بزنس اور مالی لحاظ سے وہ مجھ سے بھی دو قدم آگے تھا۔ فاریہ بھابی آنچل سے ملنے کی تمنائی تھیں' میں نے وعدہ کرلیا کہ آج شام ہم ان کے گھر جائیں گے۔ میں نے آفس سے ہی آنچل کو فون کرکے اطلاع دے دی تھی۔

''میں آج آفس سے جلدی گھر آجاؤں گا' تم مقررہ وقت پر تیار رہنا' مناسب سا لباس تیار کرلو اور ساتھ میں میچنگ جیولری بھی۔'' میں نے خاص طور پر اسے اس لیے تاکید کی تھی کہ وہ اکثر گھر میں ملگجے سے حلیے میں ادھر اُدھر گھومتی رہتی تھی۔ گھر میں تو پھر بھی خیر تھی اگرچہ بی جان اسے اکثر ناصحانہ انداز میں سجنے سنورنے کا کہا کرتی تھیں۔

وہ اپنے موڈ کے حساب سے کبھی کبھار میرے لیے تیار بھی ہوجاتی تھی مگر اس معاملے میں وہ چور واقع ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کو خوب صورت لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ میں دوپہر تک آفس سے نکلنا چاہتا تھا تاکہ شام سے پہلے آنچل کو اپنی نگرانی میں تیار کرواؤں مگر ایک اہم میٹنگ کی بدولت میں بے بس ہوکر رہ گیا۔ میں نے پھر بھی سوچا کہ فون کرکے آنچل کو یاد دہانی کروا دوں۔ دوسری جانب سے مسلسل بیل جاتی رہی مگر آنچل نے فون ہی نہ اٹھایا مجبوراً مجھے گھر کے نمبر پر کال کرنی پڑی' دوسری جانب بی جان تھیں۔

''بی جان...... آنچل کہاں ہے؟'' میں نے دبے دبے غصے میں پوچھا تو وہ بولیں۔

''ماہم آئی بیٹھی ہے اس کے ساتھ ہی مصروف ہے۔''

''کوئی بات نہیں میں نے صرف اتنا کہنا تھا کہ آنچل کو میرا پیغام دے دیں کہ وہ شام تک تیار رہے۔ میں نے بتایا تھا ناں کہ خاور کی طرف جانا ہے اس نے ڈنر پرانوائٹ کیا ہے۔'' میں نے حتی الوسیع اپنا لہجہ نرم رکھا تھا ورنہ آنچل کی بے پروائی پر مجھے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔

''میں کہہ دیتی ہوں ابھی' تم پریشان نہ ہو۔'' بی جان میرے لہجے میں چھپی پریشانی کو بھانپ گئی تھیں۔

بات کرنے کے بعد میں میٹنگ میں اتنا مصروف ہوگیا کہ شام سے ذرا پہلے ہی فراغت نصیب ہوئی۔ میٹنگ شاندار رہی تھی اور مزید وسعت کاروبار کے دروازے کھل رہے تھے۔ میں مطمئن سا گھر کی جانب لوٹ گیا' گھر میں داخل ہوا تھا کہ مجھے لاؤنج سے ہی آنچل اور ماہم کی ملی جلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ آنچل پہ نگاہ پڑتے ہی میں حیرت سے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

گہرے رنگ کے فیروزی سوٹ پر بنے لال پھول اور فل گہرا میک اپ جبکہ آنچل بخوبی جانتی تھی کہ مجھے گہرا میک اپ پسند نہ تھا یوں بھی اس کی صاف رنگت پر لائٹ میک اپ ہی کافی ہوا کرتا تھا جو سونے کا سیٹ اس نے زیب تن کیا ہوا تھا اس کا فیشن ہی نہ تھا۔ میں ایک دم ہی خراب موڈ میں اپنی ٹائی

اتار کر پھینکتا ہوا کمرے کی جانب چلا گیا۔ ماہم کے چہرے پر بکھری استہزائیہ ہنسی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔ میرے پیچھے پیچھے آنچل بھی کمرے میں آ گئی تھی۔

”حسنین جی کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔“ وہ اس وقت مجھے بالکل جوکر لگ رہی تھی۔

”میری طبیعت ٹھیک ہو یا نہ ہو تم کو اس سے کیا سروکار اور کیا پہن رکھا ہے تم نے‘ سخت فضول لگ رہی ہو جاہل عورت۔“ میں کہاں کا غصہ کہاں نکال رہا تھا۔ میرے لبوں پر جو آیا بولتا چلا گیا‘ وہ یک ٹک میری فضول گوئی کو سنتی رہی۔ جب سب بول چکا تو آنکھوں میں اُمڈے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلی سے رگڑتی واش روم میں گھس گئی تھی۔ میرا لب ولہجہ تو سخت تھا ہی آواز بھی اتنی اونچی ضرور تھی کہ گھر کے تمام افراد تک باآسانی پہنچ جاتی تبھی بی جان اپنے ہاتھوں میں تسبیح لیے تفکر سے آئی تھیں۔

”بیٹا کیا بات ہے کس بات پر اتنا چیخ رہے ہو۔“ بی جان کے لہجے میں ناگواری تھی‘ میں نے نظر چرائی تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی تھیں۔

”اب تم بچے نہیں رہے‘ شادی شدہ مرد ہو۔ گھر میں ماہم بھی ہے‘ وہ اس بات کو خاندان بھر میں مشہور کرکے نجانے کیا رنگ دے گی۔ تم نے آنچل کے میکے میں بھی اس کا بھرم نہیں رہنے دیا۔“ بی جان نے تاسف سے کہا تو مجھے بھی ایک دم سے اپنی غلطی کا ادراک ہونے لگا تھا۔ میرا سارا غصہ اچانک ہی جھاگ کی مانند بیٹھ گیا۔ جب آنچل متورم نگاہیں اور حزن وملال میں لپٹا چہرہ لیے باہر نمودار ہوئی تو میں نے اسے اپنا منتخب کردہ سوٹ زیب تن کرنے کو کہا‘ اس کا دھلا ہوا صاف چہرہ اس کی خفگی کا عین ثبوت تھا۔ اس نے خاموشی سے وہ کپڑے مجھ سے لیے اور تبدیل کرنے واش روم میں گھس گئی۔ سی گرین سوٹ پر ہلکا سا نگوں والا کام تھا‘ میں نے میچنگ جیولری اس کے سامنے رکھ دی تھی۔

”تم ہلکا سا میک اپ کرکے باہر آ جاؤ‘ میں باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں گا۔“ میں اسے کہہ کر باہر آ گیا تو ماہم کی نگاہیں ہمارے بیڈ روم کی جانب ہی ٹکی ہوئی تھیں۔ جب میں باہر آیا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

”میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ سوچ لو محض ایف اے پاس لڑکی جو گھر گرہستی ہی جانتی ہے اور اسے نہ تو کس طرح اوڑھنے پہننے کا سلیقہ ہے اور نہ ہی اٹھنے بیٹھنے کا ڈھنگ ہے۔“ ماہم نے

ناک سکیڑی میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔
''خاندان بھر میں تو یہ سب لوگوں کے برتن دھوتی کھانے بناتی رہی۔ اب سب لوگ تم پر ہنستے ہیں کہ تم نے کیسی لڑکی سے شادی رچالی' اتنی دولت کے باوجود اُف......'' وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی تو میں خاموش ہی رہا۔ میں چاہتا تھا آج اس کے دل کا تمام زہر ایک بار ہی باہر آجائے۔
''نہ ہی پوچھو کہ ہم اس کو کیسے برداشت کرتے تھے' ہر وقت کان لگائے ہماری ٹوہ میں رہتی تھی۔'' ماہم نے برا سا منہ بنایا' وہ میری خاموشی کو نیم رضامندی اور اس کی ہاں میں ہاں ملانا گردانتے ہوئے مزید گل فشانی کے موڈ میں تھی۔
''بالکل جیسے تم ٹوہ لینے یہاں بیٹھی ہو۔'' میرا جملہ اسے توپ کے گولے کی طرح لگا تھا۔
''میں کیوں ٹوہ لینے لگی تم دونوں کی۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں' اتنی تو اس کی مدد کی تیار ہونے میں۔'' وہ بے حد برامان گئی تھی۔
''اوہ تو وہ تیاری تم نے کروائی تھی۔'' میں نے ہونٹ سکیڑ لیے' اب معاملہ کافی حد تک میری سمجھ میں آرہا تھا کہ آخر ماجرا کیا تھا۔
''اس نے ہی کہا تھا کہ کل کسی اہم فنکشن میں جانا ہے سو میں تمام کام چھوڑ کر محض اس کی مدد کے لیے آئی ہوں۔'' وہ چہرے پر مصنوعی رقت طاری کرکے بولی' مکاری اس کے چہرے پر جیسے ثبت ہوچکی تھی۔
''میری بات مانو تو ماہم تم اب یہاں کے چکر لگانا چھوڑ دو' نہ آج اور نہ ہی کل۔ میں آنچل کو ہرگز نہیں چھوڑنے والا' میرے نزدیک کسی بھی فنکشن کی اتنی اہمیت نہیں ہے' اہمیت ہے تو محض آنچل کی جو میری شریک سفر ہے۔ وہ ماضی میں کیا کرتی تھی اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے اگرچہ ہر انسان کی طرح اس میں بھی چند خامیاں موجود ہیں مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میری محبت اس کو تبدیل کردے گی وہ خامی بھی ایک دن خوبی بن جائے گی۔ میں اس دن تم سے خود آکر ملوں گا' تم اپنی بھونڈی پسند اس پر نہ لادتیں تو آج ہمیں ڈنر پر اتنی دیر نہ ہوتی اور سچ پوچھو تو مجھے کسی ڈنر کا اتنا انتظار نہ تھا۔ آج آنچل کی سالگرہ ہے...... اس کی جب تمہارے گھر میں اہمیت نہ تھی تو تم کیونکر جان سکتی ہو کہ آج میری آنچل کی سالگرہ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ہم خاور کی جانب سے ہوکر لانگ ڈرائیو پر چلیں اور پھر اس کے لیے ایک سرپرائز بھی ہے اور میں اس کی سنگت میں اسے تنہا ہی وش کرنا چاہتا تھا۔ شادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب اس کی سالگرہ آئی ہے' تم اگر آنچل کے لیے میری محبت کی شدت کو جانتیں تو کبھی بھی مجھے اس سے بدظن کرنے کی کوشش نہ کرتیں۔ اس سے ہوگا یہ کہ میں تو آنچل سے بدگمان نہیں ہوں گا' تمہاری عزت مزید دو کوڑی کی ہوکر رہ جائے گی سو پلیز کزن ہو محض کزن تک ہی محدود رہو۔'' میں نے آج تمام حساب بے باق کردیے تھے' وہ شدید ناراضگی سے اپنا پرس اٹھاتی وہاں سے رفوچکر ہوگئی تھی۔ میں نے بھی اسے نہ روکا تھا بلکہ میری ہی دیرینہ آرزو تھی کہ وہ ہمارے نجی معاملات میں دخل اندازی بند کردے' اگر آج میں اس کی باتوں میں آکر اس کی حوصلہ افزائی کرتا تو وہ اس کا در کھلا رکھتی اس سے میرا اور آنچل کا رشتہ بھی خراب ہوتا۔
میں نے دیکھا دروازے میں آنچل ممنونیت سے مجھے دیکھ رہی تھی' نجانے کب سے کھڑی سب سن رہی تھی پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کا دودھیا مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا' وہ شرما سی گئی۔ وہ شام بے حد یادگار رہی تھی' خاور کے یہاں پُرلذیذ دعوت میں ہم نے خوب انجوائے کی۔ فاریہ بھابی نے میری پسند یعنی آنچل کو خوب سراہا تھا۔ میں نے وارفتگی سے آنچل کو مسکراتے دیکھا۔
واپسی پر میں نے جس ہوٹل میں بکنگ کروائی تھی' آنچل کو لے کر وہاں چل دیا۔ اپنی ریزروڈ سیٹ پر بیٹھ کر کیک کاٹتے ہوئے میں نے اسے سالگرہ مبارک کہا پھر اس کے لیے جو خوب صورت آویزے لیے تھے وہ اس کو دیے اور راستے میں نظر بچا کر میں نے جو آنچل کے لیے گجرے لیے تھے وہ بھی اس کو دیے۔ وہ اتنی محبت پاکر کھل اٹھی تھی' ایک عرصہ آنچل نے محرومی میں کاٹا تھا اب وقت آچکا تھا کہ اس کی زندگی کی تمام محرومیوں کو خوشیوں میں بدل ڈالا جائے' میں نے کیک کا ٹکڑا اسے کھلایا تو وہ ہنس دی۔
''سالگرہ مبارک ہو آنچل......'' میری نظروں میں اُمڈتی وارفتگی سے اس کا روم روم سرشار ہوگیا تھا۔

❀

بھیگی خوشیاں
صدف آصف

بے تعلق زیرِ لب ہی مسکرا کر چل دیے
بزم میں وہ اک گلابی پن بسا کر چل دیے
دل میں یہ کیسی اُتر آئی خنک سی بے دلی
آج تو ہم اُن سے بھی نظریں چرا کر چل دیے

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نفیس پردوں کو چھوتے اندر چلے آرہے تھے۔ وہ کھڑکی سے افق پر تیرتے بادلوں کو دیکھتے ہوئے خوشگوار موڈ میں سر کو جھٹکتی نم بالوں کو سکھانے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ چند مہینے قبل اس کی دنیا کتنی سادہ اور محدود تھی، کالج سے گھر نہ کوئی سنگی نہ ساتھی نہ دوست نہ سہیلی جن کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزاری کی جائے، ہنسی مذاق اور قہقہوں کی بارش ہو نہ ہی کوئی بے جا شوق نہ ہی فضول خرچی، شہرین عباس کی حرکتیں دیکھ کر دنیا کی انوکھی لڑکی کا خطاب دینا کچھ مشکل کام نہ تھا۔

وہ سیدھی سادی، بھولی نار جس کی آنکھیں چمکدار دھوپ کی یاد دلاتیں اس کی دنیا کالج اور اس کے بعد گھر کی چار دیواری، جس کے ایک کونے پر اماں جی، دوسرے پر بابا، تیسرے پر دو چھوٹی بہنیں اور چوتھے اور آخری کونے پر گپلو سا لاڈلا بھائی حاشر عباس ان ہی کے گرد اس کی زندگی گھومتی تھی۔ وہ اتنی نرم و نازک سی لڑکی جسے دیکھ کر کسی کو بھی یقین نہیں آتا تھا کہ یہ کالج میں پڑھتی نہیں بلکہ لیکچرار کے اہم عہدے پر فائز ہے۔ چہرے پر پھیلا نمک اس نے باپ سے چرایا تھا۔ آنکھوں کے علاوہ شہرین عباس کی کالی گھٹاؤں جیسی گھنی سایہ دار زلفیں، اسے عام سے خاص بناتی تھیں، جنہیں وہ ماں کے ٹوکنے پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے جوڑے کی شکل میں لپیٹ لیتی۔ بڑی ہونے کی وجہ سے وہ شروع سے ہی بہت ذمہ دار اور حساس تھی۔

گھر سے باہر وہ جتنی سنجیدہ اور بردبار رہتی گھر میں گھستے ہی اس کی زبان چل پڑتی۔ اماں جی سے اپنے دل کی ہر بات کرتی، بہنوں کو دن بھر کی روداد سناتی، ساتھ چھوٹے چھوٹے کام بھی نمٹاتے رہتی۔ چھوٹے بھائی کی کلاس لگانا بھی اس کی ذمہ داری تھی جو پڑھائی سے جی چراتا تھا۔

عباس مرزا جیسے ہی گھر میں گھستے۔ وہ چولہے پر چڑھی کیتلی میں سے دو گرما گرم کڑک چائے کے کپ ماں باپ کو تھما دیتی، عباس مرزا پلنگ پر بیٹھ جاتے جہاں فاطمہ پہلے سے براجمان ہوتیں، چائے کی چسکی لیتے ہوئے بچوں سے بات چیت ہوتی پھر فاطمہ پاندان سے تازہ پان لگا کر کھاتے ہوئے رات کے کھانے کی تیاری کا عندیہ دیتی تو وہ اٹھ جاتی۔ عباس صاحب کمر سیدھی کرنے کے لیے وہیں پلنگ پر لیٹ جاتے۔

یہ معمولات کئی برسوں سے اسی طرح جاری و ساری تھے۔ وہ ان لمحوں میں ہمیشہ زندہ رہنا چاہتی تھی، کبھی ان سے دور نہیں جانا چاہتی تھی کہ ایک دن اچانک زوبیہ رفاقت نے آ کر اس کا چین اور سکون چھین لیا تھا۔

❀.....❀.....❀

”کیا ہوا سالے جی اتنا شور کیوں مچا رکھا ہے؟“ رفاقت علی نے سالے کو گھورا۔

”ہائے رے اس گھر میں کوئی میری فریاد سننے والا نہیں۔“ رفیع اللہ نے بچوں کی طرح پیر پٹخا۔

”شروع ہوگئی تمہاری بے وقت کی راگنی۔“ رفاقت علی نے اسے ٹوکا۔ زوبیہ نے بھی حیرت سے بھائی کو تکا۔

”شور نہیں مچاؤں تو کیا چین کی بانسری بجاؤں۔“ وہ ایک بار پھر زمین پر پیر مار کر حلق کے بل چیخا۔

”ایسا کرو بین بجاؤ، شاید اس کی لے پر کسی بل سے، تمہارا مجرم لہراتا بل کھاتا، ناچتا ہوا نکل آئے۔“ شفیع اللہ کے منہ سے نکلنے والے جملوں سے لاؤنج میں ہنسی کا فوارا پھوٹ پڑا تھا۔

”رفی بھائی اس لڑکے کو تو عادت ہے ایسے ڈراموں کی۔“ شفیع اللہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور جڑواں بھائی کو چڑایا۔

”اب کیا گل کھلایا ہے؟“ زوبیہ نے مشکوک لہجے میں دونوں کو مخاطب کیا، جن کی شکلیں جڑواں ہونے کی وجہ سے مشابہت رکھتی تھیں۔

''باجی..... آج آپ اپنے گھر سے جو شاہی ٹکڑے لائی تھیں نا.....'' رفیع اللہ بہن کے برابر میں بیٹھ گیا اور اپنی دکھ بھری داستان شروع کی۔

''ہاں تو کیا پسند نہیں آئے؟'' رفاقت علی نے طنز سے پوچھا۔

''میاں..... ایسا نہیں چلے گا۔ ایک تو میری بیوی اس کنوارے ہاؤس کے باسیوں کے لیے اتنی محنت سے کھانے پکا پکا کر ہلکان رہتی ہے، اس پر تم لوگ بیٹھ کر عیب جوئی بھی کرو..... نہ..... نہ..... اٹس ناٹ فیئر۔'' رفاقت علی نے زبانی فائرنگ جاری رکھی۔

''افوہ..... کوئی میری پوری بات سنے گا یا نہیں۔ کھانے کی نوبت ہی کہاں آئی۔'' رفیع اللہ کے جھلانے پر شفیع اللہ نے مزہ لیا۔

''ہائے ایسا کیا ہوگیا؟'' زوبیہ نے اظہار حیرت کیا۔

''ابھی چمچہ پکڑ کر کھانا شروع کیا تھا کہ اچانک باہر میرے دوست آگئے، اس لیے جلدی سے شاہی ٹکڑوں کی پلیٹ فریج میں بوتلوں کے پیچھے چھپادی تاکہ بعد میں آرام سے کھاؤں گا مگر اب آکر جو فریج میں جھانکا تو.....'' اس مقام پر آکر رفیع اللہ کی برداشت جواب دے گئی، نگاہوں کے سامنے نفاست سے کاٹے گئے تکون شاہی ٹکڑے آگئے، دل پر دھکا لگا اور پوری داستان سنائی نہیں گئی۔

''ہاہ..... تو کیا فریج سے پلیٹ غائب کردی گئی؟'' رفاقت علی نے پہلو بدل کر مزہ لیا، وہ جانتا تھا کہ یہاں پکوانوں پر ایسے ڈاکے پڑنا کوئی نئی روایت نہیں۔

''نہیں بھائی پلیٹ تو ہے مگر اس پر صرف ایک پستہ چپکا رہ گیا، باقی شاہی ٹکڑے کوئی اڑا چکا تھا۔'' رفیع اللہ نے نم آنکھوں سے بہن کو دیکھا، جیسے اس پر بڑا ظلم توڑا گیا ہو۔

''ہاں تو تمہارے جیسے بدنیتوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے، بھول گئے کہ بڑے بھیا نے شروع سے ہمیں شیئر کرکے کھانا سکھایا ہے، مگر تم نے دوستوں کو شامل نہیں کیا بس تمہیں اسی کی سزا مل گئی۔'' شفیع اللہ نے مدبر بننے کی بڑی کوشش کی مگر ہونٹوں سے جھانکتی شرارت نے اس کا پول کھول دیا تھا۔

''علامہ صاحب ایک منٹ ٹھہرو میں تمہیں ابھی بتاتی ہوں۔'' زوبیہ اٹھ کر شفیع اللہ کے پاس گئی اور اس کا کان زور سے مروڑا۔

رفاقت نے ان لوگوں کی باتوں کو نظر انداز کیا اور منہ موڑ کر میچ دیکھنے لگا۔ رفیع اللہ کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

❀.....❀.....❀

''اس بار تو آپ کی نیا پار لگ ہی جائے گی۔'' چھوٹی بہن مہرین نے کان میں سرگوشی کی۔

''ہاں..... ہاں اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔ گھرانہ بھی بہت اعلیٰ ہے۔'' ککو بوا نے باچھوں سے پان کی پیک صاف کی۔ شہرین کے چہرے پر گلابیاں چھا گئیں۔

''بوا ماشاء اللہ سے لڑکا تو بہت قابل ہے، کمائی بھی اچھی ہے۔'' فاطمہ نے چشمے کی اوٹ سے فصیح اللہ کی تصویر پر ایک اور نگاہ ڈال کر مطمئن انداز میں کہا۔ مہرین مسلسل کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ کر محفل کو خوشگوار بنانے کی کوششوں میں مصروف رہی۔

''ویسے تصویر میں تو لڑکے کے چہرے پر بڑی سنجیدگی پھیلی ہے۔'' مہرین نے اچھے خاصے ہینڈسم سے فصیح اللہ کا ریکارڈ لگایا تو شہرین چونکی۔

''توبہ بڑے غصے والے لگتے ہیں۔'' مہرین نے تصویر دکھاتے ہوئے بہن کو مزید ڈرایا۔

''ہائے سچ میں؟'' وہ اسی کی جانب متوجہ تھی۔ بے اختیار بولی۔

''ہاں..... نا۔'' دونوں کی نظریں آپس میں ٹکرائیں۔ شہرین نے گھبرا کر نگاہیں پھیر لیں۔ مہرین بہن کی حالت پر محظوظ ہوکر کھلکھلائی۔

''ابھی بتاتی ہوں۔'' شہرین نے دانت کچکچائے اور سب سے نگاہ بچا کر اسے زور کی چٹکی کاٹی۔

''اوئی ماں..... مرگئی اماں جی.....'' مہرین نے واویلا کیا۔

''کیا ہوا؟'' ککو بوا اور فاطمہ اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

''کچھ نہیں اماں یہ ہمارے گھر کی سب سے بڑی نوٹنکی ہے۔'' شہرین نے گھبرا کر صفائی دی۔

مہرین کھلکھلا اٹھی۔ سفید رنگت میں گلابیاں گھل گئیں۔ ککو بوا نے پھر اس کے حسن کے لشکاروں کو دیکھا۔ چونک کر فاطمہ کو کچھ سمجھانا چاہا مگر پھر چپکی رہ گئیں کہ اس دور میں بھلائی کی بات بتانا بھی برائی بن جاتی ہے۔

❀.....❀.....❀

''آ..... ں..... باجی کان تو چھوڑ دیں قسم سے بس ٹوٹنے والا ہے۔'' شفیع اللہ نے شور مچاتے ہوئے اپنا کان چھڑانا چاہا۔

''اب پتا چلے گا بچو۔'' رفیع اللہ نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی درگت بنتے دیکھا۔

''یہ بتاؤ' بڑے بھیا نے تو کسی دوسرے کا حصہ چرا کر کھانے کو بھی منع کیا ہے کہ نہیں؟'' زوبیہ نے گرفت اور مضبوط کی۔

''آں.....آں.....کیا تو ہے۔'' وہ بلبلایا۔

''تو پھر اس کا حصہ کیوں کھایا؟'' زوبیہ نے مزید کان مروڑا۔

''ہائے..... باجی چھوڑ دیں' سوچیں جب سب آپ کو 'کن کٹے' کی بہن پکاریں گے تو مجھے کتنا برا لگے گا۔'' اس نے معصومیت سے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''تم لوگوں کو بس اپنے مطلب کی باتیں یاد رہتی ہیں۔'' زوبیہ نے نرم پڑتے ہوئے اس کا کان چھوڑ دیا جو سرخ ہو رہا تھا۔

''باجی..... بڑے بھیا ایسی باتوں پر سخت سزا بھی دیتے ہیں۔'' رفیع اللہ نے بہن کو ٹھنڈا پڑتا دیکھا تو فوراً جلتی میں تیل چھڑکا۔

''ہونہہ.....سزا تو اسے بھی ملے گی۔ ایسا کرتے ہیں کہ ڈنر کے لیے جو چپلی کباب ہیں۔ وہ شفیع اللہ کو نہیں دیں گے۔'' زوبیہ نے بھائی کو ڈرانے کے لیے سزا تجویز کی۔

''بھئی واہ۔'' رفاقت علی نے میچ پر سے نگاہ ہٹا کر بیوی کو داد پیش کی۔

وہ جانتے تھے کہ سسرال میں خاتون خانہ کے نہ ہونے کے باعث باورچی خانہ کتنا سونا پڑا رہتا تھا، ان لوگوں کے لیے عید کا دن ہو جاتا، جب ان کی منکوحہ یہاں آ کر مزے مزے کے کھانے پکاتیں۔

''نہیں.....نہیں..... اتنی بھیانک سزا دینے سے تو اچھا تھا کہ کوئی مجھے پھانسی چڑھا دیتا۔'' شفیع اللہ نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر واویلا مچایا اور گر کر بیہوش ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا مگر کوئی بھی اس کے ڈرامے سے متاثر نہ ہوا۔

''تمہارے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی؟'' شفیع اللہ نے کپڑے جھاڑ کر اٹھتے ہوئے قہقہہ لگاتے بھائی کو طعنہ دیا۔

''ہا..... ہا..... ہا برف پڑ گئی۔'' رفیع اللہ بھی کم نہیں تھا' مزید دانت نکالے۔

''بس ایک تو پاکستان اتنا خراب کھیل رہا ہے' اس پر سے تم لوگوں کی بک بک چلو نکلو یہاں سے۔'' رفاقت علی نے آنکھیں دکھائیں۔

''باجی......دیکھیں آپ کے بھائیوں کو کیسے دھتکارا جا رہا ہے۔'' دونوں نے ایکا کر کے بہن سے شکایت لگائی۔

''سنیں جی بچے ہیں۔'' زوبیہ نے بھی بھائیوں کو ساتھ لگا کر پچکارا۔

''اونٹ کے اونٹ ہو گئے ہیں مگر بچوں کی طرح لڑتے ہیں۔'' بیوی کی حمایت پر وہ بھنائے۔

''ہائے اللہ ایسے منہ بھر کر تو نہ کہیں۔'' وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولی۔

''بیگم تو پھر آپ ہی بتا دیں کیا کہوں؟'' وہ سعادت مندی سے پوچھ بیٹھے۔

''ہونہہ...... کہیں سے بھی نہیں لگتا کہ فصیح اللہ جیسے نرم اور حلیم طبع لڑکے کے ایسے نمونے بھائی ہو سکتے ہیں۔'' رفاقت علی نے طنزیہ لہجے میں کہا' تو وہ تینوں مسکراتے ہوئے اٹھ کر باہر نکل گئے۔ انہیں خبر تھی کہ اس سے زیادہ رفاقت علی کی برداشت نہیں ہے۔

❁.....❁.....❁

فصیح اللہ، زوبیہ کے سب سے بڑے بھائی تھے، جنہوں نے ماں کے گزر جانے کے بعد اپنی چھوٹی بہن اور تینوں بھائیوں کو بازوؤں میں یوں سمیٹا کہ ان کو دنیا کے ہر سرد و گرم سے بچاتے رہے یہاں تک کے ان کی خوشیوں کے لیے اپنی ساری خوشیاں بھی تج دیں۔ وہ ان سب کو بہلانے میں خود بھی بہل گئے مگر شرارتی آنکھوں پر خاموشی جیسے جم کر رہ گئی، ان کے دماغ میں اب صرف ایک ہی بات رہتی تھی کہ بہن بھائیوں کو دنیا بھر کی خوشیاں دینی ہیں۔ والد نے بھی ماں کے بعد بچوں سے یوں منہ موڑا، جس کی مثال بہت کم دیکھنے یا سننے کو ملتی ہے۔ اسی لیے فصیح اللہ کو ماں اور باپ دونوں کا کردار ادا کرنے کے لیے وقت سے پہلے کھڑا ہونا پڑا۔ وہ اسی وجہ سے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر پردیس چل دیئے۔ چند سالوں کی تگ و دو اور شدید محنت کے بعد اللہ نے انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ بآسانی گھر کا بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھانے کے ساتھ ساتھ بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی کوششوں میں جت گئے۔ پیسے کا مسئلہ حل ہوا تو زوبیہ کو بھابی گھر لانے کی سوجھی۔ اس نے سب کو ساتھ ملا کر بڑے بھیا پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا مگر اتنے اصرار کے باوجود

فصیح اللہ نے شادی کرنے سے صاف انکار کردیا۔ ماضی کے تلخ تجربے کی وجہ سے من میں ایک ساتھ کئی خدشے پیدا ہوگئے تھے کہ کہیں نصیب سے ایسی بیوی نہ مل جائے، جس کی آنکھوں میں ان لوگوں کا وجود کھٹکنے لگے چھوٹے بھائیوں۔ شفیع اللہ اور رفیع اللہ کی تعلیم مکمل ہونے تک انہوں نے اپنے آپ کو ہر خوشیوں سے محروم رکھنے کا تہیہ کرر کھا تھا۔

سب ان کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے بہن کے پیچھے پڑ گئے کہ اب بڑے بھیا کے سر پر سہرہ سج ہی جانا چاہیے، ویسے بھی کنوارے ہاؤس کے حالات دن بہ دن جس نہج پر چل رہے تھے، زوبیہ نے بھی دل میں ٹھان لی کہ وہ اس بار بڑے بھیا کے پاکستان لوٹنے پر یہاں کی کوری در و دیوار کو چوڑیوں کی کھنک سے آشنا کرواکے دم لے گی۔ اسے اندازہ تھا کہ فصیح اللہ بھائی کا قیام مختصر ہوگا۔ اسی لیے اس نے پہلے سے ہی بھائی کے مزاج کے حساب سے لڑکی کی تلاش شروع کردی اور ککو بوا کی مدد سے کئی لڑکیاں دیکھنے کے بعد اس کی نگاہ انتخاب شہزین عباس پر جاٹکی تھیں۔

❁......❁......❁

"باجی اگر ناشتے میں حلوہ پوری بنالیں تو مزہ دوبالا ہوجائے۔" رفیع اللہ نے بہن کا موڈ خوشگوار دیکھا تو فوراً ہی فرمائش کردی۔

"ایک منٹ میاں یہ میری بیوی ہے۔ تم لوگوں کی غلام نہیں۔ جاؤ جاکر بازار سے حلوہ پوری لے کر آؤ۔" رفاقت علی نے بیوی کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھامتے ہوئے دونوں سالوں کو مصنوعی غصہ دکھایا۔

"اف میں تو نہیں جارہا۔ چھٹی والے دن ملک حلوہ پوری والے کی دکان پر اتنی لمبی لائن لگی ہوتی ہے، جیسے لنگر مفت بٹ رہا ہو۔" رفیع اللہ نے صوفے پر کاہلی سے لیٹتے ہوئے صاف انکار کیا۔

"نامعقول تمہاری اتنی جرأت کے بہنوئی سے حلوہ پوری لانے کو کہہ رہے ہو۔" وہ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مصنوعی انداز میں بولے۔

"نہیں میں تو شفیع اللہ کو بھیجنے کا کہہ رہا تھا۔" رفیع اللہ نے انگڑائی لیتے ہوئے صفائی پیش کی۔

"میاں دل بھی تو تمہارا ہی للچا رہا ہے۔" رفاقت نے سالے کی کاہلی پر طنز کیا۔

"میں نہیں جانے والا اچھا۔" شفیع اللہ نے اپنا نام سن کر ہاتھ ہلاتے ہوئے دور سے ہری جھنڈی دکھائی۔

"باجی...... پلیز گھر میں ہی بنادیں نا۔" رفیع اللہ نے بچوں کی طرح ٹھنک کر بہن کی جانب دیکھا۔

"زوبی اب تم ان ہٹے کٹوں کی فرمائشیں پوری کرنے نہ کھڑی ہوجانا۔ حد ہے یار۔" بیوی کی جانب رخ پھیر کر پیار جتایا۔ حالانکہ منہ میں تو ان کے بھی پانی بھر آیا تھا۔

"رفی بھائی بات سنیں یہ آپ کی بیوی بعد میں بنی مگر ان سے ہمارا رشتہ پہلے ہے...... آئی سمجھ۔" رفیع اللہ نے تڑی لگانا چاہی۔

"اسی لیے ان پر ہمارا حق بھی زیادہ ہے۔" شفیع اللہ نے بھی لقمہ دینا ضروری سمجھا۔

"بولیں ہوا کہ نہیں؟" رفیع اللہ نے بہن کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا اور بہنوئی کو آنکھ ماری۔

"اچھا...... اچھا بحث ختم کرو۔" ان لوگوں کی ملی بھگت، ہمیشہ نرم دل زوبیہ کو جذباتی کرکے مشکل میں ڈال دیتی تھی۔

"جاؤ...... جاؤ بڑے آئے بہن والے۔ کسی اور کو جاکر یہ نخرے دکھانا۔" رفاقت علی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے انہیں چڑایا۔

"میں اتنی گئی گزری بھی نہیں کہ بھائیوں کی چھوٹی سی فرمائش بھی پوری نہ کرسکوں۔" زوبیہ جو انکار کا سوچ رہی تھی شوہر کے انداز پر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"باجی...... او میری باجی تم جیو ہزاروں سال۔" دونوں بھائیوں نے بھونڈی آواز میں سُر ملاتے ہوئے گانے کا بیڑہ غرق کیا۔

"زوبی یار ساتھ میں آلو کی بھاجی بھی بنالو تو ناشتہ کا مزہ دوبالا ہوجائے گا۔" رفاقت نے پیچھے سے پکارا تو زوبیہ کلس کر رہ گئی۔

"آجاؤ بھی مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔" سمیع اللہ دونوں ہاتھوں میں گرما گرم حلوہ پوری کے شاپرز تھامے اندر داخل ہوا تو زوبی کی جان میں جان آئی۔ جانے وہ کب ان لوگوں کی باتیں سن کر حلوہ پوری لینے باہر چلا گیا تھا یہ بات کسی نے جاننے کی کوشش نہیں کی بلکہ سب خوشی کے مارے ڈائننگ ٹیبل کی طرف لپکے۔

❁......❁......❁

زوبیہ کا شہرین کی طرف یہ دوسرا چکر تھا، اس بار بھی وہ اکیلی ہی چلی آئی تھی' کرتی بھی کیا تین ہٹے کٹے بھائیوں نے آنے سے انکار کردیا اور میاں جی کو آفس میں ارجنٹ کام نے روک لیا تھا، ماں کے گزر جانے اور باپ کے بڑھاپے میں دوسری شادی رچانے کے بعد قریبی رشتے داروں سے ملنا ملانا نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا، یہ لوگ خود بھی شرم کے مارے خاندان میں زیادہ آتے جاتے نہیں تھے جہاں قدرت اللہ کی شادی کے واقعے کو ان کے جوان بچوں کے سامنے چٹخارا بھرتے ہوئے دہرایا جاتا۔ اس وقت بھی زوبیہ خود ہی ڈرائیور کے ساتھ چلی آئیں اور تمام راستے غصے میں بڑبڑاتی رہی، مگر جب لڑکی والوں کے گھر پہنچی تو اس کا دل خوش ہوگیا۔ شہرین ہلکے سبز رنگ کے لباس میں ملبوس، آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر نیچرل لپ اسٹک لگائے، ان کو چائے پیش کرنے کے بعد کونے میں سنجیدگی سے نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔ اسے اپنے گھر کے لیے ایسی ہی بردبار سی بھابی کی ضرورت تھی۔

''ایک.....ایک کپ چائے اور ہوجائے۔'' مہرین ہاتھ میں ٹرے لیے مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی، تو یوں لگا کہ قوس قزح کے سارے رنگ اپنے ساتھ لے آئی ہو۔

''یہ میری دوسرے نمبر والی بیٹی ہے۔'' فاطمہ نے سر سے سرکتا آنچل ٹھیک کرتے ہوئے بتایا۔ زوبیہ کی نگاہیں اس پر ٹک گئیں۔

''آنٹی جی! ماشاء اللہ' بیٹیاں تو آپ کی تینوں ہی بہت پیاری ہیں۔'' زوبیہ نے مہرین کا سرتاپا جائزہ لیا۔

''بس بیٹا..... اللہ کا کرم ہے، اب تو ایک ہی دعا ہے کہ ان کے نصیب کھل جائیں۔'' فاطمہ نے عاجزی سے کہا' مہرین اور شہرین پر محبت بھری نگاہ ڈالی۔

''آمین..... ثم آمین۔'' مہرین نے دعائیہ انداز میں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے کہا تو سب ہنس دیئے۔

''یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ کرے، جوان لوگوں کے حق میں اچھا ہو۔'' زوبیہ نے سلیقے سے تمہید باندھی۔

''یہ تو تم نے بالکل ٹھیک بات کی ہے۔'' فاطمہ نے سر ہلا کر تائید کی اور منتظر نظروں سے اسے دیکھا مگر اس بار بھی وہ کوئی واضح جواب دیئے بناء کنفیوز سی وہاں سے اٹھ آئی تھی۔

❁.....❁.....❁

زوبیہ فصیح اللہ کے آنے سے قبل خود سے فیصلہ کرنے کی مجاز نہ تھی، پھر ایک اور اندیشہ بھی اسے کنفیوز کررہا تھا۔ ایک تو بڑی چھان پھٹک کے بعد اس کی نگاہ انتخاب شہرین پر جا ٹھہری تھی۔ مگر دل میں یہ ڈر بھی پیدا ہوا کہ کہیں باپ کی شادی کا واقعہ بھائی کے رشتے میں رکاوٹ نہ ڈال دے اسی لیے بہت دن سوچنے کے بعد اس نے رشتہ کروانے والی گکو بوا کو بلا کر خاص تاکید کی کہ ان لوگوں کو جا کر ساری بات سچ سچ بتادیں۔ گکو بوا نے جب دوسرے دن فون کرکے بتایا کہ وہ خاندانی لوگ ہیں اور انہیں ایسی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ شہرین اور بڑے بھیا دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت مناسب تھے۔ وہ ان لوگوں کی طرف سے کسی اعتراض کے نہ اٹھائے جانے پر خوش ہوگئی اور اسی رات جوش میں آکر بڑے بھیا کو فون گھما دیا۔ یہ خوش خبری بھی دے دی' مگر وائے افسوس فصیح اللہ نے ہمیشہ کی طرح انکار کرکے ان سب کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا۔ زوبیہ منہ لٹکا کر بیٹھ گئی مگر پھر بھائیوں اور میاں کے ہمت دلانے پر اس نے بڑے بھیا کی بات کو اتنا سیریس نہیں لیا تھا' سوچا کہ پاکستان پہنچتے ہی وہ سب مل جل کر انہیں منا ہی لیں گے۔ ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ اس کی سوچ کے برعکس فصیح اللہ تو اس معاملے میں ماش کے آٹے کی طرح اینٹھ کر بیٹھ گئے۔

❁.....❁.....❁

شہرین نے بڑی مشکل سے بڑے باکس کا تالا کھول کر بھاری ڈھکن اٹھایا' جس کے اندر برسوں سے اس کے سپنے قید کیے جارہے تھے، ہر مہینے جب وہ ماں کے ہاتھوں میں اپنی تنخواہ رکھتی تو فاطمہ ان پیسوں میں سے معقول رقم نکال کر شہرین کو پکڑ کر زبردستی قریبی بازار لے جاتیں، پھر اس کے جہیز کے لیے کوئی نہ کوئی چیز خریدی جاتی یوں انہوں نے کافی سامان جمع کرلیا تاکہ جب کہیں سے معقول رشتہ آئے تو بہت کچھ گھر سے ہی نکل آئے، بکس میں مختلف قسم کے شیفون کے بڑے پیارے پیارے سوٹ، دو قیمتی گرم شالیں، شیشے کا ڈنر سیٹ جو پچھلے سال محلے میں ڈالی جانے والی کمیٹی کے نکلنے پر وہ مارکیٹ سے، پورے پندرہ ہزار میں خریدا گیا تھا' چار بنارسی ساڑھیاں جو شہرین کی انڈیا والی خالہ نے کسی کے ہاتھ فاطمہ کی فرمائش پر بھجوائی تھیں، دس مختلف قسم کی ہلکی بھاری بیڈ شیٹس، بلینکٹ اور بھی بہت کچھ جو بڑے ارمانوں سے جمع کیا گیا تھا۔

شہرین کبھی کبھی یہ بکس کھول کر کھڑی ہوجاتی اور ان

چیزوں کو چھو چھو کر دیکھتی تو اس کی آنکھوں میں تمناؤں کا ایک جہاں آباد ہو جاتا، ایسے میں فاطمہ کے دل سے خود بخود بیٹی کے اچھے نصیب کے لیے دعائیں نکلتیں۔ اگر شرمین اور مہرین پاس سے گزرتی تو کوئی چٹکلا ضرور چھوڑتیں جو کئی دنوں تک اسے گدگداتا رہتا۔ وہ ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ سجائے، کمرے سے باہر نکل آتی۔ بہت دنوں بعد اس کے گھر میں زوبیہ اور اس کے بڑے بھائی کا نام اس روانی سے لیا جا رہا تھا کہ اس کی سوچوں کا رخ خود بخود فصیح اللہ کی جانب مڑ جاتا۔ شام کو کسی کام سے اس کمرے میں گئی تو بے اختیار باکس کھول کر سامان پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے خیالوں کا جہاں آباد کر بیٹھی۔

''شہزی کہاں کھوئی ہو؟'' فاطمہ نے پیچھے سے آ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''وہ امی کچھ نہیں یہ دیکھیں کپڑے کو کسی کیڑے نے کاٹ ڈالا ہے۔'' اس نے انگلی سے شفون کے دوپٹے کا سوراخ دکھایا۔

''ہائے اللہ نئے کپڑوں کا ناس مار دیا..... اب تو شادی بھی قریب ہے۔'' وہ بھی پریشان ہو کر بڑبڑانے لگیں۔

''آپ ٹینشن نہ لیں میں کرتی ہوں۔ ان کمبخت ماروں کا کوئی سدباب۔'' وہ مسکرا کر ماں کو تسلی دیتی ہوئی اٹھ گئی۔

❁......❁......❁

فاطمہ نے بہانے سے زوبیہ کو فون بھی کیا مگر وہ ساری بات کرتی مگر منہ سے شادی کے حوالے سے ایک لفظ نہ بولتی، انہیں بلاوجہ کی ٹینشن ہونے لگی تھی۔ زوبیہ کرتی بھی تو کیا' فصیح اللہ چھٹیوں پر جیسے ہی ''کنوارے ہاؤس'' پہنچے زوبیہ نے دوسرے دن ہی پلاننگ کے تحت ہنگامی بنیادوں پر میٹنگ طلب کر لی اور آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر کر بڑے بھیا سے بھابی لانے کی فرمائش کر دی۔ اس بات پر سب ایک زبان ہو کر بولنے لگے مگر فصیح اللہ نے تو جیسے یہ بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''ابھی میرا دور دور تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔'' وہ مسلسل نفی میں گردن ہلاتے رہے۔

''بڑے بھیا..... پلیز مان جائیں۔'' ان سب کی منتیں بھی فصیح اللہ کی گردن اثبات میں نہ ہلا پائی۔

''بڑے بھائی..... کنوارے ہاؤس میں پتا ہے کیا کیا مشکلات ہیں.....'' آخر میں زوبیہ نے گھر کے ابتر حالات بھی بیان کر ڈالے۔

''ہاں تو کیا مسئلہ ہے؟ منجھلے کی شادی کروا دو۔'' فصیح اللہ نے بڑی شان بے نیازی سے مشورہ دیا اور رفاقت کو آنکھ ماری۔

''بات تو صحیح ہے اگر فصیح اللہ بھائی کی دلہن آئے گی بھی تو وہ شادی کے بعد لندن سدھارے گی، کنوارے ہاؤس کے مسائل تو پھر ویسے ہی رہ جائیں گے۔'' رفاقت علی اپنے دوست اور بڑے سالے کے اشارے کو سمجھتے ہوئے ایک نیا پوائنٹ لے آئے۔

''گھر چلیں پھر بتاتی ہوں۔'' زوبیہ نے شوہر کے پلٹی کھانے پر آنکھوں ہی آنکھوں میں دھمکایا۔

''بچا لے بھائی۔'' رفاقت ہنستے ہوئے سہم کر بڑے سالے کے پیچھے چھپ گئے۔

''تم کیا کہتے ہو..... سمیع اللہ'' زوبیہ نے منجھلے کو گھورا جو ناخن چبا رہا تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی بڑے بھیا تو بچ گئے۔ مجھے کس کھاتے میں پھنسایا جا رہا ہے۔'' وہ جھنجھلا اٹھا۔

''دھیرج منجھلے..... یہ شادی کی بات ہے، کالے پانی کی سزا نہیں دی جا رہی جو چلا رہے ہو۔'' بڑے بھیا نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

''مجھے قربانی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے نہ بھئی نہ یہ ظلم ہے۔'' سمیع اللہ نے ایک دم بدک کر باہر کی جانب دوڑ لگا دی، سب اس کے پیچھے بھاگے اور وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے زن سے لے اڑا۔

❁......❁......❁

وہ گرمی اور سورج کی تپش سے پریشان ماتھے کا پسینہ پونچھتی جیسے ہی کالج سے نکل کر بس اسٹاپ کی جانب بڑھی ہاتھ دینے کے باوجود بس سامنے سے نکل گئی۔ اس نے دانت کچکچا کر بس کو برا بھلا کہا اور پیدل ہی گھر کی جانب چل دی۔ فٹ پاتھ پر کھدائی کا کام جاری تھا مجبوراً سڑک پر چلنا پڑ رہا تھا۔ رات اچھی خاصی بارش ہوئی تھی، اس کے باوجود گرمی کا زور نہیں ٹوٹا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے سورج سوا نیزے پر آ گیا ہو۔ ہاتھ میں تھامے جرنل کا سایہ بنائے وہ چلتی چلی جا رہی تھی۔ سڑک کے بیچ ایک گڑھے میں بارش کا کیچڑ زدہ پانی جمع تھا۔ ابھی وہ اس

کے نزدیک پہنچی ہی تھی کہ اچانک ایک گاڑی تیز رفتاری سے چھینٹے اڑاتی آگے بڑھ گئی۔ اس کے کپڑے بری طرح سے داغ دار ہوگئے کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا تو ہاتھ میں پکڑی فائل پیچھے سے گھما کر گاڑی کے شیشے پر دے ماری۔ گاڑی تھوڑی آگے جا کر رک گئی۔ سمیع اللہ دروازہ کھول کر بلبلاتا ہوا باہر نکلا اور شیشے کو چیک کرنے لگا۔ اچانک اس نے سامنے کھڑی لڑکی کا برا حال دیکھا تو خفیف سا ہو کر رہ گیا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم اتنی تیز رفتاری سے چلا جا رہا تھا کہ اندازہ ہی نہیں ہوسکا کہ آگے گڑھا ہے ورنہ رفتار ہلکی کر لیتا۔

''بڑے آئے لاٹ صاحب کہیں کے۔'' لڑکی نے بڑی غضب ناک نظروں سے گاڑی کا جائزہ لیتے لمبے چوڑے ہینڈسم لڑکے کو دیکھا اور بڑبڑائی۔

''آئی ایم سوری......'' جھجکتے انداز میں معذرت طلب کی۔ لڑکی کا حسن دہکتا ہوا انگارا بنا ہوا تھا، اس نے نگاہیں چرا کر خود کو جھلسنے سے محفوظ رکھا۔

''آپ کے معافی مانگنے سے کیا میرا حلیہ ٹھیک ہوسکتا ہے؟'' اس نے جواباً انہی غصیلی نظروں سے سمیع اللہ کو گھورا اور زور سے سر جھٹکا۔

''ایکسکیوزمی مس......مگر میں نے جان کر ایسا کچھ نہیں کیا......'' وہ بوکھلا کر صفائی پیش کرتے ہوئے اور بھی اچھا لگ رہا تھا۔

''گاڑی میں بیٹھنے کے بعد آپ لوگوں کو سڑک پر چلنے والے دکھائی کہاں دیتے ہیں۔'' اس نے ٹشو سے کیچڑ کے چھینٹے صاف کرتے ہوئے طنز کیا۔

''معافی مانگ تو رہا ہوں۔ اب کیا جان لینے کا ارادہ ہے۔'' اس نے خجالت بھرے انداز میں خراب حلیے پر نگاہ دوڑائی اور زیر لب بولا۔

''جی......میں......آپ کا بڑا احسان......'' وہ ہری مرچ چباتے حد سے زیادہ دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ لڑکی تو بڑے غصے والی ہے، بیٹا بچ گئے، کہیں وہ جرنل میرے منہ پر پھینکا ہوتا تو خیر نہ تھی۔'' اس نے دل میں مسکراتے ہوئے سوچا۔

''اس حلیہ میں بس والا تو کیا کوئی اپنے رکشے میں بھی نہیں بٹھائے گا۔'' وہ اس حال میں خود سے باتیں کرتی بہت حسین لگ رہی تھی۔

''اچھا ایک کام کرتا ہوں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' یہ اس کی اخلاقیات کا تقاضا یا تربیت تھی کہ وہ اتنی کڑوی کسیلی سن کر بھی اس سے معافی کا طلب گار بنا ہوا تھا۔

''صاحب......آپ نے جو ایک مہربانی کر دی ہے، وہ ہی کافی ہے۔ اب اپنا راستہ پکڑیں۔'' اس کی بات پر مزید گرم ہوتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔

''کمال ہے میں تو صرف اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کا حال بہت خراب ہو رہا ہے۔'' اس نے بھی تھوڑا روڈ ہو کر جتایا۔

''اوکے......ٹھیک ہے۔'' لڑکی نے خود کا جائزہ لیا اس کا سفید یونیفارم کیچڑ کے چھینٹوں سے داغدار ہوگیا تھا اور پھر اس سڑی گرمی میں پیدل چلنا اسے سوچ کر ہی کوفت ہو رہی تھی اس لیے مجبوراً اس کے ساتھ جانے پر تیار ہوگئی تھی۔

''آیئے۔'' اس نے بڑے مہذبانہ انداز میں فرنٹ سیٹ کی جانب اشارہ کیا۔

''چلیں......اور سنیں مجھے گھر کے قریب والے بس اسٹاپ پر چھوڑ دیجیے گا۔'' اس فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے تاکید کی۔

''مس......پریشان نہ ہوں، جہاں کہیں گی وہاں چھوڑ دوں گا۔'' ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے بعد اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ وہ اس لڑکی سے متاثر ہوا تھا جس کا نام بھی نہیں پتا تھا۔ سمیع اللہ دوران ڈرائیونگ کرتا چوری چوری اس کے دلکش نین نقش کو دل میں اتارتا چلا گیا مگر وہ لڑکی اسے بالکل بھی لفٹ کرانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ اسی لیے سارا راستہ خاموشی سے گزرا اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے چلتے علاقے کے بس اسٹاپ کے نزدیک پہنچ کر سمیع اللہ نے بڑی شرافت سے سائیڈ میں لے جا کر گاڑی روک دی۔ وہ لڑکی بغیر شکریہ ادا کیے تیزی سے اتری اور ایک گلی کی جانب چلتی چلی گئی۔ سمیع اللہ کی نگاہیں دور تک پیچھا کرتی رہ گئیں، دل نام پتا حاصل کرنے کے لیے تڑپ اٹھا مگر اس غصے والی حسینہ نے مڑ کر ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی۔

❁......❁......❁

فصیح اللہ کی درخواست پر رفاقت علی نے سمیع اللہ کو منانے کا ذمہ اپنے سر لے لیا اور بیوی کے ساتھ ایک بار پھر سسرال کا رخ کیا۔ بیوی کو سمجھا کر روکا اور اکیلے ہی سمیع اللہ کے کمرے کی

جانب بڑھے، بغیر دستک دیئے ناب گھمایا اور گردن اندر کر کے دیکھا۔ وہ بستر پر آڑا ترچھا لیٹا ہوا دکھائی دیا۔

"میاں..... سوچ لو شادی کرنے سے تمہیں ایک بہت بڑا فائدہ ہونے والا ہے۔" رفاقت نے سرگوشی کی۔

"آہا..... مگر آپ نے ہمیشہ یہ ہی سمجھایا کہ شادی کرنے میں بس نقصان ہی نقصان ہے۔" سمیع اللہ نے شرارت سے بہنوئی کو دیکھا۔

"بھئی..... سب کی سچویشن الگ الگ ہوتی ہے نا' خیر تو یہاں بات تمہاری ہو رہی ہے۔" ایک سرد آہ بھر کر دوبارہ موضوع کی طرف پلٹے۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ....." وہ ابھی شروع ہی ہوئے تھے۔

"لوگ کیسے بدلتے ہیں۔ آج اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھ لیا۔" اس نے بات کاٹی۔

"کیا..... مطلب ہے بھئی؟" ان کے سر کے اوپر سے یہ بات گزر گئی۔

"آپ کے دوست آگئے تو سالے کو ہی بھول گئے۔" سمیع اللہ نے ناراضی سے منہ پھلایا۔

"ایسی بات نہیں ہے یار۔"

"اچھا یہ بتائیں میں ہی قربانی کا بکرا کیوں بنوں۔ رفیع اللہ اور شفیع اللہ بھی تو ہیں؟" بالوں میں انگلیوں پھیرتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"وہ دونوں ابھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہوئے ہیں اور بھئی دونوں ابھی چھوٹے ہیں۔" رفاقت کی بات پر اسے قائل ہونا پڑا۔

"بڑے بھیا کو منائیں نا۔" اس نے درخواست کی۔

"ارے اس کو چھوڑو اور سنو۔ شادی کے بعد تمہارے کتنے مزے ہونے والے ہیں۔" رفاقت نے چالاکی سے ٹریپ کیا۔

"وہ کیسے؟" اس نے ایک ابرو اچکا کر گھورا۔

"صبح صبح اٹھ کر آفس جانے سے پہلے جناب کو ناشتہ نہیں بنانا پڑے گا۔ آرام سے اٹھیں گے اور بیگم کے ہاتھوں کا گرما گرم ناشتہ تیار ملے گا۔" وہ نقشہ کھینچنے لگے۔ "بھاپ اڑاتی گرما گرم بیڈ ٹی۔" اس کی برسوں پرانی خواہش من میں جاگی اور آنکھوں میں جھماکے سے اس غصے والی حسینہ کا سراپا آگیا، دل کو کچھ ہوا۔

"کپڑے دھلے ہوئے استری شدہ ملیں گے۔" اسے جال میں پھنستا دیکھ کر مزید لالچ دی، جانتے تھے کہ وہ استری کرنے سے کتنا چڑتا ہے۔

"جو بھی ہے، میں ان کاموں کے لیے خود کو مصیبت میں نہیں ڈالنے والا۔" وہ سوچ میں پڑ گیا، پھر ایک دم بدک کر بولا۔ ویسے بھی اس کا دل تو ایک نئی لے پر دھن بجا رہا تھا۔ خود پر تپ بھی چڑھی کہ اسی دن ہمت کر کے اس لڑکی کا نام پتا معلوم کر لیتا تو کم از کم انکار کے لیے ایک ٹھوس وجہ تو ہوتی۔

"اب بھی کچھ نہیں بگڑا....." اس نے دل میں تہیہ کیا کہ ایک بار اس علاقے میں جا کر حسینہ کا گھر ڈھونڈ نکالے گا اور پھر بہن کو وہاں لے جائے گا۔

❀.....❀.....❀

"ارے..... ارے..... کس پر اتنا غصہ اتار رہی ہو.....؟" شہزین نے بہن کو قمیص دھونے کے ساتھ ساتھ شور مچاتے دیکھا تو پوچھ بیٹھی۔

"بس آپی' کئی عجیب لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے سفید یونیفارم کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا پھر اس لڑکے کے گناہ دھوئے جا رہے ہیں۔ یار چھوڑ دو اب اس بات کو بیچارے سے غلطی ہوگئی۔" شہزین ہنس دی۔

"کیا کروں..... میرے پاس دو ہی سفید یونیفارم تھے، کالج جاتے ہوئے بدل بدل کر پہن لیتی تھی۔ اب ان صاحب کی مہربانی سے ایک پر لگے یہ داغ دھبے کسی طرح بھی دور ہی نہیں ہو رہے، میں نے ہر کوشش کر لی..... اب ایک کو روز دھو اور پھر پہنو۔" وہ بہانے بہانے سے دن میں کئی بار سمیع اللہ کا ذکر نکال بیٹھتی۔ جانے کیوں اس کو بھول ہی نہیں پا رہی تھی۔

"ہاں..... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ چیزیں زندگی کے ساتھ جڑ جاتی ہیں، ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔" شہزین نے بہن کو دیکھتے ہوئے گہری بات کی۔

"کہیں..... آپی کو میرے دل کی حالت کا اندازہ تو نہیں ہو گیا۔" وہ چونک کر بہن کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"فکر نہ کرو کل کالج سے واپسی پر نئے یونیفارم کے لیے کپڑا لا دوں گی۔" شہزین نے بہن کو تسلی دی۔ اتنے میں باہر کا دروازہ کھلا اور شرمین اور فاطمہ تھیلوں سے لدی پھندی اندر داخل ہوئیں۔

''لائیں اماں یہ سامان مجھے پکڑا دیں۔'' شہرین نے ان کے نحیف ہاتھوں میں پکڑے شاپرز لیتے ہوئے فکر مندی سے کہا۔
''پانی لاؤں؟'' مہرین نے بھی ماں سے پوچھا۔
''کوئی مجھ غریب کو بھی پوچھ لے۔'' شرمین نے بھاری بھرکم شاپر پلنگ پر پھینکا اور خود بھی وہیں لیٹ گئی۔
''ہاں بیٹا...... شرمین ٹھیک کہہ رہی ہے ہمیں پانی پلا دو۔ اتنا لمبا سفر اُس پر گرمی حال ہی برا ہوگیا۔'' وہ بڑی معصومیت سے بولیں۔
''آپو...... اگر پانی میں لال رنگ اور چینی گھول لو تو کیا ہی بات ہے۔'' شرمین نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
''پلاتی ہوں میں تمہیں لال پانی۔'' مہرین نے چھوٹی بہن کو دیکھ کر زبان چڑائی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

''سمیع اللہ ایک بات کان کھول کر سن لو شادی نہیں کرنی تو نہ کرو مگر......'' زوبیہ جو شوہر کے پیچھے یہاں چلی آئی تھی غصے میں بولی۔
''مگر کیا؟'' سالے بہنوئی نے ایک دوسرے کو دیکھ کر ایک ساتھ سوال کیا۔
''اس کے بعد تم میں سے ایک بھائی شیف بننے کی تربیت لینا شروع کردینا۔ اب میں تم لوگوں کے لیے مزید کھانے پکانے والی نہیں......'' اس نے دھمکی دے ڈالی۔
یہ پوائنٹ ایسا تھا جہاں آکر سمیع اللہ چپ سادھ گیا۔ اسے خود بھی ادراک تھا کہ اس کی شادی سے کنوارے ہاؤس کے بہت سارے مسائل چٹکی بجاتے ہی حل ہوجائیں گے اور زوبیہ کی بے جا ذمہ داریوں میں بھی کمی واقع ہوگی مگر جب سے اس لڑکی سے ملاقات ہوئی ذہن پر بس وہ ہی چھائی ہوئی تھی۔ اس کو پتا تھا کہ بہن ایسے جان چھوڑنے والی نہیں ہے۔ اسی لیے ذہن کے گھوڑے دوڑانے شروع کردیئے اچانک ایک ترکیب دماغ میں آئی۔
''شہزادے کس سوچ میں ہو؟'' رفاقت نے اسے دھپ لگا کر چونکایا۔
''جی کچھ خاص نہیں۔'' اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو بہن بہنوئی کو جواب کا منتظر پایا۔

''آپ لوگوں کی خاطر میں اس قربانی کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے بڑی چالاکی سے حامی بھری تھی۔ زوبیہ نے سکون کا سانس لیا۔
''مہربانو' قدر دانوں غور سے سنو' ہمارا لڑکا شادی کے لیے راضی ہوگیا ہے۔'' وہ سالے بہنوئی ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بھاگے۔
''کیا......! واقعی؟'' فصیح اللہ نے حیرت اور خوشی کا اظہار ایک ساتھ کیا۔
''جیو میرے پیارے بھائی۔'' جوش میں بھائی کو گلے لگا لیا۔
''راجہ کی آئے گی بارات۔'' شفیع اللہ اور رفیع اللہ نے بھونڈی آواز میں گاتے ہوئے ناچنا شروع کردیا۔ سمیع اللہ نے پریشان ہوکر زوبیہ کے چمکتے چہرے کو دیکھا۔ اس کی بات تو بیچ میں ہی ادھوری رہ گئی تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد چھوٹے بھائیوں سے فرمائش کی جو ناچنے میں مگن تھے۔
''چلو تم دونوں جاؤ اور اس خوشی میں ہم سب کے لیے اچھی سی چائے لے آؤ۔'' اس نے آرڈر دیا تو ان دونوں کا منہ بن گیا۔
''ہاں بھئی گھنٹوں ان کے ساتھ سر کھپانے کے بعد ایک کپ چائے تو بنتی ہے۔'' رفاقت نے بھی سہی وقت پر حامی بھری تو ان دونوں کو جاتے ہی بنی۔ فصیح اللہ اور رفاقت صوفے پر براجمان ہوکر خوش گپیوں میں مگن ہوگئے۔ سمیع اللہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور جاکر بہن کے قریب بیٹھ گیا۔ دھیرے سے اپنی شرط بتائی زوبیہ حیرت زدہ رہ گئی اور پھر سر تھام لیا۔
سمیع اللہ کے لبوں کی تراش پر شرارتی مسکراہٹ ابھری۔ اسے پورا اعتماد تھا کہ یہ شرط سننے کے بعد شہرین کے گھر والے خود ہی انکار کردیں گے۔

❀......❀......❀

''اماں جی وہاں سے کوئی خبر نہیں آئی؟'' مہرین نے ماں کے پاس لیٹتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں بیٹا میں خود منتظر ہوں۔'' فاطمہ کے انداز سے بے چینی تھی۔
''یہ لڑکے والے اتنے نخرے کیوں دکھاتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں اداسی گھل گئی۔
''بس بیٹا...... یہ ہی زمانے کا چلن ہے۔'' وہ پیار سے بیٹی

کے ماتھے پر پڑے بال ہٹاتے ہوئے اسے دیکھے گئیں۔

مہرین دونوں بہنوں کے مقابلے میں کچھ منفرد سی تھی، وہ شکل وصورت میں اپنی ماں پر گئی تھی دراز قد' سفید رنگت سے چھلکتا گلابی پن' گلاب کی نازک پنکھڑیوں سے مشابہہ ہونٹ' سنہری آنکھیں اس پر سیاہ لانبی پلکیں' گداز جلد جو اتنی شفاف تھی کہ اسے کسی مصنوعی آرائش کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ وہ مبہوت کردینے والا حسن رکھتی تھی۔ سج سنور کر اس قدر پیاری لگتی کہ دیکھنے والا منجمد ہوکر رہ جائے، اس پر مزاج کی شوخی اور چنچل ادائیں، جہاں جاتی، چھاجاتی۔ وہ فطرتاً تھوڑی لاپروا بھی تھی اسے زندگی کو ہنستے کھیلتے گزارنا پسند تھا اور وہ ایسے ہی گزارتی۔ صبح اٹھ کر کالج چلے جانا، واپس آکر لمبی تان کر سونا' شام کو چائے کا کپ تھام کرٹی وی کے سامنے بیٹھ جانا اور پھر اگلے روز کالج میں نئے فیشن پر بھرپور تبصرہ کرنا۔ تعلیمی میدان میں بھی وہ بنا محنت کیے۔ ہمیشہ زیادہ مارکس لے آتی۔ شاید قدرتی طور پر دونوں بہنوں کے مقابلے میں زیادہ ذہین وفطین تھی۔ ایک درجن سے زائد تو اس نے سہیلیاں بنارکھی تھیں، اس کے باوجود کچھ الگ سی' قوس قزح کے رنگوں سے بھی زیادہ رنگین دکھائی دیتی، اس پر نگاہیں جمائے رکھنا مشکل ہوجاتا۔

ان سب باتوں سے قطع نگاہ اسے اپنے گھر والوں خاص طور پر بڑی بہن سے شدید محبت تھی اس وقت اسے زوبیہ اور اس کے بھائی فصیح اللہ پر بڑا شدید غصہ آیا جنہوں نے اس کی اماں کو ایک عجیب سی ٹینشن میں مبتلا کررکھا تھا۔

"ہاں...... یا نہ کچھ تو کہیں۔ کم از کم انسان ایک طرف تو ہوجائے۔ یہ کیا کہ بیچ میں لٹکا رکھا ہے۔" نیند سے بند ہوتی آنکھوں کو جھپکتے اس نے سوچا۔

❁......❁......❁

"یا اللہ یہ لوگ مان جائیں۔" زوبیہ نے بڑی شرمندہ گی سے ایک بار پھر شہرین کے گھر فون ملاتے ہوئے دعا کی۔

"ہیلو۔" مہرین نے سیل فون اٹھایا۔

"کون بات کررہا ہے؟" زوبیہ نے دوسری جانب سے کھنک دار آواز سن کر پوچھا۔

"جی میں مہرین بات کررہی ہوں۔ زوبیہ آپی۔" اس نے ترنت جواب دیا، ماں کے موبائل میں یہ نمبر نام سے محفوظ تھا۔

"اوہ...... کیسی ہو؟" وہ خوش دلی سے بولی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ ٹھیک ہیں؟" اس نے جواب کے ساتھ اخلاقیات نبھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی سب خیریت ہے، اچھا کیا میں مسز عباس سے بات کرسکتی ہو۔" زوبیہ نے پوچھا تو اس نے فون ماں کی طرف بڑھادیا۔

فاطمہ کو ان لوگوں کے ڈھنگ سمجھ میں نہیں آرہے تھے مگر لندن پلٹ فصیح اللہ کی قابلیت اور اعلیٰ خاندان نے انہیں مصلحت کا دامن تھامے رکھنے پر مجبور کررکھا تھا مگر اس طرف سے کوئی بات صاف ہی نہیں ہوپارہی تھی۔

"میں...... دراصل...... ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔" زوبیہ نے جھجک کر کہا۔

"جی بیٹا...... بولیں۔" فاطمہ نے بردباری سے جواب دیا۔

"امید ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گی۔" زوبیہ کو خجالت سی محسوس ہوئی تو فوراً معذرت بھی کرلی۔

"ارے نہیں۔" انہوں نے لہجے میں مصنوعی بشاشت سموئی پھر مہرین کی طرف دیکھا اور اسے وہاں سے ہٹانا چاہا۔

"بیٹا تم ذرا جاکر اپنے ابو کو دوا کھلادو۔" فاطمہ کے کہنے پر مہرین اٹھ تو گئی مگر اس کا تجسس کے مارے برا حال تھا۔

"ہاں اب آرام سے بتاؤ کہ کیا بات ہے؟" بیٹی کے جانے کے بعد فاطمہ نے بڑی امید سے پوچھا۔

"آنٹی...... جی اصل میں فصیح اللہ بھائی تو ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے مگر......" زوبیہ نے دھیرے دھیرے بولنا شروع کیا اور وہ دل پر ہاتھ رکھ کر سنتی چلی گئیں۔

❁......❁......❁

وہ ماں تھیں، انہیں اپنی تینوں بیٹیوں سے یکساں محبت تھی کسی ایک کو بھی چبھنے والا کانٹا انہیں اپنے دل میں اترتا محسوس ہوتا۔ اسی لیے کسی ایک کے ساتھ بھی ناانصافی دیکھنا ان کے لیے ناقابل برداشت امر تھا مگر شہرین کی بات کچھ الگ سی تھی وہ شروع سے ماں سے بہت قریب تھی۔ زوبیہ کی عجیب وغریب قسم کی فرمائش پوری کرنے کا مطلب بڑی بیٹی کے ارمانوں کے ساتھ کھیلنا، وہ عجیب شش وپنج میں گرفتار ہوگئیں۔

شہرین شروع سے والدین کے دکھ درد میں خود بخود حصہ دار بنتی چلی گئی تھی۔ کم عمری سے ہی ماں کی بیماری میں چھوٹے چھوٹے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی' بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کرتی' تعلیم مکمل ہوتے ہی باپ کی مجبوریوں کو بن کہے

جان کر جاب کے لیے نکل کھڑی ہوئی، پہلی تنخواہ ہاتھ میں آتے ہی چھوٹے بھائی حاشر عباس کی تعلیم کا خرچہ خاموشی سے اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ باپ کی موجودگی میں بھی اس گھر کا سائبان بنی رہی۔ اپنی عمر سے بڑے بڑے کام کرنے کی وجہ سے شاید سنجیدگی اور بردباری اس کی شخصیت کا لازمی جز بنتی چلی گئیں تھی، جو آج اس کی شادی کی راہ میں رکاوٹ بن کر آ کھڑی ہوئی تھی، کم از کم انہیں تو ایسا ہی لگ رہا تھا، لڑکے والے آتے اور وجہ بتائے بغیر اسے ریجیکٹ کر کے چلے جاتے۔

فصیح اللہ کا رشتہ ایک محلے دار نکو بوا کی توسط سے آیا' جو لڑکے کی بہن زوبیہ کی جاننے والی تھیں، انہوں نے لڑکے کی گارنٹی لیتے ہوئے، گھر والوں کی بہت تعریف کی زوبیہ نے اپنے بڑے بھیا کی تصویر دکھائی تو انہیں لڑکا شکل وصورت میں بھی یکتا دکھائی دیا۔ وہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ لندن میں سیٹل تھا، خاندان بھی بہت اچھا تھا وہ سب مطمئن ہو گئے۔ پھر سب سے بڑھ کر فیملی ممبر بھی کم تھے۔ ان کی شہرین بہت آرام سے ایڈجسٹ کر لیتی۔ فاطمہ نے دل میں تہیہ کیا کہ اس بار یہ رشتہ ہاتھ سے نکلنے نہیں دیں گی۔ اس بار لڑکے کی بہن کی جانب سے اتنا اچھا رسپانس مل رہا تھا کہ فاطمہ بہت زیادہ پُر امید ہو گئی تھیں پھر نکو بوا نے بھی بتایا کہ ان لوگوں کے خاندانی معاملات اتنے الجھ گئے ہیں کہ زوبیہ کو شہرین جیسی سمجھدار لڑکی کی ہی تلاش ہے۔ مگر اب اس نئی بات نے ان کے دماغ کی چولیں ہلا ڈالیں کہ زوبیہ بڑے فصیح اللہ کی جگہ منجھلے بھائی سمیع اللہ کا رشتہ لے کر آنا چاہ رہی ہے شہرین اور سمیع اللہ کی عمروں میں بہت زیادہ فرق بھی نہیں تھا۔ یہ بات انہیں کھٹک گئی۔ ساتھ میں سمیع اللہ نے لڑکی دیکھنے کی شرط لگا دی۔ تو دل کو مایوسی سی ہوئی۔ اسی لیے یہ نئی بات ان سے ہضم نہیں ہو پا رہی تھی، نگاہوں میں معصوم سی شہرین کا چہرہ پھر گیا۔ جو پچھلے دنوں سے کتنی خوش خوش دکھائی دے رہی تھی۔

اب وہ پریشان تھی کہ بڑی سے یہ بات کریں بھی تو کیسے؟ شہرین ابھی کالج سے لوٹی نہیں تھی۔ اس لیے وہ سوچوں میں گم بیٹھی تھیں ورنہ وہ ماں کو ایسے اداس بیٹھنے دیتی بھلا۔ فاطمہ اسی شش وپنج میں گرفتار سر پر ہاتھ رکھے خیالوں میں گم بیٹھی تھی۔ تھک ہار کے انہوں نے یہ شرط ماننے سے انکار کا سوچا۔

❀ ❀ ❀

سمیع اللہ تیز دھوپ میں گاڑی بھگاتا ہوا ان گلیوں کے کئی چکر لگا چکا تھا کہ شاید اس غصے والی حسینہ کا کوئی اتا پتا مل جائے مگر لاحاصل رہا بھانت بھانت کی کالی گوری، لمبی چوڑی، لڑکیاں راہ میں چلتی نظر آئی مگر مجال ہے جو اس جیسی کوئی ایک بھی دکھائی دی ہو۔ کالج کی چھٹی کے ٹائم پر کافی دیر گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انتظار بھی کیا مگر وہاں پر بھی ناکامی ہاتھ لگی۔ دل بڑا اداس ہوا۔

''کہیں بیمار تو نہیں پڑ گئی؟'' ایک خدشہ جاگا۔

''تف ہے یار' کیا ہو جاتا جو ہمت کر کے اس دن نام پتا ہی معلوم کر لیتا اتنی خواری سے تو واسطہ نہیں پڑتا۔'' اس نے اسٹیئرنگ پر زور کا ہاتھ مارا۔ اتنے میں فون بجنے لگا۔ جھنجھلا کر نمبر چیک کیا تو بہن کی کال تھی۔ بڑی بے دلی سے کال ریسیو کی تو نیا حکم نامہ ملا کہ رات تک جہاں ہو جس حالت میں ہو۔ ان کے گھر چلے آؤ کیونکہ وہ اس کے ساتھ شہرین کے گھر جانا چاہ رہی تھی۔ وہ اداس سا ہو گیا۔

❀ ❀ ❀

''اماں جی..... کیا ہوا؟'' مہرین کالج نہیں گئی تھی چائے کا کپ تھامے ان کے کمرے میں داخل ہوئی تو ماں کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''کچھ نہیں۔'' انہوں نے کپ پکڑتے ہوئے ٹالنا چاہا۔

''جب سے زوبیہ آپی کا فون آیا ہے۔ آپ بہت خاموش ہیں۔'' اسے ایک کرید سی لگی ہوئی تھی اسی لیے پھر پوچھا۔

''کوئی بات نہیں ایسا کرو جا کر دوپہر کی روٹیاں پکاؤ، شہرین اور شرمین آتے ہوں گے۔'' وہ بیزار صورت بنا کر بولیں۔

''پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے۔'' اس نے بھی ہمت نہ ہاری ماں کا کاندھا دباتے ہوئے بات اگلوانے کی کوشش کی۔

''کیا کہوں؟ زوبیہ نے ایک عجیب سی بات کر دی ہے۔'' عام حالات میں شاید فاطمہ ایسا نہ کرتیں مگر اس وقت اتنی بھری بیٹھی تھیں کہ منجھلی بیٹی کے سامنے ہی پھٹ پڑیں۔

''ذرا نکو کا نمبر تو ملا دو۔'' وہ کچھ دیر بعد گویا ہوئیں۔

''کیا کریں گی؟'' وہ جو پوری بات سننے کے بعد چپ سی ہو گئی تھی چونک کر پوچھا۔

''ان لوگوں کو انکار کہلوا دیتی ہوں۔ کھیل تماشہ لگا رکھا ہے۔'' فاطمہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"اماں جی...... ایسا نہیں کریں۔" ماں نے جب زوبیہ کے گھر انکار کا عندیہ دیا تو اس نے ماں کو سمجھانے کی ٹھانی۔

"تو کیا ان لوگوں کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہیں؟" وہ جلبلاتی ہوئی بیٹی کو جھاڑنے لگ گئیں۔

"آپ ٹھنڈے دماغ سے کیوں نہیں سوچ رہی۔ میں آپی کو اچھی طرح سے جانتی ہوں وہ اپنے لیے خود سے تو کبھی کوئی کوشش نہیں کریں گی۔ اب ایک اچھا آپشن ہاتھ آیا ہے تو اسے گنوانے سے کیا فائدہ۔" وہ دھیرج سے کاندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر کچھ سمجھانے لگی۔

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ شہزین بہت سیدھی ہے اور یہاں جیسے اچھے رشتوں کا کال پڑا ہے۔" بات ان کی سمجھ میں آنے لگی تو وہ جوش وخروش سے شروع ہوگئی۔

"یہ تو زوبیہ آپی کی اچھائی ہے کہ انہوں نے انکار کرنے کی جگہ بات صاف کردی ہے اور جہاں تک لڑکے کی لڑکی دیکھنے کی خواہش ہے تو یہ بات اب اس دور میں اتنی معیوب نہیں رہی۔" اس نے مسکرا کر ماں کو دیکھا۔

"ہاں ایک نظر دیکھنے کی تو شرح میں بھی اجازت ہے۔" انہوں نے معصومیت سے سر ہلایا۔

"گھرانہ اچھا ہے۔ دوسرا بھائی بھی انجینئر ہے۔ نوکری بھی اعلیٰ ہے تو پھر ہمیں ایک چانس لینا چاہیے کہ نہیں؟" وہ ایک کے بعد ایک دلائل پیش کرتی چلی گئی۔ "آخری اور اہم بات یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ہم لوگوں کو ہی لڑکا پسند نہ آئے اور ہم لوگ خود انکار کر بیٹھیں۔" اس کی باتوں پر فاطمہ کچھ دیر کے لیے گم سم ہوگئیں مگر مہرین انہیں قائل کرکے ہی وہاں سے اٹھی۔

✿......✿......✿

چند مہینوں سے زوبیہ کے اندر یہ خواہش زور پکڑتی جارہی تھی کہ بھائیوں کے ڈھیر میں سے کم از کم ایک کی تو دلہن گھر لے آئے تاکہ اس کی زندگی میں بھی تھوڑا سکھ وچین آجائے، یہ بھی کوئی بات تھی کہ وہ پورے ہفتے سسرال کی سخت روٹین نمٹا کر ویک اینڈ پر میکے کا رخ کرے اور آرام کی جگہ آستین چڑھا کر گھر کی ابتر حالت کو سنوارنے میں لگ جائے، اس کے بعد جب بھوک سے برا حال ہونے لگے تو کچن کا رخ کرتے ہوئے اپنی تواضع کے ساتھ باقی لوگوں کا بھی انتظام کرے۔ وہ سارے کام خاموشی سے نبٹاتی چلی جاتی کیونکہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ میکے میں عورت نہ ہونے کی وجہ سے بھائیوں کو دوسرے معاملات کے علاوہ کھانے پینے کا مسئلہ بھی ہے کوئی کب تک باہر کے کھانوں کا سہارا لے سکتا تھا۔ اس نے یہ مسئلہ حل کرنے کی بڑی کوشش کی اپنی دوست کے توسط سے ایک خانساماں ڈھونڈا مگر بڑے صاحب نے ہاتھ کی ایسی صفائی دکھائی کہ ان لوگوں نے کانوں کو ہاتھ لگالیا۔ کوئی عورت جوان جہان لڑکوں کے یہاں اکیلے کام کرنے سے انکار کردیتی۔ بڑی مشکل سے ایک بڑی عمر کی کام والی مائی آنے پر تیار ہوئی۔ وہ صبح صبح صفائی وغیرہ کا الٹا سیدھا کام کرکے ان لوگوں کے گھر سے نکلنے سے قبل چلی جاتی۔

زوبیہ ہفتے میں ایک بار یہاں آکر کئی قسم کے پکوان تیار کرکے انہیں فریز کردیتی مگر معاملات ایسے کب تک چل سکتے تھے گھر میں بہت سارے دوسرے کام بھی ہوتے ہیں۔ ویسے بھی گھر ہستی گھر کی عورت سے ہی چلتی ہے زوبیہ کب تک میکے بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھا کر چل سکتی تھی۔ صد شکر کہ رفاقت کو ان معاملوں میں کبھی کوئی اعتراض نہ ہوا اور ساس بھی خالہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی رعایت دے جاتیں۔ ویسے بھی وہ ان دنوں بڑے بیٹے کے پاس سعودی عرب گئی ہوئی تھیں تو زوبیہ کا زیادہ وقت میکے میں گزر رہا تھا مگر وہ ان کی واپسی سے قبل بھابی لانے کا تہیہ کر بیٹھی تھی تاکہ اس مشکل کا دیرپا حل نکل آئے۔ اسی لیے اتنی پھرتی دکھاتے ہوئے اس نے سمیع اللہ کو فوراً ہی لڑکی دکھانے کا پلان بنایا اور فاطمہ کے گھر کال کرنے کے بعد بھائی کو بھی حاضری کا عندیہ دے دیا۔

✿......✿......✿

بھری دوپہر میں مہرین کے پیچھے پیچھے فاطمہ شہزین کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ یہ بات شہزین سے کرسکیں۔ شہزین جو فزکس کے نوٹس چیک کرنے میں مصروف تھی، اس نے ماں کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو الجھن سے دیکھا پھر بہن کی معنی خیز مسکراہٹ کو محسوس کیا۔

"بات شروع کریں نا۔" مہرین نے ماں کا بازو ہلایا۔

اماں جی...... کیا ہوا سب خیر ہے نا؟" شہزین نے ماں کو کھویا کھویا سا دیکھا تو کاندھا ہلا کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"ہونہہ...... کچھ نہیں۔" فاطمہ نے ایک دم سے چونک کر بیٹی کو پتھرائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" اس نے نرمی سے ماں کا ہاتھ تھام

کر پوچھا۔
"نہیں بیٹا...... بس وہ ایک بات کرنی ہے۔" فاطمہ نے بیٹی کی پریشانی دیکھ کر محبت سے اس کا ماتھا چوما اور زیرلب جواب دیا۔
"اچھا ٹھیک ہے تو بولیں نا۔" اس نے فوراً ماں کے بازوؤں کو دباتے ہوئے کہا۔
"دراصل...... وہ...... زوبیہ کا فون آیا تھا۔" وہ لڑکے کی بہن کی فرمائش دہراتی چلی گئیں۔
"شادیاں شرطوں پر نہیں ہوتیں۔" اس نے جانے کیوں غصہ دکھایا۔
"آپی...... ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو تو اس میں کوئی ایسا حرج بھی نہیں۔" مہرین نے منہ بسور کر بہن کو دیکھا اور اپنے دلائل دہرانے لگی۔
"اچھا تو پھر یوں کریں میری جگہ وہاں مہرین کی بات پکی کردیں۔" شہرین کا غصہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا ہاتھ جھٹکتی ہوئی وہاں سے چل دی۔ فاطمہ نے پہلی بار بڑی بیٹی کو اتنے غصے میں دیکھا تو سر تھام کر رہ گئیں۔

❁......❁......❁

سمیع اللہ بہن کے بتائے ہوئے راستے پر گاڑی ڈرائیو کررہا تھا کہ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ وہ دوبارہ اسی علاقے میں داخل ہوا جہاں غصے والی حسینہ کو ڈھونڈنے کے لیے اس سے قبل کئی چکر لگائے تھے۔
"بس اس کونے والی گلی میں۔" زوبیہ نے اشارہ کیا تو اسے یاد آیا کہ وہ حسینہ بھی شاید اسی جانب مڑی تھی۔
"ویسے ایک بات تو ہے۔" گاڑی کی رفتار کے ساتھ ساتھ زوبیہ کی زبان بھی فراٹے بھر رہی تھی۔
"وہ کیا؟" اس نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی کشادہ گلی میں موڑی۔
"تم شہرین کو دیکھتے ہی پسند کر بیٹھو گے۔" زوبیہ کی بھائی کو کنونس کرنے کی کوشش جاری تھی۔
"کاش...... غصے والی حسینہ کا نام شہرین ہو تو مزہ آجائے۔" اس نے ہنستے ہوئے سوچا۔
"بڑے شریف اور اچھے لوگ ہیں۔" وہ پھر بولی مگر اس کا ذہن تو کہیں اور الجھا ہوا تھا۔
"ارے بس...... یہ کارنر کا نیلا والا مکان۔" زوبیہ نے ایک طرف لائن سے بنے مکانوں کی طرف اشارہ کیا تو اس نے گاڑی کو سائیڈ پر روکا اور بہن کے ساتھ ہی گاڑی سے اتر آیا۔
"جی ایک منٹ آئی۔" دوبارہ بیل بجانے کے چند سیکنڈ بعد اندر سے کھنکتی ہوئی آواز آئی۔
"اوہ میں مٹھائی اور کیک تو کار میں ہی بھول آئی۔" زوبیہ نے اس کے ہاتھ میں تھامی چابی لی اور بیک سیٹ سے شاپر نکالنے لگی۔
"کون ہے؟" کانوں کو رس گھولتی ہوئی آواز دوبارہ سنائی دی اور دھڑ سے دروازہ کھلا۔ دعائیں یوں بھی پوری ہوتی ہے اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

❁......❁......❁

"ہائے...... شہری۔" سمیرا نے کالج کولیگ کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو خوشی سے چلائی۔ ان دونوں کا گھر پاس پاس واقع تھا تو اکثر ایک دوسرے کی طرف چکر لگ جاتا تھا۔
"سمی......" وہ اس کے گلے لگ گئی۔
"اچانک ہمارے غریب خانے کو کیسے رونق بخش دی؟" سمیرا نے اسے پاس رکھی کرسی پر دھکا دے کر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔
"بس یار...... ایسے ہی۔" شہرین کے چہرے پر تفکر کی لہر ابھری۔
"اچھا کیا پیو گی ٹھنڈا یا گرم۔"
"کچھ نہیں یار۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔
"سب خیریت تو ہے؟" اس کے انداز سے ٹپکتی پریشانی دیکھ کر سمیرا نے پوچھا۔
"ہاں کیوں؟" شہرین کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔
"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو نا؟" اس نے زور دے کر پوچھا۔
"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"
ٹرسٹ می یار۔" سمی نے ہاتھ دباتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں گہری نمی تھی۔
"وہ...... اصل میں مجھے آج کچھ لوگ دیکھنے آرہے ہیں اور......" شہرین نے دھیرے دھیرے ساری بات بتادی۔
"اوہ......! مائی گاڈ وہاں لڑکے والے تمہیں دیکھنے آرہے ہیں اور تم یہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہو۔" وہ حیرت زدہ سی رہ گئی۔

''ہاں مگر مجھے ان لوگوں کا انداز پسند نہیں آیا، پہلے بڑا بھائی پھر چھوٹا پھر لڑکے کی مجھے دیکھنے کی فرمائش۔'' شہرین نے کنفیوز نگاہوں سے سمیرا کو دیکھا۔

''میں مانتی ہوں کہ ان کا طریقہ کار کچھ غلط ہے مگر یہ بھی تو دیکھو جو بات بھی تھی انہوں نے سچ سچ بتادی۔ دھوکا دے کر منگنی کر لیتے پھر بعد میں انکار کرتے تو کتنا برا ہوتا اور جہاں تک لڑکے کی دیکھنے والی بات ہے تو اس دور میں کون ایسا ہوگا جو آنکھیں بند کر کے انجان لڑکی سے شادی کرلے؟'' سمیرا نے اسے بڑے خلوص سے سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کی اور گھر جانے کا کہا تو وہ بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے واپس جانے پر رضامند ہوگئی۔

❁......❁......❁

''تم......'' وہ حیرت سے چلائی' غصے والی حسینہ گلابی کرتے اور چوڑی دار پائجامے میں اور بھی قیامت ڈھا رہی تھی۔

''جی میں۔'' سمیع اللہ بھی اسے سامنے دیکھ کر کھل کر مسکرایا۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں تک آنے کی۔'' مہرین نے آستین چڑھاتے ہوئے لڑنے کی تیاری کی۔

''کمال ہے خود ہی بلاتے ہیں اور پھر دھمکاتے بھی ہیں۔'' وہ سرشاری سے ہنستے ہوئے بہت پیارا لگ رہا تھا، ایک لمحے کو مہرین کے دل میں ہلچل مچی۔ وہ بھی تو اسے بھول نہیں پائی تھی۔

''مان نہ مان میں تیرا مہمان...... ہم نے کب بلایا؟'' اس نے پریشانی سے تکتے ہوئے رعب جمایا۔

''باجی یہ لوگ تو مکر گئے۔'' سمیع اللہ نے شرارتی انداز میں مڑ کر بہن کو پکارا۔

''زوبیہ باجی کے ساتھ یہ...... اوہ......'' اس کا دل ڈوبتا چلا گیا۔

''کون مکر گیا؟'' زوبیہ لدی پھندی لوٹی تو حیرت سے پوچھا۔

''کوئی نہیں۔'' اس کے گھبرانے پر اس نے بات کو ٹالا۔

''کیا ان کے یہاں اندر بلانے کا رواج نہیں؟'' وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''آیئے نا۔'' گھبراہٹ میں اس کی دلکشی بڑھتی چلی گئی تیزی سے دروازہ چھوڑ کر پیچھے ہوئی۔

''اب چلو اندر۔'' زوبیہ نے سمیع اللہ کے بدلتے موڈ کو حیرت سے دیکھ کر دھپ لگاتے ہوئے کہا۔

''ہاں چلیں۔'' جواب زوبیہ کو دیا مگر مہرین کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سر ہلایا۔

''یہ میرا منجھلا بھائی سمیع اللہ ہے۔'' زوبیہ نے تعارف کرایا تو وہ دھک سے رہ گئی۔

''اس کی باتوں کا برا مت ماننا۔'' زوبیہ کے لہجے میں بھائی کی محبت ٹپک رہی تھی مگر مہرین کا چہرہ اتر گیا تھا۔

وہ قسمت کے ایسے کھیل پر حیران تھی، جس لڑکے کے لیے وہ ماں اور بہن کو رضامند کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی تھی، وہ تو کب سے اس کے دل کا مہمان بنا ہوا تھا۔ خود پر قابو پاتے ہوئے، اس نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور ماں کو خبر دی۔

❁......❁......❁

''ایک بات کہوں دوست؟'' رفاقت نے فصیح اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں......'' اس نے لیپ ٹاپ پر نگاہیں جمائے ہوئے سر ہلایا۔

''تم نے شہرین کے لیے انکار کر کے اپنے ساتھ زیادتی کی ہے۔'' رفاقت کے لہجے میں کچھ خاص تھا۔

''کیا...... مطلب......؟'' فصیح اللہ نے نگاہیں اٹھا کر دوست اور کزن کو دیکھا۔

''دیکھ بھائی...... میں ایک بار اس لڑکی سے ملا ہوں۔ وہ تیرے لیے پرفیکٹ تھی۔'' رفاقت نے کھل کر اظہار کیا۔

''ہاں یار مگر تو جانتا ہے کہ ابا کی زندگی میں آنے والی دوسری عورت نے ہمارے گھر کو جس طرح بکھیر ڈالا۔ اب مجھے عورت کے نام سے بھی خوف آتا ہے۔'' وہ دکھی لہجے میں بولا۔

''تیری بات اپنی جگہ مگر یہ یاد رکھنا کہ دنیا میں جہاں تیری سوتیلی ماں جیسی عورت موجود ہے، وہاں میری بیوی اور تیری بہن جیسی پُرخلوص عورتیں بھی ہیں جو اپنے گھر والوں کی خوشی کے لیے دن رات کا آرام تج دیتی ہیں۔'' رفاقت کے جذباتی ہونے پر فصیح اللہ سوچ میں پڑ گیا۔

❁......❁......❁

''باجی یہ شہرین ہے نا؟'' اس حسین اتفاق پر سمیع اللہ کی تو باچھیں خوشی سے چری جا رہی تھیں، اس نے سرگوشی

میں پوچھا۔
''نہیں بھئی یہ تو اس کی چھوٹی بہن مہرین ہے۔'' زوبیہ نے مزے سے سر ہلاتے ہوئے فصیح کی تو اس کے دل کو دھچکا پہنچا۔
''اچھا کوئی بھی ہو..... مگر مجھے تو بس اسی لڑکی سے شادی کرنی ہے۔'' وہ کانوں میں گھس کر گویا ہوا۔
''کیا.....؟'' زوبیہ کی آنکھیں پھٹ گئیں۔
''ہاں۔'' وہ شوخی سے بولا۔
''تم بھائیوں نے میری درگت بنوانے کی قسم کھا رکھی ہے۔'' اس نے دانت کچکچا کر مڑ کر بھائی کو دیکھا اور ماتھا پیٹ لیا۔
''بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے شادی کروں گا تو اس غصے والی حسینہ سے ورنہ نہیں۔'' اس نے ہٹ دھرمی دکھائی۔
''اب یہ بیچ میں غصہ والی حسینہ کہاں سے آ گئی؟'' زوبیہ نے کنفیوز ہوتے ہوئے دیکھا۔
''میرا مطلب ہے یہ لڑکی جو اندر گئی ہے۔ میں صرف اس سے شادی کروں گا..... ورنہ تاعمر کنوارہ رہوں گا۔''
''میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں؟'' زوبیہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، لڑکی والوں کی دہلیز پر کھڑے ہو کر ایک نیا مطالبہ۔
''پلیز.....'' اس نے وہیں پر ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔
''آؤ نا بیٹا' یہاں کیوں کھڑے ہو گئے۔'' فاطمہ جو استقبال کو کھڑی تھیں انہیں برآمدے میں کھڑے گفت و شنید میں مصروف دیکھا تو قدرے اونچی آواز سے پکارا۔ زوبیہ نے یوں مڑ کر دیکھا جیسے اسے پھانسی کی سزا سنائی گئی ہو۔

❁.....❁.....❁

''بیٹا..... یہ کیا کہہ رہی ہو۔'' فاطمہ نے افسردگی سے پوچھا۔
''معافی چاہتی ہوں..... مگر میں مہرین کو اپنی بھابی بنانا چاہتی ہوں۔'' اس نے سر جھکا کر شرمندگی سے جواب دیا۔
''اس سے پہلے تو تم شہزین کا رشتہ مانگنے آئی تھی۔ اب اچانک دوسرے بھائی کی بات کیسے کردی؟'' فاطمہ کا حلق خشک ہوا۔
''جی آپ نے ٹھیک کہا مگر میرے بڑے بھائی ابھی شادی کے لیے راضی نہیں، ہمیں آپ لوگ اتنے پسند آئیں کہ اس گھر سے رشتہ بنانا چاہ رہے ہیں اسی لیے شہزین نہ صحیح مہرین ہی سہی۔'' زوبیہ نے دھیرے سے کہا، اسے فصیح اللہ والے معاملے پر خاصی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔
''برا مت ماننا بیٹا مگر یہ باتیں تو آپ کو یہاں آنے سے قبل سوچنا چاہیں تھیں۔'' فاطمہ ایک دم جھلس کر رہ گئیں۔
''آپ شاید میری باتوں سے ہرٹ ہوئی ہیں۔ مگر ہمارے گھر کے بعض معاملات اس طرح کے رہ چکے ہیں، جس کی وجہ سے بڑے بھائی شادی کے نام سے بھی بھاگتے ہیں۔ اب سمیع اللہ کی شادی کا ارادہ ہوا مگر وہ کہتا ہے شادی کرے گا تو صرف مہرین سے۔'' زوبیہ نے گہری نگاہوں سے فاطمہ کی ناراضی کو تولا اور صفائی پیش کی۔
''بیٹا..... آپ کے جو بھی مسائل ہیں وہ ایک دن میں تو نہیں پیدا ہوئے ہوں گے پھر رشتے ناطے کوئی کھیل تماشہ نہیں' آپ بڑی کا رشتہ دیکھنے آئیں اور پھر چھوٹی کی شادی کی بات کردی۔'' وہ بے مروتی سے چہرے پر آئے پسینے کو پونچھنے کے بعد بولیں۔
''آنٹی..... آپ کا غصہ جائز ہے۔ سب کو لگا تھا کہ اس بار فصیح اللہ بھائی آئیں گے' تو ہم ان کو شادی کے لیے منالیں گے مگر ان کی تو وہ ہی ایک نہ اس لیے مجبوراً ہم نے منجھلے بھائی کی شادی کا ارادہ کیا مگر وہ مہرین کو پسند کر بیٹھا.....'' زوبیہ نے سچائی سے ساری بات کہہ دی۔
''ہوں تو یہ بات ہے۔'' فاطمہ گم صم سی سوچ میں پڑ گئیں، انہیں اس وقت کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ایک تو شہزین نے لڑکے کے سامنے آنے والی شرط سے انکار کردیا تھا اور جھنجلا کر اپنی سہیلی کے گھر چلی گئی تھی۔ دوسرا زوبیہ نے ایک نیا راگ الاپنا شروع کردیا تھا۔ وہ بری طرح سے کنفیوز ہو رہی تھیں۔
''آپ فوراً جواب نہ دیں۔ تھوڑا سوچ سمجھ لیں، پھر جو فیصلہ کریں گی، مجھے منظور ہوگا۔'' زوبیہ نے اتنی لجاجت سے کہا کہ وہ اس کو دیکھ کر رہ گئیں۔
''ٹھیک ہے مگر بڑی بیٹی سے پہلے چھوٹی کی شادی کرنا میرے لیے تھوڑا مشکل ہوگا۔'' کچھ دیر سوچنے کے بعد طریقے سے انکار کرنا چاہا۔
''آنٹی میں آپ کے جذبات سمجھ سکتی ہوں۔ چلیں آپ ابھی رشتے کی حامی بھرلیں۔ ہم شادی کی تاریخ اس وقت رکھیں گے جب شہزین کا معاملہ بھی حل ہو جائے گا۔'' زوبیہ نے

سمیع اللہ کے اشاروں سے پریشان ہو کر مشکل بات کو آسان بنا کر پیش کیا۔

"ویسے شہرین ہے کہاں، دکھائی نہیں دے رہی؟" زوبیہ کو کچھ دیر بعد یہ خیال آیا تو پوچھا۔

"وہ اچانک اس کو ضروری کام نکل آیا تو جانا پڑا، بس آتی ہوگی۔" اب گڑبڑانے کی باری ان کی تھی، بہانہ بناتے ہوئے زبان لڑکھڑائی۔

"میں فوری طور پر تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ ان کے بابا سے مشورہ کر کے جواب دوں گی ویسے آپ سمیع اللہ کے لیے شہرین کا رشتہ کیوں نہیں دے رہی ہیں۔" فاطمہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔ سمیع اللہ نے ہکا بکا ہو کر ان دونوں کا منہ تکا۔

بہن کی غیر موجودگی میں اس نے اداسی سے چائے کی ٹرے اٹھائی اور اندر داخل ہوئی۔ سمیع اللہ کے دل کی کلی مسکائی۔ کمرے میں چھائی ناگوار سی خاموشی پر وہ چونک گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ماں نے شہرین کی غیر موجودگی کی بات کو کیسے سنبھالا ہوگا۔ وہ سمیع اللہ کی بولتی نگاہوں سے پریشان ہو کر وہاں سے ہٹنے کا سوچ رہی تھی کہ شہرین سب کو سلام کرتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

❁.....❁.....❁
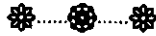
مہرین نے عادت کے مطابق شام ہوتے ہی لان میں کین کی کرسیاں نکال کر بچھا دیں، فاطمہ تازہ ہوا کی تلاش میں کمرے سے باہر آئیں تو وہیں بیٹھ گئیں۔

"جس دن سے زوبیہ آپی اور ان کا بھائی یہاں سے گئے ہیں۔ اماں جی کا رویہ میرے ساتھ کچھ بدل سا گیا ہے۔" مہرین نے ماں کے نزدیک رکھی کرسی پر دراز ہوتے ہوئے سوچا۔

"شرمین ایک کپ چائے لے آؤ۔" فاطمہ نے پاس بیٹھی مہرین کو نظر انداز کرتے ہوئے دور کھڑی چھوٹی بیٹی کو پکارا۔

"میں لے آؤں اماں؟" مہرین نے ماں کی آواز پر سر اٹھا کر پوچھا اور ایک خیر مقدمی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔

"نہیں رہنے دو۔" فاطمہ نے منجھلی بیٹی سے نگاہیں چراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

شرمین نیم کے درخت پر بیٹھی چڑیوں سے مذاکرات میں مصروف تھی، اسے ماں کی فکر مندی دور سے محسوس ہوئی وہ اپنا مشغلہ چھوڑ چھاڑ فاطمہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"مہرین جاؤ اور میرے لیے ایک کپ چائے لے آؤ۔" وہ مکمل طور پر مہرین کو نظر انداز کر رہی تھیں، اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

"اماں مہرین آپی کو بول دیں نا۔" اس نے سستی سے جمائی لی۔

"نہیں تم جاؤ۔" وہ جانے کس کا غصہ کس پر نکال بیٹھیں۔

"اچھا بھئی لاتی ہوں۔" وہ ٹھنکتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ بیٹیاں اتنی جلدی بڑی کیوں ہو جاتی ہیں؟" فاطمہ نے مڑ کر چھوٹی بیٹی کو اندر جاتا دیکھا جس کی اٹھان بھی غضب کی ہو رہی تھی، ان کی تینوں بیٹیاں اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی اور شادی کے قابل دکھائی دینے لگی تھیں۔

"پتا نہیں سمیع اللہ نے آپی کو دیکھ کر کیا ریسپونس دیا، منع تو نہیں کیا ہوگا۔" وہ سوچتے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

"یہ مہرین کتنی خوب صورت ہوگئی ہے۔" فاطمہ کی نگاہیں، اس کے چہرے کی طرف بھٹکنے لگیں۔

"ہر کپڑا اس پر سجتا ہے، شاید اسی لیے۔ زوبیہ کے بھائی نے اسے دیکھتے ہی پسند کر لیا۔" فاطمہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے برابر میں بیٹھی مہرین کا بھرپور جائزہ لیا جو اداس سی خیالوں میں گم بیٹھی تھی۔

❁.....❁.....❁

"پتا نہیں یہ ٹھیک ہو رہا ہے یا غلط" زوبیہ گھر آ کر بھی کافی دیر تک اسی معاملے پر غور و فکر میں مصروف رہی۔

"ان لوگوں کو برا تو لگا ہوگا کہ اچانک بڑی کو چھوڑ کر چھوٹی کا رشتہ مانگ لیا مگر یہ سمیع اللہ کا بچہ ایسے دھمکیاں دے رہا تھا جیسے مہرین نہ ملی تو اس کی دنیا اندھیر ہو جائے گی۔" اس نے دانت کچکچا کر سوچا۔

"اوپر سے جلدی اتنی پڑی ہے کہ ہر تھوڑی دیر میں کال کر کے پوچھتا ہے مہرین کے گھر سے کوئی جواب آیا؟ حد ہوتی ہے صبح سے کلاس لگائی ہے تو کہیں جا کر چپکا بیٹھا ہے...... وہ لوگ بھی تو بڑی کی وجہ سے خاموش ہیں، ان کا اتنا سوچ بچار کرنا بھی کچھ غلط نہیں۔ کاش شہرین کا مسئلہ حل ہو جاتا تو فاطمہ آنٹی کو مہرین کے لیے تیار کرنا مشکل نہیں رہتا...... دونوں

بہنیں ہیں بھی تو اتنی اچھی۔ اگر ہمارے گھر ہی بھابی بن کر آجائیں مگر کیسے؟ بس ایک بار بڑے بھیا شہرین کو دیکھ لیں تو شاید پھر انکار نہیں کر پائیں گے۔'' زوبیہ کے دماغ میں ایک کے بعد ایک بات آتی چلی گئیں اور وہ ان ہی الجھنوں میں گم بیٹھ کر تانے بانے بننے میں مصروف ہوگئی۔

''بڑی خاموشی ہے بھئی۔'' رفاقت علی دفتر سے لوٹے تو' مسکراتے ہوئے بیوی کو لاؤنج میں کسی گمبھیر سوچ میں گم پایا۔ زوبیہ ایسے ہی بت بنی بیٹھی رہی' شوہر کے آنے کی خبر بھی نہ ہوسکی۔

❁......❁......❁

سمیع اللہ دفتر سے تھوڑا جلدی اٹھ گیا' کنوارے ہاؤس کے کارپورچ میں گاڑی کھڑی کی اور چابی گھماتا ہوا اندر داخل ہوا کچھ سوچ کر اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہیں لان میں پاؤں پھیلا کر کرسی پر دراز ہوگیا۔ دل کا موسم کیا خوشگوار ہوا ہر شے مسکراتی ہوئی لگنے لگی۔ خنک ہواؤں نے وجود میں گدگدی پیدا کردی۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی محبت سے مہرین کو سوچنا شروع کیا' ہلکی ہلکی بوندیں چہرے سے ٹکرا کر اسے سرشار کرنے لگیں تھیں۔

''پتا نہیں یہ مہرین کے گھر والے اتنا سوچ بچار کیوں کرتے ہیں۔'' سمیع اللہ نے ہوا میں موجود نمی کا لطف اٹھاتے ہوئے مسکرا کر سوچا۔ ''باجی کو بھی کئی بار کال کی مگر وہ تو اتنی ناراض ہیں کہ ٹھیک سے جواب ہی نہیں دیا اب میں کیا کروں؟ کاش کوئی میرے دل کی حالت سمجھے۔'' اس کی یاد نے جیسے روح کو گنگنا دیا۔

''ایک تو غصے والی حسینہ سے ڈرا تنا لگتا ہے ورنہ اس سے ہی جا کر ڈائریکٹ پوچھ لیتا۔ اب تو صرف اللہ سے اچھی امید ہے۔'' اس نے آنکھیں موندتے ہوئے اپنے اور مہرین کے ملن کے لیے جی جان سے دعا کی۔

❁......❁......❁

''زوبی...... بھئی کہاں کھوئی ہوئی ہو؟'' رفاقت علی نے چپکے سے بیوی کے مخملیں گالوں کو چھو کر اپنے ہونے کا احساس دلایا۔

''اوہ...... آپ آگئے؟'' وہ اپنی سوچوں کے حصار سے باہر آئی تو مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں ابھی آفس میں ہوں۔'' انہوں نے چڑایا۔

''ہائیں کیا مطلب۔'' وہ اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ ان کی شرارت بھی نہ سمجھ سکی۔

''کیا ہوگیا ہے بیوی؟ آپ کے سامنے تو کھڑا ہوں پھر یہ بات پوچھنے کا کیا مطلب؟'' رفاقت نے شوخی سے زوبیہ کا ہاتھ دبایا مگر اس کی جانب سے ہمیشہ کی طرح کوئی کرارا جواب نہ آیا۔

''یعنی کہ آپ ابھی کنوارے ہاؤس پہنچی ہوئی ہیں۔'' اس نے بیوی کے سامنے چوڑا مردانہ ہاتھ لہرایا۔

''یہ کیا آپ میرے میکے کو ہر وقت کنوارہ ہاؤس بلاتے رہتے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو اس سال میں اپنے بھائیوں کی شادی کروا کر چھوڑوں گی۔'' زوبیہ بھی شوہر کا موڈ دیکھ کر کھلکھلائی۔

رفاقت علی نے اپنے سسر کے گھر سے جانے کے بعد ''قدرت ہاؤس'' کا نام بدل کر شرارتاً ''کنوارہ ہاؤس'' رکھ دیا تھا اور سب کی زبان پر یہ ہی نام چڑھ گیا کیوں کہ اس گھر میں رفاقت علی کے چار چار جوان جہاں کنوارے سالے ابھی تک آزاد فضاؤں میں سانسیں لیتے اڑان بھرتے خوش خوش دکھائی دیتے' جب کہ ان کے پیروں میں بہت جلدی شادی کی بیڑیاں پہنا کر آزادی پر قدغن لگادی گئی' اس لیے حسد کرنا تو لازم تھا۔

❁......❁......❁

''آنٹی جی۔ آپ نے انکل سے بات کی۔'' زوبیہ نے دو تین دن بعد فون کر کے پھر یاد دہانی کرائی۔ فاطمہ کے چہرے پر اداسی کی لہر پھیل گئی۔

''نہیں اصل میں ان دنوں تمہارے انکل کی دفتری مصروفیت کافی بڑھ گئی ہے۔ وہ رات گئے لوٹتے ہیں' اس لیے تفصیلی بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل پا رہا ہے۔'' فاطمہ نے صاف گوئی سے کہا اور اس میں کچھ جھوٹ بھی نہ تھا۔

''اوہ...... آنٹی سی اصل میں بڑے بھیا صرف ایک مہینے کی چھٹی پر آئے ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں ہی یہ معاملہ طے پا جاتا بس اسی لیے کال کی۔'' زوبیہ نے بڑی ملائمت سے ان تک اپنی مجبوری پہنچائی۔

''جی بیٹا میں سمجھ سکتی ہوں آج ان شاء اللہ ضرور بات کر کے آپ کو جواب دے دوں گی۔'' فاطمہ کی بات سے زوبیہ کو تسلی ہوگئی۔

"اور ہاں جہاں تک شہرین کا معاملہ ہے، وہ بہت اچھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے حق میں کچھ بہتر ہونے والا ہے۔ اس لیے آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" اس نے فون رکھنے سے پہلے تسلی دینے والا انداز اپنایا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" ان کے دل سے جیسے تھوڑا بوجھ کم ہوا لہجے میں بشاشت بھر کر بولیں۔

"آمین۔" زوبیہ نے صدق دل سے کہا۔

❀.....❀.....❀

آج بہت دنوں بعد شہرین نے اس بکس کو کھولا وہ جھک کر جگہ بنا رہی تھی تا کہ ہاتھ سے بنے ہوئے ایک زنانہ اور ایک مردانہ سوئٹروں کو اس میں رکھ سکے یہ سوئٹر اس کی کالج کی بوا بسنتی نے اجرت پر بن کر دیے تھے، ان کے ہاتھ میں بہت صفائی تھی۔ شہرین نے اس سے پہلے بھی بسنتی بوا سے اپنے بابا اور بھائی حاشر کے لیے سوئٹر بنوائے تھے، یوں بوا کی مدد بھی ہو جاتی اور ان کا کام بھی ہو جاتا۔

فاطمہ کسی کام سے اس طرف آئیں تو ایک ٹک شہرین کے چہرے پر پھیلے سنہرے پن کو دیکھتی رہ گئیں، ان کی برداشت جواب دے گئی۔ اسے پیچھے ہٹا کر بکس کا ڈھکن بند کیا، شہرین نے حیرت سے ماں کی اتری صورت دیکھی اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گئی۔ فاطمہ نے اب تک گھر میں زوبیہ والی بات کا ذکر نہیں نکالا تھا۔ وہ شہرین کے سامنے کیسے کہتی کہ سمیع اللہ نے شہرین کی جگہ مہرین سے شادی کرنے کی ضد پکڑ لی ہے۔ ان کا بس چلتا تو وہ کسی بھی طرح ان لوگوں کو بڑی بیٹی کے لیے منا لیتی مگر جانتی تھی کہ یہاں بات دل کی ہے ویسے بھی زور زبردستی کے رشتے کبھی دیرپا ثابت نہیں ہوتے۔ اس لیے بس سوچ سوچ کر اپنا دل جلائے جا رہی تھی یا بچوں پر بلاوجہ کا غصہ اتارنے لگ جاتیں۔ رات گئے بیٹے کو گھر میں گھستے دیکھا تو ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

❀.....❀.....❀
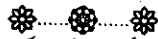
اس کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ بھی آ سکتا ہے، یہ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ چپکے چپکے تکیہ میں منہ چھپا کر آنسو بہاتی رہی مگر منہ سے آہ نہ نکلنے دی۔

"جو کچھ ہوا اچھا نہیں ہوا۔" مہرین سسکی۔

"میں خود کو کمزور پڑنے نہیں دوں گی۔" اس نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"کہتے ہیں ہر کام میں اللہ کی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بس یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اگر اس شخص کو میری بہن کا نصیب بننا تھا تو میرے دل کے دروازے پر کیوں دستک دی۔" اس نے حساسیت کی انتہاؤں تک جا کر آسمان کی طرف دیکھ کر فریاد کی۔

"مجھے سمیع اللہ کا نام بھی اپنے لبوں تک نہیں لانا ہوگا۔" وہ خود کو سرزنش کر بیٹھی۔

"مگر..... کیا کروں ہر دوسرے سیکنڈ ان کی یاد میرے وجود کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے..... ان کا گمبھیر و بھاری لب و لہجہ دلکش ہنسی؟" اس کے کانپتے لب، بھیگی آنکھیں، بے قرار وجود اور دل میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ "جو کچھ بھی ہو میں آپی کی خوشیوں پر اپنے غموں کا سایہ نہیں پڑنے دوں گی کسی کو بھی اپنے دل کی حالت کی خبر نہ ہونے دوں گی۔ یہاں تک کہ سمیع اللہ کو بھی۔" اس نے عہد کرتے ہوئے خود کو بہلایا۔ "میرے مالک مجھے صبر عطا فرما۔" تکیہ کو خود سے قریب کرتے ہوئے اس میں چہرہ چھپا کر اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتے جانے کب وہ نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

❀.....❀.....❀

"کیا ہو گیا سب خیریت تو ہے؟" رفاقت علی نے رات کو بستر پر کروٹ بدل کر بیوی سے پیار سے پوچھا۔

"پتا نہیں..... سمیع اللہ کی ضد پر میں نے ٹھیک کیا یا غلط؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"کیوں سالے صاحب نے کیا بہن کو آسمان سے چاند توڑ لانے کے احکام جاری کر دیئے؟" رفاقت نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس نے شہرین سے شادی سے انکار کر دیا اور....." زوبیہ نے بے اختیار شوہر سے ساری بات کہہ ڈالی۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" رفاقت نے ساری بات سننے کے بعد متانت سے سر ہلا کر کہا۔

"اب بتائیے کیا میں نے غلط کیا؟" زوبیہ نے بچوں کی طرح معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں ڈارلنگ تم نے بالکل ٹھیک کیا۔ اصل میں سمیع اللہ جتنا شرارتی اور چلبلا ہے، اس کے لیے مہرین جیسی شوخ اور چنچل لڑکی ہی مناسب رہے گی، شاید شہرین سے اس کا جوڑ بنتا بھی نہیں اس لیے بعد کے رونے سے پہلے کی احتیاط اچھی

ہے۔'' رفاقت علی نے زوبیہ کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔ وہ اپنے کزنز کا مزاج آشنا تھا، اسی وجہ سے اس نے بیوی سے اتفاق کیا۔

رفاقت علی، زوبیہ کا شوہر ہی نہیں بلکہ بڑی خالہ کا بیٹا بھی تھا، اسی وجہ سے کنوارے ہاؤس کی تمام پریشانیاں اسے اپنی اپنی لگتیں۔ ان دونوں کی شادی بھی اس وقت ہنگامی بنیادوں پر کی گئی، جب قدرت اللہ اپنی دوسری اور چہیتی بیوی کو لے کر نئے فلیٹ میں شفٹ ہوگئے۔ زوبیہ کی خالہ نجمہ نے پہلے تو مری ہوئی بہن کی یاد میں خوب آنسو بہائے اور پھر جوش میں زوبی سے شادی کے لیے بیٹے کے پیچھے پڑگئیں، جو باہر جا کر تعلیم حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، ان کا خیال تھا کہ چاروں بھانجے کمانے اور تعلیم کے حصول کے لیے صبح گھر سے نکلتے اور شام کو لوٹتے ہیں، پیچھے جوان جہان لڑکی کا اکیلے گھر میں رہنا انہیں گوارا نہیں رفاقت نے جلبلا کر ماں کو ڈکٹیٹر بھی قرار دے دیا مگر اس کی ایک نہ چل پائی اور نجمہ ایک شام اپنی بھانجی زوبیہ کو بڑی سادگی سے بیاہ کر گھر لے آئیں اب یہ حال تھا کہ رفاقت علی ماں کی ڈکٹیٹر شپ پر دن میں کئی کئی بار قربان جاتے تھے، جس کی بدولت انہیں زوبیہ جیسی من موہنی بیوی مل گئی مگر ابھی بیوی کی پریشانی میں خود بھی الجھ گئے تھے۔

❁......❁......❁

''شرمین ادھر آؤ۔'' حاشر نے صحن میں جوتا اتار کر پھینکتے ہوئے بہن کو پکارا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔ بڑی بہن کا نام لے کر بلاتے ہیں۔'' فاطمہ اندر سے چلاتی ہوئی باہر نکلیں تو وہ سہم گیا۔

''سوری اماں جی۔'' اس نے گھبرا کر کان پکڑ لیے۔

''کیا کام ہے۔'' وہ جرح پر اتر آئیں۔

''وہ اس کے لیے چاکلیٹ لایا ہوں۔'' ماں کے بگڑے تیور دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

''کوئی ضرورت نہیں پہلے ہی اس کے دانت میں درد رہتا ہے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''اچھا کچھ کھانے کو ہے۔'' اس کو اکثر رات کو بھوک لگ جاتی تھی۔

''ہاں یہاں تو سب نوکر لگے ہیں کہ نواب صاحب جب کھیل کود کر گھر میں گھسیں تو کھانا لا کر پیش کردیں۔'' وہ جلبلا کر بولیں۔

''اماں کیا بات ہے؟ بلاوجہ ہر بات پر غصہ ہوئے جارہی ہیں؟'' اس نے منہ بنا کر شکوہ کیا۔

''میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' وہ ماتھا پیٹتے ہوئے بولی۔

''باجی بچاؤ۔'' حاشر نے پہلی بار ماں کو اس قدر جذباتی ہو کر خود کو کوستے دیکھا تو شور مچاتا اندر کی طرف بھاگا۔

''ہر انسان اپنی مرضی کا مالک بنا ہوا ہے، کسی کو کسی کا خیال ہی نہیں رہا۔'' فاطمہ بڑبڑاتی ہوئی، اس کے پیچھے چل دیں۔

❁......❁......❁

مہرین الجھی الجھی سی کالج سے باہر نکلی تو اچانک سمیع اللہ اپنی بھرپور وجاہت کے ساتھ اس کے سامنے آگیا۔ اندر کی ساری یاسیت یکلخت گم ہوگئی، گہری سبز آنکھوں کے ہیرے دمک اٹھے۔ وہ جیسے زندگی کی نوید بن کر مقابل کھڑا ہوا تھا، مہرین مسحور سی ہوگئی پھر ایک دم اپنے اور اس کے رشتے کا خیال آیا تو روٹھے پن کا مصنوعی خول خود پر طاری کرلیا۔

''آپ یہاں......؟'' وہ نخوت سے بولی۔

''جی جناب میں یہاں۔'' وہ چوڑے سینے پر سیدھا ہاتھ رکھ کر سر کو خم دے کر بولا۔

''آپ کے پاس کوئی اور کام نہیں؟'' اس نے بھنویں اچکائی تو وہ دلکشی سے ہنستا چلا گیا۔

''کبھی سڑک پر، پھر میرے گھر اور اب یہاں کالج تک چلے آئے۔'' وہ گلابی پڑتی بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

''میڈم سمجھو یہ اشارے۔''

''کون سے اشارے؟'' اس نے اتھل پتھل ہوتے دل کو سنبھال کر رعب سے پوچھا۔

''قدرت کو بھی شاید ہمارا ملن منظور ہے، تب ہی تو اس بندہ ناچیز کو آپ کے گھر تک لے آئی۔'' اس کی شوخی عروج تک جا پہنچی۔

''شٹ اپ۔'' سچائی سے انجان مہرین بے اختیار چلائی۔

''واٹ......؟'' سمیع اللہ ایک دم گم صم سا ہو کر اس کی شکل تکنے لگا۔

''آپ کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔'' وہ حیرت اور دکھ کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بغیر سوچے سمجھے بولتی چلی گئی۔

''میں نے ایسی کیا بات کہہ دی؟'' وہ حیران ہوا دل ایک دم بجھ سا گیا۔

''یہ بات اپنے آپ سے پوچھیں اور کچھ تو خیال کریں

ہمارے بیچ میں کون سا رشتہ بننے والا ہے.....‘‘ وہ دبے لفظوں میں جتا گئی اور تیز قدموں سے بس اسٹاپ کی طرف بڑھی۔

’’ہاں جانتا ہوں اسی اعتماد نے تو میرے جذبوں کو زباں دی ہے۔‘‘ اس نے مہرین کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے سمجھانا چاہا۔

’’ایک منٹ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟‘‘ وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

’’میرا مطلب یہ تھا کہ.....‘‘

’’چلے جاؤ یہاں سے میں نے تم جیسا بے غیرت انسان نہیں دیکھا۔‘‘ وہ اپنے حواس کھو کر چلانے لگی۔

’’سوری مگر شاید میں نے کچھ غلط سنا۔‘‘ وہ حیرت سے کھڑا رہ گیا۔

’’آپ نے صحیح سنا ہے مگر شاید مجھے غلط سمجھا ہے۔‘‘ وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

’’و[illegible] میرے پیار کی تضحیک کرنا اتنا برا نہیں لگا، جتنا [illegible] وہ سوز اروڈ ہوا۔

’’[illegible] پاگل تو نہیں ہوگئے.....!‘‘ مہرین ایک دم آؤٹ ہوگئی۔

’’یہ [illegible] کیسا ہے؟ پہلے میری بہن کے لیے رشتہ بھیجتا ہے اور ساتھ میں مجھ سے بھی عشق لڑانے کی کوشش کرتا ہے۔‘‘ وہ عجیب ملے جلے احساسات کے زیر اثر آگئی۔

’’بس ایک بات یاد رکھیے گا۔ میں سب کچھ ہوسکتا ہوں مگر بے غیرت نہیں۔‘‘ اس کی مردانہ انا کو چوٹ پہنچی وہ بہت بے رخی کا مظاہرہ کرتا ہوا گاڑی کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

’’میں بھی سب کچھ ہوسکتی ہوں، مگر اپنے ہونے والے بہنوئی کے ساتھ نہیں.....‘‘ وہ اس کی چوڑی پشت کو دیکھ کر دکھ سے بڑبڑائی۔

کچھ دیر ایسے ہی کھڑی رہی پھر سر جھٹک کر بس اسٹاپ کی طرف چل دی مگر دل کے ایک گوشے میں ملال بھی جاگ اٹھا تھا۔

❁.....❁.....❁

’’کوئی بات نہیں بیگم ہمیں تو تینوں کی ہی شادی کرنی ہے۔‘‘ عباس مرزا نے پوری بات سننے کے بعد مسکرا کر فاطمہ کی دل جوئی کرنا چاہی۔

’’آپ نے کتنے آرام سے یہ بات کہہ دی، مجھے تو شہرین کی فکر مارے ڈالتی ہے۔‘‘ وہ بستر پر ان کے برابر بیٹھ کر اس مسئلے کا حل چاہتے ہوئے ناراض ہوگئیں۔

’’ایسا کیا ہوا ہے جو اماں جی بابا سے یوں تیز لہجے میں بات کررہی ہیں؟‘‘ شہرین جو باپ کے لیے دودھ کا گلاس تھام کر اندر آرہی تھی، اپنا نام سن کر وہیں رک گئی۔

’’تو پھر شور کریں یا ہنگامہ مچائیں؟‘‘ عباس مرزا نے بیگم کی پریشانی دیکھتے ہوئے ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

’’آپ سے تو توبہ ہے۔‘‘ وہ چڑسی گئیں۔

’’بیگم صاحبہ..... انسان کو مصلحت پسند ہونا چاہیے۔‘‘ وہ معنی خیز انداز میں بولے۔

’’کیا کروں میرا تو اس دن سے دل رو رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے، مہرین کے لیے یہ رشتہ قبول کرکے میں شہرین کی حق تلفی کرنے جارہی ہوں۔‘‘ وہ نم لہجے میں شوہر کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

’’اماں یہ کیا کہہ رہی ہیں؟‘‘ شہرین کے ہوش اڑ گئے۔

’’یہ سب تو نصیبوں کے کھیل ہیں۔ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں دنیا والے تو انہیں ملانے کا سبب بنتے ہیں۔ اگر مہرین اور سمیع اللہ کا یہاں جوڑا لکھا جاچکا ہے تو ہم آپ کچھ نہیں کرسکتے اور جہاں تک شہرین بیٹی کی حق تلفی کی بات ہے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ نے اس کے لیے کچھ اور اچھا سوچا ہوگا۔ آپ بلاوجہ اپنا دل چھوٹا نہ کریں۔‘‘ عباس مرزا نے ان کا ہاتھ تھپتھپا کر بڑے میٹھے انداز میں سمجھایا۔

’’ہاہ..... ہاہ سچ کہا۔‘‘ وہ سرد آہ بھرتے ہوئے رو دیں۔ شہرین کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔

’’ویسے ہمیں یہ شریف النفس گھرانا اور لڑکا ہر لحاظ سے پسند آیا، اسی وجہ سے ہم انکار کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔‘‘ وہ مزید بولے۔

’’لوگ تو اچھے ہیں، مگر ان کے یہاں سے جو پے درپے مطالبات آئے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ گھر میں بزرگ نہ ہونے کی وجہ سے بچوں والے فیصلے کیے جاتے ہیں۔‘‘ وہ تھوڑا تپ کر بولیں۔

’’ہاں یہ تو ہے مگر خیر جہاں مثبت پہلو زیادہ ہوں وہاں چند منفی باتوں کو نظر انداز کردینے میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔‘‘ وہ بڑی رسانیت سے انہیں سمجھا رہے تھے۔

’’ٹھیک بات ہے چلیں تو میں پھر زوبیہ کو فون کرکے ہاں

کہہ دیتی ہوں۔" فاطمہ نے شوہر کے آگے ہار مان لی۔

"ہونہہ...... یہ ہی بات مناسب رہے گی۔" عباس مرزا جیسے ایک دم پُرسکون ہوگئے اور اس کا چین وسکون اڑ گیا۔

❀......❀......❀

وہ ہر چیز سے بے نیاز بس گہری سوچ میں گم، بالکنی میں کھڑا تھا کچھ دیر بعد گہرا سانس بھرتے ہوئے سر اٹھایا تو سیاہ آسمان پر چمکتے چاند میں مہرین کا حسین عکس ڈولتا دکھائی دیا۔ وہ دہری اذیت کا شکار ہونے لگا مہرین کی یاد کے ساتھ وہ تلخ باتیں یاد آتی چلی گئیں۔ وہ دکھ کی گہرائیوں میں جیسے گرنے لگا۔ کھنکتے قہقہوں کے ساتھ خوشی میں لپٹی ہنسی سے پیچھا چھڑا کر وہ باہر چلا آیا تھا۔ اندر زوبیہ اور رفاقت نے محفل سجائی ہوئی تھی، اس کی شادی کی بات چیت چل رہی تھی، جس کے بیچ میں کبھی کبھی مہرین کا تذکرہ بھی آجاتا۔ وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ بہن کو اس بار شادی کے لیے کیسے انکار کرے۔ زوبیہ نے تو ہتھے سے اکھڑ جانا تھا کہ پہلے ہی لڑکی والوں کے ساتھ اتنا تماشہ ہوچکا ہے۔ ماننا تو دور کی بات کوئی اس کی کہی سننے کا بھی روادار نہیں ہوتا، مگر وہ کرے بھی تو کیا مہرین کی طرف سے واضح ناپسندیدگی کا اظہار ہوچکا تھا۔ اس کے بعد انجان بنے رہنے کا مطلب بے غرت ہونا ہی تھا جو کہ مہرین پہلے ہی کہہ چکی تھی۔ اس نے سرد آہ بھری اور جلتی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر آرام پہنچانا چاہا۔

"جس کو میں اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں اس کے دل میں تو میری رتی برابر بھی عزت نہیں۔" اس نے چاند پر سے نگاہ ہٹا کر سوچا۔ "کاش میں سب کچھ بھول جاؤں خاص طور پر مہرین کو۔" وہ بالوں کو مٹھی میں جکڑ بیٹھا۔ معاً اپنی [illegible] جانب آہٹ سنائی دی۔

"میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ رہا ہوں اور تم یہاں چھپے بیٹھے ہو ہاں؟" فصیح اللہ نے اس کی پشت پر آ کر زور سے دھموکا رسید کیا۔

سمیع اللہ عادت کے برخلاف گم صم خاموش لب بستہ تھا۔ فصیح اللہ کا چونکنا لازمی تھا۔ گہری نظروں سے جائزہ لیا۔

"کیا بات ہے سمیع اللہ؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے بے چینی پر قابو پاتے ہوئے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ سجائی۔

"کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" فصیح اللہ کے انداز میں اپنائیت کے ساتھ فکر بھی تھی۔ اس کا دل بھر آیا۔ مگر دل کے جذبات کو زبان دینے سے قاصر تھا۔

❀......❀......❀

"مگر میں نے ابھی تک نہ منجھلی سے بات کی ہے اور نہ ہی بڑی کو کچھ بتایا۔" فاطمہ کچھ دیر بعد ہڑبڑا کر شوہر کو بتانے لگیں۔

"اچھا مگر بیگم صاحبہ حقیقت سے کب تک نگاہیں چرائیں گی؟" ان کے سوال پر فاطمہ کا جواب خاموشی ہی تھا۔

"آپ کو بتادینا چاہیے تھا۔" عباس مرزا نے سمجھایا۔ شہزین کے پاؤں وجود کا بوجھ برداشت کرنے سے قاصر ہونے لگے تو اس نے دیوار کا سہارا لیا۔

"میری زبان یہ ہی سوچ کر نہیں کھلتی کہ اس کے بعد میں اپنی شہزین کا سامنا کیسے کروں گی۔" وہ ایک دم منہ پر دوپٹہ رکھ کر رودیں۔

"اس کی فکر نہ کریں میری بچی بہت محنتی اور سمجھ دار ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی مجبوریوں کو سمجھ جائے گی۔" عباس نے بیوی کو دلاسہ دیا اور سارا بوجھ شہزین کے نازک کاندھوں پر منتقل کردیا جو ساری باتیں سنتے ہوئے کپکپا اٹھی تھی۔

"ایک بات یاد رکھیے گا۔ میں ابھی مہرین کا صرف رشتہ طے کررہی ہوں مگر اس کی شادی شہزین کے ساتھ ہی کی جائے گی۔" انہوں نے شوہر کو ایک طرح سے وارننگ دی۔ وہ اس وقت خود کو کڑے ضبط سے گزرتا ہوا محسوس کررہی تھیں۔

"میری بھی یہ ہی خواہش ہے۔ مگر جیسی میرے رب کی مرضی۔" عباس مرزا نے ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے حامی بھری۔

"کاش کچھ چیزوں پر ہمیں اختیار حاصل ہوتا تو شاید دل میں اٹھنے والے اندیشوں کو مٹایا جاسکتا، تلخ باتوں کو بھلایا جاسکتا اور بری یادوں سے چھٹکارا پایا جاسکتا، کاش زندگی اس قدر مہربان ہوجاتی مگر......" فاطمہ نے آنسو پونچھتے ہوئے بے قراری سے سوچا اور شوہر کی طرف سے منہ پھیر کر لیٹ گئیں۔ شہزین نے بڑے دل کے ساتھ چوکھٹ پر کھڑے ہوکر ساری باتیں سنیں اور سسکی روکتی ہوئی وہاں سے، واپس پلٹ گئی۔

❀......❀......❀

"ایسی کوئی بات نہیں بڑے بھیا؟" سمیع اللہ نے شانے اچکا کر لاپروائی کا تاثر دینے کی کوشش کی۔

''کیا تم اس شادی سے خوش نہیں ہو؟'' وہ سوال ان کے لبوں تک آ گیا جو من میں کھٹک رہا تھا۔

''بڑے بھیا...... مجھے آپ سب کی خوشی عزیز ہے۔'' اس نے نگاہیں چرائیں اور خود کو بمشکل سنبھالا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ میں نے شادی کے لیے زبردستی کرکے اپنے بھائی کے ساتھ زیادتی کی ہو۔'' ایک سوال ذہن میں لہرایا۔

''افوہ آپ تو سمیع بھائی کو بلانے آئے تھے اور خود بھی یہیں چپک گئے۔'' زوبیہ نے پیچھے سے آ کر ان دونوں کو چونکایا۔

''تم ضرور بھائیوں کے بیچ میں ہڈی بننا۔'' فصیح اللہ نے چھوٹی بہن کو چڑانے کی کوشش کی۔

''وہ تو میں ہمیشہ رہوں گی۔ اب چلیں اندر۔'' وہ بڑے لاڈ سے بیچ میں کھڑی ہوئی اور دونوں کا ایک ایک بازو تھام کر گھسیٹا۔

''باجی آپ چلیں میں ایک منٹ میں آیا۔'' سمیع اللہ زوبیہ کو ہرگز بھی مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ہنس کر بولا اور بازو چھڑایا۔

''تم خوش ہو نا؟'' فصیح اللہ بھی رک گئے اور بھائی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ پوچھا۔

''جی بڑے بھیا۔'' اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کا چہرہ بظاہر خوشی کا تاثر دے رہا تھا مگر یہ وہی جانتا تھا دل میں کتنے طوفان چھپا رکھے ہیں۔

❁......❁......❁

''کیا ہو گیا ہے یہ آنکھیں اتنی سوجی ہوئی کیوں لگ رہی ہیں؟'' ناشتہ بناتے ہوئے فاطمہ نے شہرین کا اترا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اماں...... بس سر میں کچھ درد سا ہے۔'' شہرین نے دانستہ بات بدلی۔

''تو ٹھیک ہے۔ آج کالج نہ جانا' طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو......'' فاطمہ نے فکرمندی سے فیصلہ سنایا۔

''اماں...... اصل بات کی طرف کیوں نہیں آرہی۔'' وہ جی جان سے جھنجلاتے ہوئے سوچنے لگی، جلد از جلد اپنی سزا سننا چاہتی تھی۔

''تم ناشتہ کرلو۔'' وہ کچھ دیر بعد بولیں۔

''نہیں ابھی دل نہیں کر رہا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ شہرین کہاں رہ گئی، عین ٹائم پر اٹھے گی پھر دیر ہوگئی دیر ہوگئی کا نعرہ لگاتی پھرے گی۔'' ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کیسے شروع کریں۔

''وہ تیار ہو رہی ہے ویسے آپ مجھ سے کہنا چاہتی ہیں؟'' اس نے خود ہی پوچھ کر ان کی مشکل آسان کردی۔

''ہاں بیٹا...... وہ مجھے زوبیہ کے بھائی کے رشتے کے حوالے سے کچھ بات کرنی ہے۔'' اسی وقت فاطمہ نے لب کھولے۔

''اگر میری شادی کا خیال ہے تو اسے فی الحال دل سے نکال کر انہیں انکار کردیں۔'' اس نے بلاوجہ نگاہیں چراتے ہوئے بے فکری دکھائی۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' وہ ایک دم منہ کھولے بڑی بیٹی کے تیور دیکھنے لگیں۔

''سچ کہہ رہی ہوں مجھے ابھی شادی وادی نہیں کرنی۔ پہلے اپنا پی ایچ ڈی مکمل کرنا ہے۔'' اس نے بناء سوچے سمجھے بہانہ بنایا۔

''یہ فتور تیرے دماغ میں کہاں سے آ گیا؟'' اماں پہلے ہونق بنی رہیں پھر ایک دم چلائیں۔

''کیوں کیا میں اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ خود سے نہیں کرسکتی؟'' اس کا لہجہ جانے کیوں تیز ہو گیا۔

''آپی...... کیا ہو گیا ہے؟'' مہرین جو کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی، اس بحث مباحثے کو سن کر باہر چلی آئی۔

''اماں...... میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔'' اس نے بہن سے نگاہ چرا کر مستحکم لہجے میں جواب دیا۔

''آپی پلیز ناشکری نہ کریں۔ اتنا اچھا رشتہ آیا ہے اور آپ پڑھائی کا بہانہ بنا کر منع کر رہی ہیں۔'' اس نے رسانیت سے سمجھانا چاہا۔

''اچھا رشتہ ہے تو ایسا کریں کہ میری جگہ مہرین کی شادی وہاں کردیں۔'' اس نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ فیصلہ سنایا اور آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے چائے کا کپ منہ سے لگا لیا۔

''آپی...... کیا کہہ رہی ہیں......!'' مہرین صدمے سے گنگ ہی تو رہ گئی تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسے حالات بھی ہوں گے۔

''میری بچی۔'' فاطمہ سمجھ گئیں کہ شہرین کو ساری بات پتا

چل گئی ہے، انہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو بڑھ کر بڑی بیٹی کو گلے لگا کر رو دیں۔

''اماں یہ سب کیا ہے؟''

''کچھ نہیں زوبیہ کے بھائی پر تیرے حسن کا جادو چل گیا ہے، اس نے تیرے لیے اپنے بھائی سمیع اللہ کا رشتہ مانگا ہے۔'' ان کے لہجے میں ناراضی چھپی ہوئی تھی۔

''ہائے میرے اللہ......!'' مہرین نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا یوں لگا جیسے پیروں تلے زمین کھسک گئی ہو۔

''میں تو اس دن کو رو رہی ہوں کہ تجھے ان لوگوں کے سامنے آنے سے کیوں نہیں روکا۔'' وہ چبا چبا کر بولیں۔

''جو لوگ میری بڑی بہن کو قبول نہیں کر رہے، وہاں میں بھی شادی نہیں کروں گی، آپ ان لوگوں کو صاف انکار کردیں۔'' مہرین نے بہن کی طرف دیکھا فیصلہ سنایا اور وہاں سے اٹھ کر اپنی کچی پکی محبت کا سوگ منانے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''اماں...... زوبیہ کو مہرین کے رشتے کے لیے ہاں کہلوا دیں۔'' اس کے انداز پر شہرین کے دل سے سارے ملال ایک ساتھ جاتے رہے۔ وہ اماں کو تاکید کرتی ہوئی کالج جانے کے لیے تیار ہونے چل دی۔ فاطمہ ہک دک سی رہ گئیں۔

❁......❁......❁

''ان بھائیوں نے مل کر تو میرا دماغ خراب کردیا ہے۔'' زوبیہ نے رفاقت کی طرف دیکھتے ہوئے ماتھا پیٹ ڈالا۔

''اب کیا کردیا میرے سالوں نے؟'' وہ شوخ ہوئے۔

''ان لوگوں نے رشتے ناطے کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔'' وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

''اچھا خیر تو ہے؟'' انہیں بھی فکرمندی نے آگھیرا۔

''اب بھلا یہ کوئی بات ہوئی کہ سمیع اللہ رسم کے معاملے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے۔'' وہ ایک دم بولی۔

''کیوں پہلے تو وہ اس رشتے کی خاطر جان دینے کو تیار بیٹھا تھا۔ اب کس خوشی میں پیچھے ہٹ رہا ہے؟'' رفاقت کو بھی تاؤ آیا۔

''اصل بات ہی تو نہیں بتا رہا۔ بس الٹے سیدھے بہانے بنا رہا ہے، اس پر بڑے بھیا کے جانے میں بھی ٹائم کم رہ گیا ہے۔'' اس کا ڈپریشن بڑھنے لگا۔

''یہ آج کل کے بچے دوسروں کے جذبات کو کھلونا سمجھتے ہیں۔'' وہ اپنی اماں کے انداز میں بولے تو زوبیہ نے بھی تائید کی۔

''بھلا بتائیں کسی کی بیٹیاں فالتو تھوڑی ہیں کہ ہم ہر روز ایک نئی فرمائش لے کر پہنچ جائیں، پہلے ہی ان لوگوں کے ساتھ کیا کم برا ہوا ہے۔ پھر بھی ان کی شرافت دیکھیں۔ انہوں نے ہر مقام پر ہماری ہی بات اونچی رکھی۔''

''یہاں تو سمیع اللہ زیادتی کر رہا ہے لگتا ہے مجھے ہی سالے صاحب کے کان کھینچنے پڑیں گے۔'' رفاقت نے سر کھجاتے ہوئے بیوی کا ساتھ دیا۔

''جو دل چاہیں کریں مگر اس لڑکے کے ہوش ٹھکانے لگائیں، اب میرے اندر ہمت نہیں کہ فاطمہ آنٹی کو ایک نئے صدمے سے دوچار کروں۔'' زوبیہ نے شوہر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''اتنا پریشان کیوں ہوتی ہو میں ہوں نا۔'' رفاقت نے بیوی کے جڑے ہاتھ نرمی سے تھام لیے۔

''کیا کہوں میکے کا کوئی سکھ نہ ملا۔ باپ نے اپنا الگ گھر بسالیا۔ ایک بھائی ہیں جنہیں صرف پریشان کرنا آتا ہے۔'' زوبیہ سچ مچ میں رونے لگی تو رفاقت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہوں نے غصے میں فون ملا کر سمیع اللہ کی وہ کلاس لگائی کہ اس کے ہوش بھی ٹھکانے آگئے۔

❁......❁......❁

مہرین نے تو سمیع اللہ کی خواہش سنتے ہی جھٹ انکار کردیا تھا' اس رشتے کے لیے گھر والوں کی ضد پر ماں کے سامنے خوب احتجاج بھی کیا اور منہ سر لپیٹ کر کمرہ بند کرکے لیٹ گئی۔ مگر یہ شہرین ہی تھی جس نے پیار سے دروازہ کھلوایا بہن کے ساتھ دو دن مغز ماری کی اس کے بعد اسے منا کر ہی دم لیا۔ اصل بات اگلوائی تو پھر پریشانی نے گھیرا۔ کچھ سوچ کر فون پر زوبیہ کا نمبر ملایا اور ساری بات بتادی۔

''شہرین...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟'' زوبیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں میری وجہ سے ان دونوں کے بیچ اس غلط فہمی نے جنم لیا ہے۔'' وہ دھیرے دھیرے سے سب بتاتی چلی گئی۔

''اچھا مگر تمہیں کیسے پتا چلا؟'' اس نے سوال کیا۔

''مہرین کے مسلسل انکار پر کل رات میں نے جب خوب ڈانٹ پلائی تو اس نے روتے ہوئے ساری بات بتادی۔ اس

نے انجانے میں اس کو بہت برا بھلا کہہ دیا ہے اور اب وہ سمیع اللہ کے غصے سے خوف زدہ ہے۔'' شہرین نے بتایا۔

''اچھا...... جب ہی صاحب زادے شادی نہ کرنے کے لیے نت نئے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔'' زوبیہ کو اب ساری بات سمجھ میں آگئی۔

''ہاں اور ادھر یہ میڈم بھی کسی طرح ہاں کرنے پر تیار نہیں ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''اچھا تو پھر اس کا کیا حل نکالیں۔'' زوبیہ نے پوچھا۔

''ان دونوں کی ایک ملاقات کروا دیتے ہیں تاکہ یہ اپنے مسئلے کو خود ہی حل کرلیں۔'' وہ کچھ سوچ کر بولی۔

''آئیڈیا تو برا نہیں مگر کیا یہ بات مناسب رہے گی۔ میرا مطلب ہے انکل' آنٹی کو کہیں برا نہ لگ جائے۔'' وہ ہچکچائی۔

''انہیں بتائے گا کون؟'' وہ شوخ ہوئی۔

''ہاں پھر ٹھیک ہے۔'' زوبیہ نے بھی جواب میں قہقہہ لگایا۔

''میں نے اس لیے یہ بات کہی کہ اگر ہم نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تو دونوں مزید ضد میں آجائیں گے اور ہوسکتا ہے بات بگڑ جائے۔ اس لیے انہیں آپس میں نمٹنے دیتے ہیں۔'' اس کے ذہن میں جو خدشہ تھا بیان کردیا۔

''تجویز تو اچھی ہے...... مگر ملاقات کرائی بھی جائے تو کیسے اور کہاں؟'' زوبیہ مطمئن ہوگئی، تو ایک نئی بات ذہن میں آئی۔

''شاپنگ کا بہانہ سب سے اچھا رہے گا۔ آپ سمیع اللہ کے ساتھ مال آجائیں، مہرین کو لانا میرا کام ہے۔'' شہرین نے کچھ دیر بعد پوری پلاننگ بتائی۔

''ہاں یہ بات ٹھیک رہے گی۔'' وہ بھی رضامند ہوگئی اور ہنستے ہوئے فون رکھ دیا۔

❁......❁......❁

''تم دونوں یہاں بیٹھو ہم ابھی آئے۔'' وہ دونوں طے شدہ مقام پر پہنچ کر ایک ساتھ بولتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''کیا مطلب؟'' سمیع اللہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ زوبیہ کے کہنے پر مال میں واقع فوڈ کورٹ میں بیٹھا تھا کہ سامنے سے شہرین اور مہرین چلی آئیں۔

''ہم چاہتے ہیں کہ تم دونوں کے بیچ جو بھی غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اسے خود بیٹھ کر حل کرو۔'' شہرین نے متانت سے کہا اور بہن کو آنکھ سے اشارہ کیا جو منہ بنائے بہن کو اشارے کیے جارہی تھی۔

''ہاں شہرین ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' زوبیہ نے بھی بھائی کو آنکھیں دکھائی۔

''میں...... میں کیا بات کروں گی؟'' مہرین کے چھکے چھوٹ گئے۔ شہرین کا پلو تھاما۔

''مجھے بھی محترمہ سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' اس نے روٹھ ہوتے ہوئے بہن کا بیگ کھینچا۔

''تم دونوں کیا ننھے بچوں کی طرح ری ایکٹ کررہے ہو۔ بڑے ہوجاؤ اب شادی ہونے جارہی ہے۔'' شہرین تھوڑا گرم ہوئی۔

''بات سنو ہم...... تمہاری رسم کا سوٹ خریدنے جارہے ہیں۔ اتنے میں تم لوگ طے کرلو کہ رسم کی شاپنگ کی جائے یا پیسہ بچایا جائے۔'' زوبیہ نے بھائی کو ہنستے ہوئے وارننگ دی۔

''مجھے کچھ طے نہیں کرنا۔'' وہ بہن کے کان میں گھسا جارہا تھا۔

''ایک منٹ مسٹر' آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں۔ مجھے بھی آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' مہرین کی برداشت کی حد ختم ہوگئی بیزار صورت بنا کر بولی۔

''سوچ لو...... تم دونوں کے پاس یہ لاسٹ چانس ہے۔'' زوبیہ نے ڈرایا، سمیع اللہ نے مہرین کی طرف دیکھا، جو سیاہ لباس میں ہیرے کی طرح دیک رہی تھی، دل کو کچھ ہونے لگا، پارہ نیچے آیا، ناراضی اپنی جگہ مگر تھی تو وہ پہلی پہلی چاہت۔ مہرین بھی دل ہی دل میں صفائی دینے کو تیار ہوگئی، شادی ہونہ ہو مگر وہ اس موقع کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

''اچھا بھئی ہم تو چلے۔'' شہرین نے ان کی نگاہوں کی چوری پکڑی اور مسکراتے ہوئے زوبیہ کا ہاتھ تھام کر اٹھ گئی۔

''باجی۔'' سمیع اللہ چلایا۔

''آپی......'' مہرین بھی چیخی مگر شہرین اور زوبیہ ٹاٹا بائے بائے کرتے ہوئے انہیں ہکا بکا چھوڑ کر چلتی بنیں۔

❁......❁......❁

''مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' اس نے سر جھکا کر خود ہی بات شروع کی۔

''جی اس دن سنانے میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو ابھی پوری کرلیں۔'' اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے رعب

سے بولا۔

"جی میں اپنی بات کلیئر کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد آپ کی مرضی۔" مہرین نے منہ بنا کر جتایا۔

"جلدی بولیں میرے پاس وقت کم ہے۔" وہ تھوڑا اترایا۔

"میں......اس دن کی غلط فہمی اور اپنے رویے پر معذرت خواہ ہوں۔" مہرین نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کون سی غلط فہمی؟ آپ نے تو سیدھا سیدھا مجھے بے غیرت سمجھ لیا تھا۔" یہ لفظ بہت گہرائی میں جا کر چبھا تو غصے میں جواب دیا۔

"پہلے آپ پوری بات سن لیں پھر طنز کے تیر برسا لیجیے گا۔" وہ تنک کر اسے پوری کہانی سناتی چلی گئی۔

"اچھا اس لیے یہ سب ہوا۔" پہلے تو وہ حیرت زدہ رہ گیا، اس کے بعد زور سے ہنسا، بات کیا کلیئر ہوئی اس کی خوش مزاجی لوٹ آئی تھی۔

"جی بس یہی وجہ تھی۔" اس نے نگاہیں جھکا کر کہا تو وہ اسے تکتا رہ گیا۔ یوں لگا جیسے آسمان کا چاند زمین پر اس کے سامنے آ بیٹھا ہو۔

"ایک بات کا اظہار میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک دم ہلکا پھلکا ہو کر گویا ہوا۔

"جی بولیں؟"

"پہلی ملاقات میں ہی اتنے گندے سندے حلیے کے باوجود تم میرے دل میں قبضہ کر کے بیٹھ گئی تھی۔ پھر میں نے اس کے بعد تمہیں بہت ڈھونڈا مگر تم نہ ملی تو میری چاہت کا نشہ بڑھتا چلا گیا اور جب اس دن رشتے کے سلسلے میں تمہارے گھر پہنچا تو سامنے تمہیں کھڑا دیکھ کر اپنی خوش قسمتی پر یقین نہ آیا بس اسی لمحے میں تم سے شادی کا فیصلہ کر بیٹھا۔" سمیع اللہ نے بھی اپنی بے پناہ محبتوں کا یقین دلاتے ہوئے انکشاف کیا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

اسے سمیع اللہ کے سچے اور شفاف جذبوں پر یقین تھا جس نے عام لڑکوں کی طرح اس کے ساتھ وقت گزاری کرنے کی جگہ سیدھے سادے طریقے سے بہن سے بات کر کے اسے زندگی کا ساتھی بنانے کی راہ ہموار کی تھی۔

"اب میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا بس جلدی سے رخصت کرا کر اپنے گھر لے جاؤں گا......ورنہ تمہارا کیا بھروسہ پھر کوئی غلط فہمی دل میں پال لو۔" اس کے نرم ہاتھوں پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بڑے جذب کے عالم میں بولا۔

سمیع اللہ کی بے ریا باتوں سے اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے بہت چاہتا ہے لیکن یہ بات قابل اعتراض تھی کہ وہ اس سے شادی کے فیصلے میں اتنی جلد بازی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اصل میں شہزین کی وجہ سے وہ ذہنی طور پہ اس بات کے لیے تیار نہ تھی۔ بہن کے دکھی ہونے کا احساس، پھر شہزین کے ہوتے ہوئے اس کی شادی کے لیے ماں کا دل سے آمادہ نہ ہونا۔ کئی طرح کے خدشات اس کے اندر سر اٹھانے لگے جو اس نے سمیع اللہ سے شیئر کر ڈالے لیکن جب اس نے اپنے ہر طرح کے ساتھ کا پختہ یقین دلایا تو مہرین نے بھی مسکراتے ہوئے تمام واہموں کو سر جھٹک کے دل سے نکال دیا۔ کافی دیر بعد جب شہزین اور زوبیہ شاپنگ کے تھیلوں سے لدی پھندی واپس لوٹیں تو ان کے جگمگاتے چہروں کو دیکھ کر خوش ہوگئیں۔ ایک دوسرے کو وکٹری کا نشان دکھاتے ہوئے ہنستی چلی گئیں۔

❀......❀......❀

شہزین نیم گرم دودھ کا گلاس لے کر اندر داخل ہوئی تو نگاہ بھر کر مہرین کو دیکھا، وہ آج کچھ زیادہ ہی حسین دکھائی دے رہی تھی، بہاریں جب دل پر ڈیرے ڈالتی ہیں تو ان کے ہونے کا احساس دیکھنے والی آنکھ کو فوراً ہو جاتا ہے، مہرین کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی یا شاید اسے بن مانگے چاند ملنے والا تھا پھر وہ خود کو آسمان کی وسعتوں میں اڑتا ہوا محسوس کیوں نہ کرتی۔

"اماں جی کہہ کر گئی ہیں کہ تم یہ دودھ پی کر تھوڑی دیر کے لیے سو جانا بے آرامی اور تھکان سے کہیں طبیعت خراب نہ ہو جائے۔" شہزین نے بہن تک ماں کی ہدایت پہنچائی۔

فاطمہ شرمین کی فرمائش پر اس کی میچنگ چوڑیاں لینے بازار گئی ہوئیں تھیں، فاطمہ نے بڑے بجھے دل کے ساتھ زوبیہ کو اس رشتے کے لیے آمادگی دی تھی، ان کے انداز میں فطری خوشی مفقود تھی، یہ بات زوبیہ نے ہر موقع پر محسوس کی اور نا چاہتے ہوئے بھی خود کو مجرم تصور کرنے لگی۔

"آپی......پلیز میری جگہ آپ یہ دودھ پی لیں ابھی کچھ بھی دل نہیں چاہ رہا ہے۔" اس نے اپنی ناک چڑھائی تو نگ والی کیل نے لشکارا مارا۔

"بالکل نہیں چلو جلدی سے ختم کرو۔ مجھے ابھی بہت سارے دوسرے کام نمٹانے ہیں۔" شہزین نے پیار بھری جھاڑ کے ساتھ زبردستی گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا جسے اس نے

منہ بنا کر ختم کیا۔

''اب تم سو جاؤ اوکے۔'' شہرین نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور باہر جانے لگی۔

''پلیز میرے بال باندھ دیں۔'' بہن کی لاڈ بھری آواز پر اس کے باہر کی جانب بڑھتے قدم تھم گئے۔

''کاہل لڑکی بال باندھنا کون سا مشکل کام ہے؟ سسرال جانے والی ہو۔ وہاں بھی کیا آپی کو ہر کام کے لیے بلاؤ گی۔'' شہرین نے جان بوجھ کر شرارتی انداز اپناتے ہوئے کنگھی کی تلاش شروع کردی۔

''کیا کروں یہ مہندی ابھی گیلی ہے۔'' مہرین نے کاندھے اچکا کر گوری بانہیں اس کے سامنے کیں جن پر نفاست سے لگائی گئی مہندی کے بیل بوٹے بہت دلکش لگ رہے تھے۔ شہرین سحر زدہ سی ہوکر اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک آنکھیں نم نہیں ہوئیں۔

''ہاں یہ پوائنٹ تو ہے ایک منٹ رکو مگر کنگھی کہاں گئی۔ یہ شرمین بھی چیزوں کو ان کی جگہ پر نہیں رکھتی۔'' شہرین نے ادھر ادھر ہاتھ چلاتے ہوئے بلاوجہ بات کو طول دیا۔

''ہاں مل گئی۔'' شہرین نے پیٹھ موڑ کر کنگھی اٹھانے کے بہانے آنکھیں پونچھیں پھر بہن کے بالوں کو نرمی سے سلجھایا اور سمیٹ کر کیچر لگادیا۔ مہرین نے بڑے غور سے بہن کی گلابی متورم آنکھیں دیکھیں، دل پر ایک بوجھ سا آپڑا تھا۔

''آئی ایم سوری۔'' پتا نہیں کیا ہوا وہ زبردستی اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

''اُفوہ...... کیا کررہی ہو جان ساری مہندی کا ستیاناس ہوجائے گا۔'' شہرین نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے زبردستی الگ کیا اور ہاتھ سے دھکیل کر بستر پر لٹادیا۔ مہرین کی آنکھیں بھر آئیں مگر شہرین کا اسے کمزوری دکھانے کا کوئی ارادہ نہ تھا وہ مسکراتی ہوئی دروازہ بند کرکے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

''آپ...... آیئے نا۔'' شہرین نے زوردار دستک پر جاکر دروازہ کھولا تو زوبیہ مسکراتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی۔

''اتنی رات کو تنگ کرنے کے لیے دلی معذرت۔'' زوبیہ نے دروازے پر ہی کان پکڑے، اس کا بے تکلفی سے بات کرنا شہرین کو بہت اچھا لگا۔

''ارے ایسی کوئی بات نہیں۔ ابھی تو صرف آٹھ ہی بجے ہیں سردیوں میں ویسے بھی رات بہت جلدی ہوجاتی ہے، چلیں اندر چل کر آرام سے بیٹھتے ہیں۔'' شہرین نے سہولت سے جواب دیا۔

''ہم نے اصل میں رسم کی مناسبت سے مہرین کے لیے کچھ خریداری کی ہے، بس وہ ہی سامان پہنچانے آئے تھے شاپنگ کرنے میں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔'' زوبیہ نے مسکرا کر وجہ پیش کی۔

''زوبیہ کیا ہوگیا ہے۔ آپ بغیر کسی کام کے بھی یہاں آسکتی ہیں۔ آخر ہمارا خاندان اب ایک ہونے جارہا ہے۔'' شہرین نے متانت سے جواب دیا تو زوبیہ نے اسے سراہتی نگاہوں سے دیکھا۔

''اندر تو چلیں یا ساری باتیں دروازے پر کھڑے ہوکر کرنے کا ارادہ ہے؟'' شہرین نے محسوس کیا کہ زوبیہ کچھ جھجک رہی ہے تو چھیڑتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

''میں بڑے بھائی اور ہسبنڈ کے ساتھ آئی ہوں۔ وہ دونوں باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں اگر مائنڈ نہ کریں تو ان کو بھی اندر بلالوں؟'' زوبیہ نے اس کی تقلید کرنے کی بجائے مڑ کر گاڑی میں بیٹھے فصیح اللہ کو دیکھ کر کہا۔

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ضرور میں ڈرائنگ روم کھولتی ہوں۔ آپ ان لوگوں کو بلالیجیے۔'' شہرین مسکرا کر بولی۔

''تم واقعی بہت اچھی ہو۔'' زوبیہ نے اس کا چہرہ پیار سے چھوا۔

''آپ ان لوگوں کو بٹھائیں۔ میں بابا کو بھیجتی ہوں۔'' شہرین دوپٹہ ٹھیک کرتی اندر چلی گئی۔

❁......❁......❁
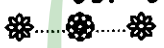
شہرین نے نفاست سے چائے کے ساتھ مزیدار گاجر کا حلوہ، رول، گھر کا تیار کیا ہوا کیک ٹرالی میں سجایا اور سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھنے کے بعد ٹرالی گھسیٹتی ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔

''یہ بھائی نہیں ہمارے باپ جیسے ہیں۔'' اس کے قدم ٹھٹک کر تھم گئے زوبیہ اپنے بھائی کی تعریفوں میں زمین وآسمان کی قلابیں ملانے میں مصروف تھی۔

''اچھا...... اچھا۔ آج کل کے دور میں یہ بڑی بات ہے۔'' عباس مرزا نے تائید میں سر ہلایا۔

"بس انکل! انہوں نے ساری عمر ہم لوگوں کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔" زوبیہ نے عقیدت بھری نگاہ اپنے ساتھ بیٹھے بھائی پر ڈالی۔

شہرین نے لمحے بھر کو وہاں موجود نفوس پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور سب کو چائے پیش کی، حاشر زوبیہ کے شوہر رفاقت علی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا جبکہ فصیح اللہ کونے والے صوفے پر سر جھکائے ایسے بیٹھے تھے جیسے اس محفل میں موجود ہی نہ ہوں۔

"اچھا آپ کے والد...... میرا مطلب ہے۔ قدرت اللہ صاحب ایک بار بھی نہیں آئے۔" عباس مرزا جانے کیا پوچھنا چاہ رہے تھے مگر رفاقت علی نے ان کا سوال سمجھ لیا۔

"انکل...... بات یہ ہے کہ جب میری خالہ کا انتقال ہوا تو فصیح اللہ بھائی کے علاوہ یہ سب بھائی بہن چھوٹے تھے۔ خالو کو گھر کے کاموں اور ان لوگوں کی دیکھ بھال کے لیے دوسری شادی کرنی پڑی...... مگر آنٹی صغریٰ نے انہیں کبھی اپنی اولاد نہیں سمجھا' گھر میں ہر وقت کھینچا تانی کی کیفیت طاری رہی۔ آنٹی کی زیادتیاں اس وقت تک برداشت کی جاتی رہیں، جب تک فصیح اللہ بھائی اپنے پیروں پر نہ کھڑے ہوگئے، جیسے ہی ان کو اچھی جاب ملی، ایک چھوٹی سی بات پر صغریٰ آنٹی کو ہنگامہ مچاتا دیکھ کر ان کی برداشت جواب دے گئی۔ کئی سالوں سے ایسے خوف بھرے ماحول کو بدلنے کی خواہش ان کے دل میں پنپ رہی تھی۔ فصیح اللہ بھائی نے بڑی سہولت سے باپ کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کا آغاز کیا۔ خالو بھی شاید اسی دن کے انتظار میں تھے اور مروت کو ایک طرف رکھ کر بیٹے کو بتا دیا کہ تم لوگ اب سمجھدار ہوگئے ہو تو میرا فرض پورا ہوگیا۔ خالو نے مزید کہا کہ یہ گھر ان کی والدہ یعنی میری خالہ کا ہے۔ اس لیے وہ خود یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ ویسے بھی برسوں کی پلاننگ تھی۔ وہ پہلے ہی اچھے علاقے میں ایک نیا لگژری فلیٹ خرید چکے تھے، جہاں وہ اپنی دوسری بیوی اور ایک بیٹے کے ساتھ الگ ہوگئے۔ دراصل ان کی ترجیحات بدل گئی تھیں۔ وہ مکمل طور پر صغریٰ آنٹی کے دباؤ میں تھے، جن سے ان کا ایک بیٹا ہے۔ جس دن ان کا سامان شفٹ ہو رہا تھا فصیح اللہ بھائی ششدر رہ گئے، ماں کے بعد باپ سے الگ ہونا انہیں منظور نہ تھا، وہ تو صرف گھر کا ماحول اچھا دیکھنا چاہتے تھے مگر یہاں تو بات ہی بدل گئی۔ انہوں نے باپ کا ہاتھ تھام کر رک جانے کی التجا کی۔

شاید خالو بیٹے کے آگے پسیج جاتے مگر اسی وقت صغریٰ آنٹی آگئیں۔ انہوں نے فیصلہ سنا دیا کہ اب یہاں سے جانا ہے بس۔ آخر دل پر پتھر رکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی یہ لوگ خاموشی سے الگ ہوگئے اور باپ کو جانے دیا۔ اس طرح سے خالو جی ہماری زندگیوں میں ہوتے ہوئے بھی عملی طور پر نہ ہونے کے برابر ہیں، میری اور زوبیہ کی شادی کا فیصلہ بھی جلدی میں کیا گیا کیوں کہ فصیح اللہ بھائی کو لندن کی ایک یونیورسٹی سے اسکالرشپ آفر ہوگئی تھی، وہ اس موقع کو کھونا نہیں چاہتے تھے ان کے کاندھوں پر باقی بھائیوں کی ذمہ داریاں بھی آپڑی تھیں۔ اس لیے ننھیال والوں کی مدد سے ہماری شادی کر کے یہ لندن چلے گئے اور اس وقت سے گھر کو سنبھالا ہوا ہے۔" رفاقت علی کی باتوں سے کمرے کا ماحول خاصہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ عباس مرزا، فصیح اللہ کی قربانیوں کی داستان سن کر خاصے متاثر دکھائی دیئے۔

شہرین نے بھی بطور خاص نگاہ بھر کر اس شخص کو دیکھا جس کی اتنی تعریفیں ہورہی تھیں۔ لندن پلٹ پُرکشش نقوش والے اعلیٰ جاب پر فائز اور مکمل مضبوط دیانت دار مرد کے چہرے پر شرافت اور رشتوں سے محبت کی چمک بڑی مسحور کن تھی۔

"بس کردو یار۔" فصیح اللہ نے اپنے اوپر ایک ساتھ اتنی ساری نگاہیں جمی دیکھیں تو تھوڑا پزل ہوگئے۔

"کچھ زیادہ ہوگیا ہے۔" بہنوئی کو تنبیہ انداز میں دیکھا تو رفاقت علی ہنس دیئے۔

"فصیح اللہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" عباس مرزا مسکرائے۔

"ویسے ایک ایسا ہی کردار ہمارے گھر میں بھی ہے میری یہ بڑی بیٹی جو شروع سے اپنے بہن بھائیوں پر جان چھڑک رہی ہے۔" انہوں نے بڑے سبھاؤ سے چائے سرو کرتی شہرین کو سراہا' اس نے شرما کر گردن جھکالی اور اپنی ہتھیلی کو تکنے لگی۔ فصیح اللہ نے نگاہیں اٹھا کر پہلی بار کمرے میں موجود شہرین کا بغور جائزہ لیا، جس کی مانگ اتنی شفاف تھی کہ ان کی آنکھوں میں روشنی سی بھر گئی تھی۔

❁......❁......❁

"آپ...... عمر بھر ساتھ نبھائیں گے نا؟" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"مہرین! ایک بات یاد رکھنا حالات چاہے جیسے بھی ہوں۔

ہم دونوں کبھی الگ نہ ہوں گے۔'' مہرین کے کانوں میں رس گھولتے ہوئے وہ جذب کے عالم میں بولا۔

''مجھے یقین نہیں آرہا کہ میری زندگی یوں ایک پل میں اس طرح سے بدل جائے گی۔'' اتنی چاہتوں پر مہرین کی آواز نم ہونے لگی۔

''یہ لمبا چوڑا ہینڈسم چھ فٹ کا بندہ، آج کل، پرسوں بلکہ ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا۔'' وہ فون کے دوسری طرف ہونے کے باوجود سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں یوں بولا جیسے مہرین سامنے بیٹھی ہو۔

''لگتا ہے کوئی آرہا ہے، اب میں فون رکھتی ہوں۔'' وہ ایک دم گھبرا گئی اور لائن کاٹ دی۔

لائن کٹ جانے کے باوجود وہ بہت دیر تک سیل فون کو دیکھتا رہا، جس میں سے کچھ دیر قبل، زندگی بول رہی تھی۔ اپنی حالت پر شگفتگی سے ہنس دیا اس جیسے لاپروا شخص کو محبتوں نے کتنا حساس بنادیا تھا، اسے اپنی ذات ایک دم معتبر لگنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

''آپ نے شہرین کو دیکھا میں نے اسے آپ کے لیے پسند کیا تھا۔ وہ بالکل آپ کا پرتو ہے آپ کی جیسی۔'' واپسی پر زوبیہ نے بڑے بھیا کے کان کھانا شروع کردیئے۔

''ہاں مگر اس بات کی کیا گارنٹی کہ شہرین شادی کے بعد بھی تم لوگوں کے لیے ایک اچھی بھابی ثابت ہوگی اور میری ذمہ داریوں میں حصہ بٹائے گی۔'' فصیح اللہ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے پیچھے بیٹھی بہن سے پوچھا۔

''شکر ہے...... صاحب نے اس نہج پر سوچا تو ورنہ اس سے قبل تو لفظ 'شادی' پر گرجنے برسنے لگ جاتے تھے۔'' رفاقت علی نے برابر میں بیٹھی بیوی کے کان میں سرگوشی کی تو وہ کھل اٹھی۔

''اچھائی...... ثابت کرنے کے لیے ثبوت نہیں مانگے جاتے یہ تو دل کی گواہی سے منسلک ہوتی ہے۔ بس میرا دل کہتا ہے کہ شہرین سے ہی آپ کا صحیح جوڑ بنے گا۔ وہ بھی آپ کی طرح سب کی فکروں میں مبتلا، ذمہ دار، سمجھ دار اور دوسروں کے لیے جینے والی خود کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے۔'' زوبیہ نے جوش سے وہ باتیں بتائیں جو اس نے فاطمہ کے گھر لگنے والے کئی چکروں میں محسوس کی تھیں۔

''بیٹا...... پتا نہیں کیوں دل ڈرتا ہے۔ پہلے پاپا نے شادی کر کے تم لوگوں پر زندگی تنگ کردی یہ نہ ہو میرے چھوٹے بھائی کسی نئے امتحان سے دوچار ہوجائیں۔'' انہوں نے مٹھی بند کرتے ہوئے اذیت کو کم کرنے کی کوشش کی۔

''نہیں...... نہ اب وہ حالات رہے اور نہ ہی زمانے اب ہم سب سمجھدار ہوچکے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' زوبیہ نے ان کے کندھے پر اپنا ہاتھ مضبوطی سے جماتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں میں جب بھی اپنی شادی کے بارے میں سوچتا ہوں' خوف کے بھنور میں پھنس جاتا ہوں اور مجھے سانس لینا بھی دشوار ہوجاتا ہے۔'' فصیح اللہ کے لہجے میں محرومیاں سمٹ آئیں جو سگے باپ کو بدلنے پر انہوں نے جھیلیں۔

''بھائی زندگی رکنے کا نام نہیں یہ تو بڑھتی ہی رہے گی۔ پھر آپ ایک جگہ رک کر خود پر کیوں ظلم کررہے ہو۔ خوشیوں پر آپ کا بھی حق ہے۔''

''مان جاؤ یار زندگی اس بار تمہیں مایوس نہیں کرے گی۔'' رفاقت نے بھی بڑے جذب سے کہا تو فصیح اللہ کی آنکھیں اتنے پیارے رشتوں کے خلوص پر بھر آئیں۔

''بڑے بھیا رفاقت ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ نے چھوٹی سی عمر سے ہم لوگوں کی خاطر بڑی قربانیاں دیں مگر...... آپ کا بھی اپنی ذات پر کوئی حق بنتا ہے کہ نہیں ایک مزے کی بات بتاؤں سمیع اللہ نے شہرین کو دیکھتے ہی میرے کان میں سرگوشی کی تھی کہ یہ لڑکی تو 'لیڈی فصیح اللہ' ہیں بڑے بھائی کو ڈیز رو کرتی ہے۔ کیوں میرے ساتھ پھنسا رہی ہیں اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگا تھا۔'' زوبیہ نے شرارتی انداز اپنایا تو فصیح اللہ ہار مانتے ہوئے ہنس دیئے۔

''لڑکا ہنسا تو پھنسا بس زوبی فیصلہ ہوگیا۔ تم گھر جا کر فاطمہ آنٹی سے بات کرلو۔ میرا نہیں خیال کہ ان لوگوں کو اس رشتے پر کوئی اعتراض ہوگا...... یوں ہم ایک ساتھ دونوں بھائیوں کو ان زنجیروں میں جکڑ دیں گے، جس طرح انہوں نے مجھے قید کرنے میں امی کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ میں بھی جم کر بدلہ لوں گا۔'' رفاقت علی نے شوخی دکھانا چاہی مگر بیوی کے گھورنے پر دبک کر گاڑی سے باہر جھانکنے لگا۔

❁......❁......❁

گھر کے دوسرے کاموں سے فراغت پانے کے بعد شہرین کو یاد آیا کہ امی جی نے اسے سرخ زرتار دوپٹہ بکس سے نکال کر ترپائی کرنے کی ہدایت کی تھی، یہ دوپٹہ مہرین کو رسم کے

وقت اوڑھانا تھا۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھی اور کانپتے ہاتھوں سے بکس کھولا جھل مل کرتے دوپٹے نے نگاہوں کو خیرہ کردیا تھا لمحہ بھر اسے دیکھتی رہی، پھر من میں جانے کیا سمائی' دوپٹے کو اوڑھ کر خود کو آئینے میں دیکھا خود سے نگاہیں چرائیں' اپنی دھن میں تیزی سے مڑی اور ایک دم کسی سے جاٹکرائی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تب اسے پتا چلا کمرے میں اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ فوراً سر اٹھا کر دیکھنا چاہا مگر آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا۔

''کیا ہوا چوٹ زور سے تو نہیں لگی؟'' خوب صورت مردانہ لہجہ کانوں میں رس گھول گیا۔

''اف کیا دکھائی نہیں دیتا۔ اتنی زور سے ٹکر ماردی؟'' اس نے غصے سے سامنے کھڑے فصیح اللہ کو جھاڑا جو بلاوجہ مسکرائے جارہے تھے۔

''کبھی..... کبھی تیز روشنی کی بھرمار بھی آنکھوں کے آگے اندھیرا لے آتی ہے۔'' فصیح اللہ نے مزاج کے برخلاف شوخ لہجہ اختیار کیا۔

''اوہ..... تو یہ آپ ہیں' سوری جلدی میں ایسا ہوگیا۔'' شہزین نے سامنے کھڑے فصیح اللہ کو دیکھا تو اپنے تیز لہجے کا خیال آیا۔ سر سہلاتے ہوئے معذرت کی۔

''سوری تو مجھے کہنا چاہیے تھا کہ آپ کو پہچانا نہیں۔ صد شکر کہ دیر نہیں ہوئی۔'' ان کی بولتی نگاہیں اور مسحور کن لہجہ شہزین کو کسی گڑبڑ کا احساس دلانے لگا۔

''بائی داوے آپ یہاں کیا کررہے ہیں؟'' اسے دونوں کی پوزیشن کا احساس ہوا تو بے رخی سے پوچھا۔

''میں صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں کہ اگر زندگی کی کٹھن راہوں پر آپ میرا ہاتھ تھام کر چلیں گی تو یہ سفر آسان ہوجائے گا۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟'' انہوں نے بڑے نپے تلے لہجے میں اپنی بات اس تک پہنچائی۔ وہ پہلے تو پزل ہوئی پھر خود کو سنبھالا۔

''اس فیصلہ کا اختیار تو امی جی اور بابا کے پاس ہے۔'' شہزین نے سر جھکا کر جواب دیا۔

''ان کا ووٹ تو پہلے ہی میرے حق میں ہے۔ بس آپ کی فکر تھی اسی لیے میں نے خود سے یہ بات پوچھنے کی ہمت کرلی۔'' وہ ایک دم سے خوش ہوگئے۔

''آپ باہر جاکر بیٹھیں میں چائے بھجواتی ہوں۔''

شہزین شرم سے سرخ ہوئی جارہی تھی، اس نے فصیح اللہ کو بہانے سے وہاں سے بھگانا چاہا تاکہ اپنی اتھل پتھل سانسوں پر قابو پاسکے۔

''اوکے..... میں جارہا ہوں مگر ایک بات کہنا ضروری ہے۔ تم پر یہ سرخ آنچل بہت سوٹ کررہا ہے۔ پلیز ہماری رسم میں یہی پہننا۔'' فصیح اللہ نے باہر نکلنے سے قبل دوپٹے پر لگے ماتھا پٹی کو انگلی سے چھوکر اسے سراہا۔

''جی..... آنچل اور ہماری رسم.....'' اس نے چونک کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ دوپٹہ اتارنا تو بھول ہی گئی تھی۔

''جی آنچل جسے پہن کر آپ آئینے میں ہر رخ سے اپنا جائزہ لے رہی تھیں۔'' اس نے شرارت سے دوپٹے کا مزید گھونگھٹ نکالا..... وہ شرما کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

''ہم دونوں بھائیوں کی رسم ہورہی ہے..... آج شام کو تیار رہنا ابھی تو جارہا ہوں مگر اب تمہیں اپنا بنانے آؤں گا۔'' وہ شوخی سے اطلاع دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔

''کیا رہا؟'' باقی سب لوگ باہر دھڑکتے دل کے ساتھ انتظار کررہے تھے فصیح اللہ کو دیکھتے ہی چلائے تو انہوں نے وکٹری کا نشان دکھایا، ایک شور ہنگامہ مچ گیا، کمرے کی دہلیز پر کھڑی شہزین نے یہ نظارہ دیکھا تو اسے ڈھیر ساری شرم نے آگھیرا۔

ایک دم خوشیوں کی کھنک اس کے لبوں کے کونوں سے جھانکنے لگی دل نے خوشیوں بھری راگنی چھیڑ دی۔ اسے تو اپنے اندازوں سے بڑھ کر نوازا گیا تھا پھر وہ اپنی قسمت پہ ناز اں کیوں کرنہ ہوتی۔

شہزین نے جب پہلی بار رفاقت علی سے فصیح اللہ کی زندگی کی کہانی سنی تو وہ ان سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ کئی بار چپکے سے وہ مخلص انسان اپنی آنکھوں کی اداسی کے ساتھ اس کے خیالوں میں آتے رہے۔ دعائیں بن مانگے بھی یوں مستجاب ہوتی ہیں۔ اس بات کا تجربہ اسے آج ہوا۔ آنکھیں بھیگ گئیں تو وہ سوچنے لگی کہ جانے کیوں خوشی میں بھی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں..... مگر اسے یہ نمی اچھی لگی کیونکہ بھیگی خوشیوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

# میری منزل تم ہی ہو

نادیہ فاطمہ رضوی

بن تیرے ہر بات ادھوری لگتی ہے
بن تیرے ہر رات ادھوری لگتی ہے
کھو جاؤں میں جب بھی تیری یادوں میں
تجھ کو میری ذات ادھوری لگتی ہے

"لڑکی...... تو یہاں کتنے دن رہنے کے پروگرام سے آئی ہو؟" حشمت جہاں نے چشمے کے موٹے موٹے عدسوں کے پیچھے سے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے استفسار کیا تو پریسا لمحہ بھر کے لیے گڑبڑا سی گئی۔

"وہ...... وہ میڈم آ...... آنٹی...... نانی۔" اس پل اس کی زبان خوامخواہ میں لڑکھڑا سی گئی' سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ان خاتون کو کیا کہہ کر مخاطب کرے جو اوپر سے نیچے تک نگاہیں گھما گھما کر کافی دیر سے اس کا تفصیلی جائزہ لے چکی تھیں۔

"بیگم صاحبہ...... ہمیں تم بیگم کہہ کر مخاطب کرو۔" انہوں نے گردن اکڑا کر کہتے ہوئے خود ہی اس کی مشکل آسان کردی' وہ انہیں دیکھ کر پھیکی سی ہنسی ہنسی۔

"جی...... جی بیگم صاحبہ......" وہ جیسے منمنا کر خاموش ہوئی جب کہ ان کی دونوں بہویں اس دوران اپنی ساس صاحبہ کے دائیں بائیں جڑی بیٹھیں اس کا ایکسرے کرنے کا فریضہ انجام دینے میں مصروف تھیں۔

"لڑکی...... تم نے بتایا نہیں کہ کتنے دنوں کے لیے آئی ہو؟" ان کی پاٹ دار آواز کمرے میں گونجی تو بے ساختہ اس کے منہ سے پھسلا۔

"ایک ماہ...... میرا مطلب ہے ایک مہینہ۔"

"اُف ایک مہینہ...... یعنی پورے تیس دن۔" دائیں طرف کی بہو اپنی ساڑھی کا پلو اپنے کندھے پر جماتے ہوئے خاصے کوفت زدہ انداز میں بولی۔ دوسری نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی ان کی تقلید میں فوراً سے پیشتر بولی۔

"اوہ...... آہ...... ایک مہینہ تیس دن۔" ساتھ حیرت کا اظہار کرنے کے لیے بھنویں بھی اچکائیں۔

"ہوں ٹھیک ہے لڑکی...... تم ایک مہینہ یہاں ٹھہر سکتی ہو' ہم مہمان نواز لوگ ہیں کسی سے بھی بداخلاقی کرنا ہمارا شعار نہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے ملازمہ کو آواز لگائی اور اس کا بیگ اٹھانے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اسے گیسٹ روم میں بھجوانے کی ہدایت جاری کی۔

"اونہہ...... کیسی چھپکلی جیسی شکل ہے اس کی اور نحیف و نازک اتنی جیسے ابھی ابھی ڈراپ لگوا کر بستر سے اٹھی ہو۔ نجانے بھائی صاحب کو اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے اس میں کیا نظر آ گیا۔" بڑی بہو تہمینہ بیگم نخوت سے ناک سکیڑتے ہوئے بولیں۔

"بالکل بھابی...... آپ نے بال دیکھے اس کے کتنے روکھے پھیکے اور بے جان تھے جیسے کبھی کسی اچھے شیمپو کا استعمال ہی نہ کیا ہو۔" چھوٹی بہو زلیخا اپنے چمک دار نرم و ملائم بالوں پر

بے ساختہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں جو کہ آج کل بڑی باقاعدگی سے پارلر جاکر ہیئر ٹریٹ منٹ کروارہی تھیں۔

''کپڑوں کا حشر تم لوگوں نے دیکھا کتنی سلوٹیں تھیں قمیص میں چادر بھی کتنی بدرنگ سی اوڑھ رکھی تھی۔ پاؤں میں چپل کا تو یہ عالم تھا جیسے ابھی بس ٹوٹنے ہی والی ہے ہائے داماد صاحب اپنے خدمت خلق کے شوق میں تو اپنے بچے کی بالکل ہی کشتی ڈبو رہے تھے۔ بے چاری میری بچی بھری بہار میں دوسرے دیس سدھار گئی ورنہ دیکھتی کہ اس کے بیٹے کے لیے ہم نے کیسی چاند جیسی بہو کا انتخاب کیا ہے۔'' آخر میں حشمت جہاں افسردگی سے آہ بھرتے ہوئے بولیں تو دونوں خواتین نے اپنے منہ لٹکا لیے۔ نجمہ بیگم کو کہ خود بھی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں مگر ساس کے سامنے جیسے بھیگی بلی کی طرح میاؤں میاؤں کرتی دکھائی دیتیں اور اس کی وجہ تھی شوہر نامدار کی اپنی والدہ ماجدہ کی بے پناہ فرماں برداری اور اطاعت گزاری اور دوسرا سبب ساس صاحبہ کی تنگ مزاجی اور طبیعت جلالی جب کہ چھوٹی بہو زلیخا کا تعلق لوئر کلاس گھرانے سے تھا۔ اس امیر وکبیر اور اونچے وبڑے گھرانے کی بہو بننے کی وجہ ان کے شوہر کی ٹانگ تھی آج صرف اپنے شوہر کی ٹانگ میں نقص کی بدولت وہ ایسے عیش وآسائش کی زندگی گزار رہی تھیں جو صرف انہوں نے خوابوں میں ہی دیکھی تھی یا پھر ٹی وی ڈراموں میں یا جس کا نقشہ افسانوں اور ناولوں میں کھینچا جاتا ہے اور دوسرا سبب ان کا بے داغ حسن تھا جس پر حشمت جہاں فدا ہوگئی تھیں۔

''میرے بچے کی ایک ٹانگ پیدائشی دوسری ٹانگ سے چھوٹی ہے بے چارا ہمیشہ احساس کمتری کا شکار رہا اگر میں اس کی شادی دودھ میں کستوری گھلی اس روپ ورنگ کی لڑکی سے کردوں گی تو بچے خوب صورت پیدا ہوں گے اس طرح کچھ تو میرے بچے کے آنسو پونچھ جائیں گے۔'' حشمت جہاں اپنے ملنے جلنے والوں سے یہی کہتیں اور پھر انہوں نے اپنی من پسند لڑکی زلیخا کو اپنی بہو بنالیا جب کہ زلیخا خاتون نے سسرال میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ارادہ کرلیا تھا کہ وہ ہر حال میں اپنی ساس اور جٹھانی کی جی حضوری کریں گی اور مزے سے دودھ میں سے گاڑھی گاڑھی ملائی کھائیں گی، حشمت جہاں کی اکلوتی بیٹی فلک ناز تھیں جن کی شادی انہوں نے اپنے شوہر کے دوست کے بیٹے رضوان احمر سے کی تھی جو اپنے والد کے بزنس میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔ فلک ناز کا صرف ایک بیٹا روحیل احمر تھا پانچ سال پہلے فلک ناز جگر کے عارضے میں مبتلا ہوکر انتقال کر گئی تھیں جب کہ صرف ایک سال بعد ہی رضوان احمر بھی اپنی بیوی کے پیچھے پیچھے دنیا چھوڑ گئے تھے جو کافی عرصے سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے مگر ایک مصیبت روحیل احمر کے سر پر وہ چھوڑ گئے تھے اور وہ تھی ''پریسا معیز......''

❁......❁......❁

شام کو روحیل اپنے ماموؤں کے ہمراہ ''حشمت ولا'' آیا تو اس گرما گرم خبر نے اسے اندر تک ٹھنڈا کردیا کہ موصوفہ پریسا معیز صاحبہ کا یہاں نزول ہوچکا ہے۔

''واٹ چھوٹی مامی یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' پانی پیتے ہوئے روحیل کو جیسے اچھو لگا۔

''بالکل سچ کہہ رہی ہوں بیٹا...... اُف کیا بتاؤں اتنی بے ڈھنگی سی لڑکی ہے وہ نہ روپ ورنگت اور نہ پہننے اوڑھنے کا طریقہ سلیقہ۔''

''مگر نانو نے اسے یہاں رہنے کی اجازت کیسے دی؟'' وہ ان کی بات کو نظر انداز کر کے بڑی پریشانی سے گویا ہوا۔

''یہ تو مجھے نہیں معلوم ہاں کہہ رہی تھی کہ صرف ایک مہینے کے لیے آئی ہوں اُف تیس دن کے لیے۔'' آخر میں زلیخا بیگم نے نجمہ کی طرح منہ ضرور بنایا۔

''اوہ نو...... اگر منال کو معلوم ہوگیا کہ وہ اسٹوڈ پڈ یہاں آدھمکی ہے تو وہ یقیناً آسمان سر پر اٹھالے گی۔'' منال جو اس کی ماموں زاد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی منگیتر بھی تھی اس کے بارے میں سوچ کر ہی روحیل فکر مند سا ہوگیا جو آج کل اپنی خالہ کے گھر لاہور گئی ہوئی تھی۔

''اگر پریسا نے سب کو حقیقت بتادی تو۔''

''نہیں...... نہیں وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گی اس نے ایسا کرنے کا سوچا بھی تو...... تو میں اس کا وہ حشر کروں گا کہ وہ...... وہ ساری عمر یاد رکھے گی۔'' وہ دل ہی دل میں خود سے بول رہا تھا پھر وہاں سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁

وہ بری طرح ہڑبڑا کر اٹھی تھی بہت دیر تک وہ یونہی خالی الذہن پھٹی پھٹی آنکھوں سے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کررہی تھی کہ بھلا وہ کس جگہ پر موجود ہے آہستہ آہستہ جب نیند کا پردہ دماغ وشعور سے ہٹا تو پریسا بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گئی پھر ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کیا مدھم سی

روشنی کا ہالہ پورے کمرے میں پھیل گیا نجانے وہ کتنی دیر تک سوتی رہی تھی۔ وہ بیڈ کے کراؤن سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی' فیصل آباد سے کراچی تک کا سفر اس کے لیے بے حد اعصاب شکن ثابت ہوا تھا' ایک تو گرمی اوپر سے ٹرین دس گھنٹے لیٹ تھی اور پھر اپنا شہر اپنا گھر اپنے لوگ چھوڑنے کا غم اپنی جگہ اس پر مستزاد یہ پریشان کن خیالات کے روحیل اور اس کے ننھیال والے اسے وہاں رہنے کی اجازت دیں گے بھی یا نہیں وہ خود بھی ہمیشہ کے لیے یہاں رہنے کے خیال سے تو نہیں آئی تھی مگر اتنے دن تو اسے درکار تھے کہ وہ جاب کے ساتھ ساتھ اپنی رہائش کا بھی بندوبست کرلی وہ بہت دیر تک یونہی خاموش سی بیٹھی رہی پھر بے اختیار خود سے بولی۔

"رضوان انکل...... اگر آج آپ زندہ ہوتے تو شاید میری یہ حالت نہیں ہوتی' اللہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے' آپ نے مجھ یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا' میری بیوہ بے سہارا ماں کو پناہ دی اب مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ جیسا فرشتہ صفت انسان کوئی دوسرا ابھی اس دنیا میں ہوگا۔ روحیل نجانے کس امید و آس کے زیر اثر میں یہاں چلی آئی جو تم نے......" وہ ابھی مزید کچھ اور بولتی کہ اسی دم اس کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی تو وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

❁......❁......❁
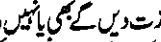
رات کو بلا آخر اس کا سامنا روحیل احمر سے ہو ہی گیا جو اس کا اپنا ہوتے ہوئے بھی بے حد اجنبی و بے گانہ تھا۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ اب ہمارے درمیان بھی کوئی رابطہ نہیں ہوگا۔ زندگی کی بھیڑ میں ہم کبھی ٹکرا بھی گئے تو انجان بن کر گزر جائیں گے یہی کہا تھا نا میں نے۔" وہ آخری جملہ چبا چبا کر بولا تو پریسا نے مجرموں کی مانند سر جھکا کر کہا۔

"جی مجھے یاد ہے آپ نے یہی کہا تھا۔"

"تو پھر یہاں کیوں نازل ہوگئیں؟" وہ بھینچے بھینچے انداز میں تھوڑا اس کی طرف جھک کر بولا تو پریسا بے ساختہ پیچھے ہٹی پھر ایک نظر اس کے ناگوار چہرے پر ڈال کر بہت آہستگی سے گویا ہوئی۔

"چھ ماہ پہلے اماں کا انتقال ہوگیا۔" روحیل کو ہلکا سا جھٹکا لگا مگر بولا کچھ نہیں۔

"میں زینت خالہ جو ہماری پڑوسن تھیں ان کے یہاں رہنے لگی تھی کیونکہ سب ہی نے یہ مشورہ دیا تھا کہ میرا اکیلے رہنا ٹھیک نہیں لہٰذا زینت خالہ کے چھت پر بنے کمرے میں بطور کرایہ دار رہ رہی تھی' وہ بہت اچھی تھیں میرا بہت خیال رکھتی تھیں مگر پھر ان کے بیٹے نے انہیں سعودیہ بلوالیا تو وہ گھر بیچ کر چلی گئیں۔ میں خود وہاں ایک کمپنی میں اچھی پوسٹ پر جاب کررہی تھی مگر اب وہاں اکیلے رہنا کچھ مشکل ہوگیا تھا۔" آخری جملہ وہ گول کرتے ہوئے بولی۔

"تو......تو تم یہاں آگئیں؟" وہ ہنوز ناگواری سے بولا تو پریسا نے بے اختیار اسے سر اٹھا کر دیکھا پھر سنجیدگی سے بولی۔

"بس کچھ دنوں کے لیے مجھے یہاں کوئی مناسب جاب مل جائے اور رہائش کا کوئی ٹھکانہ تو میں فوراً سے پیشتر یہاں سے چلی جاؤں گی۔" روحیل کچھ دیر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"ہوں ٹھیک ہے مگر یہ دھیان رہے کہ کسی کو بھی ہم دونوں کے مابین تعلق کی خبر ہرگز نہیں ہونی چاہیے پرسوں میری فیانسی منال لاہور سے آرہی ہے اس کے سامنے تم کافی محتاط رہنا' بہت شارپ مائنڈ اور کافی حد تک شکی ہے وہ انڈراسٹینڈ۔"

"میں سمجھ گئی آپ بالکل فکر مت کریں اور اطمینان رکھیے کہ میں بہت جلد یہاں سے چلی جاؤں گی۔" وہ بڑی سعادت مندی سے بولی تو روحیل کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔

"ہوں ویٹس گڈ۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا پھر پلٹ کر وہاں سے چلا گیا جب کہ پریسا اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

❁......❁......❁

ہائے اللہ بھابی...... میں آپ کو کیا بتاؤں آج سیلون میں سعدیہ امام آئی تھی' اُف پلاسٹک سرجری کروانے کے بعد تو اس کا چہرہ بہت ہی عجیب سا ہوگیا ہے۔" زلیخا بیگم' نجمہ بیگم کے ساتھ محو گفتگو تھیں اس گھر میں دولت کی ریل پیل اور نوکر چاکر ہونے کے باوجود بھی حشمت جہاں کچن کے کام خصوصاً کھانا پکوانا گھر کی عورتوں سے ہی کرواتی تھیں۔ آج ناشتے سے فارغ ہوکر نجمہ بیگم نے بڑے روکھے انداز میں اس سے مخاطب ہوکر کہا۔

"لڑکی کچھ گھرداری وغیرہ آتی بھی ہے یا نہیں۔" پریسا نے کافی چونک کر انہیں دیکھا۔

"کھانا پکا بھی لیتی ہو؟" زلیخا کیوں پیچھے رہتی فوراً وہاں سے بھی سوال آیا۔

"جی......جی کیوں نہیں۔" وہ بمشکل مسکرا کر بولی۔

''فلک آنٹی اپنے گھر والوں سے کتنی مختلف تھیں۔'' اس نے بے اختیار سوچا۔

''اچھا تو پھر ٹھیک ہے تم نرگسی کوفتے اور مٹن بریانی لنچ کے لیے پکالو دیکھتے ہیں تمہارے ہاتھ میں کتنا جادو ہے۔'' وہ تینوں اس وقت کچن میں موجود تھیں۔

''ارے سعد یہ امام کس کھیت کی مولی ہے میں نے تو کل پاک ٹاور میں عائزہ خان کو دیکھا۔''

''اچھا کیا واقعی.....!'' زلیخا بیگم تو بری طرح ایکسائٹڈ ہوگئیں۔ ''کیا دانش تیمور بھی تھا اس کے ساتھ؟''

''نہیں، تھی تو وہ اکیلی لیکن یقین مانو زلیخا میں تو اسے پہچان ہی نہیں سکی بغیر میک اپ کے وہ اتنی عام سی لگ رہی تھی کہ کیا بتاؤں۔''

''کھانا تیار ہے میں ذرا اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔''

پریسا چونکہ اپنا کام نمٹا چکی تھی لہٰذا انہیں مخاطب کر کے بولی اور پھر کچن سے نکل گئی دونوں خواتین بناء اس پر دھیان دیئے ہنوز اپنی باتوں میں مصروف رہیں۔

❁......❁......❁
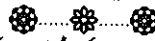
پریسا اپنے کمرے میں آئی اور ٹیبل پر رکھے اپنے سیل فون کو اٹھا کر چیک کیا تو ان گنت مسڈ کالز اور میسجز کی بھرمار دیکھ کر اس کا سر چکرا کر رہ گیا۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ یہ میسجز اور کالز کس کی ہوں گی اس کا خیال بالکل درست نکلا کاظم کھتری نے فون کر کر کے اس کی موبائل کی بیٹری ہی ڈاؤن کردی تھی۔

''یا اللہ یہ کاظم سر تو کسی فلمی ولن کی طرح میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔'' وہ خود سے متفکرانہ لہجے میں بولی پھر جیسے وہ ماضی میں ڈوبتی چلی گئی۔

''مس پریسا آپ جیسا یوتھ ہی ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہے ہمیں آپ جیسے قابل اور ذہین لوگوں کی قدر کرنی چاہیے۔'' کاظم کھتری اس کے کام سے بے حد متاثر ہو کر بولے وہ تو اسے بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل وہ اس کے کام سے نہیں بلکہ اس کے حسن سے متاثر ہوئے تھے جو روحیل احمر کو تو کبھی نظر آیا ہی نہیں۔

''تھینک یو سر.....'' وہ بڑی خوشی سے بولی تھی پھر اسی طرح کا ایک دوسرا دن تھا۔

''مس پریسا..... کتنا خوب صورت نام ہے آپ کا۔''

''جی سر.....! یہ نام میرے بابا نے رکھا تھا اس کا مطلب ہے ''اللہ کا تحفہ'' وہ کہتے تھے کہ میں ان کے لیے اللہ کا بہترین تحفہ ہوں۔'' اپنے والد کا ذکر کرتے وہ تھوڑی آزردہ سی ہوگئی تھی۔

''پریسا یقیناً وہ انسان بڑا خوش نصیب ہوگا جسے آپ کا ساتھ ملے گا آپ جیسا مکمل لائف پارٹنر پا کر اسے شاید زندگی میں کسی اور چیز کی تمنا نہ رہے۔''

''مگر روحیل..... وہ تو ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے سخت ناپسند کرتا ہے مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔'' پریسا دل ہی دل میں خود سے بولی اور پھر یونہی ایک دن اچانک کاظم کھتری جو پچاس کے لک بھگ تھے انہوں نے ایک دم اپنی نگاہیں اور انداز بدلے تھے جس لب و لہجے میں اسے شفقت و احترام محسوس ہوتا تھا اب اسی میں ہوس و خواہش کی بو کے ساتھ ساتھ بے حد عامیانہ پن تھا۔

''فار گاڈ سیک سر پلیز بند کریں یہ سب آپ میرے باس ہیں مجھ سے عمر میں اتنے بڑے ہیں میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔''

''مجھے عزت نہیں صرف تمہاری محبت اور توجہ چاہیے۔''

کاظم کھتری درمیان میں ہی اس کی بات اچک کر بولا پریسا اندر سے بری طرح تلملا گئی پھر تو جیسے کاظم کھتری ایک عفریت کی طرح اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

''پریسا میں تمہیں عیش و آرام کی زندگی فراہم کروں گا کہ جس کا تم نے سوچا تک نہیں ہوگا تم کہو تو میں اپنا بنگلہ تمہارے نام کردوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میری پہلی وائف سے تمہیں کوئی پرابلم نہیں ہوگی میں تمہیں الگ رکھوں گا اپنے دل میں بسا کر۔''

''بس کریں اللہ کے واسطے میرا پیچھا چھوڑ دیں اور..... یہ سب کچھ ناممکن ہے کیوں کہ میں......'' وہ بالآخر وہ بات بول گئی جس کا روحیل نے کسی سے بھی ذکر کرنے سے سختی سے منع کیا تھا۔

''نو پرابلم پریسا..... میں یہ معاملہ جلد ختم کروا دوں گا کیوں کہ اس بات کا تو مجھے اندازہ ہو ہی گیا ہے کہ ان موصوف کو تمہاری ذات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''آپ کو کیسے اندازہ ہوگیا سر.....!'' وہ بے حد حیرت سے بے ساختہ سوال کر بیٹھی تھی۔

''جب کسی عورت کو کسی مرد کی چاہت اور پذیرائی کا

پُرکیف احساس ملتا ہے ناتو وہ تفاخر بھرا احساس اس کے انگ انگ میں جھلکتا ہے اسے مغرور سا بنا دیتا ہے مگر وہ احساس تمہارے پاس نہیں...... پریسا میری زندگی، وہ احساس میں تمہیں بخشوں گا۔" اور مارے بے بسی و حیا کے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔

"روحیل کیا تھا کہ اگر تم مجھے اپنا مان بخش دیتے مجھے اپنے دل میں تھوڑی سی جگہ دے دیتے، دل نہ سہی اپنی زندگی میں ایک کونہ ہی مجھے سونپ دیتے تو آج میں یوں ایک باعزت گھرانے کی لڑکی ہوکر کاظم کھتری جیسے شخص کے آگے ذلیل و رسوا نہ ہورہی ہوتی۔" سیل فون کی تیز آواز پر وہ اپنے دھیان سے چونک کر حال کی دنیا میں واپس آئی اسکرین پر کاظم کھتری کالنگ دیکھ کر وہ بے ساختہ اپنے لبوں کو بھینچ کر رہ گئی۔

❀......❀......❀

وہ پچھلے دو گھنٹے سے اسے منا رہا تھا، مگر منال اکڑے چلی جارہی تھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی روحیل...... وہ اسٹوپڈ دو دن سے یہاں براجمان ہے اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں، باقی لوگوں سے مجھے شکایت نہیں...... مگر کم از کم تم تو مجھے بتاتے۔" وہ آج ہی لاہور سے کراچی پہنچی تھی فون پر کسی نے بھی اسے پریسا کے بارے میں نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات منال کو بے حد بری لگے گی لہٰذا اپنے شانے صاف کرکے انہوں نے سارا ملبہ روحیل پر ڈال دیا تھا۔

"دیکھو منال...... پلیز آئی ایم سوری۔" اس وقت روحیل جب اپنے کانوں کو پکڑے اسے پچکار رہا تھا، پریسا وہاں چلی آئی روحیل کو یوں کان پکڑا دیکھ کر اسے بڑا عجیب سا لگا۔ منال روحیل کو چھوڑ چھاڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگئی آف وائٹ اور پنک رنگ کے لان کے سوٹ میں بالوں کی سادہ سی چوٹی بنائے وہ پہلی نگاہ میں ہی اسے کوئی بونگی اور عام سی لڑکی لگی پھر بے ساختہ اس نے اپنے سراپے پر نگاہ ڈالی بلیک ٹائٹس پر برینڈ ریڈ اینڈ بلیک کُرتی پہنے اپنے شہد آگئیں بالوں کی اونچی سی پونیٹیل بنائے گردن میں سونے کی چین جس میں ہیرے کا لاکٹ پہنے وہ خود کو پریسا سے ہر لحاظ سے برتر اور اعلیٰ لگی۔

منال ایک بار فلک ناز کے گھر فیصل آباد ہفتے بھر کے لیے گئی تھی مگر ان دنوں پریسا کو ملیریا ہوگیا تھا لہٰذا وہ انیکسی میں ہی رہتی تھی جس کی وجہ سے اس کا منال سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

"اوہ...... تو یہ ہے پریسا عبدالمعیز......" منال اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے گرد پورا گول چکر کاٹتے ہوئے بولی اور اسی پل اسے ادراک ہوا کہ وہ قد میں پریسا سے مات کھا گئی تھی۔ منال کا قد بوٹا سا تھا جب کہ پریسا دراز قد و قامت کی مالک تھی۔

"اونہہ...... اس سے کیا ہوتا ہے چھوٹے قد کی لڑکیاں عمر میں بھی چھوٹی لگتی ہیں اور پھر مرد کے آگے انہیں نازک سی ہی دکھائی دینا چاہیے۔" منال نے دل ہی دل میں خود کو تسلی دی پھر تفاخر سے گردن اکڑا کر بولی۔

"میرا نام منال ہے، منال بلال...... روحیل احمر کی فیانسی۔" پریسا نے اس پل اسے بغور دیکھا بے ساختہ اس کا دل چاہا کہ وہ بھی اسی وقت اپنا مکمل تعارف کرا کر اس مغرور لڑکی کے چھکے چھڑا دے مگر جس رشتے کو اس دشمن جاں نے قبول ہی نہیں کیا تھا اس کا تذکرہ کرنے کا بھلا کیا فائدہ تھا الٹا وہ مزید روحیل کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو جاتی۔

"منال...... تم بھی کن باتوں میں پڑ گئی ہوا بھی ابھی تھکی ہوئی آئی ہو۔ آؤ چل کر آرام کرلو پھر شام کو ہم لانگ ڈرائیو پر چلیں گے۔" روحیل مداخلت کرتے ہوئے بولا۔

"اونہہ...... موصوف بول تو ایسے رہے ہیں جیسے یہ عجوبہ لاہور سے پیدل چل کر آرہا ہو اور اللہ کرے روحیل شام کو تمہاری گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکل جائے تم اس ٹماٹر کے ساتھ ڈرائیونگ پر جا ہی نہ سکو۔" وہ دل ہی دل میں چڑ کر بولی، آخر میں دہائی دینے والے انداز میں بولی پھر مزید گویا ہوئی۔

"نجانے خود کو کیا سمجھ رہی ہے، سائیڈ ہیروئن کہیں کی۔" کافی دیر بعد وہ چونک کر حال میں لوٹی تو وہاں پر دونوں کو ندارد پایا۔

"اُف روحیل...... کوئی ڈھنگ کی لڑکی تو ہوتی جس کو آپ نے مجھ پر ترجیح دی۔" وہ تاسف سے بڑبڑا کر بولی پھر معاً اس کا دھیان اندر ڈائننگ ہال کی طرف مبذول ہوا جہاں سے زلیخا بیگم کے بیٹے دانش کی آوازیں آرہی تھیں وہ سر جھٹک کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"مما میں نے آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ مجھے کڑاہی گوشت نہیں پسند تو کیوں پکوایا آپ نے؟" وہ غالباً اسکول سے لوٹا تھا اور اب کھانے پر ماں کو زچ کر رہا تھا۔

"تو میری جان چکن پلاؤ بھی تو ہے نا تم وہ کھالو۔"

"نو نیور آپ جانتی ہیں مجھے پلاؤ زہر لگتا ہے آپ کو

میرے لیے پاستا تیار کروانا چاہیے تھا۔" زلیخا خاتون دو بیٹوں کی ماں تھیں اور حشمت جہاں کی خواہش کے مطابق دونوں بچے بہت خوب صورت تھے۔ بارہ سالہ احسن اور چودہ سالہ دانش جب کہ نجمہ خاتون کا ایک بیٹا مصباح جو لندن میں پڑھائی کی غرض سے گیا تھا مگر اب وہیں کی مقامی لڑکی سے شادی کر کے گویا اپنے گھر والوں کو بالکل بھول بیٹھا تھا اور ایک بیٹی منال تھی جو کافی تک چڑھی اور بہت زیادہ سرچڑھی بھی تھی۔

"اچھا میں تمہارے لیے ابھی شامی کباب اور نگٹس فرائی کر دیتی ہوں۔" وہ اس کو پچکارتے ہوئے بولیں مگر دانش تو جیسے ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا بس مجھے پاستا چاہیے۔" وہ ہٹیلے انداز میں بولا۔

"میں پاستا تیار کر دیتی ہوں بس بیس منٹ میں۔" پریسا بے ساختہ بولی تو دونوں ماں بیٹے نے اسے چونک کر دیکھا۔

"اوکے آپ تیار کیجیے میں ویٹ کر رہا ہوں۔" خلاف توقع وہ کافی مہذب انداز میں بولا ورنہ اس گھر کے مکین تو کیا ملازموں کو بھی لب ولہجہ اس کے ساتھ لٹھ مار اور تحقیرانہ ہوتا تھا۔ پریسا کو خوشی سی ہوئی وہ مسکرا کر بولی۔

"میں ابھی مزے دار سا پاستا تیار کر کے لاتی ہوں۔" پریسا نے فوراً سے پیشتر کچن کی طرف راہ لی جب کہ زلیخا بیگم نے سکون کا سانس بھرا۔

❁ ❁ ❁

روحیل کی ننھیال والوں نے روحیل اور منال کی شادی کی تاریخ فکس کر دی تھی جو دو مہینے کے بعد کی تھی جب یہ بات پریسا کو معلوم ہوئی تو وہ اندر تک سیر ہو گئی۔ اکثر و بیشتر دانش سے اس کی بات چیت ہو جایا کرتی تھی اس کا مزاج اس گھر میں سب سے مختلف تھا پریسا سے اس کا رویہ کافی دوستانہ اور مہذبانہ تھا اور اسی نے یہ سب بتایا تھا۔

"مجھے بالکل اچھی نہیں لگتیں منال باجی...... بس ہر وقت تیار ہو کر ادھر ادھر گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ اپنے چہرے پر نجانے کیا کیا تھوپتی رہتی ہیں اور خود کو سمجھتی ہیں جیسے کوئی بیوٹی کوئین ہو ویسے آپ مجھے بہت اچھی لگیں سمپل سی۔" آخر میں دانش اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولا تو پریسا یک دم جھینپ سی گئی مگر اسے دانش کی اس بات سے کافی حیرت بھی ہوئی اسے بھلا وہ کہاں سے اچھی لگ گئی حالانکہ اس گھر کے تمام مکینوں کی نگاہوں میں وہ اپنے لیے تمسخرانہ اور ناپسندیدگی اچھی طرح دیکھ چکی تھی۔

"آپ کوئی جاب ڈھونڈ رہی ہیں نا۔" دانش کی بات پر وہ بے ساختہ چونکی پھر استفہامیہ لہجے میں بولی۔

"ہاں مگر تمہیں کس نے بتایا؟"

"روحیل بھائی کل منال باجی کو بتا رہے تھے کہ آپ جاب کی تلاش میں ہیں اور پھر جلد ہی آپ یہاں سے چلی جائیں گی وہ روحیل بھائی پر کافی غصہ ہو رہی تھیں خیر یہ تو ان کی عادت ہے۔" وہ ریپر سے چاکلیٹ نکال کر منہ میں رکھتے ہوئے بولا تو وہ لمحہ بھر کو اس کی جانب دیکھ کر رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

"اچھا ایسا کریں آپ مجھے اپنی سی وی دے دیجیے۔"

"میری سی وی کا تم کیا کرو گے؟" پریسا نے اسے دیکھ کر کچھ الجھ کر کہا تو دانش نے شانے اچکائے۔

"آپ بھی ناں...... ظاہر ہے آپ کی جاب کا بندوبست کروں گا۔"

"تم...... تم میری جاب کا بندوبست کرو گے......!" وہ بے حد اچنبھے میں گھر کر بولی تو دانش کچھ بے مزہ سا ہو گیا۔

"اوہ کم آن پریسا...... اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے میرے دوست کے ڈیڈی کی اپنی فرم ہے۔ میں اس سے آپ کے لیے بات کروں گا فائن۔" دانش اس سے اس طرح بات کر رہا تھا جیسے وہ چودہ کا نہیں بلکہ چوبیس سال کا سمجھ دار لڑکا ہو۔

"اچھا کیا واقعی اگر ایسا ہو جائے تو میری بہت بڑی ٹینشن دور ہو جائے گی دانش...... ویسے بھی یہ شہر میرے لیے بالکل اجنبی ہے مجھے یہاں کے راستوں تک کا علم نہیں۔" وہ بے حد خوش ہو کر بولی تو دانش فوراً سے پیشتر کہنے لگا۔

"بس آپ مجھے اپنی سی وی دے دیجیے بلکہ ایسا کیجیے ابھی اٹھ کر جائیے اور لے کر آئیے میں یہیں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس وقت وہ دونوں ٹیرس میں بچھی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زلیخا خاتون اور نجمہ بیگم دونوں اپنی ساس کے ہمراہ کسی عزیز کی فوتگی میں گئی ہوئی تھیں جب کہ منال حسب معمول روحیل کے ساتھ سیر سپاٹوں کے لیے نکلی ہوئی تھی اور احسن ابھی تک سر سے ٹیوشن پڑھ رہا تھا۔

"اوکے میں ابھی تمہیں اپنی یو ایس بی لا کر دیتی ہوں تم اس میں سے اپنے پاس کاپی کر لینا۔" وہ بڑے پرجوش انداز میں کہتی کرسی سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

اسے یہاں آئے ہوئے پندرہ دن ہوچلے تھے دانش نے اسے بھرپور یقین دلایا تھا کہ وہ اپنے دوست کے ڈیڈی کی فرم میں کہیں نہ کہیں اسے فٹ کرادے گا اور وہ اتنے سے بچے کی بات پر بھروسہ کر بیٹھی تھی اسے ان لوگوں کے درمیان بہت وحشت ہوتی تھی جن کی نگاہوں میں ہمہ وقت اس کے لیے تحقیر و تنفر ہوتا تھا۔ شام کے دھندلکے گہرے ہوکر اب رات کی سیاہی میں تبدیل ہوچکے تھے۔ وہ گیسٹ روم کے بالائی جانب کھلنے والے دروازے کے باہر چار پانچ اسٹیپ پر مبنی سیڑھیوں پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی جب ہی بڑی خاموشی سے وہاں روحیل آن پہنچا اس کے مخصوص کلون اور پرفیوم کی مہک محسوس کرکے بے ساختہ پریسا نے سر اٹھا کر دیکھا تو عین اس کی نگاہوں کے سامنے وہ موجود تھا۔

"آپ یہاں....." وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی' روحیل اس پر نظریں جمائے نجانے اس پل کیا سوچ رہا تھا پھر کافی دیر بعد گلا کھنکھار کر گویا ہوا۔

"میرے خیال میں ڈیڈی نے ہم دونوں کے ساتھ ہی بہت بڑی زیادتی کی ہے' انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یوں زبردستی کے رشتے سروں پر تھوپنے سے دل نہیں جڑتے بلکہ نفرت' بے زاری اور ناگواری ہی جنم لیتی ہے انہوں نے میرے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔ میری مرضی کے خلاف صرف اپنی بات منوانے کی خاطر تمہیں مجھ سے نتھی کردیا حالانکہ میں نے کافی احتجاج کیا مگر....." وہ خود ہی جملہ ادھورا چھوڑ گیا تو پریسا اسے بغور دیکھتی رہی پھر کچھ دیر دونوں خاموشی کے دائرے میں گھومتے رہے تب ہی اسی دم سیڑھی پر رکھا اس کا سیل فون بج اٹھا' پریسا نے بے زاری سے اسے اٹھایا تو کاظم کھتری کا نام جگمگاتا دیکھ کر فقط ایک نگاہ اپنے سامنے کھڑے اس سنگ دل شخص کو دیکھا جسے نہ اس کے دل کی پروا تھی نہ ہی اس کے جذبات و احساسات کی یک دم اس کے اندر ضدی اور اڑیل عورت نے سر اٹھایا۔ بار بار خود کا اس طرح رد کیے جانا اس پل اس کی نسوانیت کو بری طرح زخمی کر گیا تھا' وہ سرعت سے لو کے کا بٹن دبا کر سامنے والے کو بات کرنے کا موقع دیے بغیر تیزی سے بولی۔

"اس وقت میرے سامنے روحیل احمر کھڑے ہیں آپ پلیز خود ان سے تمام بات کرلیجیے اور معاملات بھی سیٹ کرلیجیے۔" پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر فون روحیل کو پکڑایا جو کچھ حیران حیران سا نا سمجھنے والے انداز میں فون کان سے لگا کر بولا۔

"ہیلو روحیل احمر اسپیکنگ......" اور پھر دھیرے دھیرے روحیل احمر کے چہرے کے رنگوں میں واضح تبدیلی آتی چلی گئی پھر اس نے بے حد مشتعل ہوکر سامنے بیٹھی پریسا کو دیکھا جو سر جھکائے اپنے پاؤں کو گھور رہی تھی۔

"مسٹر کھتری...... کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس لڑکی کے پرپوزل کی آپ مجھ سے بات کررہے ہیں وہ میری بیوی ہے۔" وہ لفظوں کو چبا چبا کر بولا تھا جب کہ اسی پل پریسا نے جھٹکے سے بے حد تحیر کے عالم میں اسے سر اٹھا کر دیکھا آج سے پہلے اس نے کبھی بھی اس کے لیے اپنی بیوی کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔

"اوکم آن مسٹر روحیل...... میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کا پریسا کے ساتھ صرف کاغذی تعلق ہے اور کچھ ہی ماہ میں آپ کی شادی اپنی ماموں کی بیٹی سے ہونے والی ہے اور یہ بات خود آپ کے ہونے والے سسر نے مجھے بتائی ہے وہ ہمارے بزنس کلائنٹ ہیں۔" کاظم کھتری منہ میں سگار دبائے اپنے مخصوص لب و لہجے میں بولتا چلا گیا جب کہ اس پل روحیل کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا بولے پھر اسے پریسا پر عود کر غصہ آ گیا۔

"میں اس وقت ذرا بزی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے تیزی سے لائن کاٹی اور دوسرے ہی لمحے وہ اس پر الٹ پڑا۔

"تو تم وہاں یہ سب حرکتیں کرتی پھر رہی تھیں۔"

"کیا مطلب کیسی حرکتیں؟"

"یہ...... یہ شخص کیا بکواس کررہا تھا مجھ سے تمہارا ہاتھ مانگ رہا تھا وہ ایڈیٹ۔"

"وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا...... اور تم...... کیا تمہیں یاد ہے کہ تم میرے نکاح میں ہو۔" وہ اس کی بات پر حیرت سے اچھلا تھا۔ اس پل وہ یہ بات بالکل بھول گیا تھا کہ اپنی مرضی کا راستہ چننے کی اجازت اس نے خود دی تھی۔ پریسا نے روحیل احمر کو بغور دیکھا۔

"جی ہاں بالکل یاد ہے' میں آپ سے ایسے رشتے سے منسلک ہوں جو انکل نے زبردستی آپ کو اپنی جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکی دے کر جوڑا تھا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تو روحیل نے اسے بے پناہ خشمگیں نگاہوں سے دیکھا

پھر چڑ کر بولا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا وہ کاظم کھتری۔" وہ پلٹ کر وہاں سے چلا گیا اور بے دھیانی میں اس کا سیل فون بھی ساتھ لے گیا جب کہ پریسا کی آنکھوں میں نجانے کب کے رکے ہوئے آنسو تیزی سے بہتے چلے گئے اسے بے ساختہ وہ دن یاد آ گیا جب وہ اپنی ماں کے ہمراہ رضوان احمر کی کوٹھی میں آئی تھی۔

"فلک ناز...... نائمہ صرف میری کزن ہی نہیں بلکہ میری چھوٹی بہن بھی ہے مجھے امید ہے کہ تم نائمہ اور اس کی بیٹی کا خیال رکھوگی۔" فلک ناز بھی اپنے شوہر کی طرح خداترس نرم خو اور فطرتاً نیک خاتون تھیں۔

"آپ بالکل بھی فکر مت کیجیے رضوان، نائمہ میری چھوٹی بہن جیسی ہے اور پریسا میری بیٹی کی طرح۔" اور واقعی انہوں نے جو کہا تھا وہ ثابت بھی کیا تھا اپنے بابا کے انتقال کے بعد جب ان کے رشتے داروں نے دونوں ماں بیٹی کو بالکل بے یارو مددگار چھوڑ دیا تھا تب اماں کے عزیز رضوان احمر آگے بڑھے تھے اور انہیں اپنے گھر لے آئے تھے۔ اس وقت وہ صرف سولہ سال کی تھی رضوان احمر اور فلک ناز کا ایک ہی بیٹا تھا روحیل جو کافی نک چڑھا اور روڈ تھا۔ وہ پہلے ہی دن سے ان دونوں ماں بیٹی سے کافی ریزرو تھا۔

وقت کا پہیہ دھیرے دھیرے گھومتا رہا۔ پریسا نے بہت اچھے نمبروں سے بی کام پاس کرلیا جب کہ روحیل انجینئرنگ کے آخری سال میں تھا زندگی میں بے حد سکون اور اطمینان تھا پریسا اور اماں دونوں انیکسی میں رہتی تھیں وہ صرف وہاں سونے کے لیے ہی جاتی تھیں جب کہ سارا وقت وہ فلک ناز کے ہمراہ گھر کے کاموں میں اور دوسرے دھندوں میں لگی رہتی تھیں۔

پریسا اور روحیل کے درمیان صرف ضرورتاً ہی بات چیت ہوتی تھی ورنہ وہ ہمیشہ منہ پھیر کر اس کے پاس سے گزر جاتا تھا پھر نجانے اس گھر کے سکون کو کس کی نظر لگ گئی تھی۔ فلک ناز بیمار پڑیں اور صرف چھ ماہ میں ہی اللہ کو پیاری ہوگئیں، رضوان احمر اپنی رفیق سفر کی دائمی جدائی پر بری طرح بکھر گئے تھے مگر پھر انہوں نے خود کو بمشکل سنبھالا تھا وہ چاہتے تھے کہ روحیل ان کے بزنس میں ہاتھ بٹائے فیصل آباد میں ان کی ٹیکسٹائل فیکٹری تھی مگر روحیل کو بزنس سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی پھر ایک دن رضوان احمر اور روحیل کے درمیان بہت تلخ کلامی ہوئی۔ پریسا بہت حیرت زدہ تھی کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ کیونکہ روحیل کافی فرماں بردار بیٹا تھا پھر جب اسے معلوم ہوا کہ اس تلخ کلامی کی وجہ اس کی ذات تھی وہ بھونچکی بیٹھی رہ گئی۔

رضوان احمر اس کے ساتھ روحیل کی شادی کرنا چاہتے تھے جب انہوں نے روحیل کو عاق کرنے کی دھمکی دی تو وہ ٹھنڈا ہوکر بیٹھ گیا مگر دل ہی دل میں پریسا کے خلاف بے پناہ نفرت اور بے زاری نے جنم لے لی تھی۔ رضوان احمر نے جب ساس صاحبہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ بے پناہ آگ بگولہ ہوئیں انہیں غریب خاندان کی لڑکی اپنے نواسے کے لیے کسی بھی طور قابل قبول نہ ہوئی نتیجتاً انہوں نے اپنے بہو بیٹوں سمیت رضوان احمر کا پوری طرح سے بائیکاٹ کردیا۔ رضوان احمر نے بجائے منگنی کرنے کے سادگی سے دونوں کا نکاح پڑھوا دیا جس سے روحیل کے ننھیال والے یکسر انجان تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ صرف بات چیت ہی ٹھہری ہے اور صرف چند ماہ بعد ہی وہ بھی جہان فانی سے کوچ کر کے فلک ناز کے پاس چلے گئے تو روحیل احمر کو اپنی من مانی کرنے کا پورا پورا موقع مل گیا۔ اس نے فیکٹری کو رضوان احمر کے پارٹنر کے ہاتھ ہی بیچ دیا اور پھر وہ بنگلہ بھی فروخت کردیا جہاں کسی زمانے میں چہار سو چین و امن اور خوشیاں رقصاں تھیں ناچارہ دونوں ماں بیٹیاں لوسطاً ایک چھوٹے محلے میں آ کر رہنے لگیں۔ وہ مستقل طور پر کراچی سیٹل ہو رہا تھا جب ہی ایک دن پریسا اپنی انا اور حیا کو بالائے طاق رکھ کر اس سے بات کرنے چلی آئی۔

"آپ کیا ہمیشہ کے لیے کراچی جارہے ہیں؟" آج اس گھر میں روحیل کا آخری دن تھا جب ہی وہ اس سے ملنے چلی آئی تھی، کالی چادر اوڑھے اپنی انگلیوں کو آپس میں الجھاتے ہوئے وہ بولی تو صرف ایک نظر روحیل نے بغور دیکھا یہ وہ لڑکی تھی جسے اس کے مرحوم پُرشفیق باپ نے اس کی زندگی کا ساتھی بنایا تھا تاکہ وہ زمانے کے سرد و گرم سے اس کو تحفظ دے سکے۔ زندگی کی تیز جھلساتی دھوپ میں اپنے وجود کا سایہ دے کر اسے پناہ مہیا کرے مگر وہ تو اس سے یکسر لاتعلق و بے نیاز ہوکر دوسری دنیا بسانے جارہا تھا یک دم اس نے فضول در آنے والی سوچوں سے اپنے ذہن کو جھٹکا پھر بڑے اجنبی لہجے میں گویا ہوا۔

"ہوں...... میں اب کراچی میں ہی رہوں گا یہاں واپس آنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔" پریسا نے یاس بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر بے حد آہستگی سے بولی تھی جسے روحیل بھی بمشکل سن سکا تھا۔

"کیا میں انتظار کروں..... آپ کا؟" وہ نگاہیں زمین میں گاڑھے آس وامید کی کیفیت میں کھڑی تھی۔

"نہیں، تمہیں میرا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی زندگی میں آزاد ہو خود مختار ہو۔" وہ بے حد سفاکی سے بولا تھا اور پریسا...... اس کی امیدوں اور آرزوؤں کی جوت بڑی بے دردی سے بجھی تھی۔

"تم اپنی مرضی کا راستہ چن سکتی ہو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے میں تمہیں جلد ہی طلاق......"

"پلیز روحیل...... یہ ظلم مجھ پر مت کیجیے گا۔" اس پل وہ بے حد تڑپ کر سر اٹھا کر بولی تھی وہ بے ساختہ مہر بہ لب کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا۔

"آ...... آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں آپ جس سے چاہیں شادی کریں جس کے ساتھ رہنا چاہیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا بس مجھے طلاق مت دیجیے گا۔"

"مگر......"

"پلیز روحیل...... میری اماں اس صدمے سے مر جائیں گی۔" وہ گلوگیر لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی تو چند ثانیے اس نے کچھ سوچا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"اوکے...... مگر تم اس بات کا دھیان رکھنا کہ ہمارے نکاح کی بابت کسی بھی شخص کو معلوم نہ ہو خاص طور پر میرے ننھیال والوں کو وہ پہلے ہی تم سے رشتہ طے ہونے پر میرے ڈیڈ سے ناراض تھے۔"

"آپ اس بات کی بالکل فکر مت کیجیے ان لوگوں کو کبھی معلوم نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے لیکن اگر زندگی میں تمہیں کسی راستے کا انتخاب کرنا پڑے تو مجھے بتا دینا میں تمہیں اس نام نہاد بندھن سے آزاد کردوں گا۔" ان سفاکانہ لفظوں کی بازگشت پریسا کو ابھی تک اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی چار سال سے یہ جملے ایک آسیب کی طرح اس کا تعاقب کرتے چلے آئے تھے۔

پریسا اپنے گھٹنوں میں منہ ڈال کر اس پل شدتوں سے رو دی جب کہ اپنے کمرے میں چک پھیریا لگاتا روحیل عجیب سی آگ میں جل رہا تھا اس پل اس کا دماغ کسی انگارے کی مانند سلگ رہا تھا۔

"اونہہ میرے نکاح میں ہوتے ہوئے اسے ہمت کیسے ہوئی کسی دوسرے مرد کو توجہ دینے کی۔" وہ طیش میں بڑبڑا کر بولا۔ اسی دم سیل فون کی آواز نے اس کو چونکایا تو وہ بے ساختہ رکا سامنے بستر پر پریسا کا موبائل فون بج رہا تھا اسے یک دم یاد آیا کہ وہ غصے میں اس کا فون بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا وہ جونہی فون کے قریب گیا اسکرین پر کاظم کھتری کا نام دیکھ کر اس کی دماغ کی رگیں گٹار کے تار کی طرح کھنچ گئیں وہ نچلا لب دانتوں میں دبائے موبائل اسکرین کو دیکھے گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ جب خود ہی بند ہوگیا تو روحیل ابھی پلٹا ہی تھا کہ میسج بپ پر دوبارہ اس طرف متوجہ ہوا۔

"پریشان مت ہو بے بی سب ٹھیک ہو جائے گا ہمارے ملن کی گھڑیاں بس آنے ہی والی ہیں۔" اور پھر نجانے اسے کیا ہوا اس نے پوری طاقت سے سیل فون دیوار پر دے مارا۔

❁......❁......❁

وہ آج بہت خوش تھی دانش کے دوست کے ڈیڈی نے اسے آج اپنی فرم میں انٹرویو کے لیے بلایا تھا بھلا ہو دانش کا اس نے اسے ایڈریس بھی سمجھایا تھا اور ٹیکسی اسٹینڈ کا بھی پتا بتایا تھا۔ ان لوگوں نے اسے بہت پازیٹو رسپونس دیا تھا۔

"دانش تھینک یو تھینک یو سوچ...... میرے اچھے دوست اور بھائی تمہاری وجہ سے آج میری اتنی بڑی ٹینشن دور ہوگئی ان کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ مجھے اپائنٹ کریں گے۔" وہ دانش کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی تو دانش محض مسکرا دیا پھر توصیفی نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا جو گرین اینڈ ریڈ کنٹراسٹ کے لان کے سوٹ میں بالوں کو چوٹی میں مقید کیے آج روز سے مختلف کافی پیاری لگ رہی تھی۔

"ویسے آپ کافی اچھی لگ رہی ہیں اپنے حلیے پر تھوڑا تو دھیان دیا کریں نا اگر آپ خود پر ذرا سی بھی توجہ دیں نا تو وہ منال باجی آپ کے آگے پانی بھرتی نظر آئیں آپ کے تو پاسنگ بھی نہیں ہیں وہ۔" اس پل وہ دونوں ڈھلتی شام کے اس خوب صورت ماحول میں لان میں کرسیوں پر ایستادہ تھے پریسا دانش کے تجزیے اور تعریف پر جھینپ سی گئی۔

"بری بات ہے دانش...... ایسا نہیں بولتے وہ تمہاری بہن ہے اور تمہارے روحیل بھائی کی ہونے والی بیوی......" یہ جملہ ادا کرتے ہوئے اس کا دل بے حد دکھی ہوا تھا۔

"پریسا آپ مجھے ایک بات تو بتائیں۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوا تو پریسا نے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"پھوپا جان نے روحیل بھائی کی بات آپ سے فکس کی تھی

نا تو پھر وہ آپ سے شادی کیوں نہیں کرتے؟" پریسا جہاں کی تہاں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

"مجھے تو ان کی سمجھ پر حیرت ہوتی ہے ویسے اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ماسٹر پیس چھوڑ کر کاپی رائٹ کی جانب ہرگز نہیں بڑھتا۔" آخر میں وہ ہنستے ہوئے بولا جب کہ اس جانب آتے روحیل کے کانوں میں دانش کے جملے بخوبی پڑے تھے۔

"دانش یہ تم کیسی باتیں......" پریسا نے جونہی سر اٹھایا روحیل کو سامنے پاکر اس کا خون جیسے خشک ہوگیا۔ اس پل دانش کی روحیل کی جانب پشت ہونے کی وجہ سے وہ اس کو دیکھ نہیں سکا' دوسرے ہی لمحے روحیل سرخ چہرہ لیے وہاں سے پلٹ گیا۔

"دانش بیٹا ذرا اندر تو آنا کچھ کام ہے آپ سے۔" زلیخا دل ہی دل میں بے پناہ کلس کر بظاہر نرم خوئی سے کچن کے بیرونی دروازے سے آواز دے کر بولیں انہیں دانش کا یوں پریسا کے ساتھ گھل مل جانا بہت کھٹک رہا تھا مگر وہ کچھ بھی کہنے سے قاصر تھیں۔ وہ دانش کی ضدی فطرت سے بخوبی واقف تھیں ان کے منع کرنے پر وہ اور زیادہ پریسا کے آگے پیچھے گھومنے لگتا۔

"میں ابھی آتا ہوں۔" دانش کہہ کر وہاں سے چلا گیا جب کہ پریسا وہیں بیٹھی کافی دیر تک روحیل کی بابت سوچ گئی۔

❁.......❁.......❁

حشمت جہاں کے کمرے میں عدالت لگی ہوئی تھی اور وہ سب کے سامنے کٹہرے میں مجرموں کی مانند کھڑی تھی۔

"لڑکی آج تمہیں یہاں آئے پچیس دن ہوگئے ہیں۔" حشمت جہاں اسی سابقہ انداز میں چشمے کے شیشوں کے پار سے گھورتے ہوئے بولیں جب کہ دونوں بہوئیں بھی دائیں بائیں ان کے ساتھ جڑ کر بیٹھی تھیں اس بار کمرے میں روحیل اور منال بھی موجود تھے۔

"جی مجھے معلوم ہے میں ان شاء اللہ تین چار دن میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" اس لمحے اسے روحیل کے سامنے اپنی اہانت وتضحیک کا اتنا گہرا احساس ہوا کہ اس کا دل چاہا ابھی اور اسی وقت وہ یہاں سے چلی جائے جب کہ آنکھوں میں آئی نمی کو اس نے بمشکل روکا تھا۔

"دادو کچھ دن اور اسے روک لیتیں' شادی کی تیاریوں میں ہاتھ ہی بٹا دیتی۔" منال اسے بے حد طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئی تھی جب کہ روحیل نے بڑی بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"جی مجھے ایک جگہ جاب مل گئی ہے اور انہوں نے ہی میری رہائش کا بندوبست کردیا ہے میں آج کل میں ہی یہاں سے جارہی ہوں۔" منال کے جملے نے اس کے پندار پر گہری ضرب لگائی تھی وہ تیزی سے بولتی چلی گئی۔

یہ تو حقیقت تھی کہ اسے آج ہی فون آیا تھا کہ وہ کل سے نوکری پر آسکتی ہے البتہ رہائش کی بابت کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ روحیل نے کافی چونک کر اسے دیکھا۔

"چلو اچھی بات ہے مہمان عزت سے گھر سے رخصت ہوں' یہی مناسب ہوتا ہے۔" حشمت جہاں ذومعنی لہجے میں بولیں تو منال ٹھٹھہ لگا کر ہنسی۔

"دادو مہمان تو دو دن کا ہوتا ہے تیسرے دن وہ کیا ہوجاتا ہے۔" اس پل روحیل کو منال سخت بری لگی جب کہ زلیخا خاتون ہنس کر بولیں۔

"کتنی شریر ہے ناہماری منال....." جب کہ پریسا کوئی بھی جواب دیئے بناء خاموشی سے وہاں سے پلٹ کر باہر نکل گئی وہ پھولی پھولی سانسوں سے تیز تیز چلتی اپنے کمرے کی جانب جارہی تھی جب ہی دانش اس سے کچھ کہنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھتا کچھ ٹھٹکا پھر اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ پریسا انتہائی طیش کے عالم میں الماری کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر بستر پر اکٹھے کرنے لگی پھر سائیڈ سے بیگ اٹھا کر اس میں کپڑے ٹھونسنے لگی۔

"لگتا ہے آج آپ بہت غصے میں ہیں۔" دانش نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ جیسے روہانسی ہوگئی۔

"دانش کیا تم میرے رہنے کا کہیں انتظام کرسکتے ہو؟" دانش نے اسے چند ثانیے دیکھا۔

"ویسے میرے پاس آپ کے لیے ایک بہت اچھا پرپوزل ہے۔"

"کیا پرپوزل ہے؟" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"میرے دوست کے چاچو کا انہیں بالکل آپ جیسی سمپل اور کیوٹ سی لڑکی کی تلاش ہے۔"

"دانش تم پٹو گے میرے ہاتھ سے۔" وہ چڑ کر بولی تو دانش جلدی سے گویا ہوا۔

"اچھا آپ ٹینس مت ہوں' کوئی نہ کوئی راستہ نکالتے ہیں۔"

"مگر دانش میرے پاس صرف دو دن ہیں۔" وہ پریشانی

سے بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
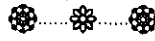
آج اس کی جاب کا پہلا دن تھا اور آج ہی تیز بارش ہوگئی تھی واپسی میں اسے بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پبلک ٹرانسپورٹ یک دم ہی سڑک سے غائب ہوگئی تھی۔

''یااللہ اب میں کیا کروں کس طرح سے گھر پہنچوں گی۔''

وہ دل ہی دل میں بے حد ہراساں ہوکر بولی جب ہی روحیل کی بلیک کرولا اس کے بالکل قریب آکر رکی پہلے تو اس نے بے پناہ چونک کر دیکھا پھر ڈھیروں شکر ادا کرتے ہوئے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

''جب صبح سے ہی موسم کے تیور خطرناک تھے تو بھلا گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ کافی مشتعل لگ رہا تھا' انتہائی سخت گیر لہجے میں بولا تو پریسا بلو جینز پر بلیک ہاف سلیوئی شرٹ میں ملبوس فوجی ہیئر اسٹائل میں بیٹھے اس شخص کو دیکھتی رہ گئی پھر نجانے اسے کیا ہوا کہ اچانک روحیل نے اس کے دروازے کی جانب والے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ کرنٹ کھا کر سیٹ سے اچھلی۔

''آپ مجھے ہاتھ کیوں لگا رہے ہیں۔'' وہ بے ساختہ ناگواری سے اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی پہلے تو روحیل نے اسے بے حد حیرانی سے دیکھا پھر اشتعال کی ایک تیز لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''تمہیں کیا لگ رہا تھا کہ میں تمہیں چھونے کی کوشش کررہا تھا اگر ایسا ہے بھی تو میں اس کا مکمل استحقاق رکھتا ہوں سمجھیں۔'' پھر وہ چیپل کا پتہ اس کی آنکھوں کے سامنے نچاتا ہوا بولا۔

''میں یہ ہٹا رہا تھا۔'' فیروزی شلوار سوٹ میں جھینپی جھینپی سی پریسا اس دم اسے بے حد خوب صورت لگی لمبی آنکھیں اور ستواں ناک کے نیچے کٹاؤ دار ہونٹ وہ تو کافی حسین تھی مگر اپنے حسن سے یکسر لاعلم تھی' انجان تو وہ بھی اتنے عرصے سے تھا متناسب سراپا اور دراز قد کی حامل اس لڑکی میں ڈھونڈنے سے بھی اس پل اسے کوئی کمی نظر نہیں آرہی تھی جب کہ پریسا روحیل کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا کر اس کی اس حرکت پر دل ہی دل میں حیران ہوئے جارہی تھی پھر خود ہی اس نے گلا کھنکھار کر اس کی محویت کو توڑا تو وہ جیسے ہوش میں آیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

''میں نے تمہاری رہائش کا انتظام کردیا ہے' تم اپنا سامان سمیٹ کر آج ہی وہاں شفٹ ہوجاؤ۔'' پریسا نے روحیل کی اتنی بڑی مہربانی پر اسے بے حد اچنبھے اور غیر یقینی نگاہوں سے دیکھا۔
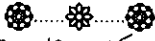
''یہ..... یہ کیسے ہوسکتا ہے روحیل..... تمہارے باپ نے بالا ہی بالا تمہارا نکاح اس کمتر لڑکی سے کردیا تھا اور تم..... تم نے اتنی بڑی حقیقت ہم سب سے چھپائے رکھی۔'' حشمت جہاں اس پل غصے و اشتعال سے کانپ رہی تھیں۔

''تم نے اس لڑکی کو طلاق کیوں نہیں دی روحیل اور یہاں میری بیٹی سے منگنی بھی کرڈالی۔'' بڑے ماموں بلال بھی پھنکار کر بولے جب کہ وہ خاموشی سے بیٹھا رہا آج رات ڈنر ٹیبل پر وہ اس بات کا سب کے سامنے انکشاف کرچکا تھا کہ پریسا سے اس کا نکاح چار سال پہلے ہوچکا تھا۔

''بہرحال اب جو ہوا سو ہوا' تم اس لڑکی کو فوراً طلاق دو اگلے مہینے ہی تمہاری منال سے شادی ہے ہم نہیں چاہتے کہ ہماری منال کے سر پر کوئی سوتن ہو۔'' منال اسے آئی ہیٹ یو کہہ کر پہلے ہی وہاں سے واک آؤٹ کرچکی تھی جب کہ دانش بڑے مزے سے اپنا کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

''ایم سوری نانو میں پریسا کو طلاق نہیں دوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنی نشست سے اٹھا۔

''میں ابھی اور اسی وقت تمہارا اور منال کا رشتہ ختم کرتا ہوں۔'' بلال صاحب غصے سے بے قابو ہوکر بولے تو وہ کچھ توقف کے لیے ٹھہرا۔

''جیسی آپ کی مرضی ماموں..... یقیناً منال کو مجھ سے بہتر لڑکا مل جائے گا۔'' اور پھر وہ سب کو ہکا بکا چھوڑ کر وہاں سے چلتا بنا۔
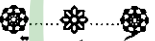
ڈور بیل کی آواز پر کچن میں کھانا پکاتی پریسا نے لمحہ بھر کو اپنے ہاتھوں کو روکا پھر برنر بند کرکے دروازے کی جانب آئی روحیل نے ایک اچھے علاقے میں بہت ہی سکیور اپارٹمنٹ جو فل فرنشڈ تھا اس میں اسے منتقل کردیا تھا وہ روحیل کی اس مہربانی پر دل سے اس کی احسان مند تھی وہاں سے آتے وقت وہ دانش کا بھی شکریہ ادا کرنا نہیں بھولی تھی۔ اسے یہاں آئے ہوئے بیس دن سے زائد ہوچلے تھے روحیل نے اسے نیا سیل فون نئی سم کے ساتھ اس کے حوالے کردیا تھا مگر ان بیس دنوں میں ان دونوں

کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا البتہ دانش سے اس کی روز بات ہوا کرتی تھی' سامنے روحیل کو دیکھ کر وہ خاصی حیران ہوئی جو دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھامے کھڑا تھا پھر بڑے فری انداز میں بولتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"اُفوہ...... پریسا سامنے سے تو ہٹو تم تو دیوار بن کر کھڑی ہو۔" وہ بے ساختہ سائیڈ پر ہوئی تو وہ اندر آ گیا پھر بیگز لاؤنج پر رکھی ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ان میں کچھ ڈریسز ہیں اور کچھ میک اپ کا سامان بھی ہے پلیز اچھی طرح ڈریس اپ ہو کر جلدی سے آجاؤ ہمیں کہیں جانا ہے۔" وہ اس کا حکم نامہ سن کر حیرت سے اپنی جگہ جمی کھڑی رہی تو روحیل نے بیگز اسے تھما کر زبردستی کمرے میں دھکیلا وہ یونہی گم صم سی اندر کی جانب بڑھ گئی اور پھر ایک مسمریزم کی کیفیت میں وہ تیار ہو کر اس کے ہمراہ اس خواب ناک سے ریسٹورنٹ میں چلی آئی۔

"پریسا...... اب تو ہوش میں آجاؤ یہ سب خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے...... بے حد خوب صورت سچائی ہے کہ آج ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ موجود ہیں۔" پریسا نے بے حد اچنبھے سے دیکھا تو وہ دلکشی سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گویا ہوا۔

"ہاں پریسا اور اس کا سارا کریڈٹ دانش کو جاتا ہے وہ ذہین بچہ وہ سب کچھ سمجھ گیا جو میں نہیں سمجھ پایا میں تو ہیرے کو چھوڑ کر کانچ کے ٹکڑے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔" وہ سب کیا کہہ رہا تھا پریسا تو بس حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھے جارہی تھی۔

"وہ مجھ سے تمہارے لیے بہت لڑا تمہاری ڈھیر ساری خوبیاں گنوائیں اور اس دن بے اختیار میں اسے بتا بیٹھا کہ تم میرے نکاح میں ہو اور پھر وہ کاظم کھتری......" اس پل اس نے بے حد بے قراری سے پہلو بدلا۔

"اس کا بھی شکریہ کہ اگر وہ منظر عام پر نہ آتا تو مجھے کبھی معلوم ہی نہیں ہوتا کہ نکاح کے دن سے آج تک تمہیں میں نے صرف اپنی ملکیت سمجھا تھا۔ مجھے کاظم کھتری پر بے حد غصہ تھا' دوسرے دن ہی میں نے اسے صاف صاف باور کرا دیا تھا کہ تم صرف اور صرف میری ہو نہ صرف میری زندگی میں بلکہ میرے دل میں بھی براجمان ہو' جب تم میرے گھر آئی تھیں تو ڈیڈی کی تمہاری جانب خصوصی توجہ دیکھ کر میں تم سے نالاں ہو گیا تھا اور جب ڈیڈ نے ہمارا رشتہ میری مرضی جانے بغیر طے کیا تو اس بات کو میں اپنی انا کا مسئلہ بنا گیا تھا اور خوامخواہ تم سے بیر باندھ لیا۔ پریسا میں سمجھ ہی نہیں سکا کہ میری منزل تم ہی ہو یونہی ادھر اُدھر بھٹکتا رہا۔" آخر میں اس کا لہجہ ندامت و شرمندگی سے چُور ہو گیا جب کہ دو موتی چپکے سے اس کی آنکھوں سے لڑھک گئے تھے۔

"ایم سوری پریسا...... پلیز مجھے معاف کردو جب منال نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے میری جانب ہاتھ بڑھایا تو ناچاہتے ہوئے بھی میں نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا صرف اس ضد پر کہ ڈیڈی نے کیوں تمہاری ذات کو مجھ پر ترجیح دی تھی' مجھ سے پوچھے بناء کیوں زبردستی تم سے ناتہ جوڑا تھا مگر میں غلط تھا پریسا پلیز بس ایک بار مجھے معاف کردو۔" رائل بلو اور آف وائٹ رنگ کے امتزاج کے کڑھائی سوٹ میں لائٹ سا میک اپ کیے پریسا اس پل بے حد خوب صورت لگ رہی تھی اس نے بے اختیار مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کر گویا اس کی معافی کو قبول کرلیا تھا۔

"اوہ تھینک یو مائی لائف...... تھینک یو سو مچ۔" وہ بے حد خوش ہو کر بولا تو پریسا دھیرے سے بولی۔

"اپنی منزل کی تلاش میں ہی تو میں آپ کے پیچھے آئی تھی۔" اسی پل پریسا کے سیل فون پر میسج بپ اٹھی' دانش کا پیغام تھا۔

"کانگریچولیشن پریسا اینڈ بیسٹ آف لک یور نیو لائف۔" پریسا نے بھیگی پلکوں سے اس کا میسج پڑھا اور پھر روحیل کو دیکھ کر کھل کر مسکرا دی۔

✿

بے سود نہیں جیتے ہم درد کے مارے بھی
دنیا تیری زینت ہیں کچھ خواب ہمارے بھی
تقدیر کی دنیا میں تدبیر نہیں چلتی
موہوم بھروسے بھی' لاچار سہارے بھی

ارشد میاں کی تنخواہ کیا بڑھی صائقہ بیگم کے مزاج ساتویں آسمان پر جا پہنچے۔ اس میں زیادہ ہاتھ اس کے میکے کا تھا۔ وہ جب بھی آتی امی کے ساتھ بہن بھی مل کر سسرال کے خلاف اس کے کان بھرنا شروع ہوجاتی۔

"خیر سے پورے پینتیس ہزار تنخواہ ہوگئی ہے ارشد بھائی کی' سسرال میں خوب ٹھاٹ باٹ سے رہنا' جوتے کی نوک پر رکھنا ساس اور نندوں کو۔" میکے گئی تو بہن صاحبہ نے صائقہ کو خوب چڑھایا۔

"اور نہیں تو کیا ہر چیز میں کھلا ہاتھ رکھنا' خبردار جو کسی کی روک ٹوک برداشت کی۔" اماں نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

"ہاں بھئی صائقہ..... اب مجھے ہی دیکھ لو احمد پورے پندرہ ہزار دیتے ہیں اپنی اماں کو اور مجال ہے جو میری ساس میرے کسی کام میں روک ٹوک کریں اور اب تو ارشد بھائی پورے پچیس ہزار اپنی اماں کو دیتے ہیں۔ تم کسی کے دباؤ میں نہیں آنا' اب اپنا الگ گھر کرو بس ورنہ تمہاری ساس اور نندیں چیل کی طرح ان کی ساری محنت جھپٹ لیا کریں گی۔" صائقہ کی بڑی بہن انیسہ نے خوب آگ لگائی تھی۔

"اب مجھے ہی دیکھ لو جیسے ہی تمہارے ابا کا جنرل اسٹور چلنے لگا تھا میں نے دو چار کمیٹیاں ڈال کے اپنا گھر لے لیا' نہ ساس کی چک چک نہ نندوں کی بک بک۔ دونوں بیٹیاں بھی اپنے گھر کی ہوگئیں۔" اماں نے اپنا آزمودہ مشورہ بیٹی کو دیا تھا۔

"ارے اماں آپ فکر ہی نہ کریں' میں بھی آپ ہی کی بیٹی ہوں اتنی آسانی سے ساس نندوں کو ان کی کمائی ہضم کرنے نہیں دوں گی۔" صائقہ نے اپنی گول گول آنکھیں گھما کر انہیں مطمئن کیا تھا۔ تینوں ماں بیٹیوں کا جاندار قہقہہ فضا میں گونجا تھا۔

❁.....❁.....❁

اس نے خوب کڑاہی بھر کے تیل نکالا اور تیز گرم کرکے چند مچھلی کے ٹکڑے اس میں ڈال دیئے۔ چھن کی آواز کے ساتھ ہی مچھلی کی مہک پورے کچن میں پھیل گئی تھی پھر اس نے فرائنگ پین میں پیالا بھر کے تیل نکالا اور دال کا بھگار تیار کرنے لگی۔

''اری صائقہ بہو پگلا گئی ہو کیا یا ارشد میاں نے تیل کی کوئی مل خرید لی ہے اتنی سی دال میں اتنا تیل ڈالو گی اور یہ مچھلی کیا پہلے کبھی تم نے کم تیل میں فرائی نہیں کی جو اب کڑاہی بھر تیل کی ضرورت پڑ گئی ہے تمہیں۔'' صائقہ کی ساس آمنہ پانی پینے کچن میں آئی تھیں۔

''افوہ اماں...... ارشد کھانا لے کے جاتے ہیں آفس ویسے بھی آج دال ہی پکی ہے اب اگر دال کی بھی شکل و صورت ڈھنگ کی نہیں لگے گی تو کتنی بے عزتی ہوگی ان کی آفس میں۔'' صائقہ فوراً بولی۔

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے ہم کوئی لینڈ لارڈ ہیں جو روز گوشت کھائیں گے۔ بی بی تم بھی کوئی کھاتے پیتے گھر سے نہیں آئیں، دو دو جوان نندیں گھر بیٹھی ہیں، ارشد اور احمر کی شادی میں نے اسی لیے جلدی نہیں کی تھی کہ ان کی بیویاں یوں فضول خرچیاں کریں۔'' آمنہ بھی صائقہ کی ہی ساس تھیں ضرورتاً بہو کی عقل ٹھکانے لگانا انہیں خوب آتا تھا اور اس معاملے میں تو وہ اپنی بیٹیوں کو بھی نہیں بخشتی تھیں۔

''اماں آپ سے تو بحث ہی فضول ہے، پلیز مجھے کام کرنے دیں۔'' صائقہ نے نخوت سے منہ پھیر لیا تھا۔ ساس اور جٹھانی کے خراب تیور دیکھ کے آمنہ کی فرماں بردار بہو حیا بھاگی بھاگی آئی تھی۔

''اماں چلیں کل سے میں پکادوں گی سالن۔'' حیا نے بات سنبھالی، صائقہ بڑی تھی اسی لیے کچن میں پکانے کی ذمہ داری اماں نے اسے سونپی تھی جبکہ حیا گھر کی صفائی ستھرائی اور کپڑے دھونے کا کام کرتی تھی۔ اماں کے اس اصول سے دونوں ہی بہوئیں خوش تھیں، یوں بھی صائقہ کو ہر چیز میں اپنی واہ واہ کروانے کا شوق تھا، اس دن تو بات ختم ہوگئی تھی لیکن گزرتے ہر دن کے ساتھ ساتھ صائقہ نے ہر چیز کا کھلا استعمال کرنا شروع کردیا تھا۔ برتن دھوتی تو گھنٹوں نل کھول کے کھڑی رہتی، کھانا پکاتی تو بے پناہ تیل اور مصالحوں کی بھرمار ہوتی۔ رشید میاں کو گھر کا کھانا اب ہوٹل کا کھانا لگتا، تیل میں تربتر مرچ مصالحوں سے بھرا چٹ پٹا۔ صائقہ کے سسر اوپری دل سے منہ بناتے اور چٹخارے لے لے کے کھاتے وہ اکثر کہتی۔

''اب آپ احمر کی طرح بیس ہزار تھوڑی کماتے ہیں جو میں اس کی بیوی اور آپ کی اماں کی طرح روکھے پھیکے کھانے پکا کے آپ کو کھلاؤں، آپ تو میرے سر کے تاج ہیں۔ آپ کی خواہشوں کا خیال میں نہیں رکھوں گی تو اور کون رکھے گا چاہے اس کے لیے مجھے اماں کی باتیں ہی نہ سننی پڑیں۔''

''تم بہت اچھی ہو صائقہ...... میرا اتنا خیال رکھتی ہو۔'' ارشد الگ نہال ہوتا صائقہ کو اپنی بانہوں میں بھر لیتا اور وہ دل ہی دل میں اپنی عقل کو داد دیتی یہ صائقہ کی بہن اور اماں کی پڑھائی ہوئی پٹیاں ہی تھیں کہ صائقہ کے تیور میاں کے پیچھے چڑھے چڑھے رہتے اور میاں کے آتے ہی وہ میٹھی چھری بن جاتی۔ آمنہ کو بہو کے خراب تیوروں سے خطرے کی بو آرہی تھی، انہیں ڈر تھا کہ بیٹا کہیں گھر کے خرچوں سے ہاتھ نہ کھینچ لے۔ ان کی دونوں بیٹیاں شازیہ نازیہ ابھی گھر ہی بیٹھی تھیں، انہوں نے پہلی فرصت میں برابر میں رہتی صائمہ کو بلوا بھیجا تھا جو رشتے کروانے کا کام کافی خوش اسلوبی سے ادا کرتی تھی۔ رات کو احمد اور ارشد سے بھی انہوں نے اس بارے میں سب کے سامنے بات کی تھی۔

''اماں......شازیہ کا ٹھیک ہے پر اپنی نازیہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔'' ارشد بولا۔

''کوئی چھوٹی نہیں ہے جب تم دونوں کی شادی کی تھی تم لوگ کون سا بڑے تھے۔ تم لوگوں کی عمر کے لڑکوں کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی۔'' اماں کو برا لگا تھا۔

''اماں...... شازیہ کے لیے میری امی کافی دنوں سے عدیل بھائی کے لیے کہہ رہی تھیں، اب آپ نے ذکر نکالا ہے تو میں نے بات کرنا مناسب سمجھا۔'' حیا سمجھ دار تھی موقع دیکھ کے اس نے اپنے بھائی کے لیے اپنی اماں کا دیا ہوا پیغام پہنچایا تھا۔ اماں کی آنکھوں میں خوبرو سے عدیل کا چہرہ گھوم گیا، اچھا خاصا لڑکا تھا۔ اچھی جاب اچھی تنخواہ۔

''اس سے اچھی کیا بات ہوگی بیٹا۔'' اماں کے بجائے ابا نے کہا۔

''تم کل ہی بلالو اپنی امی کو بیٹا، ہماری طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہے، بس ضروری باتیں مل بیٹھ کے ہوجائیں

گی۔'' اماں کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی' صائقہ کا منہ فوراً بنا تھا لیکن یہاں کسی کو اس کے منہ بننے کا احساس تھا اور نہ ہی پروا۔

❁......❁......❁

صائقہ کے تیور آج کل خوب تنے تنے رہتے تھے آمنہ خوب سمجھ رہی تھیں لیکن وہ جان کر انجان بن گئی تھیں' اس وقت انہیں اپنی چھوٹی بہو کے خلوص کی صحیح معنوں میں قدر ہوئی تھی۔ گھر کی فضا یک دم خوشگوار ہو چلی تھی' حیا کے گھر والے نہ صرف باقاعدہ رشتہ طے کر گئے تھے بلکہ شادی کی تاریخ بھی دے گئے تھے اور اب گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

''ہنہہ...... کھنی نہ ہو تو نند کا رشتہ لے کے سر پر چڑھی بیٹھی ہے۔'' صائقہ من ہی من بڑبڑائی تھی' معاملہ ایسا تھا کہ ارشد سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

''اللہ کرے عدیل کو کچھ ہو جائے یا وہ خود ہی رشتے سے منع کر دے تاکہ حیا سب کی نظروں سے گر جائے۔'' وہ بہت خودغرض بن کے بولی تھی۔ کچھ لوگ ہوتے ہی ایسے ہیں جو کسی کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ سکتے ہیں' نہ کسی کو خوش ہونے دیتے ہیں۔ صائقہ بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک تھی مگر یہاں اس کی ایک نہ چلی تھی' شازیہ خیر و عافیت سے اپنے گھر کی ہو گئی اور صائقہ جلتی کڑھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

صائقہ امید سے تھی خبر ایسی تھی کہ آمنہ بھی بہو کی ساری باتیں بھلائے خوشی خوشی پھر رہی تھیں۔ صائقہ الگ خوش تھی کہ کم از کم اس معاملے میں حیا سے آگے نکل گئی' اسے تو ہر حال میں مقابلہ کرنے کا شوق تھا۔ آمنہ نے تو صائقہ کو مکمل آرام کرانے کی ٹھان لی تھی۔

''اُف...... یہ ڈرامہ بازیاں بیٹے کے سامنے اچھا بننے کی اداکاریاں ہیں' سب خوب سمجھتی ہوں میں ان جیسی ساسوں کو۔'' صائقہ خود خلوص سے خالی تھی ایسے اسے ہر کسی کی محبت اور باتیں ڈرامہ ہی لگتی تھیں مگر ارشد بہت خوش تھے۔

''بس یہ بچہ ہو جائے پھر ارشد کو سمجھا بجھا کے الگ ہو جانا ورنہ تمہاری ساس اور نندیں تمہارے میاں کی کمائی پر عیش کریں گی اور تم اور تمہارے بچے رلتے رہیں گے۔'' صائقہ کی اماں خوش خبری سنتے ہی آن پہنچی تھیں مگر ساتھ ساتھ صائقہ کے کان بھرنا بھی انہوں نے نہایت ضروری سمجھا تھا۔

''آپ فکر ہی نہ کریں۔'' صائقہ کمینگی سے مسکرائی اور نخوت سے کچن میں کام کرتی حیا اور آمنہ کو دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

اب تو صائقہ کو حیا اور آمنہ کو تنگ کرنے کا اچھا موقع مل گیا تھا آمنہ تو بے چاری اسے کسی کام کو ہاتھ لگانے نہ دیتیں' سارا کام نازیہ اور حیا کے کاندھوں پر آ گیا تھا۔ حیا دال پکاتی تو صائقہ کو پسند نہ آتی وہ بھوکی نہ رہ جائے سو آمنہ بھاگی بھاگی جاتیں بہو کے لیے چٹنی بناتیں' چکن پکا دیتیں اور صائقہ من ہی من کمینگی سے مسکراتی رہتی۔ گھر کا بجٹ بھی کافی ڈسٹرب ہو کے رہ گیا تھا لیکن آمنہ کو کہاں پروا تھی۔ وہ واقعی ایک مخلص خاتون تھیں' تھوڑی کفایت شعار و سخت تھیں مگر دل کی بہت نرم و حلیم تھی۔ صائقہ نے ارشد میاں کو بھی تگنی کا ناچ نچا کے رکھا ہوا تھا' سمجھا بجھا کے صائقہ نے اپنی بہن کے ہاں دو تین کمیٹیاں بھی ڈال لی تھیں۔

''میری بات سمجھیں پلیز اب ہمیں اپنے بچے کے بارے میں بھی تو سوچنا ہے' کیا ہم اپنے بچے کے لیے گھر نہیں کر کے رکھیں گے۔ یہ تو آپ کے ابو کا گھر ہے' میرے بچے کے لیے تو ہمیں چاہیے گا ہو گا ناں۔'' صائقہ کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ ارشد کو مانتے ہی بن پڑتی تھی اور صائقہ دل ہی دل میں خود کو داد دیے جاتی۔

❁......❁......❁

ہر عروج کا زوال ہوتا ہے ہر برائی کو ایک نہ ایک دن ختم ہی ہونا ہوتا ہے۔ جھوٹ اور برائی کی بناء پر حاصل کی گئی خوشیوں کی عمر بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے اور ایسا ہی صائقہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس روز ارشد کو گھر لوٹنے میں کافی دیر ہو گئی تھی' صائقہ پریشان تھی۔ رات گئے ارشد کے کسی کولیگ نے ان کے گھر ارشد کے ایکسیڈنٹ کی دل دہلا دینے والی خبر سنائی تھی اس کی بائیک کو کسی کار والے نے ٹکر مار دی تھی۔ اللہ بچانے والا ہے سو

اس نے ارشد پر بھی اپنی رحمت نچھاور کی تھی مگر یہ قسمت کی ستم ظریفی تھی کہ اس کا دایاں پیر کافی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ ہڈی ٹوٹ گئی تھی' پلاستر چڑھا ہوا تھا' صائقہ نے شوہر کی یہ حالت دیکھی تو اسے فوراً اپنا رب یاد آ گیا۔

''یا اللہ یہ تُو نے کس گناہ کی سزا دی ہے مجھے۔'' وہ زارو قطار رو رہی تھی' گناہوں کی ایک لمبی فہرست اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا رہی تھی اس کا سجدہ مزید لمبا ہوتا چلا گیا تھا۔

''اللہ رحیم ہے' غفور ہے' اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ اللہ کا شکر کریں بھابی کہ اللہ نے ارشد بھائی کو نئی زندگی دی ہے اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو آپ کا اور ہم سب کا کیا ہوتا' خاص کر اس آنے والے بچے کا۔'' یہ حرا تھی جس سے وہ ہمیشہ خار کھایا کرتی تھی۔ صائقہ کی آنکھیں ندامت سے اشک بار تھیں' واقعی وہ ٹھیک کہہ رہی تھی وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔ ارشد کو بیڈ پر لیٹے تین ماہ ہو چلے تھے آمنہ اب بھی صائقہ اور ارشد کا پورا پورا خیال رکھتیں وہ آفس نہیں جا پا رہا تھا' نہ تنخواہ تھی نہ صائقہ کی اکڑ جس پر وہ اتراتی تھی۔ اب صائقہ نہ کھانے میں منہ بناتی نہ کسی چیز میں نخرے کرتی جو مل جاتا' کھا لیتی جیسا ساس کہتیں کر لیتی۔

''اپنی کمیٹی کے پیسے تو بھر دو صائقہ تین ماہ ہو گئے ہیں۔'' اس کے حالات سے باخبر پیسوں کا تقاضا کرتی یہ صائقہ کی اپنی سگی بہن تھی جس کی باتوں میں آ کر وہ ساس کو اتنا پریشان کرتی تھی نہ اماں نے کوئی مالی مدد کی نہ اس کی بہن نے ساتھ دیا' ساتھ تھے تو بس ارشد کے گھر والے' صائقہ مزید شرمندہ ہو گئی تھی۔

''میں اب یہ کمیٹی نہیں ڈال سکتی' تم ختم کر دو۔'' صائقہ بولی تھی اسے اب یہیں رہنا تھا' سب کے ساتھ ان کے ساتھ جو اس کے اپنے تھے یہ اس کے دل کا فیصلہ تھا۔

❋......❋......❋

اب ارشد ٹھیک ہو گیا تھا' اسے جاب پر واپس بحال کر دیا گیا تھا۔ یہ اس کے باس کی مہربانی تھی آج صائقہ کی شادی کی دوسری سالگرہ تھی۔ پہلی سالگرہ تو اس نے بے خبری میں سب کو پریشان کرنے میں برباد کر دی تھی لیکن آج وہ خوش تھی' بہت خوش۔ آج صبح سے ہی صائقہ کی طبیعت صحیح نہیں لگ رہی تھی۔ درد وقت کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ صبح سے ہی ارشد کے لیے کیک کے انتظام میں لگی تھی۔ درد بڑھتا جا رہا تھا وہ اب بے حال ہو چلی تھی سو بیٹھ گئی۔ آمنہ کا ماتھا فوراً ٹھنکا تھا' وہ اسے جلدی سے ہسپتال لے گئی تھیں' چھ گھنٹے کی مسلسل تکلیف و درد سہنے کے بعد اس نے ایک خوب صورت بیٹی کو جنم دیا تھا۔ ارشد اس کے ابو' حیا اور اس کی امی وغیرہ سب وہیں پہنچ گئے تھے' حیا صائقہ کا تیار کیا گیا کیک بھی وہیں لے آئی تھی۔

''ارشد بھائی' بھابی صبح سے اسی کی تیاری میں لگی تھیں آپ کو سرپرائز دینے کے لیے' آج آپ کی شادی کی سالگرہ ہے نا۔'' حیا بولی۔

''اللہ نے میری اور صائقہ کی جھولی میں اپنی رحمت ڈال دی اس سے بڑا سرپرائز اور گفٹ میرے لیے کیا ہوگا۔'' ارشد مسکرایا تھا' صائقہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا جہاں محبت ہی محبت تھی۔

''تم لوگوں نے کوئی نام سوچا ہے کیا؟'' ارشد کے ابو بولے۔

''جی ابو میں اس کا نام کرن رکھوں گی' یہ ہماری زندگی کی پہلی کرن ہے' امید کی پہلی کرن' خوشیوں کی کرن' زندگی کی کرن جس نے مجھے نئی زندگی دی۔'' صائقہ کی بات میں گہرائی تھی' سب مسکرا دیئے تھے۔

کتنی بدل گئی تھی وہ ارشد نے سوچا تھا پھر صائقہ کے ہاتھ سے تیار کیے گئے کیک کا چھوٹا سا پیس لے کر اسے کھلایا تھا۔ سب ہنس دیئے تھے' صائقہ نے کرن کو اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔

کبھی زندگی سمجھ کر، کبھی امتحاں سمجھ کر
تیرا غم گلے لگایا، غم جاوداں سمجھ کر
نہیں اس کا اب کوئی غم، مجھے کیا کہے گی دنیا
تیرے در پہ آگیا ہوں، تجھے مہرباں سمجھ کر

میں احتشام مرتضیٰ...... آج بیٹھا ماضی کو یاد کررہا تھا۔ آپ یہ مت سمجھیے گا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ اس جون کو بیس سال کا ہوجاؤں گا تو میرا ماضی کوئی اتنا پرانا تو نہیں ہوا نا...... میں زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا جہاں ہر طرح کی آسائش حاصل تھی، جس کی وجہ سے ضدی، خودسر ہونے کے ساتھ ساتھ غصے کا بھی میں بے حد تیز تھا، میرے بابا سائیں کہتے ہیں۔ چونکہ میں شروع سے ہاسٹل میں رہا تو زمینداری سے دور ہوتا چلا گیا۔ مجھ سے بڑے دو بھائی تھے اور میں سب سے چھوٹا اور لاڈلا تھا اس لیے کسی نے مجھ پر زبردستی نہیں کی۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ میں کوئی بگڑا رئیس زادہ تھا، میری عادات و اطوار کی تعریف لوگ کرتے تھے۔ میری زندگی کا سب سے خوب صورت موڑ جس نے احتشام مرتضیٰ کو سرتاپا تبدیل کردیا تھا۔ میں جو حالات کو ہمیشہ اپنے تابع رکھتا تھا اس نے ایسی کروٹ بدلی کہ میں اس کے سانچے میں ڈھل گیا۔ میری ذات کا غرور مان سب دھرا کا دھرا رہ گیا، میری ایک غلطی...... کبھی سوچتا ہوں یہ ایک خوب صورت غلطی تھی اور کبھی...... غلطی تو بہرحال غلطی تھی۔

ان دنوں میں ایم ایس سی میتھس کا اسٹوڈنٹ تھا، گروپ میں ہم چار لڑکے تھے اور بقول تمام ٹیچرز کے ہمارے گروپ جیسا کوئی دوسرا گروپ یونیورسٹی میں نہیں تھا۔ پڑھائی، اسپورٹس، مشاعرہ، سنگنگ، اسٹیج ہمارے گروپ کے مقابل کوئی نہیں ٹھہرتا تھا۔ پوری یونیورسٹی میں ہمارے نام کی دھوم تھی، یوں تو ہمارے گروپ میں سب ہی ہینڈسم تھے مگر میری بات ذرا اور تھی۔ اس بات سے میری وجاہت کا اندازہ لگائیں کہ مجھے ”پرنس آف دی یونیورسٹی“ کا ٹائٹل ملا تھا۔ میری بے نیازی اور مغرور طبیعت نے صنف مخالف میں مجھے بے انتہا مقبول کردیا تھا۔ ہمارے گروپ کا معاہدہ تھا کہ ہمارے گروپ میں کبھی لڑکیاں شامل نہیں ہوں گی جس پر ہم سب سختی سے کاربند تھے۔

اس روز میں گاؤں میں دو دن گزار کر یونیورسٹی پہنچا تو مجھے میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ حسب عادت ہم چاروں پڑھائی کی باتیں کررہے تھے کہ ہمارے قریب کھڑے گروپ نے اونچی آواز میں بولنا شروع کردیا۔

”یار کیا آفت چیز یونیورسٹی آئی ہے، سب سے منفرد، سب سے جدا...... صنم۔“ کسی نے ٹھنڈی آہ بھری، لڑکی کے ذکر کا سن کر میں نے اپنا دھیان کتاب کی طرف مبذول کرلیا۔

ایک دن بعد ہی ہم بیٹھے سر جالب کا دیا اسائنمنٹ ڈسکس کررہے تھے کہ ایک لڑکی میرے بعد والی چیئر پر آبیٹھی۔ اس

کی اس حرکت پر ہم تینوں چونک گئے وہ جس چیئر پر بیٹھی تھی وہ زوار کی تھی جس نے آج چھٹی کی تھی۔ ہمارے درمیان تو کسی کو گھسنے کی اجازت نہ تھی مگر یہ لڑکی...... ہم تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ اسے کون یہاں سے اٹھنے کو کہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے اردگرد سے بے نیاز پوائنٹس نوٹ کرنے میں مگن تھی۔ قلم روانی سے پیڈ پر چل رہا تھا۔

''صنم...... اوہو تو یہ ہیں وہ محترمہ جن کی بابت میں کل سے سن رہا ہوں۔'' میں نے اس کی کتاب سے اس کا نام پڑھ کر دل میں سوچا۔ سہیل نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کے اسے منع کیا۔ میری اس حرکت پر سہیل نے جانچتی نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے اشارے سے کلاس کی طرف اشارہ کیا' کوئی بھی سیٹ خالی نہیں تھی۔ اس کا قلم بدستور چل رہا تھا' چہرہ چادر سے چھپا ہوا تھا' ڈھلکتی چادر کو سر پر جمانے کے لیے جب اس نے سر اٹھایا تو نجانے کیوں ایک پل کو مجھے ایسا لگا میری دھڑکن رک گئی ہو۔ اسٹون مین پر ضرب لگ گئی ہو وہ سر جھکائے مصروف ہو چکی تھی۔ میں غائب دماغی سے بیٹھا ہوا تھا۔ سارے اصول معاہدے حد بندیاں اس ایک لمحے نے بھلا دی تھیں۔ اس نے ایک نظر بھی ہم سب پر نہیں ڈالی تھی' کلاس ختم ہوئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا پین دیکھ کر میں نے خاموشی سے اٹھالیا' وہ تب تک کلاس سے جاچکی تھی۔ میں دوستوں سے بہانہ کر کے اس کے پیچھے لپکا تھا۔

''ایکسکیوزمی مس......'' میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ سب لڑکیوں کی طرح ہے یا منفرد ہے۔ کیا اس نے جان بوجھ کر پین چھوڑا تھا مجھے خود پر بھی حیرت ہو رہی تھی کہ ایسے ہر حربے صنف نازک استعمال کر چکی ہیں اور میں اگنور کر دیا کرتا تھا مگر آج میرا اسے پکارنا خود مجھے بھی حیرت زدہ کر رہا تھا۔

''جی......'' وہ بے ساختہ پلٹی ہرنی جیسی آنکھیں جب مجھ سے ملیں تو جادو چل چکا تھا۔

''آپ کا پین۔'' میں نے پین اس کی طرف بڑھایا۔

''شکریہ۔'' وہ پین لے کر آگے بڑھ گئی' میں حیران رہ گیا یعنی میرا خیال غلط نکلا کہ اس نے جان بوجھ کے یہ حرکت کی تھی۔

''کیا کہہ رہا تھا احتشام مرتضٰی......'' فاریہ کے سوال نے مجھے انجان بننے پر مجبور کر دیا۔ میں لاتعلقی سے خرم سے باتیں کر رہا تھا مگر سماعت ان دونوں کی طرف تھیں۔

''کون احتشام مرتضٰی؟'' اس کی آنکھوں میں حیرانگی اتر آئی تھی' لو جی محترمہ نے پل بھر میں جیسے خوش فہمی کو دھول چٹادی۔

''جس سے تم بات کر رہی تھیں۔'' فاریہ نے بھی میری طرح جیسے سر پیٹ لیا۔

''میرا پین رہ گیا تھا کلاس میں' وہی دینے آیا تھا۔'' اس نے سچائی سے گوش گزار کیا۔

''تمہارا پین دینے آیا احتشام مرتضٰی...... اُف کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔'' فاریہ نے ایکٹنگ کی۔

''اس میں اتنا اچنبھے کی کیا بات ہے فاریہ؟'' صنم کی جھنجھلاہٹ نے مجھے محظوظ کیا۔

''جو کسی لڑکی سے بات کرنا پسند نہیں کرتا اسی احتشام مرتضٰی نے تمہیں پین لوٹایا' اسٹرینج۔'' فاریہ کی حیرت بدستور قائم تھی۔

''صرف پین ہی تو دیا ہے' کیوں دماغ خراب کر رہی ہو۔'' حیرت تھی کہ وہ میرے ذکر پر جتنے بُرے بُرے منہ بنا رہی تھی میں اتنا ہی محظوظ ہو رہا تھا۔

''کسی اور کے سامنے بھولے سے بھی تذکرہ نہ کرنا' صدمے سے مر جائیں گی۔''

''بور مت کرو فاری......'' اس نے منہ بگاڑ کر قدم بڑھائے گویا اب اس موضوع پر کچھ سننا نہ چاہتی ہو۔

''پرنس آف دی یونیورسٹی کے ذکر سے تم بور ہو رہی ہو؟'' فاریہ چیختے ہوئے اس کے پیچھے لپکی۔

''پرنس ہوگا اپنے لیے' میں کیا کروں؟'' مجھے اس کی بے نیازی اچھی لگی۔

غیر محسوس طریقے سے میں اسے نظروں میں رکھنے لگا' وہ کب لائبریری آتی ہے' کب کیفے میں ہوتی ہے۔ میں یہ سب اتنے غیر محسوس طریقے سے کر رہا تھا کہ میرے دوستوں تک کو خبر نہ ہو سکی ورنہ تو ضرور ریکارڈ لگتا۔ اس کے کیفے آنے کا وقت تجاوز کر رہا تھا' میں فکر سے اپنی رسٹ واچ دیکھنے لگا اچانک وہ فاریہ کے ساتھ کتابوں کو سینے سے لگائے چلی آئی تو میرے وجود پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اردگرد سے بے نیاز وہ چاٹ کھانے میں مصروف تھی' مرچوں کے باعث اس کی ناک اور رخسار گلابی ہو رہے تھے مگر وہ سوں سوں کرتی کھانے

میں مصروف تھی۔

''کریزی۔'' میں زیر لب مسکرایا۔

''میرا صنم سب سے پیارا ہے۔'' خاور کا گروپ جب دوسری بار گنگناتا ہوا اس کی میز کے پاس سے گزرا تو میرا خون کھول اٹھا۔

''تم کچھ کہنے کیوں نہیں دیتیں' جب دیکھو تنگ کرتا رہتا ہے۔'' فاریہ کی غصیلی آواز مجھ تک بخوبی آرہی تھی۔

''تم اور میں جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں وہاں یہ سب برداشت کرنا ضروری ہے۔ ہوتی نا میں بھی کوئی مل اونر کی بیٹی تو اسے مزا چکھا دیتی۔'' اس کی حسرت نے میرے دل کو دھکا لگایا' وہ چاہتے ہوئے بھی خاور کو کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ وہ کیفے سے نکل رہی تھی جب ایک بار پھر خاور کی زبان میں خارش ہوئی اب کے میری برداشت جواب دے گئی میں خونخوار شیر کی طرح اس کے سر پر جا پہنچا۔ اس پہلے کہ میں اس کے جبڑے پر اپنا پنچ جماتا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کی آمد نے روک لیا۔

''کیا ہو رہا ہے یہ' احتشام تم بھی اس سرگرمی میں ملوث ہو؟'' ہیڈ کو جیسے ہضم نہ ہوا' میرا ہاتھ فضا میں ہی معطل رہ گیا تھا۔

''خاور کی بدتمیزی نے مجھے اشتعال دلایا' یہ ڈیپارٹمنٹ کی لڑکیوں کو تنگ کرتا ہے۔'' میں نے ہیڈ کو صورت حال سے آگاہ کیا' میں کسی صورت اس معاملے میں صنم کا نام نہیں لینا چاہتا تھا مگر خاور کو روکنا بھی ضروری تھا۔

''کسے تنگ کیا ہے میں نے؟'' خاور چیخا' اسے خبر تھی صنم جیسی ڈرپوک لڑکی بھی اس کا نام نہیں لے گی۔

''کس کو تنگ کیا ہے خاور نے' کوئی کمپلین؟'' ہیڈ نے طائرانہ نگاہ ڈالی' صنم خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ فاریہ نے کچھ بولنا چاہا مگر صنم نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے چپ کرا دیا' ہیڈ مجھے گھورنے لگے۔

''مجھے تنگ کیا ہے..... خاور کا گروپ اکثر ہمیں تنگ کرتا ہے۔'' اچانک ایک کے بعد دوسری لڑکی نے کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک شور کی صورت اختیار کر گیا' میں نے انبساط بھری نظروں سے صنم کو دیکھا وہ حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ہیڈ نے خاور کو روم میں طلب کر لیا تھا' میں نے سب کا شکریہ ادا کیا اور صنم کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ کسی کو اس ہنگامے کی ''اصل وجہ'' معلوم نہ ہو سکی' سب یہی سوچ رہے تھے کہ خاور میرا پرانا حریف ہے اور چونکہ میں من چاہا تھا اس لیے سب نے میرا ساتھ دیا۔

❁.......❁.......❁

آج سر تیمور نے چھٹی کی تھی جس کی وجہ سے ہماری کلاس نہ ہو سکی' سہیل' زوار اور خرم پہلے ہی جا چکے تھے۔ مجھے کچھ کام تھا جس کی وجہ سے رکا ہوا تھا' میں بھی نکلنے لگا تھا کہ کلاس فیلو جنید نے مجھے آواز دی۔

''کیا ہوا؟'' میں نے کار کا دروازہ دوبارہ بند کیا جو کچھ دیر قبل ہی کھولا تھا۔

''تمہیں سر جالب آفس میں بلا رہے ہیں۔'' وہ میسج دے کر چلا گیا' میں نے آفس کی طرف قدم بڑھائے کوئی کام ہوگا' میں اتنا چہیتا تھا سب کا کہ سب کے کئی کام بھی کر دیا کرتا تھا۔

''یس سر.....''

''آؤ احتشام..... بیٹھو۔'' ان کے کہنے پر مودب ہو کر بیٹھ گیا۔ ان ہی انداز اور رکھ رکھاؤ سے میں نے پورے ڈیپارٹمنٹ سمیت ٹیچرز کے دل میں بھی عزت بنائی تھی۔

''دراصل مجھے ضروری کام ہے' اس لیے کلاس نہیں لے سکوں گا آج' اسٹوڈنٹس کا حرج ہو یہ بھی مجھے گوارا نہیں اگر تم فارغ ہو تو میری جگہ اپنے جونیئرز کی کلاس لے لو۔'' سر جالب کا شمار بہترین ٹیچرز میں ہوتا تھا' وہ ان اساتذہ میں سے تھے جو اپنے پیشے سے مخلص ہوتے ہیں۔ سر جالب کی بات سن کر میرا دل بلیوں اچھلنے لگا' صبح سے اب تک اس دشمن جاں کی صورت نظر نہ آئی تھی اور اب میں مایوس ہو کر ہاسٹل لوٹ رہا تھا۔

''شیور سر..... کیوں نہیں۔'' میں نے پُرمسرت لہجے میں کہا' سر جالب کو دل میں ڈھیروں دعاؤں سے نوازتا اٹینڈنٹس رجسٹر لے کر کلاس روم میں داخل ہوا تو اسٹوڈنٹس نے حیرانگی سے دیکھا' خوشی کا اظہار کیا' اک طائرانہ نگاہ ڈال کر میں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہیں تھی۔

''آج آئی بھی ہے یا نہیں؟'' میں اس کا نام دیکھ رہا تھا۔

''کیا میں اندر آسکتی ہوں سر؟'' اس آواز پر میری ہر حس جاگ اٹھی' گردن موڑ کر دیکھا وہ کھڑی اجازت طلب کر رہی تھی۔

''تو محترمہ آئی ہوئی ہیں اور مجھ سے چھپ رہی تھیں۔'' اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں حیرت در آئی تھی یقیناً وہ مجھے

یہاں ایکسپٹ نہیں کررہی ہوگی۔

"آپ لیٹ کیوں آئیں؟" میں نے چہرے پر سرد مہری سجا کے سوال کیا۔

"لیٹ تو نہیں ہوں۔" اس کے لڑکھڑاتے لہجے نے مجھے محظوظ کیا' مجھے محسوس ہونے لگا کہ وہ مجھ سے خائف رہتی ہے باقی سب سے تو نارمل بات کرتی تھی۔

"آپ تین منٹ لیٹ ہیں۔"

"سوری سر۔" اس کی مردہ آواز پر میرے اندر قہقہے ابلنے لگے۔

"آیئے' بیٹھیے۔" میں نے خشونت بھرے لہجے میں کہا۔ دوسرے اسٹوڈنٹس کی آمد پر میں نے پوچھ گچھ نہیں کی تو وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگی' بنا دیکھے بھی مجھے اندازہ تھا' میں اٹینڈنس لینے لگا۔

"ون زیرو سیون' ون زیرو ایٹھ' ون زیرو نائن۔" میں نے سر اٹھا کر دوبارہ پکارا کیونکہ آگے نام اسی کا درج تھا۔ "مس ون زیرو نائن...... اب کے میں نے ڈائس پر ہاتھ مارا۔ نجانے وہ کن سوچوں میں گم تھی' گھبرا گئی۔

"ج...... جی...... یس سر۔" اس کی بوکھلائی آواز پر کلاس میں زبردست قہقہہ ابھرا' خود میں نے اپنی مسکراہٹ بمشکل دبائی۔

"کہاں ہیں آپ؟" میرے لہجے میں مصنوعی غصہ در آیا۔

"یہیں ہوں سر۔" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے منمنائی۔

میں اپنی زندگی کا یہ دن کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔

❁......❁......❁

اس دن کے بعد سے صنم مجھ سے گریزاں نظر آنے لگی' جہاں میں ہوتا وہ اول تو وہاں جاتی نہیں اور اگر میں اس جگہ پہنچ جاتا تو وہ وہاں سے بھاگنے کے لیے پر تولنے لگتی۔ آج موسم صبح سے ہی ابر آلودہ تھا' وقفے وقفے سے بارش ہورہی تھی۔ اسٹوڈنٹس کم تھے جس کی وجہ سے شاید پوائنٹ نہیں جارہی تھی۔ صنم کو بس اسٹاپ پر کھڑا دیکھ کر میں نے اپنے دوستوں کو چلے جانے کا کہہ دیا۔ میں اپنی کار سے ٹیک لگائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا' چہرے پر پریشانی سجائے وہ بس کا انتظار کرتی بار بار نازک کلائی میں بندھی رسٹ واچ دیکھ رہی تھی۔ میں بھی چپ کھڑا تھا کیونکہ جتنا اسے اب تک جانا تھا۔ میرے آفر کرنے پر وہ یقیناً انکار کردیتی سو ایسی کوشش فضول تھی۔ اس کی نظر بھی غالباً مجھ پر پڑ گئی تھی اس لیے وہ اور خوف زدہ نظر آرہی تھی۔ اچانک ایک بائیک والے نے اس کے سامنے بائیک روکی تھی۔ وہ اسے لفٹ دینے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ بائیک والا دوسری بار جب پھر گھوم کر آیا تو میرے ضبط نے جواب دے دیا۔ بائیک جب میرے قریب سے گزری تو میں نے جما کے ایک مُکا اس کے جبڑے پر دے مارا' بائیک سلو تھی مگر وہ پھر بھی توازن نہ سنبھال پایا اور گر پڑا۔ اس کی ناک سے خون نکلنے لگا تھا' صنم کی چیخ پر میں پلٹا اور اسی وقت کا فائدہ اٹھا کے وہ بھاگ کھڑا ہوا' ایک تو یہ لڑکیاں بھی بات بے بات پر چیختی رہتی ہیں۔

صنم خاموش نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی' میں اس کے قریب گیا وہ ڈر کے پیچھے ہٹ گئی۔ بس آئی تو وہ بھی سوار ہوگئی۔

❁......❁......❁

دوسرے دن میرے یونیورسٹی پہنچنے سے پہلے ہی یہ خبر آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ کل احتشام مرتضیٰ نے صنم کی خاطر ایک لڑکے کو پیٹ مارا' ہر کوئی میری تعریف میں رطب اللسان تھا' زبان زد عام میرا اور صنم کا نام تھا۔ میں نے یہ تو نہیں چاہا تھا' اس کی پاک دامنی پر کوئی حرف آئے۔ یہ ہی سوچ کر تو میں نے آج تک اس سے اپنی بے چینیوں کا اظہار تک نہیں کیا تھا مگر عشق اور مشک بھی کبھی چھپتے ہیں۔

صنم کا غصے سے لال سرخ چہرہ دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی تھی' پگلی تھی یہ نہیں جانتی تھی کہ جو کل سب کو پتا چلنا ہے آج ہی چل جائے۔ کئی اک نے تو مجھے باقاعدہ مبارک باد دی مگر میں نے ان کے شک کو شک ہی رہنے دیا۔ جانتا تھا بلاوجہ کی خبریں اسے پریشان کردیں گی۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ فنکشن کی تیاری کے لیے آڈیٹوریم جارہا تھا جب ایک دم سے وہ میرے سامنے آکھڑی ہوئی' میرے بڑھتے قدم بے ساختہ اسے راہ میں حائل دیکھ کر رک گئے اور وہ آگے بڑھنے کی جسارت کر بھی نہیں سکتے تھے۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" پورے کانفیڈنس کا مظاہرہ کرتی وہ مجھے ہمیشہ سے زیادہ اچھی لگی۔ اس کے جملے میں اجازت کا رنگ نہیں تھا' نہ ہی وہ خواہش بیان کررہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک دھونس تھی' میرے دوستوں نے ہم دونوں کو دیکھا اور خاموشی سے چلے گئے۔

"جی کریں' کیا بات کرنی ہے۔" ستون سے ٹیک لگا کر میں نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ میری نظریں اس کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں جو غصے سے سرخ ہو رہا تھا یعنی وہ غصے کی میری طرح تیز تھی۔

"آپ خود کو ہیرو سمجھتے ہیں کیا؟ یہ کوئی فلم' کوئی ناول نہیں ہے' جس میں آپ مرکزی کردار ادا کریں گے۔ تعریفیں بٹوریں گے اور اللہ اللہ خیر صلا...... کس نے دی آپ کو اجازت کہ میرے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑیں۔" وہ اس وقت شدید غصے میں تھی' غصے کی شدت سے وہ بول بھی نہیں پا رہی تھی۔

"میرے دل نے۔" میرے آرام سے کہنے پر اسے پتنگے لگ گئے۔

"جہنم میں جائے آپ کا دل' آپ فوراً سب سے کہہ دیں میرا اور آپ کا کوئی ریلیشن نہیں ہے۔" وہ غصے میں بھی دلکش لگ رہی تھی۔

"میں کیوں تردید کرتا پھروں' میں نے تو کسی سے نہیں کہا کہ تم میری ہو۔" میرا لہجہ چڑانے والا تھا۔

"آپ کہہ کر تو دیکھیں۔" ہمیشہ میرے سامنے دبو' گھبرائی سی صنم کا آج جلال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا وہ مجھ سے مجھ ہی کے لیے الجھتی سیدھی دل میں اتری جا رہی تھی۔

"چیلنج کر رہی ہو؟" میں مسکرا رہا تھا۔

"ہاں۔" وہ آئی تو کوئی اور بات کرنے تھی مگر مجھے جما دیکھ کر تنتناتی ہوئی چلی گئی' مجھے اس کے بچگانہ انداز پر بہت پیار آیا۔

❁......❁......❁

سالانہ فنکشن کا انعقاد ہوا تھا' جس میں ہمارا گروپ پیش پیش تھا' پروگرام کی میزبانی میرے سپرد تھی۔ تمام حاضرین محفل نے گانے کی فرمائش کی تو مجھے بے ساختہ اس کا معصومانہ چیلنج یاد آ گیا' میں نے پہلے ہی اسے نظروں کی رینج پر رکھا ہوا تھا۔

"جس دن سے دیکھا ہے تم کو صنم
بے چین رہتے ہیں اس دن سے ہم
لگتا ہے ایسا خدا کی قسم' تم میرے ہو
تم میرے ہو......"

وہ اپنی جگہ بُری طرح جزبز ہوئی تھی' ماحول میں سیٹیوں اور داد کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے بے ساختہ اسے دیکھا

وہ مجھے ہی گھور رہی تھی‘ میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کئی لوگوں کا رخ بھی صنم کی طرف ہوگیا‘ فاریہ تو اسے باقاعدہ چھیڑ رہی تھی۔

پروگرام اختتام پذیر ہوچکا تھا کبے سے ایک روز نکال کر میں نے بجلی کی سی تیزی سے روز اس کے ادھ کھلے بالوں میں اٹکا دیا۔ کچھ تو سمجھ ہی نہ پائے اور کچھ کی آنکھوں نے یہ منظر اپنی بینائی میں محفوظ کرلیے۔ میرے فائنل ایگزام شروع ہوگئے اور ختم ہونے کے بعد میں گاؤں چلا گیا کہ اماں سائیں کو صنم کے بارے میں بتا کر رشتہ لینے بھیج دوں مگر اس سے پہلے میں نے جو خبر سنی اس نے مجھے ہوش سے بیگانہ کردیا۔ ایسا کیسے اور کیونکر ہوسکتا تھا۔ میرے بات کرنے سے پہلے زوار نے مجھے فون کال پر اطلاع دی کہ ”صنم کی شادی ہورہی ہے۔“ میں یہ خبر سن کر حواس باختہ ہوگیا۔

***

میں نے وہ پلان کیا جو میں عام حالات میں کبھی نہ کرتا‘ میرے لوٹنے تک صنم کی بارات اس کے در پر آچکی تھی میرے اندر موجود وڈیرے کا خون کھولنے لگا۔ میرے اشارے پر میرے آدمیوں نے اندر جا کر ہنگامہ کردیا اور دلہن صنم کو بے ہوش کرکے لے آئے‘ ڈرائیور نے اسپیڈ سے گاڑی دوڑادی۔

میں نے صنم کو اغوا کرلیا تھا اور کرتا بھی کیا؟ میرے چند منٹ کی تاخیر پر اس کا نکاح کسی اور سے ہوجاتا اور یہ میں کبھی ہونے نہیں دیتا۔ وہ صرف میری تھی‘ صرف میری‘ میں اسے اپنے شہر والے گھر لے گیا وہ بدستور بے ہوش تھی۔

میں دلہن بنی صنم کو پلکیں جھپکائے بنا دیکھ رہا تھا‘ وہ دلہن بن کر میرے تصور سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی‘ میں نے جھک کر اس کی ریشمی زلفوں کو زمین سے اٹھایا۔

”تم......“ صنم کی آنکھ کھل گئی تھی‘ پہلے تو وہ کچھ سمجھی نہیں مگر حواس بیدار ہوئے تو اس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔

”ہاں میں۔“ میں اس کے سامنے براجمان ہوگیا‘ وہ سمٹ کر دور ہوئی۔

”تم نے مجھے اغواء کرلیا؟“ وہ بند کمرے کو غور سے دیکھتے صدمے سے چور آواز میں کہہ رہی تھی جسے اسے مجھ سے ایسے اقدام کی امید نہ ہو۔

”اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا‘ تمہاری شادی......“

”تمہاری ہی وجہ سے مصیبت ٹوٹی ہے مجھ پر‘ نہ تم مجھے رسوا کرتے نہ میرے اپنے مجھے بوجھ سمجھنے لگتے۔ تمہیں تو قتل کردینا چاہیے‘ تم زندہ رہنے کے لائق نہیں ہو۔“ نفرت و غصے سے اس کی آواز پھٹ گئی‘ آنسو اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

”تمہیں برباد کرنے کو ایک میں ہی ملی تھی‘ دنیا لڑکیوں سے بھری پڑی ہے‘ کیوں کیا تم نے ایسا؟“ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی‘ اس کی حالت پر مجھے ندامت محسوس ہوئی۔

”کوئی تم جیسی نہیں تھی۔“ میں نے سچائی سے اعتراف کیا۔

”تم کیا سمجھ رہے ہو‘ تم مجھے اپنالو گے یاد رکھو میں خودکشی کرلوں گی مگر تمہاری نہیں ہوسکتی۔“ وہ غصے سے پھنکاری۔

”ایسی کوئی کوشش بھی مت کرنا ورنہ میں تمہارے خاندان کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا اور اسے تم صرف دھمکی مت سمجھنا۔“ میرے لہجے میں وڈیروں جیسی سفاکی آگئی‘ وہ ساکت رہ گئی تھی۔ ”میرے دوست قاضی لے کر آتے ہی ہوں گے‘ تم تیار ہوجاؤ۔“

”تم سے نکاح نہیں کروں گی مجھے گھر جانے دو۔“ وہ رو رہی تھی۔

”پانچ گھنٹے گھر سے باہر رہی ہو‘ بارات تو کب کی واپس بھی جاچکی ہوگی۔ ضد نہ کرو میں باعزت طریقے سے تم سے نکاح کررہا ہوں ورنہ یہاں کون ہے جو مجھے روکے۔“ میرے سرد لہجے نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیئے تھے۔ دیوار کے ساتھ لگ کے زمین پر بیٹھی وہ بازوؤں کے گھیرے میں اپنا چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

مجھے تکلیف تو بہت ہوئی تھی مگر میں نے سوچ لیا تھا اس کی ہر تکلیف دور کردوں گا۔ میں ایسا کب چاہتا تھا میں تو باعزت طریقے سے اسے اپنانا چاہتا تھا مگر جب وقت گزرتا ہے تب ہمیں سود و زیاں کا احساس ہوتا ہے کہ ہم نے کیا پایا‘ کیا کھویا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ مسز احتشام مرتضیٰ بن چکی تھی۔ مشرقی لڑکی تھی اسے تو یہ سب کرنا ہی تھا‘ اپنی انا‘ حیا‘ نسوانیت عزیز تھی۔ میں نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا‘ زبردستی زندگی میں تو شامل کرلیا تھا مزید نہیں کرسکتا تھا وہ روتی رہتی تھی کئی دن کے فاقوں نے اسے کملا دیا تھا۔

”چلو تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔“ اس کی گرتی صحت نے مجھے ایک ہفتہ میں فیصلہ کرنے پر مجبور کردیا‘ وہ حیرانی سے مجھے دیکھ

رہی تھی۔

"میں تمہارے والدین سے معافی مانگ لوں گا اور گاؤں سے اماں سائیں تمہیں رخصت کرنے آجائیں گی۔" میری باتوں نے اس پر ٹھیک ٹھاک اثر کیا تھا' وہ فوراً تیار ہوگئی۔

"تُو کیا منہ لے کر آئی ہے منحوس..... ماں' باپ کی عزت خاک میں ملاتے تجھے ذرا غیرت نہ آئی۔" سب سے پہلے صنم کی امی سے سامنا ہوا۔

"آپ میری بات تو سنیں۔" میں نے کچھ کہنا چاہا۔

"تمہاری بات سنوں' تمہارے ساتھ ہی تو بھاگی تھی۔"

"امی.....!" اس الزام پر صنم کی آواز رندھ گئی' وہ حیرت سے ماں کو دیکھنے لگی تھی۔ میں بھی ہکا بکا رہ گیا تو یہاں معاملے کو یہ رنگ دیا گیا تھا۔ میں اقرار کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اسے اغواء کروایا تھا مگر مجھے موقع نہیں مل رہا تھا۔

"تُو پیدا ہوتے ہی مر کیوں نہیں گئی صنم..... دور ہوجا میری نظروں سے..... سمجھنا مر گئے تمہارے ماں باپ نکل جا گھر سے..... باپ اور بھائی نے تجھے دیکھ لیا تو گولی ماردیں گے' چلی جا..... نکل گھر سے۔" صنم کی امی نے اسے دھکا دیا وہ لڑکھڑائی تو میں نے آگے بڑھ کے تھام لیا۔

صنم سکتے کی حالت میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر مجھے بہت ندامت ہو رہی تھی۔ اسے اس حال پر لانے والا میں ہی تو تھا' میں نے ہی تو اسے اپنوں کی نظروں سے گرادیا تھا پھر بڑی عجیب چیز ہوئی۔ میرا ہاتھ جھٹک کر وہ باہر کھڑی کار میں جا بیٹھی' میں اس کے انداز دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"معذرت خواہ ہوں تم سے۔" کار اسٹارٹ کرتے میں نے ندامت سے کہا۔

"معذرت کیوں کررہے ہو جب آگ لگائی ہے تو تماشہ بھی دیکھو۔" میری بات کاٹ کر وہ ترخ کے بولی' اس کی حالت کے پیش نظر میں خاموش ہوگیا۔

❀.....❀.....❀

اگلے دن بابا سائیں چلے آئے۔

"پتر..... میں کیا سن رہا ہوں تُو نے بیاہ کرلیا؟"

"آپ نے ٹھیک سنا ہے۔" میں نے بلا جھجک اعتراف کرلیا۔

"اور تیرے چاچے کی بیٹی جو تیرے نام سے منسوب ہے۔" بابا سائیں نے میری بچپن کی منگیتر کا حوالہ دیا جو مجھے کبھی پسند نہیں تھی۔

"اس کی شادی آپ کسی اور سے کردیں۔" میں نے مشورہ دیا۔

"میں تیرا مشورہ لینے نہیں آیا پتر..... تُو چاہے جتنی مرضی بیاہ کرلے مگر چاچے کی بیٹی کا بیاہ تجھ سے ہی ہوگا۔" بابا سائیں بھی غصے میں آگئے۔

"میں نے ایک بیاہ کرنا تھا وہ میں کرچکا ہوں' دوسری' تیسری کی نہ خواہش ہے نہ ضرورت۔" میرا لہجہ بھی سخت ہوگیا۔

"میں تجھے عاق کردوں گا۔" بابا سائیں نے آخری حربہ آزمایا۔

"شوق سے کریں' میں بھی آپ ہی کا خون ہوں آپ جتنا ضدی تو میں بھی ہوں۔ زمین' جائیداد کی لالچ میں' میں محبت پر ظلم نہیں کرسکتا۔" میری حرکت نے پہلے ہی صنم کو رلایا' میں جانتے بوجھتے مزید ستم اس پر نہیں کرسکتا تھا اور مجھے اس کے علاوہ کچھ چاہیے بھی نہیں تھا۔

"پتر یہ تُو اچھا نہیں کررہا۔" بابا سائیں کا لہجہ نرم پڑ گیا۔ وہ مجھے سب سے زیادہ چاہتے تھے۔

"پلیز بابا سائیں..... آپ ایک بار اپنی بہو سے مل تو لیں' وہ میری زندگی ہے۔" جواب میں' میں نے بھی لجاجت سے کہا تو بابا سائیں مسکرادیے۔

"بہت ضدی ہے تُو آخر کو مجھ پر گیا ہے۔" بابا سائیں نے میرا کاندھا تھپکا۔ بابا سائیں نے بھی اماں سائیں سے خاندان سے ٹکر لے کر شادی کی تھی جواب میں دادا جی نے عاق کردیا تھا مگر دادا جی بیٹے کی جدائی برداشت نہ کرسکے اور انہیں واپس بلالیا۔

صنم بابا سائیں سے کھنچی کھنچی ملی' بابا سائیں نے شرم پر معمور کیا۔ مجھ سے اس کی بول چال بند تھی' میری طرف تو دیکھتی بھی نہیں تھی' دعاؤں سے نوازتے بابا سائیں نے ہمیں گاؤں چلنے کا کہا' میں نے ہامی بھرلی۔

"گاؤں چلو گی؟" میرا پوچھنا غضب ہوگیا۔

"جب زبردستی زندگی میں شامل کیا ہے تو میری مرضی آپ کی نظر میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔" نفرت سے کہے اس کے جملے نے مجھے خاموش کردیا تھا۔

❁.......❁.......❁

''پتر تم لوگوں کے لیے کمرے میں چارپائی لگواؤں یا چھت پر؟'' ہم گاؤں پہنچ گئے تھے' سب نے خوش دلی سے استقبال کیا تھا۔ اماں سائیں پوچھ رہی تھیں کیونکہ میں جب بھی گاؤں آتا تھا چھت پر ہی سوتا تھا۔

''چھت پر ہی لگوالیں اماں سائیں۔'' میں نے صنم کو شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو وہ رخ پھیر گئی۔ گاؤں آکر وہ بہل گئی تھی' اماں سائیں میں یقیناً وہ اپنی ماں کو تلاش کررہی تھی۔

''بہت رات ہوگئی پتر...... اب جاکے سوجاؤ' تھکے ہوئے ہوگئے تم لوگ۔'' اماں سائیں نے کہا تو میں چھت پر چلا آیا۔ وہ وہیں بیٹھی اماں سائیں کے پیر دباتی رہی' میں بے چینی سے اس کا انتظار کررہا تھا۔ دل میں عہد کررکھا تھا آج ساری دوری ختم ہوجائے گی مگر وہ ستم گر اماں سائیں کے کمرے میں بیٹھی نمبر بنارہی تھی۔

''آ بھی جاؤ سنگ دل۔'' آسمان کے سینے پر چمکتے چاند کو دیکھ کرلبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

سیڑھیاں پر مرتے قدموں سے چڑھتی وہ اوپر آرہی تھی۔ لگ رہا تھا اماں سائیں نے اسے زبردستی کمرہ بدر کیا ہے۔ مجھے اس کی حالت زار پر ہی ہنسی آرہی تھی' شہر میں تو وہ الگ کمرے میں رہتی تھی۔ یہاں دو چارپائیوں کو ملاکر بچھایا گیا' وہ اپنی چارپائی الگ کرنے کو جھکی اس کا ریشمی دوپٹہ ہوا سے اڑکر میرے سینے پر آگرا۔ دوپٹہ اٹھانے کو جھکی تو میں اس سے پہلے دوپٹہ اٹھا کر ہاتھ دور کرچکا تھا۔

''میرا دوپٹہ......'' جھجکتی ہوئی وہ خفگی سے بولی۔

''ختم کرو ناراضگی' کتنی بار معافی مانگ چکا ہوں' دوستی کرلو۔'' میں نے اس کی کلائی کو جھٹکا دیا تو وہ اپنا توازن سنبھال نہ پائی۔

''آپ اچھا نہیں کررہے۔'' اس نے اپنے نیلو میری گردن میں چبھو دیئے' اس کا رونا' بددعائیں دینا کوئی مجھے روک نہ پایا۔

❁.......❁.......❁

میں دن چڑھے تک سوتا رہا' اٹھا تو موسم قیامت ہورہا تھا۔ میری سرشاری عروج پر تھی' میں نیچے اتر آیا' نظریں اسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں اس کی تلاش میں کچن تک آیا' ملازمہ کے علاوہ یوسف بھائی کی بیگم تھیں' کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو نے بھوک کا احساس دلایا۔

''بھرجائی' کچھ کھانے کو ہے؟''

''آج بہت سویا تو۔'' بھرجائی نے چھیڑا۔ میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسکرادیا۔

''صنم کہاں ہے؟'' بھرجائی نے بسکٹ اور چائے میرے سامنے رکھی تو میں نے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے استفسار کیا۔ چائے سے پہلے میری آنکھیں نہیں کھلتی تھیں یہ سب کو پتا تھا تب ہی بھرجائی نے پہلے چائے ہی دی۔

''اماں سائیں کے پاس ہے۔''

''بھرجائی نمبر بنارہی ہے' آپ بھی کچھ خیال کرو۔'' میں نے چھیڑا۔

''ہٹ پرے' اتنی اچھی دیورانی سے لڑاتا جاہتا ہے مجھے۔'' انہوں نے پیار سے جھڑکی دی تو میں مگ اٹھا کر مسکراتا ہوا کچن سے نکل گیا۔

''السلام علیکم اماں سائیں۔'' اسے دیکھنے کے خیال سے میں اماں سائیں کے کمرے میں چلا آیا۔ ان کے نزدیک جاکر سر پر پیار لیتے میں نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا تو وہ غصے سے منہ پھیر گئی تھی۔

''شام ہونے کو آئی ہے پتر...... تو اب اٹھ رہا ہے' تیرے آرام کے خیال سے اٹھایا نہیں۔''

''یہ آپ اپنی بہو سے پوچھیں جلدی سونے ہی نہیں دیا اس نے۔'' میں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے صنم کے کان میں سرگوشی کی' اماں سائیں اپنی مسکراہٹ نہ چھپا پائیں' اس کا چہرہ ٹماٹر کی طرح لال ہوگیا۔

''میری بیٹی کو کچھ نہ بول' جانتی ہوں تجھے نیند کے معاملے میں کیسا ہے۔'' اماں سائیں نے سے خود سے لگالیا تو مجھے دلی مسرت ہوئی۔

''سیر کو چلوگی؟'' میں نے براہ راست اس سے سوال کیا' وہ اماں سائیں کی وجہ سے چپ رہی ورنہ کوئی کرارا جواب تو ضرور دیتی۔

''ہاں' ہاں پتر...... جا گھوم دیکھ ہمارا گاؤں کیسا ہے' جا شاباش۔'' اس سے پہلے کہ وہ منع کرتی اماں سائیں کے اصرار نے اسے اٹھنے پر مجبور کردیا۔

❁.......❁.......❁

بلوسوٹ میں وہ تیار ہوکر آئی تو میں سیٹی پر دھن بجا کے رہ گیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی تھی' میں ہنس پڑا۔ خفگی اب بھی اس کی آنکھوں میں تھی' مجھے تو اس نے نظر اٹھا کے دیکھا بھی نہیں تھا۔ واک کرتے ہوئے ہم فارم ہاؤس آگئے' گھوڑوں کو دیکھ کر میرا موڈ رائیڈنگ کا ہوگیا' صنم خاموشی سے میرے ساتھ چل رہی تھی۔ اسے تنگ کرنے کو میں نے اس کے بالوں کو بینڈ سے آزاد کردیا' وہ خفگی سے مجھے دیکھ کے رہ گئی' کچھ بولی نہیں۔

''رائیڈنگ کرنی ہے؟'' اپنا پسندیدہ گھوڑا منگوا کر میں بیٹھ چکا تھا' وہ نفی میں سر ہلاتی' بے تاثر نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں اس کی قربت میں جتنا سرشار تھا وہ اتنی ہی بے زاری کا شکار لگتی تھی۔

''کم آن یار زندگی ایسی تو نہیں کہ رو کر جیا جائے' خوش رہو ہر لمحے سے خوشی کشید کرو۔ تمہارا میاں اتنا ہینڈسم ہے اس پر اتراؤ۔'' میں اسے چھیڑ رہا تھا' اس کی آنکھوں میں نمی پھیلنے لگی تھی۔ میں نے جھک کر اسے کھینچا اور اپنے آگے بٹھا کر گھوڑے کی لگام پکڑلی۔ وہ بیٹھتے ہوئے ڈر رہی تھی گھوڑے نے اسپیڈ پکڑی تو وہ مارے خوف کے آنکھیں بند کرگئی۔ اس کی حالت بُری ہورہی تھی' میں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی وہ اور سرپٹ دوڑنے لگا' صنم نے مجھے مضبوطی سے پکڑلیا تھا۔

''احتشام مجھے بہت ڈر...... ڈر لگ رہا ہے' روکیں اسے۔'' اس کے کانپتے لہجے نے مجھے مسکرانے پر مجبور کردیا' مجھے اپنا نام آج پہلی بار خوب صورت لگا جو اس نے پہلی بار لیا تھا۔

''مجھے اتاریں۔'' وہ چیخ رہی تھی خوف سے زرد اس کا چہرہ دیکھ کر میں نے اس کے ساتھ گھوڑے سے چھلانگ لگائی تھی مکئی کے کھیت میں وہ مجھ پر آگری تھی۔ میری نہ رکنے والی ہنسی نے اسے مزید چراغ پا کردیا تھا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ میری شوخی پر منہ بگاڑ کر بال سمیٹتی' کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا خیال ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا' وہ منہ پھیر کر چلنے لگی۔ گھوڑے کی لگام تھام کر میں بھی اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں سے بینڈ پھر نکال دیا۔ میرا مقصد اسے صرف تنگ کرنا تھا تاکہ وہ چیخے چلائے ان فیکٹ اسے اپنانے کے بعد سے میں بہت سرشار تھا' بال پھر بکھر گئے تو اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آگئے۔

''ہے...... اس میں رونے کی کیا بات ہے' لاؤ میں باندھ دوں۔'' میری بات پر اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی۔

❁......❁......❁

ہم ایک ماہ حویلی میں رہے اس کے بعد شہر چلے آئے' بابا سائیں نے مجھے بزنس شروع کرنے کے لیے پیسے دیئے۔ اب میں گھر بار والا جو ہوگیا تھا۔ دن گزرتے رہے' صنم سے میری محبت بڑھتی رہی۔ اس کی سنگت میں مجھے خبر ہوئی زندگی کی حقیقی لذتیں کیسے حاصل ہوتی ہیں۔ میں خوش تھا' بہت خوش میری ہر بات' میرا ہر حکم بے چوں چرا مان لیتی مگر مجھے بار بار ایسا محسوس ہوتا کہ وہ خوش ہونا چاہتی ہے مگر ہو نہیں پاتی۔ میری رفاقت پر فخر کرنا چاہتی ہے مگر کر نہیں پاتی۔ نجانے ایسی کیا چیز تھی جو اسے روکتی تھی' میرے بارہا پوچھنے پر بھی وہ کچھ نہیں بولتی تھی' میں جھنجلا جاتا' وہ مجھ سے اختلاف کیوں نہیں کرتی۔ فرمائش کیوں نہیں کرتی' بیویوں کی طرح دیر سے لوٹنے پر لڑتی کیوں نہیں۔ وہ برف کا تودہ بن گئی تھی جس سے ٹکراتے ٹکراتے میں تھک جاتا تھا۔ میں ہزار کوشش کرتا اس گلیشیئر کو پگھلانے کی مگر ناکام رہتا تھا۔ ہماری زندگی سپاٹ تھی' میں اپنے بزنس کو پھیلانے میں مصروف ہوگیا' ہزاروں شکایت کے باوجود مجھے صنم سے بے تحاشا محبت تھی۔

ہماری زندگی میں ہلچل مچانے ہماری بیٹی جاناں چلی آئی' مجھے لگا تھا اب برف کا تو ضرور پگھل جائے گا مگر ایسا کچھ نہ ہوا' جاناں سے اسے بھی محبت تھی مگر جانے کیوں وہ مجھ سے' میری بیٹی سے اظہار نہیں کرتی تھی۔ اب وہ اکتائی ہوئی رہنے لگی۔

اک بار رونق شہر سے خالی واپس آکر
میں نے اپنا شہر بسایا تنہائی میں

اس کی گرتی صحت نے مجھے مشکوک کیا تو اسے زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ کیے تھے' رپورٹس آئیں اور ڈاکٹر نے جو کہا اس نے مجھے مسمرائز کردیا۔ ایسے کیسے ہوسکتا تھا' ڈاکٹر جھوٹ بول رہا ہوگا۔ رپورٹیں غلط ہوسکتی تھیں میں یقین کرنا نہیں چاہتا تھا۔

صنم کو کینسر ہوگیا تھا...... میری صنم کو...... میں گھر آکر رو دیا تھا۔ تو یہ روگ پال رہی تھی وہ خاموشی اسے دیمک کی طرح کھا رہی تھی۔ اسے اپنانے کی اس نے خود کو اتنی بڑی سزا دی تھی' میرا ضبط جواب دے گیا تو پانچ سالہ رفاقت میں پہلی بار میں

اس سے اونچے لہجے میں بولا' اسے جھنجھوڑا تھا۔

"کیوں کی تم نے ایسی حرکت...... بولو سزا دینی تھی تو مجھے دیتیں۔ میرا سرتن سے جدا کردیتیں' میرے سینے میں خنجر اتار دیتیں' بخدا میں حرف شکایت زبان پر نہ لاتا' نہیں جی پاؤں گا تمہارے بناء۔ ایک بھول کی اتنی بڑی سزا تو نہ دو' تم جیو گی' تمہیں جینا پڑے گا میرے لیے کیونکہ خالق کائنات نے تمہیں صرف میرے لیے بھیجا تھا۔ تم میری ہو سمجھیں...... تمہیں جینا ہے...... تم جیو گی......" اسے خود سے بھینچے میں رو رہا تھا۔

"کیا چاہیے تمہیں بولو' میں دوں گا' کچھ تو مانگو۔ جان بھی دے دوں گا' تم کچھ کہو تو......" اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر میں بھکاری کی طرح فریاد کررہا تھا۔ "مجھے اتنی بڑی سزا نہ دو صنم' میں جیتے جی مرجاؤں گا۔" میری دہائیوں پر بھی وہ کچھ نہ بولی' میں نے اسے اسپتال میں ایڈمٹ کروایا' بقول ڈاکٹر......

"مرض ابھی فرسٹ اسٹیج پر تھا' مریضہ قوت مدافعت سے کام لے تو جلد اس بیماری سے چھٹکارا پاسکتی ہیں مگر مریضہ کو زندگی سے محبت ہونی چاہیے۔" میں نے اس سے التجا کی' وہ میرے لیے نہ صحیح ہماری بیٹی کے لیے جیے۔ مجھ سے نفرت ہے تو بے شک کرے' منع نہیں کروں گا مگر اسے زندہ رہنا ہے مگر اس کے اندر کی برف نہ پگھلی۔ میں نے اپنا سارا آرام و چین سکون تج دیا تھا' بزنس بھول چکا تھا۔

دن رات اس کی تیمارداری میں لگا رہتا' جاناں کو اماں سائیں کے پاس چھوڑ آیا تھا کیونکہ اسے توجہ نہیں دے پارہا تھا۔ کسی کو بھی صنم کی بیماری کا نہیں بتایا' انہیں تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ میں نے صنم کو زبردستی اپنایا تھا اور اس نے مجھ سے کتنا خاموش انتقام لیا تھا اور بالآخر مجھے پتا چل ہی گیا وہ کیا بات ہے جو اسے تنگ کیے ہوئے ہے' صنم کو سوتا سمجھ کر میں میڈیسن لینے گیا تھا۔

"میں ویسی نہیں تھی جیسا آپ نے سمجھا تھا امی...... میں نے آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگائی تھی مگر آپ نے مجھے بے اعتبار کرکے مجھے جیتے جی مار دیا۔ آپ اپنی بیٹی کو سمجھ نہ سکیں......" اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔

تو یہ تھی وجہ جس نے اسے بکھیر کے رکھ دیا تھا' ناکردہ گناہوں کا بوجھ اٹھائے وہ تھک گئی تھی۔ جب ہمارے اپنے ہمیں غلط سمجھیں' الزام تراشی کریں' زندہ ہونے پر مردہ تصور کرلیں اس وقت دل مرجاتا ہے۔ مجھے بھی احساس ہوگیا تھا میں نے ایک لڑکی کے پندار کو ٹھیس پہنچا کر اسے موت کے حوالے کردیا' میں اس کا قاتل تھا۔

✿......✿......✿

دوسرے دن میں صنم کے گھر گیا مگر وہ لوگ کہیں اور شفٹ ہوچکے تھے' انہیں ڈھونڈنے میں مجھے کئی دن لگے تھے۔ اس کے بعد کے حالات بہت ذلت آمیز تھے' صنم کی فیملی نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا مگر میں نے بھی اپنی آن' انا سب صنم کی زندگی پر قربان کردی تھی۔ ان سب کو مشکلوں سے یقین دلایا کہ خطاوار میں ہوں' میرے اقبال جرم اور صنم کی بیماری کی خبر نے ان کے دل نرم کردیئے تھے۔

"دیکھو تم سے ملنے کون آیا ہے۔" وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی' میرے کہنے پر بھی اماں اور بابا سائیں آئے ہیں' وہ اٹھ بیٹھی۔

"امی...... ابو...... بھائی......" اس کے لب پھڑپھڑائے' وہ اپنوں کو برسوں بعد سامنے دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

"ہاں میری بچی...... کیسی ہے تُو؟" صنم کی امی نے آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگالیا۔

"امی...... میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا' میں بے قصور ہوں۔ آپ کا پڑھایا ہوا سبق بھولی نہیں تھی پھر آپ نے مجھ پر اعتبار کیوں نہ کیا؟" وہ برسوں کا غبار آنسوؤں کی صورت نکال رہی تھی شاید گلیشیئر پگھلنا شروع ہوگیا تھا۔

"احتشام نے ہمیں سب بتادیا ہے۔" ابو نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا' وہ مجھے دیکھنے لگی۔ خوب گلے شکوے ہوئے اور بالآخر دل صاف ہوگئے۔

"تم آرام کرو بیٹا...... مجھے تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں لگ رہی' میں صنم کے پاس رہوں گی۔" صنم کی امی نے اپنائیت سے کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں' میں ہوں نہ یہاں' آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے صنم کے چہرے پر ایک سکون پھیلتے دیکھا۔

"یہ مسلسل کئی راتوں سے جاگ رہے ہیں' امی آپ انہیں گھر بھیجیں۔" صنم کا پہلی بار اپنے لیے فکرمند لہجے نے کونا گو سکون دیا۔

امی کے اصرار پر میں گھر چلا آیا' تھوڑی دیر آرام کرکے

فریش ہوا پھر دوبارہ ہسپتال چلا آیا کہ اس سے دور رہ کر اور برے برے خیال آرہے تھے۔ رات امی کو گھر بھیج دیا تھا تاکہ وہ بھی آرام کرلیں۔

"کیا بات ہے؟" صنم کی نظریں خود پر کافی دیر سے محسوس کررہا تھا۔

"بہت شکریہ۔"

"کس بات کا؟" میں انجان بن گیا۔

"میری طرف سے سب کا دل صاف کرنے کے لیے۔" وہ آسودگی سے چادر اوڑھ گئی۔

"اتنی سی بات اگر تم مجھے پہلے کہہ دیتیں تو تمہارا کیا ہرج ہوتا۔ تم اس حال کو تو نہ پہنچتیں۔" میں نے شکوہ کیا، وہ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔

"میں آپ کو جھکتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔" اس کا لہجہ دھیما۔

"کیوں؟"

"آپ سے کبھی نہیں کہا مگر آج کہہ رہی ہوں کہ صرف آپ ہی نہیں میں بھی آپ سے یونیورسٹی کے پہلے ہی روز سے محبت کرنے لگی تھی لیکن میں کبھی اقرار نہیں کرتی کہ مجھے اپنے والدین اور بھائی کی عزت کا مان رکھنا تھا لیکن آپ کے ساتھ جب میرا نام لیا جانے لگا تو امی نے بالا ہی بالا میرا رشتہ اور شادی طے کردی لیکن آپ نے...... پھر امی نے جس طرح مجھے دھتکارا میں کبھی بھول نہ سکی۔ آپ کو نقصان نہیں پہنچاسکتی تھی اس لیے اندر ہی اندر گھلنے لگی آپ مجھے میرے دشمن لگتے تھے لیکن میں آپ سے نفرت بھی نہیں کرسکتی تھی۔ آپ کے عمل نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور میں اس کی محبت میں بھیگ رہا تھا۔

میں اسے علاج کے لیے ملک سے باہر لے جانا چاہتا تھا' بڑے سے بڑا ڈاکٹر اور مہنگے سے مہنگے اسپتال میں اس کا علاج کروانا چاہتا تھا مگر ڈاکٹر نے خوش خبری دی کہ اس کی ضرورت نہیں وہ تیزی سے ریکور کررہی تھی۔

میری ان گنت دعائیں اس رب کریم نے قبول کرلی' صنم مکمل صحت یاب ہوگئی۔ صنم کو نئی زندگی مل گئی تھی' ہمارا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن چکا تھا۔ صنم خوش تھی اور میں بھی جان گیا تھا' زور زبردستی سے رشتہ جوڑ سکتا ہے مگر دل نہیں۔ میں نے اس سے معافی مانگی تھی' ایک نئی صنم کا جنم ہوا تھا جو زندگی سے

بھرپور تھی۔ میرے سارے گلے اس نے ایسے دور کیے تھے کہ پھر کوئی گلہ رہا ہی نہیں۔ مجھے گلہ تھا میرا حکم چوں چرا کیے بناء مان لیتی ہے اب اس نے مجھ پر حکم چلانا شروع کردیا۔ اب وہ مجھ سے ہر بات پر اختلاف کرتی تھی۔

''یہ ٹائی ذرا اچھی نہیں لگ رہی' اب میں خود آپ کی شاپنگ کروں گی۔''

لو جی ہوگئی چھٹی' مجھے گلہ تھا فرمائش کیوں نہیں کرتی' اب جب شاپنگ سے لوٹتے تو والٹ میں کچھ نہیں بچتا تھا۔ مجھے گلہ تھا لڑتی نہیں آئے دن یہ تماشہ ہونے لگا۔

''آپ کے پاس بالکل ٹائم نہیں ہم ماں بیٹی کے لیے۔ مجھے سسرال جانا ہے یا میکے کی یاد آرہی ہے آج پیرنٹس ڈے تھا میں اور جاناں آپ کا انتظار ہی کرتے رہ گئے۔''

سارے موسم سارے تہوار اب خوشی دینے لگے تھے' ہماری زندگی ہی جیسے اب شروع ہوئی تھی۔ رمضان المبارک کا عشرہ شروع ہونے والا تھا اور وہ سپر اسٹور سے مہینے بھر کی خریداری کررہی تھی۔ افطاری میں یہ تیار کروں گی' سحر میں وہ...... میں بھی خوشی خوشی اس کی پلاننگ سن رہا تھا ورنہ اب تک کے روزے تو بڑے پھیکے گزرے تھے۔ وہ لاتعلقی کی فضا اب نہیں تھی اب ہر رنگ ہر تہوار جدا تھا۔

صبح سے ہی وہ کچن میں گھسی رمضان المبارک کے لوازمات بنا کر فریز کررہی تھی۔ کل رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کی قوی امید تھی' کل ہی ہماری شادی کو چھ سال ہوجائے گے' باہر سے آوازیں آرہی تھیں یقیناً مجھے ہر جگہ تلاش کرکے اب وہ اسٹڈی میں چھاپہ مارنے آرہی ہے اور پھر دھڑ سے دروازہ کھلا۔

''اتنی رات ہوگئی آپ اب بھی کام میں مصروف ہیں۔'' وہ اندر چلی آئی' سوچ رہی تھی میں آفس کا کام کررہا ہوں لیکن اسے خبر نہ ہوئی میں آپ لوگوں کو کہانی لکھ رہا تھا۔

''سونے کی کریں اب کل سے یوں بھی تراویح پڑھنی ہے پھر سحری افطاری کی مصروفیات ہوں گی۔ آج سے ہی روٹن میں تبدیلی لے آئیں تو کل سے دقت نہیں ہوگی۔'' وہ کمرے کی بکھری چیزوں کو جگہ پر رکھتی اپنے انداز میں گویا تھی۔

''اوکے'' میں نے ٹالنا چاہا مگر اس کا رخ میری طرف ہوچکا تھا۔

''بہت رات ہوگئی' اٹھیں۔'' وہ تحکم بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

''دس منٹ' تھوڑا سا کام ہے۔'' میں نے دہائی دی۔

''کریں' میں یہیں بیٹھی ہوں۔'' وہ رائٹنگ ٹیبل پر پیر لٹکا کے بیٹھ گئی۔ پیپرز پر اس کی نظر نہیں پڑی' وہ میرے اتنے قریب تھی تو میں لکھنے کی جسارت کیسے کرسکتا تھا۔ میں آئیں بائیں شائیں کرنے لگا' وہ بھی چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔

''دس منٹ ہوگئے۔''

''جاناں کہاں ہے؟'' مقصد اس کی توجہ کسی اور طرف مرکوز کرنا تھی۔

''سوچکی ہے۔'' گویا کوئی موقع نہیں تھا مزید صفحے کالے کرنے کا۔

''تھوڑا ٹائم نہیں مل سکتا۔'' مسکین سی شکل بنائی مگر الٹا اثر ہوا۔

''بالکل نہیں' بند کریں یہ فائل۔'' اس نے خود بند کرکے پین بھی قبضے میں لے لیا۔ ''مجھے نیند آرہی ہے اٹھیں۔''

''اچھا بابا' چلو......'' میں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تو اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا اور میں نے اس کے ساتھ مل کر خوشیوں کی دہلیز پر قدم رکھ دیا تھا۔

محبت کی دیوی کو روٹھنے مت دیجیے گا اگر یہ ایک بار روٹھ جائے تو بڑی مشکلوں سے مانتی ہے۔ محبت کا چاند بھی کبھی کبھی طلوع ہوتا ہے' اسے بہت خوشی سے دل کے آنگن میں اتارا کیجیے۔ محبت زور زبردستی کا نہیں راہ کی دھول ہوجانے کا کھیل ہے۔ محبت میں بھلے عزت بہت معنی رکھتی ہے لیکن عشق میں کتنی ہی رسوائی ملے' دھتکارا جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عشق خودی کا نہیں بے خودی کا نام ہے' جہاں عزت معنی کھوجاتے ہیں۔ اپنی ذات ترجیحات مٹ جاتی' ہے عزت و ذلت کے کھل جاتے ہیں بس عشق ہوتا ہے چارسو کو بہ کو۔

# محبت کہیں جسے

## سویرا فلک

عمر کی لاحاصلی سے مل لیے
چلتے چلتے زندگی سے مل لیے
ایک ادھوری داستانِ غم کوئی
نامکمل ایک خوشی سے مل لیے

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر۔'' موبائل پر موصول ہوئے اس پیغام پر اس نے سامنے والی وال کلاک پر نظر ڈالی تو گھڑی کی سوئیوں نے رات کے بارہ بجنے کا عندیہ دیتے ہوئے اس کے شبہے کی تصدیق کردی اس نے گہرا سانس لے کر موبائل سائیڈ ٹیبل پر واپس رکھا اور دوبارہ عمیرہ کی ''لاحاصل'' پڑھنے میں مگن ہوگئی لیکن اب کے بجتی موبائل کی رنگ ٹون نے اس کی کوشش پھر سے ناکام بنادی تو اس نے جھنجلاہٹ کے مارے کتاب جھٹکے سے بند کی اور موبائل اٹھا کر کال ریسیو کی۔

''تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے بہت ڈھیٹ ہو تم۔''

''او مائی...... برتھ ڈے گرل کیا ہوگیا...... یار عنایا میں نے تو تمہیں وش کرنے کی روایت نبھانے کے لیے فون کیا اور محترمہ ہیں کہ تمام لحاظ و مروت کو بالائے طاق رکھے بیٹھی ہیں۔'' جواباً اور غیر متوقع طور پر دوسری جانب سے مومنہ کی آواز سن کر وہ بری طرح چونک گئی۔ جلدی میں اس نے ان کمنگ کالر کا نام پڑھے بغیر کال ریسیو کرلی تھی۔

''اوہ آئی ایم سوری مومنہ...... میں سمجھی کہ...... اینی ویز تھینک یو۔''

''ویل کیا بات ہے آپ کی سمجھ کی کہ بنا مبارک باد لیے ہی تھینک یو کردیا...... ان ایڈوانس...... ویسے کافی سوار کرلیا ہے لگتا ہے تم نے اسے۔''

''میں نے نہیں کیا...... خود ہو چلے ہیں محترم۔'' عنایا چڑ گئی تھی۔

''اوہو...... چلو اپنا موڈ ٹھیک کرلو...... ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر فرینڈ...... گفٹ تمہارا ادھار ہے کل شام میں چکر لگاؤں گی۔'' مومنہ کے لہجے میں بشاشت تھی تو عنایا کے چہرے پر بھی مسکراہٹ چھا گئی۔

''اوکے۔'' اس نے کھلکھلا کر کہا۔

''عنایا ایک بات پوچھوں تم سے......؟'' مومنہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بولو نا کیا پوچھنا ہے؟ یو نو تمہیں اجازت لینے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔'' مومنہ عنایا کی بچپن کی سہیلی تھی اور دیگر تمام دوستوں کی نسبت سب سے قریب بھی۔

''عنایا تمہیں نہیں لگتا کہ تم غلط کررہی ہو ارسلان کے ساتھ۔ دیکھو اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جو ایک اچھی زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوتا ہے ان فیکٹ لڑکیاں تو خواہش کرتی ہیں کہ ان کے شریک سفر کے پاس دولت گاڑی بنگلہ ہو اینڈ آئی تھنک یو آر لکی کہ وہ اتنا چاہتا ہے تمہیں

مجھے تو تمہارے گریز اور جھنجلاہٹ کی وجہ سمجھ نہیں آتی' کیوں چڑتی ہو تم اس قدر..... آخر کیوں......؟''

''اچھا اور اگر یہی سوال میں تم سے کروں کہ تم کو یہ نہیں لگتا کہ میرے ساتھ غلط ہوا ہے۔ ہر انسان کی سوچ ایک جیسی نہیں ہوتی مومنہ' ہر کسی کی اپنی پسند ناپسند' زندگی کو دیکھنے کا اپنا نظریہ ہوتا ہے' میں یہ نہیں کہتی کہ مال' دولت زندگی کے لیے ضروری نہیں مگر شریک حیات جس کے ساتھ آپ کو پوری زندگی گزارنی ہے وہ ایسا تو ہو کہ آپ اس کے ساتھ پر فخر محسوس کریں۔ اسے دیکھ کر اسے چاہنے کا دل چاہے اور ارسلان مرزا' ایک موٹا' کالا انسان ہے میں کیسے اس کے ساتھ پر فخر کرسکتی ہوں۔ میں کیسے اسے زندگی بھر چاہ سکتی ہوں۔ نہیں مومنہ میں مجبوراً اس رشتے کو نبھا تو سکتی ہوں بلکہ نبھائے جانے پر مجبور تو کی جاسکتی ہوں مگر اسے دل میں جگہ دینے اور حقیقتاً اپنا شریک حیات ماننے پر میں مجبور نہیں کی جاسکتی اور جن لوگوں کی نام نہاد فضول دلیلوں کے باعث میں اس فیصلے کی زد میں آئی ہوں' جلد یا بدیر یہ پچھتاوا انہیں بھی ہوگا۔ کیونکہ غلطی کرنے کی سزا تو بہرحال بھگتنی ہوتی ہے نا۔'' عنایا کا لہجہ انتہائی خشک اور سرد تھا۔ مومنہ نے اسے اللہ حافظ کہنے میں ہی عافیت جانی۔ عنایا نے بھی مزید بات کرنے کا ارادہ ترک کرکے موبائل آف کردیا اور کتاب اٹھا کر واپس ورق گردانی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک بار پھر اس کا ارادہ ٹوٹ گیا۔ اس بار وجہ اس کے کمرے سے باہر کچھ گرنے کی آواز تھی۔ سرد راتوں کی وحشت میں پیدا ہونے والی آواز نے یخ بستگی کے باوجود اس کی ہتھیلیاں بھگو دیں تھیں۔ مگر وہ دروازہ کھول کر چیک کرنے کی ہمت نہ کرسکی' اس لیے اس نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے عباد کو فون کیا' اسے پتہ تھا کہ بڑے بھیا پیپر کی تیاری کی وجہ سے جاگ رہے ہوں گے۔ ذرا دیر میں سارا گھر جاگ گیا پھر کسی غیر متوقع صورت حال کو نہ پاکر سب نے شکر ادا کیا اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کمرے سے چلے گئے اور وہ یہ سوچتے ہوئے کمرے میں واپس آگئی کہ سارے دروازے کھڑکیاں اور چھت کا راستہ بند ہونے کے باوجود بلی گھر میں کیسے داخل ہوسکتی ہے' پھر کچھ امی کے دم کرنے کا اثر تھا اور کچھ لحاف کی گرم نرم آغوش کا وہ سوچوں کی وادی سے نیند کی نگری میں پہنچ گئی مگر خواب میں بھی کمرے کے باہر رکھی ٹیبل پر رکھے گل دان کی کرچیاں اسے بے چین کروٹیں بدلنے پر مجبور کرتی رہیں۔

☆

''آپی مومنہ باجی آئی ہیں۔ نیچے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہیں۔'' وہ اوپری منزل پر موجود اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی پیروں کے ناخنوں پر کیوٹیکس لگا رہی تھی کہ اس سے چھوٹی بہن سامعہ چلی آئی۔

''اچھا گڑیا تم جاؤ میں آتی ہوں اور سنو عباد بھائی سے کہہ کر ذرا سموسے اور کولڈ ڈرنک بھی منگوا دو۔'' اس نے ملائمت سے اس کے نرم رخساروں کو چھوتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے ''جی'' کہہ کر واپس چلی گئی۔ عنایا نے کیوٹیکس کی بوتل بند کرکے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھی' بالوں میں برش کیا اور فیروزی چنری کے دوپٹے کو شانوں پہ پھیلا لیا جس نے سفید لباس کی شان ایک دم بڑھا دی تھی اور پھر نازک سے سفید سلیپر پہن کر کمرے سے نکل گئی۔ ڈرائنگ روم میں مومنہ ہر سال کی طرح تحفوں اور پھولوں کے گلدستے کے ساتھ موجود تھی اور عنایا کو دیکھتے ہی کھڑے ہوکر آگے بڑھی۔ رخسار سے رخسار ملا کر اسے برتھ ڈے وش کی تو عنایا نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہے مومنہ' کیوں کرتی ہو یہ سب' میں کون سا سال گرہ مناتی ہوں جو تم یہ سب اٹھا کر لے آتی ہو۔ اچھا نہیں لگتا یار۔''

''نہ لگتا ہو پر مجھے لگتا ہے اپنی پیاری سی دوست کی سال گرہ سلیبریٹ کرنا' ایسا ممکن ہے کہ اپنی سال گرہ دھوم دھام سے مناؤں اور تمہاری یعنی اپنی عزیز ترین سہیلی کی سال گرہ یونہی روکھی پھیکی جانے دوں اور تمہیں ہماری دوستی کی قسم جو آئندہ تم نے یہ فضول کے اعتراضات اٹھائے۔'' مومنہ نے حتمی لہجے میں کہا تو وہ مسکرادی اور اس کے ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھالیا۔

''اوکے جیسا آپ کا حکم...... واقعی مومنہ آئی ایم سو لکی کہ مجھے تم جیسی چاہنے والی دوست ملی۔''

''آپ کے لکی ہونے میں تو کسی کو کوئی شبہ ہی نہیں ہے جی۔ آخر آپ کو چاہنے والوں کی لسٹ میں ہم بھی تو شامل ہیں۔'' عقب سے ابھرتی آواز نے عنایا کو گویا کرنٹ لگا دیئے وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور ناگن کی طرح بل کھا کر

مڑی۔

''آپ.....آپ کیسے آ گئے یہاں؟'' عنایا کی آنکھیں اس کا لہجہ سب دودھاری تلوار بن چکا تھا۔

''میں گاڑی میں بیٹھ کر آیا ہوں اور مقصد وہی ہے جو آپ کی دوست کی آمد کی وجہ ہے۔ ہیپی برتھ ڈے عنایا۔'' ارسلان نے کیک اور گفٹس کا شاپر ٹیبل پر دھرا اور گلاب کی نوخیز کلی عنایا کی طرف بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو عنایا نے اس کے ہاتھ سے کلی لے تو لی لیکن اسے انتہائی بے دردی سے زمین پر پٹخ دیا۔ ارسلان کے چہرے سے مسکراہٹ یک لخت غائب ہوگئی۔

''مجھے آپ کی ان عنایتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ سمجھ گئے آپ۔'' عنایا کا لہجہ زہر خند تھا۔ ''ویسے خاصے ڈھیٹ ہیں آپ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ آئی ڈونٹ لائک یو۔'' ارسلان کو مسلسل خاموش دیکھ کر گویا عنایا کو شہہ مل گئی اور ہزار دفعہ کہے گئے الفاظ اس نے پھر دہرائے۔ ارسلان کی آنکھوں میں لال ڈورے ضرور تیرنے لگے مگر ضبط کا پیمانہ نہیں چھلکا۔

''جی ہاں مجھے معلوم ہے' آپ حسینہ ماہ جبیں ہیں لیکن ڈیئر ہم بھی کالے ہیں تو کیا ہوا دل والے ہیں۔'' وہ ادا سے بولا تو عنایا اور بھڑک اٹھی۔

''شکر آپ کو پتہ تو ہے کہ آپ کی اصلیت ہے کیا۔ دل میں تھوڑی غیرت بھی جگالیں اور چلے جائیں یہاں سے۔'' عنایا کی آواز کا والیم ضرور کم تھا مگر لہجے کی رکھائی اور سختی حد سے سوا تھی۔ ارسلان کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا یا نہیں مگر اب یہ سب مومنہ کی برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔

''بی ہیو یور سیلف عنایا' وہ گھر آئے ہیں' مہمان ہیں تمہارے' اور تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا یوں کسی کی انسلٹ کرنے کا۔''

''ہاں بن بلائے مہمان' تم انہیں کیوں نہیں سمجھاتیں کہ انہیں بھی کوئی حق نہیں زبردستی اپنی محبت کا سیال میری رگوں میں دوڑانے کا۔'' عنایا نے استہزائیہ لہجے میں کہا تو ارسلان نے زبردستی چہرے پر روکھی پھیکی مسکراہٹ سجالی۔

''اٹس او کے مومنہ جی' ٹھیک تو کہہ رہی ہیں یہ محبت میں زبردستی کہاں ہوتی ہے' یہ نہیں میں غلط ہوں۔ ٹیک کیئر عنایا۔'' وہ آخری بھرپور نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالتا ہوا نکل گیا تو ٹیبل پر رکھا پانی سے بھرا گلاس عنایا نے لبوں سے لگا کر غصے کو کم کرنے کی کوشش کی اور مومنہ خاموشی سے اس کے دہکتے گال دیکھتی رہ گئی۔

☆
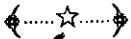
گھر کے بڑے کمرے میں گھر کے سب لوگ موجود تھے۔ ابی جان' امی جان' تیسری منزل پر رہنے والے تایا جان اور تائی جان ان کا بیٹا حماد' بہو عفت پھر اس کے بڑے بھیا عباد' بڑی بہن ثمرہ' بہنوئی طلعت اور اب اس کی آمد کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی کہ سب کو جمع کیے جانے کا مطلب یہی ہے کہ کوئی خاص بات ہونے جا رہی ہے اور آج کل اس گھر کے لیے خاص ترین بات اس کی شادی کی ہی تھی۔ جس ذکر سے وہ جتنا کترا رہی تھی وقت گویا پکڑ پکڑ کر اسے اتنا ہی قریب لے جا رہا تھا۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ نہانے کے بہانے کمرہ بند کیے بیٹھی تھی اور ثمرہ دو دفعہ اسے بلانے آ چکی تھی اور وہ اسے بس دس منٹ کہہ کر ٹرخا رہی تھی مگر اس بار کی دستک پر جب اس نے وہی رٹا رٹایا جواب دیا تو جواب میں ثمرہ باجی کی کڑک آواز نے اسے دروازہ کھولنے پر مجبور کر دیا۔ ثمرہ نے پہلے اسے گھور کر اس کے بندھے بالوں کو دیکھا پھر غصے سے بولیں۔

''کیا مسئلہ ہے عنایا؟ تمہیں کب سے سب بلا رہے ہیں' اب تم اتنی بڑی ہوگئی ہو کہ تمہیں بلانے کسی بڑے کو آنا پڑے گا۔ چلو فٹافٹ دوپٹہ اوڑھو اور چلو میرے ساتھ۔'' انہوں نے دوپٹہ اٹھا کر اسے دیا تو اس نے سسکنا شروع کر دیا۔

''یہ ٹھیک نہیں کر رہے آپ لوگ میرے ساتھ' چھوٹے ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ سب اس پر اپنی مرضی مسلط کر دیں۔ اسے دبائیں۔'' اس کا رونا دیکھ کر ثمرہ نے گہرا سانس لیا پھر اسے شانوں سے تھام کر نسبتاً نرم لہجے میں بولیں۔

''دیکھو عنایا بڑے جب بھی کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ چھوٹوں پہ اپنی مرضی مسلط کر رہے ہیں' وہ بھی ان کا برا نہیں چاہتے' دیکھو بڑوں کا جو تجربہ ہوتا ہے وہ ان کا زندگی بھر کا حاصل ہوتا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس رشتے سے اتنی بددل کیوں ہو؟ محض اس لیے کہ ارسلان کوئی ڈیشنگ قسم کا بندہ نہیں ہے یہ تو

واقعی بہت بودی سی دلیل ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تم واقعی نادان ہو صرف صورت کا تمہیں اچار ڈالنا ہے اس کے پاس گاڑی بنگلہ سب کچھ تو ہے لڑکیاں تو بہت بڑی عمر کے مردوں سے بھی ان چیزوں کے لیے شادی کرلیتی ہیں اور پھر یہ دیکھو وہ کتنا چاہتا ہے تمہیں۔''

''اور میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آپ لوگ میری بات کیوں نہیں سمجھتے ہر شخص کی پسند ناپسند خیالات جدا ہوتے ہیں اور کیا لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی خواہش نہیں ہوتی کہ ان کا شریک حیات بھی خوبرو ہو جس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے بھی فخر محسوس ہو۔'' اس نے بے چارگی سے ثمرہ کی طرف دیکھ کر کہا تو ثمرہ نے افسردہ انداز میں اسے دیکھا۔

''بے وقوف لڑکی...... یہ حسن و لطافت کی باتیں صرف نسوانیت کے حوالے سے ہی جچتی ہیں کیا تم نے کبھی کسی شاعر کو مرد کے حسن کی قصیدہ گوئی کرتے سنا ہے اف خیر تمہیں سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر ہے اور ویسے بھی ہم دونوں کے یہاں کھڑے ہو کر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اگر تمہیں کوئی احتجاج کرنا ہے بھی تو نیچے چلو سب جمع تو ہیں ہی جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔'' ثمرہ نے چٹکی بجا کر اشارہ کیا اور وہ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی ان کے پیچھے چل دی۔

''ہونہہ...... ہونا تو وہی ہے جو ابی جان چاہتے ہیں اپنی بیوہ مرحومہ بہن کی آرزو پوری کرنے کے لیے بیٹی کو قربان کررہے ہیں۔ جانے کون سا انصاف ہے۔'' ثمرہ نے اس کی بڑبڑاہٹ گو کہ واضح طور پر سن لی تھی مگر اب وہ مزید کوئی بحث کرکے اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی سو انہوں نے اپنے قدموں کی رفتار بڑھائی پھر وہ دونوں بڑے کمرے میں ساتھ ہی داخل ہوئیں۔ سلام کیا اور نیچے بچھی چاندنی پر بیٹھ گئیں جہاں ان کے ہم عمر موجود تھے۔ دیواروں کے ساتھ رکھے صوفوں پر بزرگ بیٹھے تھے۔ سامنے لگے تخت پر گاؤ تکیہ کا سہارا لیے ابی جان اور تایا جان بیٹھے تھے۔ ان سمیت سب کی نظریں عنایا پر ہی مرکوز تھیں۔ سب ہی جانتے تھے کہ موضوع گفتگو عنایا ہی ہوگی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ابی جان کی پاٹ دار آواز نے کمرے میں چھایا سکوت توڑا۔

''سب سے پہلے تو آپ لوگوں سے معذرت چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی شاید عنایا بیٹی ضروری کام میں مصروف تھیں۔'' انہوں نے سپاٹ نظروں سے عنایا کو دیکھا تو اس نے شرمندگی سے نظریں جھکالیں۔ ابی جان تھوڑے توقف کے بعد گویا ہوئے۔

''گو کہ میں آپ کو یہاں آنے کا مقصد پہلے ہی بتاچکا ہوں مگر اب کیونکہ طے شدہ پروگرام میں ردوبدل ہوچکا ہے تو میں چند ضروری وضاحتیں عرض کررہا ہوں۔''

''کیسا ردوبدل چچا جان شادی کی تاریخ......؟'' عفت ہمیشہ کی طرح جلد بازی میں بول بیٹھیں پھر حماد کے ٹھوکا دینے پر جملہ ادھورا چھوڑ کر سر جھکا گئیں۔

''وہی بتانے لگا ہوں ویسے تم کسی حد تک صحیح نتیجے پر پہنچی ہو مگر شادی کی تاریخ آگے پیچھے نہیں کی جارہی بلکہ شادی ہی سرے سے کینسل کی جارہی ہے۔''

''ک...... کیا......؟'' ثمرہ آپی بری طرح چونکیں۔ باقی سب کی آنکھوں میں بھی حیرت کا سمندر موجزن ہوا تھا۔ عنایا کا تو گویا سانس ہی اٹک گیا تھا اور رہا سہا دم ابی جان کے مخاطب کرنے پر نکلنے لگا۔

''عنایا بیٹی...... محبتیں واقعی زبردستی کا سودا نہیں ہوا کرتیں اور جبر سے رشتے بنائے تو جاسکتے ہیں لیکن نبھائے نہیں جاسکتے مگر شاید ہمارا ہی قصور تھا کہ ہم اس فلسفے کو ذرا دیر سے سمجھے یا ہمیں اپنی محبت پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ تھا۔ ہم تم سے قطعاً زور زبردستی نہیں کریں گے اور یہ ہماری ہی نہیں ارسلان کی بھی خواہش ہے کہ یہ رشتہ ختم کردیا جائے...... یہ لو۔'' انہوں نے رندھی ہوئی آواز کے ساتھ منگنی کی انگوٹھی عنایا کی جانب بڑھائی تو اس نے لب بھینچتے ہوئے اسے خاموشی سے تھامی اور پھر اس سے پہلے کہ لوگوں کی آنکھوں میں امڈتے سوالات زبانوں پر آکر اس کا راستہ روک لیتے وہ سر جھکائے تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں کافی دور تک اس کا پیچھا کرتے رہے۔

☆

گو کہ عنایا خوش تھی کہ ارسلان سے اس کا پیچھا چھوٹ گیا تاہم اس کے دل میں یہ کسک ضرور تھی کہ ابی جان نے اسے مومنہ کے سامنے زہر اگلتے سن لیا تھا کچھ بھی تھا بہرحال وہ اس طرح اپنے خیالات ابی جان تک نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ بہر کیف وقت بڑا مرہم ہے۔ سب ہی اس دکھ

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

بھرے واقعے کو آہستہ آہستہ بھولتے چلے گئے۔ عنایا نے اپنا بیچلر مکمل کر کے ملازمت کی خواہش ظاہر کی تو خلاف توقع ابی جان نے اس کی اجازت بھی دے دی اور ایک موبائل کمپنی کے کال سینٹر کو جوائن کرلیا اور اسی خواہش کے پورا ہونے کے ساتھ ساتھ عنایا کا ایک اور خواب بھی پورا ہوگیا۔ کیونکہ اس کی ملاقات اسی ادارے میں ارمغان عظیم سے ہوئی' ارمغان عنایا کی خوب صورتی کے ساتھ ذہانت سے متاثر ہوگیا تو وہ ارمغان کے شہزادے جیسے چارمنگ لک سے۔ آہستہ آہستہ وہ دونوں ایک دوسرے کی پسندیدگی سے آگاہ ہوگئے اور ارمغان کی خواہش پر اس نے ثمرہ آپی کے ذریعے ابی جان تک ارمغان کا پیغام پہنچایا اور جلد ہی دونوں خاندانوں نے ان دونوں کے ملن کی راہیں ہموار کردیں اور دونوں کی منگنی کردی گئی' شادی کے لیے سال بھر کا وقت رکھا گیا کیونکہ ارمغان کی چھوٹی بہن کی رخصتی بھی ساتھ ہی ہونی تھی۔ اس کا ہونے والا شوہر لندن میں تھا اور اس کے آنے میں سال بھر کا عرصہ درکار تھا۔

اب تک جو باتیں وعدے اور ملاقاتیں ڈھکی چھپی ہوا کرتی تھیں اب کھلے عام ہونے لگی تھیں' دونوں ہی خاندانوں نے ان کی میچور عمروں کو دیکھتے ہوئے اپنی جانب سے آزادی بھی دے رکھی تھی۔ بلکہ اب تو باقاعدہ طور پر دونوں خاندانوں کا مختلف تقاریب' دعوتوں اور گیٹ ٹو گیدر کے بہانے میل ملاپ کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا۔ ارمغان کی فیملی میں اس کے والدین اور چھوٹی بہن شامل تھے' گھرانہ مختصر اور مہذب تھا اور اسٹیٹس کے لحاظ سے عنایا کی فیملی سے کچھ اونچے درجے پر تھا۔ گئی گزری تو خیر عنایا کی فیملی بھی نہیں تھی اور شادی لڑکا لڑکی اور دونوں خاندانوں کی باہمی رضامندی سے طے پا رہی تھی تو فضول قسم کے اعتراضات بھی نہیں اٹھائے جارہے تھے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے عنایا بہت زیادہ خوش تھی اسے ہردم لگتا تھا کہ وہ ہواؤں میں اڑ رہی ہے' کبھی کبھی مومنہ اسے ٹوک بھی دیتی تھی۔

''عنایا بس کرو' مجھے ڈر لگتا ہے تمہیں کسی بدخواہ کی نظر نہ لگ جائے۔'' جواباً عنایا زوردار قہقہہ لگا کر اسے پاگل کا لقب دے ڈالتی تھی۔ عنایا کے باقی گھر والے بھی اسے خوش دیکھ کر مطمئن و مسرور تھے۔ کبھی کبھی تو ابی جان سوچنے پر مجبور ہوجاتے کہ کیا واقعی وہ عنایا کی شادی ارسلان سے کر کے غلطی کرنے جارہے تھے......؟

ارمغان بھی عنایا کو پاکر اسی کی طرح خوش تھا کچھ عنایا تھی بھی خوب صورت اور ارمغان کے لیے اس کی پُراعتماد شخصیت' کشش کا باعث تھی۔ اسے بودی قسم کی لڑکیاں قطعاً پسند نہیں تھیں۔

منگنی کے کچھ عرصے بعد ہی اتفاقاً ارمغان کی سال گرہ بھی آگئی جسے وہ ہمیشہ کی طرح شاندار طریقے سے منانے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس بار تو اس کی خوشی بھی دوہری تھی۔

''عنایا میں چاہتا ہوں کہ تم اس تقریب میں سب سے زیادہ خوب صورت لگو۔ میں نے تمہارے لیے خاص ڈریس بنوایا ہے۔ عبیرہ شاہ ٹاپ ٹین ڈیزائنر میں آتی ہیں اور پارلر میں بھی تمہاری بکنگ کرادی تھی۔ اس دن تم پہلی بار سب سے تفصیلی ملاقات کروگی۔ منگنی میں تو یونو سارا وقت اسٹیج پر ہی گزر گیا تھا۔ میں چاہتا ہوں لوگ تم سے مل کر ویسے ہی امپریس ہوجائیں جیسے میں تم سے ہوگیا ہوں۔'' ارمغان کے لہجے کا جوش اور آنکھوں کی البیلی چمک نے عنایا پر ایسا جادو کیا کہ اسے لگا کہ وہ کوئی باربی ڈول ہو' جو ارمغان کے لیے سب سے بڑی خوشی بن گئی ہو۔ اسے اپنی قسمت پر رشک آنے لگا۔ وہ دھیمے دھیمے مسکراتے ہوئے ارمغان کی خواہشوں' امنگوں اور خوابوں کی داستان سننے لگی جو وہ عنایا کے حوالے سے جسم وجاں میں بسائے ہوئے تھا۔

اور پھر سال گرہ والے دن ڈیزائنر اور بیوٹیشن کی مشترکہ کاوشوں کے سبب وہ ارمغان کی خواہشوں کے عین مطابق تیار کردی گئی۔ پیچ اور فائن کلر کے کمبی نیشن کی لانگ میکسی پہنے' لائٹ سوفٹ میک اپ' نازک جیولری کے ہمراہ لمبے بالوں کی سائیڈ بریڈ (چوٹی) جس پر موتیوں سے سجاوٹ کردی گئی تھی وہ ملکوتی حسن کی مالک لگ رہی تھی۔ ارمغان خود بھی گرے ڈنر سوٹ میں کسی ریاست کا پرنس لگ رہا تھا مگر اسی کے کسی چلبلے دوست نے جب یہ کہا ''یار ارمغان آج تو بھابی بازی لے گئی تجھ پر'' تو ارمغان نے نہایت سخت لہجے میں اسے ''شٹ اپ'' کہہ دیا۔ عنایا کو کچھ عجیب بھی لگا پھر اسے خیال آیا کہ شاید ارمغان کو کسی اور کے منہ سے اپنی منگیتر کی یوں کھلے عام تعریف کرنا اچھا نہیں لگا' فنکشن شروع ہوا' میوزیکل بینڈ کی پرفارمنس کے بعد تالیوں کی بھرپور گونج میں ارمغان نے اپنی سال گرہ کا شاندار چاکلٹ

کیک کاٹا۔ عنایا ہر قدم پر اس کے ہمراہ تھی۔ متعدد کیمروں نے یہ یادگار مناظر اپنے اندر قید کرلیے۔ اس کے بعد پُرتکلف عشائیے کا دور شروع ہوا۔ جس میں انواع واقسام کے کھانوں کی اشتہاء انگیز خوشبوؤں نے حاضرین محفل کی توجہ اپنی جانب مرکوز کرلی۔ بطور میزبان عنایا اور ارمغان نے فی الحال جوس کے گلاسز ہاتھ میں لیے اور ارمغان عنایا کو مہمانوں سے ملوانے لگا۔ اسی اثناء میں جانے کیسے مووی میکر کے تاروں میں عنایا کی ہیل الجھی اور وہ لانگ میکسی کے گھیر کو سمیٹ نہ سکی اور لڑکھڑا گئی جوس چھلک کر اس کے خوب صورت سوٹ پر پھیل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتی ارمغان کی آواز نے جیسے اس کے قدموں تلے زمین کھینچ کر اس کے اعصاب ہی شل کردیئے تھے۔

''یو اسٹوپڈ، جنگلی جاہل گنوار، تمہیں مینرز نہیں ہیں۔''
اس کا تند وتیز لہجہ تمام لوگوں کو اس کی جانب متوجہ کرچکا تھا۔

''تم بھی کچھ کم اسٹوپڈ نہیں ہو ارمغان' ڈیزائنر ویئر کو کیری کرنا' ایسے لوگوں کے بس کی بات نہیں' مگر تمہیں ہی پڑی تھی ٹاٹ میں مخمل کا پیوند لگانے کی۔ جانے کہاں سے تمہیں اس میں کانفیڈنس نظر آ گیا' ناؤ سی یور ربش آبزرویشن...... ہونہہ......'' یہ ربیعہ تھی ارمغان کی کزن' ارمغان کی شادی پہلے اس سے ہونا تھی مگر پھر ارمغان نے یہ سوچ کر عنایا کی محبت بھری نگاہوں کی حوصلہ افزائی کردی کہ عنایا صورت اور حیثیت دونوں میں اس سے کم ہے تو وہ آسانی سے اس پر رعب جما سکے گا' جبکہ ربیعہ مل اونر کی بیٹی تھی اسے دبانا اتنا آسان نہیں تھا مگر آج جب ارمغان کے دوست نے عنایا کو سراہا تو ارمغان کی خود پسند اور مغرور شخصیت یہ گوارا نہیں کرسکی اور آخر کار دل میں ابلتا لاوا اس طرح باہر آ گیا ساتھ ہی ارمغان کی شخصیت پر چڑھا جھوٹا اور ظاہری لبادہ بھی اس لاوے میں جل کر خاک ہوگیا' ثمرہ آپی نے آ کر کسی نہ کسی طرح نیم بے ہوش عنایا کو اٹھایا اور پھر وہ لوگ خاموشی سے محفل سے چلے گئے۔ وہ شریف اور باعزت لوگ تھے اس لیے اپنی زبانوں کو بند کرلیا جبکہ ارمغان اور اس کی فیملی نے ان کے اس اقدام کو بزدلی سے تعبیر کیا' اس کے بعد کتنے ہی دن گزر گئے۔ عنایا کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ سب ہی اسے بھرپور توجہ دے رہے تھے مگر وہ تھی کہ ہمت ہار رہی تھی۔ مومنہ بھی اس سے روز ملنے آتی تھی۔ اپنی عزیز از جان دوست کی یہ حالت اب اس سے دیکھی نہیں جارہی تھی۔ چودھواں روز تھا آسمان پر گہرے بادل موجود تھے اور مومنہ کا دل یہ یاد کر کے کٹ رہا تھا کہ کہاں عنایا سرمئی بادلوں کو دیکھ کر دیوانی ہوجاتی تھی' فٹافٹ بیسن گھول کر کڑاہی چڑھا دیتی تھی' چنری کا دوپٹہ شانوں پہ پھیلا کر چھت پر سب کو بلا کر خوب رونق لگالیتی تھی اور آج اسی شوخ چنچل عنایا کو یوں ماتمی بت بنا دیکھ کر مومنہ کا تو گویا ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ کر چیخ پڑی۔

''بس کرو عنایا...... کب تک ماتم مناؤ گی' یہ زندگی ہے اس میں دکھ سکھ کا آنا جانا تو لگا رہتا ہے اور اگر تمہیں اتنا ہی دکھ ہے تو اپنے اس کرب کو آنسوؤں کے ذریعے باہر نکال دو' اپنے والدین کے غم سے ستے چہروں کو دیکھو۔ اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اچھا ہوا ارمغان کا اصل روپ جلد سامنے آ گیا شادی سے پہلے' کیا تمہیں اللہ پر یقین نہیں' سب اس پر چھوڑ دو' وہ ضرور ارمغان کا کیا اس کے سامنے لائے گا...... پلیز یقین کرو......'' مومنہ نے شانے سے پکڑ کر اسے جھنجوڑا تو وہ جیسے ہوش میں آ گئی۔

''مجھے یقین ہے مومنہ...... بالکل یقین ہے بلکہ اب تو میرا ایمان کامل ہوگیا کہ بندہ لے نہ لے' اللہ اپنے بندے کے دل دکھنے کے' تکلیف پہنچنے کے بدلے خود اس بندے سے لے لیتا ہے جو اس کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ اسے بھی احساس ہوسکے اور تم دیکھو میرے ساتھ بھی جو ہوا اس کی ذمہ دار تو میں خود ہوں' ارمغان تو صرف ذریعہ تھا' مجھے احساس دلانے کے لیے کہ کسی کی ذلت کرنا' اسے تکلیف پہنچانا بہت آسان ہوتا ہے اور جب یہی ذلت اور تکلیف ہمارے اپنے حصے میں آتی ہے تو اسے سہنا اسی قدر مشکل ہوتا ہے......''
عنایا سسکنے لگی اور مومنہ کے ذہن میں کہیں پڑھا ہوا جملہ بازگشت کرنے لگا۔

''دلوں کو دکھانے سے پرہیز کرو کیونکہ دلوں میں اللہ رہتا ہے۔''

## حصہ 3

کملا رہے ہیں پھول، چمن بے قرار ہے
لکھی ہے ہر شجر پہ شکایت پیار کی
سینے میں جب دبائی گئی خواہشیں نمو
فریاد زبان نے بے اختیار کی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ابرار اور ثریا بیگم میں حریم کو لے کر بحث ہوتی ہے اور بحث ہی بحث میں بات تلخ کلامی تک پہنچ جاتی ہے اور ثریا بیگم حریم کو برا بھلا کہتی ارحام سے ابرار کو سمجھنے کا کہتی ہیں اور وہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ ابرار ارحام کو بتاتا ہے کہ زینی آپا کا رشتہ جہاں سے آتا ہے وہ لوگ یہ شرط رکھتے ہیں کہ وٹہ سٹہ کا رشتہ کیا جائے لڑکے والے بہت اسٹرونگ ہوتے ہیں اور اس وجہ سے سب ابرار پر زور دیتے ہیں اس رشتہ کو قبول کرلے پر وہ راضی نہیں ہوتا اور ارحام کو حریم سے محبت کا سب بتاتا ہے اور ارحام سب سن کر ابرار کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ گھر والوں کی بات مان لے جس میں اس کی اور زینی کی بھلائی ہے۔ اتنے میں نیچے سے شور کی آواز سن کر وہ لوگ نیچے آتے ہیں تو ثریا بیگم اپنی بہن اور حریم کی اماں اور بہن پر چراغ پا ہورہی ہوتی ہیں۔ زہرہ بیگم اپنی صفائی پیش کرنا چاہتی ہیں پر ثریا بیگم ان کی کچھ نہیں سنتی اور بے بھاؤ کی سناتی اور رامین بیچ میں ان کو روکتی اپنی امی اور بہن کا دفاع کرتی ہے جس پر ثریا بیگم مزید چراغ پا ہوجاتی ہیں اور زہرہ بیگم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتی ہیں تو ابرار بیچ میں آکر ثریا بیگم کو روک لیتا ہے اور یہ سب زہرہ بیگم سے برداشت نہیں ہوتا اور ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ رامین ان کو تھام کر باہر لے جاتی ہے ابرار ارحام کو ان کے پیچھے بھیج دیتا ہے جو ان کو زبردستی اسپتال لے جاتا ہے۔ جہاں ان کو انجائنا کا درد بتایا جاتا ہے اور حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے۔ ارحام اپنی مما کو سول سروسز جوائن کرنے کا بتاتا ہے جس پر وہ حیران ہوتی ہیں اور برہم ہوتی ہیں اور ارحام سے خفا ہوتی ہیں اور ارحام ان کو منانے کی کوشش کرتا ہے۔ سر ہاشم ارماہ اور ارحام کے ساتھ حریم کی والدہ کو دیکھنے اسپتال آتے ہیں اور ان کو پوری توجہ سے اپنی والدہ کا خیال رکھنے کا کہتے ہیں۔ رامین کو ایک فون کال آتی ہے جس کو سن کر وہ ماضی کی دھول اس کی آنکھوں میں بھر دیتی ہے۔

(اب آگے پڑھئے)

❀......❀......❀

اس نے کال ڈسکنیکٹ کردی تھی۔

"مینو آجاؤ کھانا لگ گیا ہے۔" باہر سے حریم کی آواز آئی تھی۔ اس نے آنکھوں میں ابھرتی نمی کو پیچھے دھکیلا اور باہر نکل گئی۔ اس کے بعد کتنی ہی مرتبہ اس نمبر سے کال آتی رہی مگر اس نے اٹینڈ نہیں کی۔ دن میں کتنی ہی مرتبہ اس نمبر سے میسج آئے مگر وہ بغیر پڑھے ڈیلیٹ کردیتی۔ دن رات یوں ہی گزر رہے تھے۔ تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس نے اسکول جانا شروع کردیا تھا۔ البتہ حریم نے ابھی اکیڈمی جانا شروع نہیں کیا تھا۔ اس کی روٹین اب زہرہ بیگم والی ہوگئی تھی۔ وہ اسے اور حمزہ کو اسکول جبکہ اسامہ کو کالج بھیج کر خود گھر کے کاموں میں مصروف ہوجاتی۔ زہرہ کے اٹھنے پر ان کی دیکھ بھال کرتی۔ بڑی آپا آجاتیں تو وہ ان کو امی کے پاس بٹھا کر دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ جاتی۔ رامین اسکول سے آتی تو وہ بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگتی۔ حریم نے مصروفیت کے باعث رامین کی اچانک گہری خاموشی پر غور ہی نہیں کیا۔ اب علی رضا آفندی کے میسجز یا کال آنا بند ہوگئے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر موبائل کو بے مقصد تکتی رہتی پھر تھک کر ایک طرف رکھ دیتی۔ ان ہی دنوں میں اسے ارحام کا ایک میسج موصول ہوا۔

"مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے کیا تم پاک ٹی ہاؤس آسکتی

ہو۔‘‘ اس نے میسج کو پڑھا پھر حیرت سے جواب ٹائپ کیا۔

’’امی کے حوالے سے بات کرنی ہے؟‘‘ اس نے منتظر نظروں سے موبائل کو دیکھا، میسج ٹون بجنے پر فوراً موبائل کی طرف متوجہ ہوئی۔

’’یہی سمجھ لو۔‘‘ مختصر سا جواب آیا تھا۔

’’کیا آپ نیورو سرجن سے ملے تھے۔‘‘ اس کے دل کو عجیب وسوسے نے گھیرا۔

’’تم صرف سوال پوچھتی رہو گی یا اپنے نہ آنے کے بارے میں بھی بتاؤ گی؟‘‘ ارحام کے تپے تپے سے جواب پر اسے ہنسی آ گئی۔

’’جی میں آ جاؤں گی۔ آپ ٹائم بتا دیجیے۔‘‘ اس نے جلدی سے ٹائپ کر کے سینڈ کیا۔

’’کل شام.....‘‘ دوسری طرف سے مختصر جواب آیا۔

’’اوکے.....‘‘ رامین نے ٹائپ کر کے سینڈ کیا اور پھر میسج کا ویٹ کیے بغیر سونے لیٹ گئی۔

❀.......❀.......❀
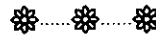
کوئی تعویذ ہو رد بلا کا

میرے پیچھے محبت پڑ گئی ہے

وہ پاک ٹی ہاؤس کی ایک ٹیبل پر بیٹھا سراپا انتظار تھا۔ بہت سے وسوسوں اور اندیشوں میں گھرا وہ متعدد بار دروازے کو دیکھ چکا تھا۔ اب کی بار جب اس نے دروازے کی جانب دیکھا تو مطلوبہ ہستی دروازے سے اندر داخل ہوتی نظر آئی۔ اس نے فوراً سر پہ پہنی کیپ کو نیچے کیا کہیں دیکھ ہی نہ لے۔ جبکہ دوسری طرف رامین ایک خالی ٹیبل پر بیٹھ گئی تھی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار بہت واضح تھے۔ اس نے موبائل پرس سے نکال کر ارحام کا نمبر ڈائل کرنے کا سوچا ہی تھا کہ اس کے نمبر پر علی رضا آفندی کا نمبر جگمگانے لگا۔ وہ یک دم ساکت رہ گئی تھی۔ پھر کال ڈس کنیکٹ کر دی اور اس سے پہلے کہ وہ کانٹیکٹ لسٹ سے ارحام کا نمبر ڈھونڈ کر ڈائل کرتی اس کے موبائل پر علی رضا آفندی کی کال آنے لگی تھی۔ اب کی بار ارد گرد کی ٹیبلو پر موجود لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے تبھی اس نے جھنجلا کر کال اٹینڈ کی۔

’’ہیلو.....‘‘ دوسری طرف سے کہا گیا۔

’’میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں آپ کو نہیں جانتی مسٹر تو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔‘‘ رامین نے دبے لہجے میں غصیلی آواز میں کہا۔

’’اگر میں کہوں نہیں سمجھ آتی تو.....‘‘ دوسری طرف متبسم آواز ابھری۔

’’دیکھیے مسٹر.....‘‘

’’دیکھ ہی تو رہا ہوں۔‘‘ اس نے مدھم لہجے میں کہا تھا اس کے لہجے میں ایسا کچھ ضرور تھا جس نے رامین کو سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا اور پھر اس کی نگاہیں ایک شخص پر جم کر رہ گئی تھیں جو اسی کی سمت دیکھ رہا تھا۔ وہی آنکھیں، وہی چہرہ، وہی انداز، وہ آج بھی ویسا ہی نظر آ رہا تھا جیسا تین سال سات مہینے اور تیرہ دن پہلے تھا۔ اگر کہیں کوئی فرق تھا تو وہ صرف یہ کہ اب وہ ٹین ایجر ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔ یک دم ہی رامین کو لگا جیسے ارد گرد سے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر اس پر زور زور سے ہنس رہے ہیں۔ اس کی طرف انگلیاں اٹھا کر کچھ کہتے ہیں اور پھر ہنسنے لگتے ہیں۔

’’رامین حیات۔‘‘ اپنے نام کی پکار پر وہ حواسوں میں لوٹی تھی۔

’’مجھے اندازہ ہے کہ میں نے کبھی آپ کا دل دکھایا تھا بہت بری طرح سے لیکن میرا یقین کریں میں نے جب سے ارحام کے فون پر آپ کی آواز سنی میں بے چین ہو گیا۔ مجھے لگا کہ اللہ نے مجھے ایک موقع دیا ہے تاکہ میں آپ سے معافی مانگ سکوں۔ میں نے جو کیا تھا میں اس پر بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دیجیے پلیز۔ میں اپنے کہے ایک ایک لفظ کی معافی مانگتا ہوں۔‘‘ وہ ٹیبل کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ وہ اسے کہہ نہیں سکی کہ اسے تب جو تکلیف ہوئی تھی وہ آج کی تکلیف سے کہیں زیادہ کم تھی۔ آج تو جو تکلیف اسے ہو رہی تھی وہ اپنے خوش فہمیوں کے جہان کے بکھر جانے کی تھی۔ وہ اس خوش فہمی کے ساتھ زندہ تھی کہ علی رضا آفندی کو شاید کبھی اس سے محبت ہوئی ہو۔

’’اٹس اوکے۔ مجھے تو وہ بات یاد بھی نہیں جس کے لیے آپ معافی مانگ رہے ہیں۔‘‘ اس نے اپنی ذات کے بھرم کو برقرار رکھا۔

’’تو کیا آپ نے واقعی مجھے معاف کر دیا۔‘‘ وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ رامین نے کھڑے ہوتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

’’مجھے تو آپ یاد ہی نہیں تھے، ابھی آپ کو دیکھ کر یاد آیا ہے

وہ مذاق جو آپ نے کیا تھا۔ بہرحال اگر آپ واقعی شرمندہ ہیں تو میں نے آپ کو معاف کیا۔'' وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ بولی اور اس کا پہلا جملہ علی رضا آفندی کو اس کی زندگی میں اپنی حیثیت باور کرا گیا تھا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ راستے میں ہمیں اتنے لوگ ملتے ہیں کیا ہر ایک ہمیں یاد رہتا ہے۔ نہیں.....تو پھر اسے کیوں رامین حیات یاد تھی؟ یہ وہ سوال تھا جو اس نے خود سے نہیں پوچھا تھا۔

''جو ہوا وہ بہرحال گزر گیا' کیا اب ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں؟'' اس نے اپنا پرس اٹھاتی اور فائلز سنبھالتی رامین سے پوچھا۔

''نہیں.....'' اس نے لمحے کی تاخیر کے بغیر بنا اس کی جانب دیکھے کہا اور پلٹ کر دروازے کی سمت بڑھ گئی۔ اس کا وجود اندر سے لرز رہا تھا۔ بہت ضبط سے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ مزید کھڑے رہنے کا مطلب تھا اپنے بھرم کا ٹوٹ جانا جو وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

❁......❁......❁
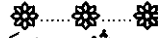
آفندی ہاؤس میں آج شیخ ہاؤس کے مکینوں کی دعوت تھی۔ وجہ کچھ خاص بڑی نہ تھی بلکہ بہت عام سی تھی۔ آذر اور اس کی وائف سارہ کی آمد پر دونوں فیملیز مل بیٹھنا چاہتی تھیں۔ ماسوائے علی رضا اور ارحام کے گھر کے تمام افراد ہی موجود تھے۔ علی رضا دوستوں کی طرف گیا ہوا تھا جبکہ ارحام کسی فارن ڈیلیگیشن سے ملنے اسلام آباد گیا ہوا تھا۔

''ارحام کب تک پہنچ رہے ہو بیٹا۔'' نوشی بیگم نے اسے کوئی چوتھی دفعہ کال کی تھی۔ وہ اس کے لیے ایسے ہی پریشان ہوتی تھیں جب وہ شہر سے باہر کسی کام کے لیے جاتا۔

''بس مما کچھ دیر اور لگے گی پہنچنے میں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے' احتیاط سے ڈرائیو کرنا۔'' وہ آخر میں ہدایت کرنا نہ بھولی تھیں۔ بائیک والے حادثے کے بعد وہ ارحام کی طرف سے وہمی سی ہوگئی تھیں۔

''جی مما۔'' وہ ہمیشہ ہی فرماں برداری کے تمام ریکارڈز توڑا کرتا تھا۔ اب بھی توڑ رہا تھا اور نوشی بیگم نے مسکراتے ہوئے فون کان سے ہٹایا۔ تبھی لاؤنج میں مسٹر اینڈ مسز زبیری اپنی فیملی کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

دانیال اور حمنی تو ان کے ساتھ آتے ہی تھے آج یمنیٰ کو ان کے ساتھ آتا دیکھ کر جہاں سب حیرت زدہ رہ گئے تھے وہیں خوش بھی ہوئے تھے ماسوائے عالم آفندی کے۔ اس لڑکی کے سبب ان کا پوتا بہت کرب سے دوچار رہا تھا پھر بھی انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت دراز کیا تھا۔

''تھینکس یمنیٰ میرے کہنے پر تم آئیں۔'' نوشی بیگم اس سے گلے ملتے بولیں۔

''کوئی بات نہیں آنٹی آپ نے اتنے پیار سے مجھے انوائٹ کیا تھا مجھے تو آنا ہی تھا۔'' وہ مسکراتے ہوئے ان سے الگ ہوئی۔

''نیناں' یمنیٰ پہلی بار ہمارے گھر آئی ہے اسے گھر کا وزٹ کرواؤ۔'' نوشی بیگم نے نیناں کو مخاطب کرکے کہا تھا جو آج کل چھٹیوں پر گھر آئی ہوئی تھی۔ یمنیٰ اس کے ساتھ چلتی راہداری سے گزر کر کمروں پر مشتمل پورشن کی طرف آ گئی تھی۔

''بہت خوب صورت گھر ہے آپ لوگوں کا۔'' یمنیٰ نے گھر کو سراہتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو۔'' نیناں نے مسکرا کر تعریف وصول کی۔ وہ دونوں سب سے پہلے لائبریری آئیں۔ یہ لائبریری کسی یونیورسٹی کی لائبریری سے ہرگز کم نہ تھی۔ وہ اتنے بڑے رقبے پر پھیلی اس لائبریری کو دیکھ کر عش عش کر اٹھی تھی۔

''آپ کو پتا ہے یمنیٰ یہ لائبریری میرے دادا کے بھی دادا ابا کے زمانے کی کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ پڑھنے کا شوق ہمیں وراثت میں ملا ہے۔'' نیناں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یمنیٰ بھی مسکرا دی.....اسے یہ پُرخلوص لڑکی اچھی لگی تھی۔ پھر نیناں نے اسے پہلے پچھلا باغ دکھایا پھر آہستہ آہستہ سب کے کمرے۔ ''اور یہ کمرہ ہے جناب اس گھر کے سب سے سیدھے بچے کا۔ یعنی ارحام علی آفندی کا۔'' نیناں نے مسکراتے ہوئے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ مگر اسے کچھ قدم اندر آتے کے ساتھ ہی رک جانا پڑا کیونکہ بیڈ کے دوسری طرف وائٹ کرتا شلوار میں سر پر ٹوپی رکھے ارحام نماز میں مصروف نظر آیا۔ یمنیٰ نے حیران نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا۔

''اب یہ جگہ تو میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ ہوگئی ہے۔ اس سے آگے کا سفر آپ کو خود طے کرنا ہے۔'' نیناں نے شرارت سے اپنا کندھا اس کے کندھے سے ٹکرایا اور جھپاک سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ چند ثانیے تو اپنی جگہ سے ہل نہیں

سکی تھی۔ ایک عجیب سی جھجک مانع تھی۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی کمرے کا جائزہ لینے لگی یہ کمرہ دوسرے کمروں کے مقابلے میں اسے کافی کشادہ لگا تھا شاید غیر ضروری سامان کی عدم موجودگی کے باعث۔ مشرقی دیوار کے ساتھ بیڈ کا سرہانہ تھا جس کے سامنے کافی فاصلے پر کوریڈر کے دروازے تھے جو اس وقت کھلے ہوئے تھے اور باریک پردے ہوا سے ہل رہے تھے۔ کوریڈر کی دیوار کے بائیں طرف ڈریسنگ ٹیبل تھی جبکہ دائیں طرف رائٹنگ ٹیبل اور کرسی رکھی تھی۔ جس پر کئی کتابیں رکھی ہوئیں تھیں۔ اس کمرے میں اسے تین دروازے نظر آئے۔ وہ کچھ حیرت سے دیکھ رہی تھی ان تین دروازوں کو دو تو یقیناً اٹیچ باتھ اور ڈریسنگ روم کے ہوں گے مگر تیسرا اسے سمجھ نہ آیا تھا۔ اس نے ایک نگاہ پورے انہماک سے نماز پڑھتے ارحام کو دیکھا پھر رائٹنگ ٹیبل کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس ٹیبل پر اردو اور انگلش لٹریچر کی بے تاج بادشاہوں کی شاہکار کتابیں سلیقے سے سجی تھیں۔ کتابوں کے پاس ہی پینسل شارپنر اور اریزر رکھا تھا ساتھ ہی کچھ سادہ کاغذ ایک بک میں دبے تھے۔ یمنیٰ نے حیرت سے ان تمام چیزوں کو دیکھا پھر بہت آہستگی سے وہ سادہ کاغذ بک میں سے نکال لیے جن پر اسے پینسل کی مہارت نظر آ رہی تھی۔ ان سادہ کاغذوں پر کئی اسکیچز بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک کے بعد ایک اسکیچ دیکھ رہی تھی اور پھر ایک پر آ کر اس کی آنکھیں ٹھہر گئیں۔ یمنیٰ نے کاغذوں کو ترتیب دے کر دوبارہ اسی بک میں رکھ دیا اور پھر داخلی دروازے کے ساتھ رکھے صوفے پر آ بیٹھی۔ ارحام نے دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے سے نور پھوٹ رہا تھا۔ یمنیٰ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتا جائے نماز سے اٹھ کھڑا ہوا اور جائے نماز تہہ کرتا پلٹا تھا کہ صوفے پر اسے یمنیٰ زبیری بیٹھی نظر آئی۔ وہ شدید حیرت میں مبتلا ساکت سا اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کبھی سوچا تھا اس لڑکی کے یہاں موجود ہونے کے بارے میں بہت پہلے مگر اب......

"السلام علیکم! ہاؤ آر یو۔" اپنی حیرت پر قابو پاتے اس نے جائے نماز فولڈ کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھی اور سر پر پہنی ٹوپی اس پر رکھتے دراز بند کر دی تھی۔

"آئی ایم فائن، ہاؤ آر یو۔" یمنیٰ نے سلام کا جواب دیتے مسکرا کر پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" ارحام نے بھی اسے مسکراہٹ سے نوازا۔

"کار مل گئی آپ کی؟" ارحام نے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتے پوچھا۔

"جی......" اس نے یک لفظی جواب دے کر دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"میں کپڑے چینج کرلوں، پھر چلتے ہیں سب لوگ کھانے پر ویٹ کر رہے ہوں گے۔" اس نے مخصوص میزبانوں والے انداز میں اجازت طلب کی تھی۔ یمنیٰ نے سر ہلا کر اسے اجازت دی تو وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ ادھر ادھر دیکھتے یمنیٰ کی نظر ایک بار پھر اس تیسرے دروازے پر آ رکی تھی۔ وہ متجسس نگاہوں سے اس تیسرے دروازے کو دیکھنے لگی تھی۔ ارحام کچھ دیر بعد چینج کر کے نکلا تو وہ ٹہلتی نظر آئی۔

"اوہ آئی ایم سوری۔ میری وجہ سے آپ کو انتظار کرنا پڑا۔" ارحام نے کچھ شرمندگی سے کہا۔ وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی اور بہ نظر غائر اسے دیکھنے لگی۔ اس نے بلیک جینز پر اسکائی بلو شرٹ پہنی ہوئی تھی جو اس پر خوب جچ رہی تھی۔ بھورے سلکی بالوں میں وہ تیزی سے برش پھیر رہا تھا۔ اس کی شخصیت میں جو چیز یمنیٰ کو سب سے زیادہ اپیل کر رہی تھی وہ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کے پاس موجود ننھا سا تل تھا جو دائیں آنکھ کے نیچے تھا۔ وہ ہمیشہ سے ہی اتنا ہینڈسم تھا یا آج اسے لگ رہا تھا۔ یمنیٰ طے نہیں کر پائی تھی۔ وہ خود بھی شہر کی چند حسین لڑکیوں میں شمار کی جاتی تھی۔ اس وقت بھی بلیک ٹائٹس پر پنک ٹاپ اور پنک کلر کی ہی کریشے کی کوٹی پہنے وہ ہوش اڑا دینے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ ارحام اس کی نگاہوں کے ارتکاز سے جھنجلا رہا تھا۔ اسے اب اس توجہ کی ضرورت نہیں تھی۔

"چلیں۔" اس نے خاصی سنجیدگی سے پلٹ کر اسے کہا تو وہ سر ہلاتی دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی جوڑی چاند اور سورج سے مماثل تھی۔ کسی بات پر ہنستے وہ دونوں ایک مکمل کپل لگ رہے تھے۔ یہ تحریر لاؤنج میں بیٹھے ہر شخص کی آنکھوں میں رقم تھی۔

❁......❁......❁

اس نے تقریباً پندرہ بیس دن بعد اکیڈمی میں قدم رکھا تھا۔ اس نے کوریڈور میں قدم رکھا ہی تھا کہ سامنے ارماہ کے ساتھ ارحام علی آفندی کھڑا نظر آیا وہ چند ثانیے وہیں کھڑی

انہیں دیکھتی رہی۔ تبھی نہ جانے کس احساس کے تحت ارحام علی آفندی نے اس کی سمت دیکھا ایسے جیسے اسے حریم کی آمد کی خبر ہوگئی ہو اور اسے دیکھتے ہی ارحام کی آنکھوں میں خوشی دیے کی مانند جل اٹھی تھی۔ وہ خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتے وہیں کھڑا رہ گیا تھا جبکہ بہت سی نگاہیں معنی خیزی سے اس کی طرف اٹھی تھیں۔ ارماہ نے ارحام کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو اس کی نظر حریم پر پڑی اور وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے گلے آ لگی تھی۔

''او مائی گاڈ حریم' آئی ایم سو ہیپی۔'' وہ پُرجوش سے لہجے میں بولی۔ حریم نے مسکراتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا۔

''تھینکس اتنا گرم جوشی سے استقبال کرنے کے لیے۔'' حریم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا۔ ''سر ہاشم آگئے؟'' اس نے اپنی جگہ پر منجمد ارحام پر ایک نگاہ ڈالتے ارماہ کو دیکھا۔

''نہیں...... ابھی تو نہیں آئے لیکن تم میرے ساتھ آؤ۔'' ارماہ اس کا ہاتھ تھامتے ارحام کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''یہ لیجیے آگئی حریم' اب آپ خود اس سے پوچھ کر اپنی تسلی کرلیں۔'' ارماہ ارحام سے مخاطب تھی وہ تو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں پتا ہے حریم پچھلے پندرہ بیس دن میں انہوں نے تمہاری مدر کی طبیعت کا اتنا پوچھا کہ مجھے گمان گزرنے لگا کہ کہیں یہ تمہارے رشتے دار تو نہیں......'' ارماہ نے عادتاً مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارماہ......!'' حریم نے اس کے ہاتھ دباتے دبے دبے لہجے میں کہا۔ ارحام بری طرح شرمندہ ہوگیا تھا۔

''ارے میں سچ کہہ رہی ہوں' اچھا تمہیں مجھ پر یقین نہیں تو خود انہی سے پوچھ لو۔'' ارماہ نے یک دم ارحام کے کندھوں پر بندوق رکھی تھی۔

''ارماہ مجھے کسی تصدیق کی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے انہوں نے امی کی طبیعت کا پوچھا ہوگا کیونکہ امی کو ہاسپٹل لے جانے والے یہی تھے تو ظاہری بات ہے مریض کی تیمارداری اور عیادت ان کا اخلاقی فرض بنتا ہے۔'' حریم نے بہت سلیقے سے ارماہ کو تصویر کا دوسرا رخ دکھایا اور وہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلانے لگی۔

''اوہ...... میں نے تو اس طرح سوچا ہی نہیں بلکہ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔'' وہ پہلے افسوس سے پھر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بات مکمل کرگئی تھی۔

''اسی لیے تو کہتی ہوں بولنے سے پہلے بات کو ہر زاویے سے سوچا کرو۔'' حریم نے اس کی بات پر مطلق دھیان ہی نہ دیا تھا۔

''ارماہ بہت سلی گرل ہے' اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ کب اس کے منہ سے کیا نکل جاتا ہے۔'' ارماہ کسی کے پکارنے پر منظر سے ہٹی تو حریم ارحام کو اس کی صفائی دینے لگی۔

''اٹس اوکے میں نے مائنڈ نہیں کیا۔'' وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا وہ پچھلے دنوں کے مقابلے میں بہت کمزور لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد گہرے گہرے حلقے ہوگئے تھے۔ حریم کو اس کی گہری جائزہ لیتی نگاہوں سے الجھن ہونے لگی تب ہی جھنجلا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

''آپ کی مدر کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''وہ اب ٹھیک ہیں۔'' اس نے اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پاتے نارمل لہجے میں بتایا۔

''آپ نے آپشنلز سلیکٹ کرلیے؟'' حریم نے بات برائے بات کی۔

''ہوں...... تقریباً ویسے آپ کون سے آپشنلز رکھیں گی۔'' وہ دونوں آڈیٹوریم کے اندر داخل ہوئے تھے۔ حریم نے اسے اپنے آپشنل ٹیکنیکلس بتائے۔

''آپ سے ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں تو۔'' وہ دونوں دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ ارحام کے بات جاری رکھنے پر اسے رکنا پڑا۔ اب وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ کے بغیر یہ اکیڈمی بہت خالی لگ رہی تھی۔'' وہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے جبکہ دوسرے ہاتھ میں لیپ ٹاپ بیگ پکڑے کھڑا تھا۔

''میرے خیال میں مسٹر ارحام ہم سب یہاں پڑھنے آتے ہیں' کچھ بننے کے لیے آتے ہیں' کسی کا ہونا یا نہ ہونا ہم پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے اور دوسری بات میں آپ کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ آئندہ مجھ سے ایسی فضول گوئی سے اجتناب کیجیے گا۔ ناؤ ایکسکیوز می۔'' ارحام کی بات پر وہ چراغ پا ہوگئی تھی۔ اپنی بات ختم کرنے کے بعد وہ رکی نہیں بلکہ ایک ڈیسک پر بیٹھی ارماہ کے پاس آگئی تھی۔ ارحام کو افسوس ہوا

اس نے قبل از وقت اسے خود سے آگاہی دے دی تھی۔ اسے انتظار کرنا چاہیے تھا ایک اچھے ریلیشن کے ڈویلپ ہونے کا' جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ سر جھٹکتا ایک ڈیسک پر آ بیٹھا تھا البتہ اس کی نگاہوں کا بے اختیار مرکز اگلی ڈیسک پر بیٹھی حریم حیات ہی تھی۔

❁......❁......❁
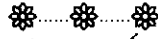
وہ گھر میں داخل ہوئی تو شائستہ آپا کے بچوں کے ساتھ سبین کی بیٹی کو کھیلتے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

''رابی......!'' اس نے حیرت سے باہر نکلتے اپنے دونوں بازو وا کرتے اسے پکارا اور وہ حریم کی آواز پر دوڑ کر اس کے بازوؤں میں آسمائی۔ حریم نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا پھر باری باری اس کے گالوں کو چوما۔ ''مما کہاں ہیں؟''

''مما یہاں ہیں۔'' سبین کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ امی جی کے کمرے کے باہر شائستہ آپا اور رامین کے ساتھ کھڑی تھی اور اس نے حریم کے لیے دونوں بازو پھیلائے تو حریم اس کے کھلے بازوؤں میں آسمائی تھی۔ یہ حریم کی وہ بہن تھی جسے حریم آئیڈیلائز کرتی تھی۔ اسی نے حریم کو ہر حال میں مضبوط رہنا سکھایا تھا۔ اس کے سکھائے ہوئے گر حریم کے اب کام آرہے تھے۔ دو آنسو ٹوٹ کر حریم کی پلکوں سے اس کے دوپٹے میں جذب ہوگئے تھے۔

''کب آئیں؟ بتایا بھی نہیں۔'' وہ اس سے الگ ہوتے بولی۔

''بھئی ہم نے سوچا کمشنر صاحبہ کو سرپرائز دیا جائے اور دیکھو کمشنر صاحبہ سرپرائزڈ ہو ہی گئیں۔'' اس نے حریم کی ٹھوڑی دو انگلیوں سے چھوتے بڑے شرارتی انداز میں کہا۔ جس پر وہ سب ہی ہنس دیں تھیں۔

''اور سناؤ تمہارے سسرال والے کیسے ہیں' عابد بھائی کا کیا حال ہے؟'' رات کے کھانے کے بعد شائستہ آپا کے شوہر آکر انہیں لے گئے تھے۔ زہرہ بیگم اور حمزہ واسامہ کے سونے کے بعد وہ تینوں اب صحن میں بیٹھی تھیں۔ سبین کی بیٹی حریم کی گود میں لیٹے لیٹے سو چکی تھی۔

''سسرال میں سب ٹھیک ہوگئے ہیں کیونکہ عابد اب مجھے سپورٹ کرتے ہیں۔ ایک عرصے تک ان کی ماں اور بہنوں نے مجھے ان کی محبت ہونے کی سزا دی ہے گو کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا' اگر ان کے بیٹے اور بھائی کو مجھ سے محبت تھی۔'' سبین کے لہجے میں یاسیت تھی۔

''ویسے عابد بھائی کی کایا پلٹ کیسے گئی' اس بار عید تک پہ تو تمہیں آنے نہ دیا تھا پھر امی کی علالت کا سن کر کیسے بھیج دیا۔'' رامین نے نہ چاہتے ہوئے بھی طنز کر دیا۔ حریم نے اسے تنبیہی نگاہوں سے دیکھا۔

''اولاد بہت بڑی آزمائش ہوتی ہیں رامین اور بالخصوص بیٹیاں تو باپوں کا سب سے بڑے امتحان ہوتی ہیں۔ مرد کی یہ خصلت ہے مہینوں وہ دوسرے کی بیٹی کو اپنے گھر لا کر اس پر ہونے والی زیادتیوں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے لیکن جب اپنے ہی گھر میں اپنی اولاد پر اور وہ بھی بیٹی پر کوئی زیادتی ہو تو پھر اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کی ہر حس کام کرنے لگتی ہے۔'' وہ بہت کھوئے کھوئے لہجے میں آج پہلی بار اپنے دل پر جھیلے درد ان سے ڈسکس کر رہی تھی۔

''عابد کے رویے کی تبدیلی کے پیچھے سب سے بڑا ہاتھ رابیل کا ہے۔ رابی کی پیدائش کے بعد میری ساس اور نند کا رویہ ویسا ہی تھا جیسا کہ علی اور حسن کی پیدائش پر مگر اس بار عابد نے انہیں ان کے رویے پر ٹوکا' حسب توقع وہ بھڑک گئیں اور عابد کو بہت سنائیں مگر بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی' جیسے جیسے رابیل بڑی ہونے لگی وہ اپنی دادی اور پھوپی کی طرف سے روا رکھے جانے والے فرق کو محسوس کرنے لگی جو وہ دوسرے پوتا پوتی اور بھتیجا بھتیجی سے رکھا کرتی تھیں۔ شام کو جب عابد آتے تو رابی اپنی توتلی زبان میں ان سے تمام شکایتیں کرتی پھر گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا۔ میں ایک خاموش تماشائی کا کردار ہی ادا کرتی مگر پھر بھی اگلے دن دونوں ماں بیٹیاں میری بہت بے عزتی کرتیں جسے میں خاموشی سے سنتی اور کام نمٹا کر اپنے کمرے میں چلی جاتی لیکن رابیل بھلا کب خاموش رہتی فوراً اپنے بابا کے آتے ہی کان بھر دیتی۔ وہ بھی مجھ پر خفا ہوتے کبھی خود پر' بہرحال آہستہ آہستہ انہیں احساس ہو گیا کہ ان کی ماں' بہن ان کی بیوی اور بچوں کے ساتھ ویسی محبت نہیں کرتیں جیسی دوسرے بھائیوں کے بیوی بچوں سے۔ پھر انہوں نے ہر بات میں میرے لیے بولنا شروع کر دیا۔ شروع میں بہت جھگڑے ہوئے مگر پھر آہستہ آہستہ سب کچھ معمول پر آگیا اسی دوران میری ساس کو فالج کا اٹیک ہو گیا جس کی وجہ سے میں عید پر نہیں آسکی۔ ان کی بیٹی تو پہلے بھی ان کا کوئی کام نہیں کرتی تھی اور دوسری بہوؤں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا' ایسے

میں، میں ہی تھی جو ان کو سنبھال رہی تھی۔ اس حالت میں جا کر انہیں میری خدمت میری ریاضت نظر آئی۔ عابد نے بھی انہیں احساس دلایا جس کے بعد انہوں نے مجھ سے اپنے گزشتہ رویے پر معذرت بھی کی اور شاید یہ ان کی خدمت کرنے کا اجر ہی تھا کہ یہاں امی کو کچھ نہیں ہوا۔ ادھر عابد نے یہ خبر ملتے ہی میرے اور رابیل کے ٹکٹس کنفرم کروا دیے۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا تھا کہ میرا دکھ میرا درد اب محض میرا نہیں رہا تھا، مجھ سے محبت کا دعویدار میرا شوہر میرے اس درد سے آشنا ہو گیا تھا۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولی۔

''جب حالات اتنے سنگین تھے تم نے امی اور ابو جی کو بتایا کیوں نہیں وہ عابد بھائی سے بات کرتے۔ آخر یہ رشتہ ان کی مرضی سے طے ہوا تھا۔'' رامین کو عابد بھائی پر بے طرح غصہ آیا تھا۔

''تمہیں شاید پتا نہیں ہے رامین بیٹیوں کے ماں باپ بہت مجبور ہوتے ہیں، وہ اپنے جگر کا ٹکڑا کسی کو دیتے ہیں لیکن اس سے روا رکھے جانے والے سلوک پر اف بھی نہیں کر سکتے۔ اور ویسے بھی ایک لڑکی جب سسرال جاتی ہے تو اسے کچھ نہ کچھ چیلنجز کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ جس ماحول میں جاتی ہے اسے خود کو اس ماحول کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے نا کہ ان لوگوں کو اپنے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے ایسی کوئی بھی کوشش عورت کی جگ ہنسائی کا سبب بنتی ہے۔'' سبین ایک تسلسل سے بولتی جا رہی تھی۔

''کیا تمہیں کبھی ایک پل کے لیے بھی عابد بھائی سے نفرت محسوس نہیں ہوئی؟'' حریم نے اس پوری گفتگو میں پہلی بار حصہ لیا اور جھجک کر اپنا سوال کیا۔ حریم کے اتنے بے وقوفانہ سوال پر سبین نے حیرت سے اسے دیکھا پھر مسکرا دی۔

''تمہیں پتا ہے حریم محبت اس دنیا کا سب سے خوب صورت احساس ہے یہ جس کے دل میں پنپتی ہے اسے تو سرنگوں کرتی ہے لیکن جس کے لیے پنپتی ہے وہ بھی اس کے احساس سے بے خبر نہیں رہ پاتا۔ میرے دل کو بھی اس احساس نے بے خبر نہیں رہنے دیا۔ میں آہستہ آہستہ ان کی محبت کی عادی ہوتی چلی گئی۔ بے شک عابد نے کبھی اپنی ماں بہن کے سامنے میرا ساتھ نہیں دیا لیکن انہوں نے کبھی ان کی طرف سے بھی کچھ نہیں کہا۔ ان کا وجود میرے لیے اس گھر میں گھنے سایہ دار درخت کی مانند ہے جس کی چھاؤں پر صرف میرا حق ہے۔ اپنی سات سالہ ازدواجی زندگی میں اگر میں سوچوں بھی تو بھی کوئی ایسا لمحہ نہیں جب انہوں نے مجھ سے سخت لہجے میں بات کی ہو یا مجھ پر غصہ ہی کیا ہو۔ انہوں نے مجھ سے محبت کی ہی نہیں بھی بلکہ اسے نبھایا بھی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی ماں اور بہن سے مجھے وہ مقام نہیں دلوا سکے جو میرا ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے لیے میں انہیں ذمہ دار نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ دونوں مجھے وہ مقام دینا ہی نہیں چاہتی تھیں اس کی وجہ میں نے تمہیں پہلے ہی بتائی کہ میں ان کے بیٹے اور بھائی کی پسند تھی، اب تم مجھے بتاؤ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص آپ پر اپنی تمام محبتیں لٹاتا رہے، آپ سے بغیر کسی صلے کی توقع کیے اپنی ذات کی نفی کر کے آپ کے شخصی غرور کو تقویت دے تو کیا آپ ایسے شخص سے نفرت کر سکتے ہیں..... نہیں ناں تو پھر میں کیسے کر سکتی ہوں؟'' اس نے متبسم لہجے میں کہا جبکہ حریم کا وجود اس کے آخری جملوں کے باعث جھکڑوں کی زد پر تھا کسی کی آس وامید کے درمیان ڈولتی آواز اس کے کان کے پردوں سے ٹکرا رہی تھی۔

''وہ کس کی تھی آواز..... کس کی.....؟'' ابرار رضوی۔

''نہیں ہر گز نہیں.....'' بہت شدومد سے نفی کی گئی۔ ''پھر؟'' بڑا سوالیہ سا ''پھر'' گونجا۔ ''ارحام علی آفندی.....'' کہیں بہت دور سے یہ آواز آئی اور حریم کے وجود میں سناٹے سے اترتے چلے گئے۔

❁......❁......❁
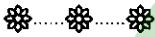
بہت کوشش کے باوجود بھی جب اسے نیند نہ آئی تو وہ بستر سے باہر نکل آئی۔ ابھی اس نے کمرے سے باہر نکل کر پانی پینے کے بارے میں سوچا تھا کہ موبائل وائبریٹ ہونے لگا۔ اس نے ان لاک کیا تو تھرٹین نیو میسجز کا عندیہ ملا۔ ان بکس چیک کرنے پر پتا چلا کہ یہ تمام میسجز ایک ہی نمبر سے تھے۔ علی رضا آفندی کے نمبر سے۔ رامین کے چہرے پر الجھن کا سایہ لہرایا تھا۔ آخر اب یہ شخص کیوں پیچھے پڑ گیا ہے۔ ایک فیصلہ کرتے اس نے علی رضا کا نمبر ملایا جو دوسری ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا۔

''ہیلو..... ہاؤ آر یو رامین؟'' دوسری طرف سے خاصے دوستانہ انداز میں کہا گیا تھا۔

''جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے مسٹر ہمارے درمیان کبھی بھی کوئی دوستانہ تعلقات نہیں رہے اور مستقبل

قریب میں استوار ہونے کے آثار بھی نہیں لہٰذا مجھے بار بار میسجز اور کالز کرنے سے اجتناب کریں تو آپ کے حق میں بہتر ہوگا اور ایک بات اور مسٹر ارحام کو میرا یہ میسج ضرور دیجیے گا کہ آپ کو میرا نمبر دے کر انہوں نے یقیناً آپ کے دوست ہونے کا حق ادا کیا ہے لیکن جو اعتبار میرا ان پر تھا وہ کھودیا ہے۔''

''ویٹ فار ون سیکنڈ رامین' ارحام میرا دوست نہیں میرا بھائی ہے اور آپ کا نمبر اس نے مجھے نہیں دیا میں نے خود اس کے موبائل سے حاصل کیا تھا اس کے علم میں لائے بغیر کیونکہ آپ کی آواز تین چار سال بعد اس کے موبائل پر سن کر میں پہچان گیا تھا اور آپ کے ساتھ کی جانے والی زیادتی پر میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے آپ سے رابطہ کیا مگر آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کردیا جبکہ میں محسوس کرچکا تھا کہ میں پہچانا جاچکا ہوں اسی لیے پھر میں نے ارحام کے نمبر سے میسج کرکے آپ کو نی ہاؤس بلایا اور میری توقع کے عین مطابق آپ ارحام سے ملنے چلی آئیں۔'' وہ لمحہ بھر کو رکا تھا' اس کا یہ جملہ رامین پر کوڑے کی طرح برسا تھا' تبھی تڑپ کر بولی۔

''ارحام سے میرے ملنے کا مقصد صرف اپنی والدہ کی بیماری کو ڈسکس کرنا تھا۔''

''مجھے پتا ہے میں نے میسج پڑھا تھا۔ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگا رہا۔ بس آپ سے ایک ریکوسٹ کررہا ہوں کیا ارحام کی طرح میں آپ کا دوست نہیں بن سکتا۔''

''ارحام میرے دوست نہیں...... وہ میرے کزن کے دوست ہیں اور میں اسی حساب سے انہیں بڑے بھائی کی حیثیت دیتی ہوں۔''

''ویٹ ویٹ' میں ہرگز بھی ارحام کی طرح آپ کا بھائی نہیں بننا چاہوں گا' کیا میرے لیے کوئی اور سیٹ خالی نہیں ہوسکتی۔'' اب کی بار اس کا لہجہ شرارت سے پُر تھا۔

''یو......''

''پلیز گالی مت دینا سیدھا دل پہ لگتی ہے۔'' اس کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔

''تم جیسے گھٹیا انسان کبھی نہیں سدھرتے۔ اس دن بڑی معذرت کررہے تھے ناں' لیکن تم آج بھی وہی ہو دوسروں کا مذاق اڑانے والے' دوسروں پر ہنسنے والے اور دوسروں کو نیچا دکھا کر خوش ہونے والے آئندہ اگر مجھے کال کرنے کی کوشش کی یا سامنے آنے کی بھی تو میں تمہیں شوٹ کردوں گی۔'' اپنی بات ختم کرتے ہی رامین نے کال منقطع کرنے کے ساتھ اس کا نمبر بلاک کردیا۔ کمرے میں واپس آکر وہ بستر پر لیٹ گئی۔ کتنے ہی آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر تکیے میں جذب ہوگئے اسے پتا ہی نہ چلا۔

❁......❁......❁

ہر گزرتے دن کے ساتھ اکیڈمی میں یہ بات پھیلنے لگی تھی کہ ارحام علی آفندی' حریم حیات میں انٹرسٹڈ ہے۔ ارماہ کے ذریعے حریم تک بھی اسٹوڈنٹس کے خیالات پہنچ چکے تھے۔

''تم سے کس نے کہا یہ سب؟'' حریم قدرے غصے میں اس سے پوچھ رہی تھی۔

''اب میں تمہیں لوگوں کے نام بتا کر ان کا حشر نہیں بگاڑنا چاہتی اور نہ ہی اپنا ریلیشن ان سب سے۔'' ارماہ نے ہونٹوں کو پھیلا کر اپنی مجبوری ظاہر کی۔

''تمہیں جب مجھے پوری بات سے آگاہ کرنا ہی نہیں ہوتا تو یہ آدھی ادھوری باتیں بھی بتانے سے گریز کیا کرو۔'' حریم نے بے پروا انداز میں کہتے اپنی بکس بیگ میں ڈال کر زپ بند کی اور بیگ کندھے سے لٹکایا۔

''ارے حریم تم تو ناراض ہوگئیں۔ میں تو جسٹ وہی بتا رہی ہوں جو میں نے سنا۔''

''سنی سنائی پر یقین مت کیا کرو۔'' حریم اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''چلو سنی سنائی پر تو بندہ یقین نہ کرے لیکن دیکھی دکھائی کا کیا کرے۔ تمہیں وہ اتنی فرصت سے دیکھتا ہے جیسے اس کام کے علاوہ دنیا میں اور کوئی کام ہی نہیں اور اس کا یوں دیکھنا دوسری لڑکیوں کو رشک وجلن میں مبتلا کرتا ہے۔ بیچاری لڑکیاں......'' ارماہ کے انداز پر حریم نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

''ویری گڈ' ہنستی رہا کرو ورنہ تمہیں ہنسانے کے لیے ایسے جتن کرنے پڑیں گے۔'' ارماہ کا اشارہ سمجھ کر حریم مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے ارماہ تم بہت سوئیٹ ہو ساتھ ہی تھوڑی سی بے وقوف بھی۔'' حریم کی پہلی بات ارماہ کو جہاں فرضی کالر کھڑا کرنے پر مجبور کرگئی تھی وہیں دوسری بات گھورنے پر اور اس

کے یوں گھورنے پر حریم کا آڈیٹوریم سے باہر آتے بے ساختہ قہقہہ نکلا تھا۔ جس پر ایک اسٹوڈنٹ کے ساتھ بات کرتے ارحام علی آفندی نے حیرت واستعجاب سے اسے دیکھا تھا۔ بھلا یہ لڑکی بھی کبھی ہنستی ہے۔

"وہ دیکھو وہ بیچارہ ہینڈسم لڑکا تمہیں کتنی حیرت سے دیکھ رہا ہے کبھی کبھی غریب کو ہنس کر بھی دکھایا کرو کہیں حیرت سے بے ہوش ہی نہ ہوجائے۔" ارماہ نے ارحام کے پاس سے گزرتے ہوئے بھی اپنی زبان بند نہ کی تو حریم نے اپنی کہنی اس کے بازو پر ماری۔

"ظالم لڑکی تمہیں تو اللہ پوچھے۔" ارماہ نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔

"اب اتنی زور سے بھی نہیں مارا جتنا ایکٹ کررہی ہو۔ ایسی باتوں سے مجھے کتنی کوفت ہوتی ہے تمہیں پتا ہے پھر بھی۔" حریم کے تیور یک دم بگڑے۔

"کیوں ہوتی ہے کوفت؟ کیا تم خود کو انسانی ضروریات سے مبرہ سمجھتی ہو یا تمہیں ایسا لگتا ہے کہ خود پر جو خول تم نے چڑھا رکھا ہے اسے توڑنے کی صلاحیت دوسروں میں ناپید ہے۔ خود پر اتنی ہی پابندیاں لگاؤ حریم جتنا تمہارے دل ودماغ برداشت کرسکیں۔" وہ دونوں اکیڈمی کے پارکنگ لاٹ میں آچکی تھیں۔

"میں نے خود پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ میرے دل ودماغ مجھے اب کسی غلط وخوش فہمی کا شکار ہونے سے بچانا چاہتے ہیں۔ اب میری نظر حقائق پر رہتی ہے نہ کہ خوابوں خیالوں کی باتوں پر۔ خواب ہمیں ہمیشہ کبھی نہ ختم ہونے والی راہوں کا مسافر بنادیتے ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ میرے اور اس شخص کے درمیان کلاس ڈیفرنس موجود ہے وہی ڈیفرنس جس نے میری ماں کو بھری محفل میں رسوا کرایا اور میری انا ووقار کو کوڑیوں کے مول کردیا۔ وہ ایک بار کی ذلت سہہ کر تو زندہ رہ گئی ہیں دوبارہ نہیں رہ سکیں گی۔" حریم کی بات نے ارماہ کے لب سی دیئے تھے۔ پھر وہ خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ آبیٹھی اور ہاتھ بڑھا کر حریم کے لیے فرنٹ ڈور اوپن کیا۔ پارکنگ سے نکلتے ارماہ کو انٹرنس پر ارحام کھڑا نظر آیا جس پر اسے پتھر کے بت کا گمان ہوا اس نے نظر کا زاویہ بدل کر حریم کو دیکھا اس کا چہرہ دوسری سمت تھا۔ اس نے سر جھٹکتے اپنی توجہ ڈرائیونگ کی جانب مبذول کرلی تھی۔

❀......❀......❀

عالم آفندی بہت غور سے نوشی اور یمنیٰ کے بڑھتے روابط کو دیکھ رہے تھے۔ یمنیٰ کبھی بھی نوشی کو فون کرکے ملنے چلی آتی یا نوشی خود اسے کال کرکے بلالیتیں اور یہ وہ وقت ہوتا جب ارحام گھر پر رہتا پھر نوشی ارحام کو بلاوجہ ہی اپنے پاس بلاکر بٹھالیتیں۔ آج بھی گھر میں ایک بڑی پارٹی کا اہتمام تھا جس کی بنیادی وجہ ارحام کی بدولت حاصل ہونے والا ایک بہت بڑا کنٹراکٹ تھا۔ پوری پارٹی میں ان کی کوشش رہی کہ ارحام اور یمنیٰ ساتھ ساتھ رہیں اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہیں اور اب عالم آفندی لائبریری میں بیٹھے ان کی تمام حرکتوں کو معنی پہنانے کی کوشش کررہے تھے اور جو معنی ومطالب سامنے آرہے تھے وہ انہیں غصے سے دوچار کررہے تھے۔

"اف یہ عورت آخر ہمیشہ بے وقوفیاں ہی کیوں کرتی ہے؟" انہوں نے کوفت سے سر جھٹکا۔

"کیا ہوا دادو؟" اندر داخل ہوتے ارحام نے حیرت سے کوفت میں مبتلا عالم آفندی کو دیکھا۔

"تمہاری ماں کے ہوتے کوئی سکون سے ہوسکتا ہے۔" ارحام نے حیرت سے منہ کھولے انہیں دیکھا پھر ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے وہ ان کے پیچھے کھڑے ہوکر ان کے کندھے دبانے لگا۔ یہ ایک اور انداز تھا انہیں پرسکون کرنے کا۔

"ارحام تم میں میری جان ہے۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں تمہیں دنیا کے ہر غم سے محفوظ رکھوں تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے لیکن اگر کبھی میں اس کوشش میں ناکام ہوجاؤں تو مجھے معاف کردینا میرے بچے۔" عالم آفندی نے اس کے ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگائے۔

"یہ آج آپ کیسی باتیں کررہے ہیں دادو۔" ارحام کچھ پریشان سا ان کے سامنے آبیٹھا۔ وہ متحمل سا ہوکر اپنا یہاں آنے کا مقصد بھول چکا تھا۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی۔ تمہاری ماں کے ارادے مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے جتنی جلدی ممکن ہو تم مجھے اس لڑکی کے والدین سے ملوادو۔" وہ اپنے آپ پر قابو پاتے قدرے ٹھہر ٹھہر کر بولے جبکہ وہ ان کی بات سن کر خاموش سا رہ گیا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے دادو۔" اس نے نظریں جھکاتے

ہوئے کہا۔
"کیا مطلب......؟ میں سمجھا نہیں۔" وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگے۔
"دادو میں نے آپ کو بتایا تھا ناں حریم کی والدہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے انہیں یاد دلایا۔
"ہاں تو صحیح ہے ناں' اب ایسی سچویشن میں اگر ہم رشتہ......"
"دادو پلیز...... آخر آپ کو اتنی جلدی کیا ہے؟" وہ جھنجلا سا گیا عالم آفندی کی اس جلد بازی پر۔ وہ انہیں حریم کا رویہ بتا کر ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا' خود اس نے سب کچھ وقت اور حالات پر چھوڑ دیا تھا۔
"آخر تمہیں اعتراض کیا ہے میرے جلدی کرنے پر۔" وہ کھوجتی نگاہوں سے دیکھتے بولے۔
"کیونکہ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا فی الحال میں اپنا کیریئر بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی ایک الگ پہچان بنانا چاہتا ہوں۔" وہ ان کے سامنے سے اٹھ کر کمپیوٹر کے سامنے آ بیٹھا اور فیڈ ڈیٹا میں سے وہ بک سرچ کرنے لگا تھا جس کے لیے وہ یہاں آیا تھا۔ سیکنڈ فلور شیلف تھری' فرسٹ روُ' بک نمبر ٹو۔ اس نے تفصیلات با آواز بلند پڑھتے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا۔ عالم آفندی کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جبکہ وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا' مطلوبہ بک لے کر وہ نیچے آیا تو عالم آفندی اسی پوزیشن میں بیٹھے نظر آئے۔
"دادو اب بس بھی کیجیے۔ آپ سب کچھ آنے والے وقت پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔" اس نے ایک ہاتھ ان کے کندھے پر رکھ کر کہا وہ سر ہلاتے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے۔
وقت سب کچھ بہتر ہی کرتا ہے۔ وہ سوچتے ہوئے ارحام کے ساتھ لائبریری سے باہر آ گئے تھے۔

❁......❁......❁

"آپ بے فکر رہیے مسز احمد آپ کی بیٹی کا برائیڈل ڈریس بہت بہترین بنے گا کہ دیکھنے والے دانتوں میں انگلیاں دبا لیں گے۔" وہ اپنے آفس کی آرام دہ کرسی پر جھولتی موبائل کان سے لگائے بڑے ریلیکس انداز میں بات کر رہی تھیں کہ تبھی ان کی سیکرٹری اندر داخل ہوئی۔ انہیں مصروف دیکھ کر خاموشی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ انہوں نے الوداعی کلمات کہتے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"میم...... یمنیٰ زبیری آئی ہیں۔" اس نے آنے کا مقصد ظاہر کیا۔
"اوہ اچھا۔" وہ خوشگوار حیرت سے کہتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"ہائے یمنیٰ ڈارلنگ۔" اس کے پاس پہنچ کر انہوں نے محبت سے لبریز لہجے میں کہتے اس کے گال سے گال مس کیا۔
"بہت خوب صورت ہے آپ کا بوتیک آنٹی۔" اس نے توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"تھینکس مائی بے بی۔ ویسے تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس بوتیک کا تمام انٹیریئر ارحام کا سلیکٹ کردہ ہے۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے بولیں۔
"ریئلی...... پھر تو مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ ارحام کی چوائس بہت بہترین ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں یہ تو ہے۔ ارحام کی چوائس واقعی بہت بہترین ہے۔" انہوں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ کر جھجک گئی۔
"واؤ...... آنٹی یہ برائیڈل ڈریس تو بہت خوب صورت ہے۔" اس نے ڈمی پر سجے بلڈ ریڈ شرارہ شرٹ کو دیکھتے کہا۔ شرارہ پر لونگ شرٹ کے ساتھ نیٹ کا کوٹ تھا' جس کی لینتھ شرٹ سے کم تھی۔ کوٹ پر موتیوں کی باریک سی بیل بنی ہوئی تھی جبکہ شرٹ پر ست رنگ موتیوں کا بھاری کام تھا جبکہ شرارہ پر ان موتیوں سے مور پنکھ اسٹائل کا ڈیزائن بنایا گیا تھا۔
"تمہیں پسند آیا۔" وہ اس کے ستائشی انداز پر مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھیں۔
"جی بہت زیادہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"چلو پھر تمہاری شادی پر تمہارا ویڈنگ ڈریس میں ڈیزائن کروں گی۔" نوشی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بڑے پیار سے کہا۔
"اوہ آنٹی تھینک یو سو مچ۔" وہ بے اختیار ان کے گلے لگ گئی۔
"ارے اس میں تھینک یو کی کیا بات ہے ویسے یہ تو بتاؤ شادی کے کب ارادے ہیں۔" وہ آہستہ آہستہ اپنے پوائنٹ پر آ رہی تھیں۔ اس وقت وہ دونوں نوشی کے آفس میں پہنچ چکی تھیں' نوشی نے چائے بسکٹس کا آرڈر دے کر ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

"آنٹی مجھے پرسنلی کوئی پسند نہیں' مما پاپا جو فیصلہ کریں گے مجھے وہ منظور ہوگا۔" اس نے کاندھے اچکاتے جواب دیا اتنے میں چائے سرو کردی گئی تھی۔

"اور اگر تمہارے مما پاپا ایک بار پھر ارحام کا نام لیں تو کیا تم ہاں کہہ دوگی۔" انہوں نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیتے پوچھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے نگاہیں جھکائیں تو نوشی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ بالآخران کی کوششیں رنگ لے آئی تھیں۔ لیکن اچانک ہی اس کے چہرے کے تاثرات میں سنجیدگی در آئی تھی اور آنکھوں کی سطح نم ہوتی چلی گئی اور اس نے آہستہ آواز میں کچھ کہنا شروع کیا جس نے نوشی کی تیوری پر ڈھیروں بل ڈال دیئے تھے۔

❁......❁......❁

"میں تو کہتی ہوں لڑکیوں تمہاری تائی کی ڈیمانڈ ٹھیک ہے جو حالت زہرہ خالہ کی ہے ایسے میں رامین کی شادی کا شور ان کی توجہ بٹانے میں کامیاب رہے گا اور پھر یوں بھی تو شادی کی ڈیٹ فکس تھی اگر اسی ڈیٹ پر ہوجائے تو کیا مضائقہ ہے۔" عظمیٰ بھابی' جو ان کے پڑوس میں کئی سال پہلی بیاہ کر آئی تھیں اور ان کے گھر کے ہر دکھ سکھ میں ہمیشہ شریک حال رہی تھیں' نے بڑے سجاؤ سے مشورہ دیا۔

"میں آپ کی بات سے متفق ہوں مگر یہ سب نہیں مان رہیں۔" حریم نے ان کے سامنے چائے کا کپ رکھتے بسکٹس کی پلیٹ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی تم لوگوں کو کیا اعتراض ہے۔ ویسے بھی تو شادی ہو ہی رہی تھی ناں پھر اب کیا مسئلہ ہوگیا؟"

"مسئلہ یہ ہے بھابی کہ جو کچھ بھی جمع جتھا تھا وہ سب ابھی امی کی بیماری پر خرچ ہورہا ہے ایسے میں شادی کا ہنگامہ۔ ایک الگ خرچہ ہے۔ بے شک مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ تائی امی نے کسی بھی قسم کا جہیز لینے سے انکار کردیا ہے لیکن پھر بھی اپنی عزت کے لیے انسان کچھ نہ کچھ تو کرتا ہی ہے۔" سبین نے بڑے دھیمے لہجے میں اپنی مجبوری کو بیان کیا۔

"ارے سبین میں تو کہتی ہوں تم اللہ کا نام لے کر بسمہ اللہ کرو۔ اللہ پاک اسباب خود بخود بنادے گا۔" عظمیٰ بھابی کے ہمت دلانے پر سبین نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا' پھر رات عابد سے بھی اس بارے میں مشورہ لیا تو عابد کا جواب بھی مثبت تھا۔ اگلے دن شائستہ آپا سے بات کرکے وہ دونوں زہرہ کو یہ خبر دینے اور ان کی رائے لینے آئیں تو انہوں نے کچھ ٹوٹے پھوٹے لفظوں کی مدد سے اپنی رضا کا عندیہ دے دیا اور دونوں بڑی بہنوں نے زہرہ کی موجودگی میں تائی اماں کو شادی کی تاریخ دے دی۔ یوں دونوں گھروں میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ زہرہ کی طبیعت دن بدن سنبھل رہی تھی ایک تو اچانک ملنے والی یہ خوشی دوسرا پراپر میڈیکیشن کے ساتھ ڈاکٹر دانیال سے ہونے والے ریگولر سیشنز کی وجہ سے۔ اتنے دن سے چھائی کثافت کم ہونے لگی تھی۔ یہ تبدیلی ہر ایک پر خوشگوار طریقے سے اثر انداز ہوئی تھی ماسوائے اس کے جس سے یہ خوشی جڑی تھی...... رامین حیات......

❁......❁......❁

یمنیٰ کی بات پر وہ لمحہ بھر کو ساکت ہوا تھا پھر سر جھٹکتے یہ بولا تھا۔

"جیسے آپ کی مرضی بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔" یمنیٰ کے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت شیخ ہاؤس کے گارڈن میں رکھی کین چیئرز پر بیٹھے تھے۔ آج مہناز بیگم نے ارحام کو فون کرکے بلوایا تھا بہت دن ہوگئے تھے اسے شیخ ہاؤس آئے۔

"اور آپ کی گاڑی کا کچھ پتا چلا۔" ارحام نے اس کی بھرپور توجہ اپنی جانب محسوس کرکے اس کا دھیان بٹانے کی خاطر پوچھا۔

"میری گاڑی...... کیا ہوا میری گاڑی کو؟" یمنیٰ کے لہجے میں حیرت تھی۔ ارحام اپنی ہی بات پر مشکوک ہوگیا کہیں وہ حادثہ خواب میں تو پیش نہیں آیا یا پھر کہیں وہ سب......!

"اچھا وہ گاڑی ہاں وہ تو جب ہی مل گئی تھی' میری ایک فرینڈ کے بھائی پولیس میں ہیں انہی کے ذریعے نکلوائی لیکن گھر میں' میں نے اس حادثے کے بارے میں نہیں بتایا کیونکہ مما نے پھر مجھ پر کہیں بھی اکیلے آنے جانے پر پابندی لگادینی تھی۔ پلیز تم بھی مت بتانا ارحام۔" یمنیٰ نے خاصی راز داری سے کہا تو ارحام نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"ویسے آج آنٹی مجھے بلاکر خود غائب ہوگئی ہیں میں انہیں دیکھ کر آتا ہوں۔" اسے اپنی موجودگی وہاں خاصی بے معنی لگ رہی تھی۔ اسی لیے منظر سے ہٹنے میں ہی بہتری سمجھی۔ کچھ دیر مہناز بیگم کے پاس بیٹھنے کے بعد اس نے گھر کا رخ کرنے

کے بارے میں سوچا اور نکل آیا مگر راستے میں اسے دانیال کی کال موصول ہوئی تو کار کا رخ ہاسپٹل کی طرف کردیا۔

"السلام علیکم دانیال بھائی، کیسے ہیں آپ؟" وہ اس کے روبرو بیٹھتے بولا۔

"وعلیکم السلام، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کیسے ہو اور کیا مصروفیات ہیں آج کل؟" دانیال نے خاصے خوشگوار موڈ میں پوچھا۔ ارحام نے مختصر لفظوں میں اسے اپنی مصروفیات بتائی۔

"ویسے آپ نے مجھے آج کس سلسلے میں بلایا ہے؟" ارحام نے بغیر اس کے تاثرات کا جائزہ لیے پوچھا۔

"ہوں...... بات تو خاص ہے لیکن آج پہلی بار مجھے تم سے کوئی بات کرتے جھجک محسوس ہورہی ہے۔"

"ایسی کیا بات ہے دانیال بھائی؟" ارحام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"دراصل یمنیٰ کا تمہارے ساتھ بدلتا رویہ مجھے عجیب شش و پنج میں مبتلا کررہا ہے۔ کل تک وہ تمہارے اس قدر خلاف تھی اور اب دن رات تمہاری باتیں کرتی پائی جارہی ہے۔ تم پلیز مجھے غلط مت سمجھنا یمنیٰ یقیناً میری عزیز از جان بہن ہے لیکن میں اسے ایک عرصے سے ایک پیشنٹ کے طور پر ٹریٹ بھی کررہا ہوں کسی پیشنٹ میں اتنی اچانک ایسا مثبت چینج آنا کسی قدر ناممکن ہے۔ مجھے عجیب سے خدشات لاحق ہیں۔ تم مجھے بتاؤ ایسا کیا ہوا ہے، جس نے تم دونوں کے درمیان ایک خوشگوار ریلیشن ڈولپ کردیا۔" دانیال کا لہجہ مشکوک تھا۔

"یمنیٰ کا رویہ حیران تو مجھے بھی کررہا ہے لیکن میں نے بھی ایسا کوئی خاص دھیان نہیں دیا اس پر، مجھے لگا اس رات ہونے والے حادثے کے باعث شاید وہ خود کو احسان مند محسوس کررہی ہے۔ اسی لیے اپنے گزشتہ رویوں پر شرمندہ ہو کر ازالہ کررہی ہے۔ دراصل ہوا کچھ یوں تھا کہ......" وہ آہستہ آواز میں اس رات پیش آنے والا حادثہ بیان کرتا چلا گیا۔

"اوہ...... لیکن یمنیٰ نے تو ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" دانیال حیران سا بولا تو ارحام نے یمنیٰ کے تحفظات اس تک پہنچا دیئے۔ کچھ دیر کے لیے ماحول میں گہری خاموشی چھی رہی۔ انٹرکام کی بجتی گھنٹی نے اس سکوت کو توڑا۔ دانیال نے ریسیور اٹھایا دوسری طرف سے کچھ کہا جارہا تھا۔

"اوکے بھیج دو۔" دانیال نے کہتے ہوئے انٹرکام رکھ دیا۔

"کوئی پیشنٹ آیا ہے۔" ارحام نے پوچھا۔

"ہاں وہ تمہاری جو فرینڈ ہے۔ کیا نام ہے اس کا...... ہاں حریم......" دانیال نے ذہن پر زور دیتے اس کا نام یاد کیا۔ "حریم اپنی والدہ کے ساتھ آئی ہیں، آج ان کا اپائنٹمنٹ تھا۔ تم ایسا کرو وہاں بیٹھ جاؤ۔" دانیال نے دیوار کے ساتھ کچھ فاصلے پر رکھے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ سر ہلاتا صوفے پر جا بیٹھا تھا بھی دروازہ کھول حریم اور ان کے بازو کے حلقے میں زہرہ بیگم اندر داخل ہوئیں۔ سلام کرتے ہوئے پہلے حریم نے زہرہ بیگم کو دانیال کے سائیڈ والی چیئر پر بٹھایا پھر خود ٹیبل کے دوسری طرف رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ دانیال زہرہ سے چھوٹے چھوٹے سوالات پوچھ رہا تھا جس کا وہ اٹک اٹک کر جواب دے رہی تھیں۔ کبھی دانیال کوئی ایک آدھ سوال حریم سے بھی پوچھ لیتے۔ حریم کی حسیات یک دم الرٹ ہوئی تھیں، کچھ تھا جو محسوس ہورہا تھا۔ کوئی تھا جو اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔ حریم نے یونہی گردن گھما کر دیکھا اور لمحہ بھر کو اس کی نگاہیں ٹھہر سی گئیں۔ کسی احساس کے زیر اثر اس شخص کی آنکھیں ہیروں اور ستاروں کی روشنی کو ماند کرتی جگمگا رہی تھیں۔ ان لبوں پر وہی مہربان سی مسکراہٹ تھی۔ صرف لمحہ کی بات اور اس نے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا تھا یہ دیکھے بغیر کہ اس کی یہ حرکت سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں کی جوت بجھا گئی تھی۔ لبوں کی مہربان مسکراہٹ سمٹ گئی تھی اور پھر اسے لمحہ لگا تھا یہ فیصلہ کرنے میں کہ اسے اس منظر سے ہٹ جانا چاہیے۔ وہ اٹھ کر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

"جارہے ہو ارحام؟" وہ دروازے پر پہنچا تو دانیال کی آواز آئی۔

"جی کچھ ضروری کام ہے۔" اس نے پلٹے بغیر جواب دیا اور باہر نکل گیا۔ حریم نے اپنے اندر اترتے سناٹے کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

❀......❀......❀

"ہے ریفی، کیا ہوگیا ہے آج کل تمہیں۔ اتنے سست کیوں ہوتے جارہے ہو؟" شینا نے ایک ادا سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ کاؤنٹر کے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھا تھا اورنج جوس کا گلاس اس کے ہاتھ میں ویسا ہی تھا جیسا یہاں بیٹھتے اس نے سنبھالا تھا۔

"ریفی......" شینا نے اس کا کندھا ہلایا۔

''کچھ نہیں ہوا بس ویسے ہی۔'' اس نے بے زاری سے گلاس کاؤنٹر پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''رینی کیا ہوا تم پارٹی ادھوری چھوڑ کر جا رہے ہو؟'' شینا نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''مجھے یہاں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ میں یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں ہوں۔ اسی لیے میں کچھ دیر اکیلے وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ خود کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ کیا ہے جو مجھے الجھا رہا ہے یہ میرے لیے جاننا بہت ضروری ہے ورنہ میں تاعمر بھٹکتا رہوں گا۔'' اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ شینا کے ہاتھ سے نکالا۔ شینا حیرت سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے مین روڈ پر لے آیا تھا۔

''تم جیسے گھٹیا انسان کبھی نہیں سدھرتے۔'' یہ محض ایک جملہ نہیں بلکہ ایک تیز دھار خنجر تھا جس نے ہر بار سوچنے پر اس کے وجود ہی نہیں روح کو بھی زخمی کیا تھا۔

''سمجھتی کیا ہے وہ خود کو کوئی حور پری ہے جس کے پیچھے میں خوار ہو رہا ہوں۔ ایک بار ہاتھ لگ جائے تو پھر بتاؤں گا کہ گھٹیا انسان کسے کہتے ہیں۔'' اس کا پورا وجود غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ رامین کے لفظوں نے ہی اسے طیش میں مبتلا نہ کیا تھا بلکہ اس کا نمبر بلاک کرنا اور کسی دوسرے نمبر سے اس کی کال اٹینڈ نہ کرنا اس کے غصے کے گراف کو اوپر لے گیا تھا۔ سگنل پر گاڑی رکی تو اس نے سر جھٹکتے گردن گھمائی تھی۔ دائیں سے بائیں گردن کو حرکت دیتے اس کی نگاہ ایک ٹیکسی پر آ ٹھہری تھی۔ براؤن چادر سے آدھے چہرے کو ڈھانپے بے خیالی میں کھڑکی سے باہر دیکھتی وہ رامین حیات ہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتا سگنل گرین ہوا تو اسے کار آگے بڑھانی پڑی مگر اس نے کار کی اسپیڈ بڑھاتے کار کو اس ٹیکسی کے سامنے لے جا روکا تو ٹائرز کی تیز چرچراتی آواز فضا میں گونجی اور ٹیکسی ایک جھٹکے سے رکی۔ جتنی دیر میں یہ سب ہوا اتنی دیر میں علی رضا اپنی کار سے اتر کر ٹیکسی تک پہنچ چکا تھا۔ رامین کی طرف کا دروازہ کھول کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچا۔ وہ جو ابھی ٹیکسی کے جھٹکے سے ہی نہ سنبھل پائی تھی اس اچانک افتاد پر تو اس کی آنکھیں حیرت و خوف کے ملے جلے تاثرات سے پھیلتی چلی گئی تھیں۔

''تمہیں کیا لگا تھا میری کالز اٹینڈ نہ کرکے تم مجھ سے بچ سکتی ہو۔ نہیں محترمہ رامین حیات صاحبہ ہرگز نہیں۔'' وہ پھنکارا تھا۔ تبھی ایک مضبوط ہاتھ رضی کے اس ہاتھ پر آ ٹھہرا تھا جس سے اس نے رامین کی کلائی تھامی ہوئی تھی اور پھر رامین کا وجود پس منظر میں چلا گیا اور وہ شخص علی رضا کو سامنے نظر آ رہا تھا جس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ اس کی آنکھوں سے غصہ کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے علی رضا کے ہاتھ سے رامین کا ہاتھ نکالا اور دونوں ہاتھوں سے علی رضا کا گریبان تھاما تھا۔

''ہاؤ ڈیئر یو ٹچ مائی فیانسی۔'' اس کے لہجے میں بادلوں سی گھن گرج تھی اور علی رضا حیرت سے پس منظر میں گم ہونے والی رامین حیات کو دیکھ رہا تھا جو ہونٹوں پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی اور اس کے ساتھ ایک لڑکی اسے کندھوں سے تھامے کھڑی تھی۔ اس سے آگے وہ مزید نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ اس شخص نے ایک بھرپور مکا اس کے جبڑے پر مارا تھا۔ علی رضا کا ذہن لحہ بھر کو ماؤف ہو گیا اور پھر وہی عمل دوسرے جبڑے پر بھی دہرایا گیا تھا جس نے علی رضا کو سڑک پر گر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

''حماد بھائی پلیز بس کر دیں۔ چلیں یہاں سے بھابی کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔'' اس نے دیکھا رامین کے ساتھ کھڑی وہ دوسری لڑکی آگے بڑھی اور اس دیو قامت شخص کو بازو سے تھام کر بولی تھی۔ اس شخص نے پلٹ کر غیض سے بھرپور نگاہ رامین پر ڈالی اور پیروں سے زمین کو روندتا ٹیکسی کی اگلی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ وہ لڑکی رامین کو تھام کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی جس کے بعد ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور وہ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ وہیں ڈھے گیا۔

❁......❁......❁

''تمہارا منیجر بتا رہا ہے تم نے ایگزیبیشن ڈیلے کر دی ہے۔'' وہ ایک پینٹنگ کو فائنل ٹچ دے رہا تھا جب نوشی بیگم اسٹوڈیو میں داخل ہوئیں۔ وہ مختلف رنگوں کی مدد سے تصویر کے ہر رخ کو ابھار رہا تھا۔ ہر چیز استعمال ہونے کے باوجود ترتیب اور نفاست سے سجی تھی۔ اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا، وہ ستائشی نگاہوں سے کینوس پر ابھرتے رنگوں میں ڈھلے منظر کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ مسکرا کر ایک بار پھر تصویر کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

''ارحام کچھ پوچھا ہے میں نے؟'' وہ تصویر کے سحر سے باہر نکلتے خفگی سے بولیں۔

"مما ابھی کچھ کام باقی ہے' کچھ پینٹنگز ادھوری ہیں۔" اس نے مصروف سے انداز میں کہا۔

"اچھا......" انہوں نے اب باقی پینٹنگز کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

"واؤ...... بیوٹی فل' امیزنگ' یہ پینٹنگ تو بہت خوب صورت ہے ارحام یہ عروسی لباس تم نے میرے بوتیک سے چرایا ہے ناں۔" وہ جتاتے لہجے میں بولیں' ارحام کے تیزی سے چلتے ہاتھ یک دم تھم گئے تھے وہ اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا' اسے لگا اب نوشی اس سے اس پینٹنگ میں موجود ہستی کے بارے میں پوچھیں گی۔ اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا۔ وہ اب بھی اس پینٹنگ کے آگے کھڑی تھیں۔

"مجھے لگ رہا ہے یہ تمہاری شاہکار تصویر ہے ارحام۔" وہ گردن کو دائیں بائیں حرکت دیتے جیسے گرویدہ ہو گئی تھیں۔

"اچھا اب تم تھوڑا ریسٹ کر لو۔ صبح سے نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتے پھر رہے ہو مناظر کو کیپچر کرنے کے لیے اور اب شام سے اس اسٹوڈیو میں گھسے ہوئے ہو۔ باقی کام کل کر لینا اوکے۔" انہوں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا اور پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتی اسٹوڈیو سے باہر نکل گئی تھیں' ان کے جانے کے بعد وہ خود اس تصویر کے آگے کھڑا ہوا تھا۔ ریڈ اور اورنج کامبینیشن کا عروسی لباس اس کی گندمی رنگت پر سج رہا تھا۔ مانگ پٹی' نتھ' گلے میں فکس سیٹ' کلائیاں چوڑیوں سے لبریز گویا ہر وہ چیز جو ایک دلہن کو دلہن ظاہر کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے اس سے اس تصویر کو سجایا گیا تھا۔ اس تصویر کی سب سے خوب صورت چیز وہ قد آدم آئینہ تھا جس کے سامنے وہ دلہن کھڑی تھی۔ اس کی گہری آنکھیں پلکوں کی حیا بار جھریوں سے جھانک رہی تھیں جن میں ہلکی نمی ٹھہری ہوئی تھی اور اس کے لب حیا آمیز تبسم سے دمک رہے تھے۔ اس کے چہرے پر ایک الوہی سی روشنی پھیلی تھی۔ جس نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تھا۔ ارحام نے ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا' وہ تصویر اس مباحثے کا نتیجہ تھی جو اس دن دادو کے ساتھ اس کا ہوا تھا۔ وہ شادی پر زور دیتے رہے اور اس ذہنی کشمکش میں جب اس نے کینوس پر رنگ بکھیرے تو خود بخود محبت ان رنگوں میں شامل ہوتی چلی گئی اور جو عکس قرطاس ابیض پر ابھرا وہ اس کا ہی تھا۔ حریم حیات کا عکس...... اس نے ہاتھ بڑھا کر ایزل پر ٹنگی اس تصویر کو اتارا اور ایگزیبیشن میں شامل ہونے والی تصویروں سے الگ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ تصویر وہ ایگزیبیشن میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ تصویر وہ کبھی بھی سیل نہیں کرنے والا تھا۔ یہ ایک انمول تصویر تھی۔ یہ اسی کو دی جانی تھی جو اس کا اصل حق دار تھا لیکن اس کے لیے ارحام علی آفندی کو صحیح وقت کا انتظار تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک آخری نگاہ اس تصویر پر ڈالی اور پھر ایک باریک کور اس تصویر پر چڑھا دیا۔ تبھی اس کا موبائل بجا تھا۔ اس نے کال ریسیو کی دوسری طرف سے جو خبر اسے دی گئی اس نے ارحام کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے وہ بہت عجلت میں اسٹوڈیو سے نکلا تھا۔

❀......❀......❀

وہ جب گھر میں داخل ہوئی تو سبین کچن میں مصروف تھی اور حریم نماز کی نیت باندھے کھڑی تھی۔ دروازہ اسامیہ نے کھولا تھا۔ وہ شکر ادا کرتی جلدی سے اپنے کمرے میں آئی تھی۔ چادر اتار کر طے کرتے اس نے خود کو نارمل کیا پھر دوپٹہ سنبھالتی صحن میں لگے واش بیسن کی طرف آ گئی۔ ایک ہی بار میں اس نے کئی مرتبہ منہ پر پانی ڈالا اور چہرے کے ہر تاثر کو پانی کے ساتھ بہا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ صحن میں بچھی چارپائی پر آ بیٹھی' کچھ دیر پہلے کا منظر آنکھوں میں گھومنے لگا تو پلکیں ضبط کے باوجود بھیگتی چلی گئیں۔ اس نے دھندلاتی آنکھوں کے سامنے اپنی کلائی کی تو وہاں علی رضا آفندی کی انگلیوں کے نشان بہت واضح نظر آئے۔ جلن کا احساس مزید بڑھ گیا۔ اس نے کیا سوچا تھا اسے اور وہ کیا نکلا۔ بھری سڑک پر اس شخص نے اسے رسوا کر دیا تھا۔ اس کی ذات اس کے کردار کو سوالیہ نشان بنا ڈالا تھا حماد کے سامنے وہ کیا سوچ رہا تھا اس کے بارے میں یہ حماد کی کاٹ دار آنکھوں نے اس پر واضح کر دیا تھا۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی علی رضا آفندی' پہلے تم نے میری انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اس بار میرے کردار کو اور کردار پر کوئی کمپرومائز نہیں ہو سکتا۔"

"میٹو کب آئیں بازار سے' اور شاپنگ بیگز کہاں ہیں؟"

حریم کی آواز پر اس کی سوچیں منتشر ہوئی تھیں۔

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی ہوں۔ تم نماز پڑھ رہی تھیں اور شاپنگ جتنی بھی کی تھی وہ بری کے کپڑوں کے ساتھ شادی اور ولیمے کے ڈریسز بھی خریدے تو ظاہر ہے وہ تمام سامان تو ان بہن بھائی کے ساتھ ہی جانا تھا۔"

"لیکن میں نے تو تمہیں کہا تھا ناں کہ جب بازار

جا رہی ہو تو مایوں کا ڈریس بھی دیکھ لینا۔'' حریم نے پانی پیتے ہوئے کہا۔

''ہاں دیکھا تھا۔ پسند بھی آیا لیکن حماد اس کی پے منٹ خود کر رہے تھے تو میں نے منع کردیا۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔'' اس نے اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''رامین آپی حماد بھائی کی کال ہے۔'' حمزہ نے اس کا موبائل پکڑاتے ہوئے کہا۔ اس کا رنگ فق ہوگیا۔ حریم نے فوراً اس بات کو نوٹ کیا۔ رامین اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

''ہیلو......'' فون کان سے لگاتے اس نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔

''حالانکہ یہ بات تمہیں میرے بغیر پوچھے مجھے بتا دینی چاہیے لیکن اگر تمہیں میرے پوچھنے سے ہی تسلی ہوگی تو میں پوچھ لیتا ہوں کہ کون تھا وہ؟'' زہر میں ڈوبے طنز کے تیر سیدھا اس کے دل میں داغے تھے۔ اس کے لبوں سے مدھم سی سسکی آزاد ہوئی تھی۔

''میں نہیں جانتی، مجھے نہیں پتا۔''

''جھوٹ بول رہی ہو تم۔ ایک شخص تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں کھینچے لیے جارہا ہے اور تم کہتی ہو کہ تم اسے نہیں جانتیں۔ تم دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتی ہو لیکن ایک پولیس آفیسر کے سامنے تمہارے یہ ڈرامے نہیں چل سکتے۔'' وہ دھاڑا۔

''میں جھوٹ نہیں بول رہی میرا یقین کریں، میں واقعی اس لڑکے کو نہیں جانتی۔ ہوسکتا ہے اسے کوئی غلط فہمی...... غلط فہمی......'' غلط فہمی میں کوئی کسی کو یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہیں دیکھتا۔ اگر اسے غلط فہمی ہی ہوئی ہوتی تو وہ اپنے رویے پر معافی مانگتا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ خیر اگر تم ابھی کچھ نہیں بول رہیں تو تمہاری مرضی۔ شادی کے بعد میں اپنے طریقے سے تم سے اگلواؤں گا رامین بیگم۔''

''ہیلو، ہیلو حماد میری بات تو سنیں حماد۔ ہیلو۔'' دوسری طرف سے رابطہ منقطع کردیا گیا تھا۔ حریم اندر آئی تو اسے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روتے دیکھا۔ حریم نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا تو وہ آنسوؤں کے درمیان کچھ دیر پہلے رونما ہونے والا واقعہ سناتی چلی گئی۔

❀......❀......❀
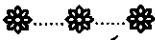
''یہ ہوا کیا ہے تمہیں اور کس نے کیا یہ سب؟'' ارحام اس کی ڈریسنگ کروا کے اپنے ساتھ گھر لا رہا تھا، اس کے گال کی اسکن بری طرح متاثر ہوئی تھی اور دونوں جبڑے بہت بری طرح دکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر نے اسے ٹرینکولائزر دی تھی۔ اسی لیے وہ اس وقت غنودگی میں تھا۔ ارحام نے سوالات کا سیشن کل پر ملتوی کردیا تھا۔ کار پورچ میں کھڑی کرتے وہ اسے سہارا دے کر روم میں لے آیا اور بیڈ پر لٹا کر کمبل اوڑھا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ آج سے پہلے رضی کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس کا کسی سے جھگڑا ہی نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کی نیچر فرینڈلی تھی وہ جہاں بیٹھتا تھا وہاں سے دوست بنا کر ہی اٹھتا تھا۔ ارحام نماز کے ارادے سے اپنے کمرے میں آیا تھا۔ اس کا ارادہ آج رضی کے کمرے میں ٹھہرنے کا ہی تھا۔ تاکہ رات میں اسے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

❀......❀......❀

''حماد نے اسے دھمکی دی ہے سبین کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا۔ وہ واضح لفظوں میں اسے کہہ رہا ہے کہ وہ شادی کے بعد اس بات کے لیے اسے ٹارچر کرے گا۔'' جب سے رامین نے حماد کے رویے کا بتایا اس واقعے کو لے کر حریم نے گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا کردیا تھا۔

''لیکن حریم اب تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ شادی کی ڈیٹ فکس ہے دونوں گھروں میں تیاریاں ہو رہی ہیں ایسے میں اگر ہماری طرف سے انکار ہوتا ہے تو حالات ہمارے مخالف ہوں گے۔ کیا جواز پیش کر کے تم تائی اماں کو انکار کرنے کا کہہ رہی ہو۔ تم تائی اماں کو یہ بتاؤ گی کہ کسی لڑکے نے راستے میں رامین کا ہاتھ پکڑا جس پر حماد کو غصہ آ گیا۔''

''ہاں میں یہی بتاؤں گی تائی اماں کو اور یہ بھی کہ رامین کے کہنے کے باوجود حماد اس پر یقین نہیں کر رہا، کیا اس نے پہلے بھی رامین کو ایسی کسی بات میں ملوث دیکھا ہے جو محض ایک حادثے کو بنیاد بنا کر وہ اسے دھمکیاں دے رہا ہے۔'' حریم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ حماد کو گریبان سے تھام کر جھنجھوڑ دے۔ سبین نے بغور اس کے پتھریلے تاثرات کا جائزہ لیا تھا جہاں کسی بھی قسم کی گنجائش کی نہیں تھی۔ سبین کو پہلی بار احساس ہوا گزشتہ موسموں کے ساتھ بدلتے رویوں نے اس کے دل کو

بہت سخت کردیا تھا۔ وہ اب شاید کسی پر اعتبار نہیں کرسکتی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی' امی کو بھی اب تم ہی سمجھاؤ گی اور تائی اماں سے بات بھی تم ہی کرو گی لیکن ایک بات کہوں گی میں کہ کسی بھی فیصلے سے پہلے ایک بار حماد سے بھی بات کرلینا' ہوسکتا ہے اس دن وہ سب باتیں اس نے محض غصے میں کی ہوں۔" نبیلہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا' حریم نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

❀......❀......❀

درد کی ٹیس سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے ہونٹوں کو بھینچتے درد کو ضبط کرنے کی کوشش کی تھی۔ درد میں کچھ افاقہ ہوا تو اس نے برابر لیٹے ارحام کو دیکھا وہ سینے کے بل لیٹا ہوا تھا' اس کا ایک ہاتھ سر کے نیچے جبکہ دوسرا علی رضا کے کندھے پر تھا۔ علی رضا کی آنکھیں ہلکی ہلکی نم ہونے لگیں۔ وہ اس کے لیے فکر مند تھا تبھی یہاں اس کے پاس سوگیا تھا اس کے آرام کی خاطر۔ اسے بے اختیار ارحام پر پیار آیا۔ اپنے کندھے پر رکھا اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگالیا اور نہ جانے کس احساس کے تحت بری طرح رو پڑا۔ ارحام ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہوا بہت زیادہ درد ہورہا ہے؟" وہ پریشان سا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں بہت زیادہ درد ہورہا ہے۔" اس نے آنسوؤں کو بہنے دیا۔

"اوہ...... میں تمہیں پین کلر دیتا ہوں۔ پہلے تم اٹھ کر منہ ہاتھ دھوؤ اور کچھ کھا پی لو۔" ارحام نے متفکر سے لہجے میں کہتے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ خاموشی سے اس کے سہارے اٹھ بیٹھا۔ پھر اسی کے سہارے وہ واش روم تک گیا' اس کے فریش ہونے تک ارحام نے انٹر کام پر اس کے لیے ہلکا پھلکا ناشتہ منگوایا تھا۔ جسے اسے چبانا نہ پڑے۔ ناشتے کے بعد اس نے رضی کو پین کلر دی تھی اور اسے پُرسکون رہنے کی ہدایت کرتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ نیلگوں روشنی میں یونہی درو دیوار کو دیکھتا رہا۔

"ہاؤ ڈیر یو ٹو ٹچ مائی فیانسی۔" حماد کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر وہ سوچ رہا تھا۔ وہ آگہی پانا نہیں چاہتا تھا' مگر آگہی کا درد اسے عطا ہورہا تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ چار سال پیچھے جاکھڑا ہوا تھا۔

❀......❀......❀

البم کے آگے بڑھتے ماضی کے اوراق بھی پلٹتے جارہے تھے۔ ایک تصویر پر آکر اس کی نگاہیں ٹھہر گئی تھیں۔ سفید شلوار قمیص اور گرین دوپٹے میں ملبوس چھ لڑکیوں پر مشتمل یہ رامین حیات کے گروپ کی تصویر تھی۔ جس میں وہ سب دوسری پوزیشن کی ٹرافی تھامے کھڑی تھیں جو انہیں نعت وقوالی کے مقابلے میں نعت پڑھنے پر ملی تھی اور پہلی پوزیشن...... اس نے دیوار سے سر ٹکایا...... چھ لڑکوں پر مشتمل اس گروپ کو ملی تھی جس کا لیڈر وہ تھا جو آج اس کی رسوائی کا سبب بن رہا تھا۔ علی رضا آفندی...... اس کی سماعتیں ماضی بعید میں دبے پاؤں داخل ہوگئی تھیں۔

❀......❀......❀

یانظام الدین اولیاء

یانظام الدین اولیاء

ایک دلکش آواز کے ساتھ مدھم ہارمونیم کی آواز بھی گونجی تھی۔ پورے ہال میں اندھیرا تھا۔ صرف اسٹیج پر گول دائرے کی شکل میں لائٹ روشن تھی جس کا مرکز وہ چھ لڑکے تھے جو مخصوص صوفی ملبوسات...... پائجامے گھیردار فراک نما جبے اور لمبی سرخ ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ ان کے سر سجدے کی صورت نیچے جھکے ہوئے تھے۔

قدم بڑھالے

حدوں کو مٹالے

اگلے دو لڑکے گول گھومتے دو مختلف سمت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ہارمونیم کی آواز اب بھی گونج رہی تھی اس دلکش آواز کے ساتھ۔

آجا خالی پن میں پی کا گھر تیرا

تیرے بن خالی آجا' خالی پل میرے

اب پچھلے دو لڑکے اسی انداز میں کھڑے ہوئے تھے جس میں آگے والے دونوں کھڑے ہوئے تھے۔ اب واضح طور پر بیچ والے وہ دونوں لڑکے نظر آرہے تھے جن میں سے ایک نے ہارمونیم سنبھالا ہوا تھا اور دوسرا بہت دھیمی تھاپ سے طبلہ بجارہا تھا۔ ان دونوں کے ہیڈ مائیکس لگے تھے۔

رنگ ریزا رنگ ریزا' رنگ لبریزا

وہ دونوں لڑکے انسٹرومنٹ بجانے کے ساتھ گا بھی رہے تھے۔ اور وہ چار لڑکے اب ان دونوں کے گرد مخصوص سمائی رقص

کر رہے تھے۔ ان کا انداز اس قدر خوب صورت اور ماہرانہ تھا کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے واقعتاً وہ کسی سماع کی محفل میں ہوں اور وجد کی کیفیت میں جھوم رہے ہوں۔

کن فیا کن، کن فیا کن فیا کن
کن فیا کن فیا کن فیا کن فیا کن
جب کہیں پہ بھی کچھ نہیں تھا
وہی تھا، وہی تھا، وہی تھا، وہی تھا

طبلے پر پڑتی ہر تھاپ، ہارمونیم سے نکلتا مدھر ساز اور ان دونوں لڑکوں کے لبوں سے ادا ہوتے لفظ ان چار لڑکوں کے تھرکتے قدموں سے میل کھا رہے تھے۔

"میم مجھے تو لگ رہا ہے یہ لوگ میدان مار لیں گے۔" بیک اسٹیج سے جھانکتی رامین نے ساتھ کھڑی اپنی ٹیچر سے کہا تھا جن کا اپنا خیال اس سے مختلف نہ تھا۔

"دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، ہماری پرفارمنس بھی ججز کو بہت زیادہ پسند آئی ہے جو ہم نے عربی نعت پیش کی ہے دف کے ساتھ۔" ان کے لہجے میں امید و یاس دونوں کے رنگ باہم موجود تھے۔

وہ جو مجھ میں سمایا، وہ جو تجھ میں سمایا
مولیٰ وہی وہی سایا
کن کن فیا کن فیا کن
صدق اللہ العلی العظیم

وہ دونوں لڑکے بڑی ترتیب سے جملے بول رہے تھے، پہلا جملہ ایک بولتا تھا تو دوسرا جملہ دوسرا۔ اب وہ دونوں لڑکے دف ہاتھوں پر مارتے کھڑے ہوئے تھے اور اپنی جگہ پر ہی گول گھومنے لگے تھے۔

رنگ ریزا رنگ دے میرا تن میرا من
لے لے تو رنگائی چاہے تن چاہے من

ہر جملہ دوبار پڑھا جا رہا تھا۔ رامین بڑے اضطرابی انداز میں اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی گھما رہی تھی۔ دف وہ دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ کندھوں پر بھی مار رہے تھے۔

سجرا سویرا میرے تن ورسے
سجرا اندھیرا تیرا جلتی وا

وہ دونوں ایک بار پھر بیٹھ چکے تھے اور بڑی مہارت سے اپنے ہاتھ میں پکڑی دف اپنے ساتھیوں کو دے دی تھیں جو گول دائرے میں گھومتے ایک دوسرے کو کراس کر رہے تھے۔

قطرہ ملا جو تیرے دربار سے
او مولیٰ مولیٰ......

ہارمونیم بجاتے لڑکے نے سر اوپر اٹھا کر اس شدت سے مولیٰ پکارا تھا کہ یک دم ہی ہال میں موجود لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور تالیاں گونجنا شروع ہو چکی تھیں۔

کن فیا کن، کن فیا کن، کن فیا کن، کن فیا کن
کن کن فیا کن فیا کن فیا کن
جب کہیں پہ بھی کچھ نہیں کچھ نہیں تھا
وہی تھا، وہی تھا، وہی تھا، وہی تھا

وہ دونوں لڑکے ایک بار پھر اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اب کی بار اپنے گروپ ان چار لڑکوں میں شامل ہو گئے تھے جو دو دو کے جوڑوں میں ایک ہاتھ اوپر اور ایک ہاتھ نیچے کیے گول گھوم رہے تھے۔ وہ دونوں بھی گول گھومتے ان کے گرد ایک چکر کاٹ کر جیسے ہی بیچ میں آئے تو ان کے دائیں بائیں کھڑے ان کے ساتھی یک دم دائرے کی صورت اختیار کر گئے تھے اور اب وہ چھ دائرے میں چکرا رہے تھے کن فیا کن کی گردان کے ساتھ تالیوں کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی جس نے ان چھ لڑکوں میں بجلی سی بھر دی تھی۔ یک دم کچھ گرنے کی بہت مدھم سی آواز آئی تھی جو اس کے تیز کانوں سے اتنے شور میں بھی محفوظ نہ رہی تھی۔ دائرے میں گھومتے اس نے غیر محسوس انداز میں گردن کو جنبش دیئے بغیر تیزی سے اس چیز کو ڈھونڈا......

کہیں کوئی ان کی پرفارمنس کو خراب کرنے کے لیے کوئی سازش تو نہیں کر رہا اور اسے زیادہ دقت کا سامنا نہ ہوا تھا وہ چیز جو بھی تھی سائز میں چھوٹی تھی مگر بہت تیزی سے گھومتی بجلی کی رفتار سے حرکت کرتے لڑکوں کی طرف آ رہی تھی۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک کے پاؤں کے بھی نیچے آ جاتی تو ان سب کا گرنا یقینی تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اس سمت میں دیکھا جہاں سے اس چیز کو پھینکا گیا تھا۔ سامنے گرین دوپٹے میں ایک لڑکی بڑی اضطراری کیفیت میں ایک نگاہ اس گھومتی چیز کو دیکھ رہی تھی تو ایک نگاہ وجد میں جھومتے ان لڑکوں کو اور اپنی طرف ان میں سے ایک لڑکے کو دیکھتا پا کر اس کا رنگ فق ہو گیا تھا اور وہ خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس نے شدید غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

صدق اللہ العلی العظیم
صدق الرسول النبی الکریم!!

گول گھومتے اس نے بڑی تیزی سے یہ جملے ادا کیے تھے جو انہوں نے سگنل رکھا تھا اپنی پرفارمنس ختم کرنے کے لیے' اس کے یہ کہتے ہی تمام لڑکے باترتیب گول گھومتے ایک لائن میں کھڑے ہوگئے تھے یہ سب کچھ لمحوں میں ہوا تھا ان کے رکتے ہی وہ گول گھومتی چیز ان کے قدموں کے پاس آ رکی تھی۔ اس نے دیکھا وہ ایک انگوٹھی تھی۔ تالیوں کے شور پر اس نے اب سامنے دیکھا تھا' ججز بھی کھڑے تھے اور ستائشی انداز میں تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جھک جھک کر ستائش کا شکریہ ادا کرتے رہے جب تک کہ اسٹیج کے پردے برابر نہ ہوگئے۔ آخری بار جھکتے ہوئے اس نے وہ انگوٹھی اٹھالی تھی جو گولڈ کی تھی۔ اس کا غصے سے برا حال تھا۔ اس نے بیک اسٹیج جا کر اس لڑکی کا دماغ درست کرنے کا سوچا ہی تھا کہ اتنے میں اس کے ٹیچر اور دیگر ساتھی ان سب سے آ کر لپٹ گئے اور ہرے کا شور مچانا شروع کردیا۔ ان کی اول پوزیشن یقینی تھی وہ بھی ان سب کے ساتھ مگن ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

''اوہو...... کس نے دے دی تمہیں یہ چھلا نشانی؟'' نکھرا نکھرا سا تقی ان کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے ہتھیلی پہ گولڈ کا چھلا رکھے گھورتے پایا۔ اس نے ہتھیلی سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر مٹھی بند کرکے ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

''سب ریڈی ہوگئے ہیں؟'' اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''سب ریڈی ہیں' سر نے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا تھا۔ اب تو بتادو کس سے لی یہ چھلا نشانی؟'' تقی اس کی بات کا جواب دیتے ایک بار پھر اپنے پوائنٹ پر آ گیا تھا۔ اس نے بالوں میں برش پھیرتے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

''رضی یار اتنا سسپنس کیوں کری ایٹ کررہا ہے۔'' تقی نے اب کی بار جھنجلا کر کہا تو اس کا قہقہہ نکل گیا تھا۔

''بہت ہی بے صبرے ہو۔'' برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھنے کے سے انداز میں پھینکا اور اس کی طرف مڑا تھا۔ ''میں نے تم لوگوں کو رات کو بتایا نہیں تھا کہ ہماری پرفارمنس کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور یہ رنگ نما چھلا اس کی نشانی ہے۔ جس نے یہ کرنے کی کوشش کی تھی۔'' وہ اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

''علی رضا' تقی آجاؤ سر بلا رہے ہیں۔'' ان کے گروپ کا ایک لڑکا دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے بولا تھا۔

''چلو ہم آرہے ہیں۔'' علی رضا نے اس کی جانب دیکھ کر جواب دیا تھا پھر تقی کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر غصے کی سرخی پھیلی تھی۔

''تمہیں ایڈمنسٹریر کو شکایت کرنی چاہیے تھی رضی۔'' اسی وقت وہ گروپ مقابلے سے باہر ہوجاتا۔'' تقی کے لہجے سے شدید غصے کے تاثرات جھلک رہے تھے۔

''ریلیکس مائی فرینڈ ریلیکس۔ مقابلے سے تو اس گروپ کو میں باہر کرکے ہی رہوں گا لیکن اب اپنے طریقے سے۔'' اس نے تقی کے کندھوں سے نادیدہ گرد جھاڑی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی شیطانی مسکراہٹ تھی۔

''علی' تقی تمہاری یہ بند کمرے کی ملاقات بہت سے لوگوں کو مشکوک کررہی ہے ویسے بھی تم دونوں کالج میں میاں بیوی کی جوڑی سے مشہور ہو۔'' سر قاسم نے اندر داخل ہوتے بڑے شرارتی انداز میں کہا تھا۔

''توبہ کریں سر' رومنس جھاڑنے کے لیے بھی یہ تقی ہی رہ گیا ہے۔'' وہ اس سے کئی قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا تھا' اس کے یوں اچھل کر دور ہونے پر سر قاسم کے ساتھ تقی بھی ہنس پڑا تھا۔

''ویسے ہمیں یہ میاں بیوی کی جوڑی مشہور کرنے میں دشمن عناصر کا ہاتھ ہے۔'' علی رضا نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے کہا تھا۔

''اوں ہوں' غلط بیانی سے کام نہیں لو۔ یہ سراسر تم دونوں کی بہترین ایکٹنگ کا کمال تھا جو تم دونوں نے ایک ٹیبلو میں میاں بیوی کے رول میں کی تھی۔'' سر قاسم کا انداز بڑا سنجیدہ تھا مگر وہ دونوں ہی ان کی شرارت سمجھ رہے تھے۔ سر ویسے بیوی بہت خوب صورت تھی۔'' ان کے گروپ کا ایک لڑکا تقی کی جانب اشارہ کرکے بولا تھا جس پر ایک جماعتی قہقہہ گونجا تھا۔ یہ سراسر تقی کی سرخ وسفید لڑکیوں جیسی رنگت پر چوٹ تھی۔

''ابھی ٹھہر وائیڈی کے بچے۔ اس بیوی کے ہاتھ سے جب مار پڑے گی تو پتا چل جائے گا کمر کیسے ٹوٹتی ہے۔'' تقی دو تین سیڑھیاں پھلانگ کر اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ سر قاسم کے نیچے پہنچنے تک وہ اس کی کمر میں دو تین مکے جڑ چکا تھا۔

''تقی بس بھی کرو یار۔'' سر قاسم نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ ''ورنہ یہ لوگ تمہیں ظالم بیوی کا خطاب دے دیں گے۔'' سر

قاسم کا انداز اب بھی چھیڑنے والا تھا۔ ان سب نے ایک مشترکہ قہقہہ لگایا تھا جس میں تقی کا قہقہہ بھی شامل تھا۔
پھر وہ سب سر قاسم کی معیت میں ہنستے مسکراتے بنگلو سے باہر روش پر آگئے تھے جہاں ان کی گاڑی کھڑی تھی جس میں انہوں نے لاہور سے اسلام آباد تک کا سفر کیا تھا۔
''ویسے رضی تم لوگوں کا یہ بنگلو بھی بہت خوب صورت ہے ہم تو سمجھتے تھے صرف لاہور والا ہی ایک شاہکار ہے۔'' اس کے ایک دوست نے ستائشی لہجے میں کہا تو دوسرے بھی اس کی تائید کرنے لگے جبکہ اس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔
وہ سب سینٹ انتھونی کالج میں بارہویں جماعت کے طالب علم تھے۔ سر قاسم ان کے ہم نصابی سرگرمیوں کے ٹیچر تھے۔ وہ سب اسلام آباد ملکی سطح پر ہونے والے کالج مقابلوں میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ یہ مقابلے ہفت روزہ تھے۔
کل ان مقابلوں کا پہلا دن تھا اور انہوں نے پہلے ہی دن میدان مار لیا تھا۔ آج انہیں چیریٹی اسٹالز لگانے تھے۔ ہر کالج کو مختلف فوڈ اسٹال بتائے گئے تھے۔ انہیں بروسٹ رول اور کولڈ ڈرنکس کا اسٹال لگانا تھا۔ چیزوں کی سیل سے جو پیسے ملنے تھے وہ چیریٹی میں دیئے جانے والے تھے جو اسٹال سب سے زیادہ پیسے کماتا اسے سب سے زیادہ مارکس ملتے اور وہ مارکس لاسٹ ڈے ہونے والے مقابلے میں ایڈ کیے جاتے۔ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ کر انہوں نے گاڑی سے سامان اتارا اور اپنی الاٹ کی گئی جگہ پر جلدی جلدی اسٹال لگانا شروع کیا تھا یہ وسیع رقبے پر پھیلا ہوا گارڈن تھا جو کسی سرکاری عمارت سے منسلک تھا۔ پورے گارڈن میں سرما کی نرم دھوپ درختوں اور پودوں کے ساتھ وہاں موجود ہر ذی روح کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ اس وقت تمام کالجز کے طلبہ اپنے ٹیچر کی رہنمائی میں اسٹال سیٹ کررہے تھے۔ تمام سامان سیٹ کرنے کے بعد وہ سارے وہیں زمین پر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر کے لیے کیونکہ ابھی ججز وغیرہ کے آنے میں ٹائم تھا۔
''رضی چلو اس گروپ کو ڈھونڈیں جس نے کل ہماری پرفارمنس خراب کی تھی۔'' تقی اس کے کان میں بولا تھا۔
''نہیں ابھی نہیں' پہلے ججز اور کسٹمر اسٹوڈنٹس سے نمٹ لیں پھر چلیں گے۔ ویسے بھی ہم سب کو ایک ایک وزٹ کا چانس ملے گا ہر اسٹال کے وزٹ کا ہمیں وہاں سے کچھ نہ کچھ خریدنا بھی ہوگا۔ اسی دوران ہم اس گروپ کو ڈھونڈ لیں گے۔''
علی رضا نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔
''چلو بھئی لڑکوں فٹافٹ ریڈی ہوجاؤ۔ ابھی ججز راؤنڈ پر نکلے ہیں سب کچھ بہت اچھا پریزنٹ کرنا ہے۔ ویسے بھی کل سے ہی ججز ہم سے خاصے متاثر ہیں۔ اگر آج بھی ہم کامیاب رہے تو بس پھر ہم سب کو ہرانے میں کامیاب رہیں گے۔''
سر قاسم ان کے پاس کھڑے ہوکر پُرجوش لہجے میں بولے تھے۔ جس پر ان سب نے وکٹری کا نشان بنایا تھا۔ ایک وزٹ ججز کر کے گئے پھر اس کے بعد مختلف کالجز کے اسٹوڈنٹس مختلف اسٹالز سے چیزیں خریدنے لگے۔ دو ڈھائی گھنٹے اسی مصروفیت میں گزرے تھے۔
''چلو تقی اسٹالز سے کچھ خرید کر لاتے ہیں۔ بہت شدید بھوک لگ رہی ہے۔ یہاں سے کچھ کھایا تو اپنا ہی نقصان ہے۔'' علی رضا نے اپنے اسٹال کی جانب اشارہ کرتے کہا تھا۔
''ہاں چلو۔'' تقی فوراً تیار ہوگیا تھا۔ وہ اپنے باقی ساتھیوں کو کام سمجھاتے اپنے ہٹ نما اسٹال سے باہر آگئے تھے۔
''ویسے وہ گروپ ہے کون سا؟'' تقی اس کے ساتھ چلتے بولا تھا۔
''کوئین میری کالج کی گرلز کا گروپ جنہیں کل سیکنڈ پوزیشن ملی تھی۔'' راستے میں ایک اسٹال سے ڈس پوزیبل گلاسز میں چائے لے کر سپ کرتے علی رضا نے اسے تھوڑا تفصیلی جواب دیا۔
''اوہ...... وہ گرین دوپٹے والی لڑکیاں۔ جنہوں نے وہ خوب صورت عربی نعت پڑھی تھی۔'' تقی کے ذہن میں وہ چھ کی چھ لڑکیاں گھوم گئیں۔
''وہ دیکھو وہ رہا کوئین میری کالج کا اسٹال۔'' علی رضا نے دور سے نظر آتے بورڈ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ اسٹال بہت خوب صورت سے پھولوں سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا فولڈنگ چیئرز اور ٹیبلز بھی اس اسٹال کے قریب ہی رکھی گئی تھیں۔ جن پر اسٹوڈنٹس بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف چھولے کا سالن اور پوری کھا رہے تھے۔ ساتھ ہی لسی کا جگ بھی ان کے پاس موجود تھا۔ ان دونوں نے متعارفی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اسٹال کے باہر بورڈ پر ان چھ لڑکیوں کے نام تحریر تھے۔ اب جانے اس لڑکی کا نام کیا تھا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹال کے کاؤنٹر پر آ کھڑے ہوئے تھے۔

''لیس سر کتنی پوریاں چاہئیں' سالن پوریوں کے حساب سے دیا جائے گا۔'' کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی بڑے روایتی انداز میں بولی تھی۔ اس اسٹال پر موجود تمام لڑکیوں نے بلیک جینز پر وائٹ کرتے پہنے ہوئے تھے جن پر بلیک سلیولیس جیکٹس میچنگ کر کے پہنی ہوئی تھیں۔ بالوں کی پونی بنا کر سر پر براؤن اونی گرلز کیپس پہنی ہوئی تھیں' یہ ایک اور چیز تھی جو انہیں دوسرے گروپس سے منفرد بناتی تھی۔ علی رضا نے نقی کو دیکھا' وہ یہاں سے کچھ بھی خریدنے والے نہیں تھے۔ البتہ اس لڑکی کو کھری کھری ضرور سنانے آئے تھے جس نے انہیں ناکام کرنے کی کوشش کی تھی۔

''آپ کی گروپ لیڈر رامین حیات سے ملنا ہے۔'' رضی نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ گروپ لیڈر کے ذریعے وہ اس لڑکی تک پہنچ سکتے تھے۔ کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی نے کچھ نا سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھا تھا' پھر اندر کی جانب رامین کے نام کی آواز لگائی۔

''ہاں بولو تابی کیا......'' رامین کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔ سامنے کھڑے دونوں لڑکوں کو دیکھ کر۔ یہ دونوں وہی لڑکے تھے جو کل انسٹرومنٹ بجا رہے تھے اور قوالی پڑھ رہے تھے' اس کی نگاہوں میں ہلکا سا خوف ابھرا اس لڑکے کو دیکھ کر جو کل ہارمونیم بجا رہا تھا اور اس نے اس کی طرف کل غصے سے دیکھا تھا اور اس وقت بھی اس کے چہرے پر وہی تاثر تھا۔

''اوہ تو آپ مس رامین حیات ہیں۔'' اس کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔ کاؤنٹر پر کھڑی اس کی ساتھی اب کچھ حیرت سے رامین کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''اس رنگ کو تو پہچانتی ہی ہوں گی آپ۔'' اس نے اپنی ہتھیلی آگے پھیلائی جس پر گولڈ کی رنگ چمک رہی تھی۔

''رامین یہ تو تمہاری......'' اس کی دوست نے حیرت سے بولتے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔ وہ شرمندگی کی گہرائیوں میں گرنے لگی تھی۔

''جی ہاں یہ ان ہی کی رنگ ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ میرے پاس کیونکر ہے۔'' اس نے ایک نگاہ اس کی دوست کو دیکھنے کے بعد دوبارہ اس کی جانب دیکھا تھا۔ ''تو آپ خود بتائیں گی یا میں آپ کا راز فاش کروں۔'' اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ وہاں بیٹھے اسٹوڈنٹس اب ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ان کی میم بھی وہاں آ گئی تھیں۔

''آپ بہت اچھے وقت پر آئی ہیں۔ آپ سب کے پلان کا بھانڈا ابھی پھوٹنے ہی والا ہے۔'' اس کا لہجہ ہر طرح کے احترام سے عاری تھا۔

''ایکسکیوزمی مسٹر' آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا ہماری ٹیچر سے اس طرح بات کرنے کا۔'' وہ جو اتنی دیر سے خاموش تھی اپنی ٹیچر کی بے عزتی پر تڑپ اٹھی تھی۔ ''ہاں یہ رنگ میری ہے اور مجھے اسے اپنا کہنے میں کوئی عار نہیں۔'' اس نے جھپٹ کر علی رضا کی ہتھیلی پر سے اپنی رنگ اٹھا کر اپنی انگلی میں پہنی تھی۔ ''اور جہاں تک تعلق اس کا آپ کے پاس موجود ہونے کا ہے تو وہ میں خود ہی بتا دیتی ہوں جسے آپ اتنا بڑا ایشو بنا رہے ہیں۔ یہ رنگ میں نے دانستہ اسٹیج پر نہیں پھینکی تھی بلکہ یہ میرے ہاتھ سے سلپ ہوگئی تھی......''

''اوہ رئیلی...... اگر یہ واقعی آپ کے ہاتھ سے سلپ ہوگئی تھی تو میرے دیکھنے پر آپ اتنا خوف زدہ کیوں ہوگئی تھیں۔'' علی رضا نے اس کی بات کاٹتے بہت طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

''کیونکہ میرے پیرنٹس اور میرے ٹیچرز نے مجھے یہ تمیز سکھائی ہے کہ آپ کی وجہ سے اگر کسی کو نقصان پہنچے تو آپ کا پریشان ہونا لازمی ہے اور جیسے ہی میری رنگ سلپ ہو کر اسٹیج کی طرف گئی میں نے محسوس کر لیا کہ اگر یہ آپ میں سے کسی ایک کے بھی پاؤں کے نیچے آ گئی تو ایک بہترین پرفارمنس میں نقص پیدا ہو جائے گا۔ یہی احساس مجھے خوف زدہ کر گیا تھا اور آپ نے اپنے ذہن میں خود ہی یہ سوچ لیا کہ میں اپنی چوری پکڑے جانے پر خوف زدہ ہوں۔''

اتنے بھرے مجمعے میں اپنی ٹیچر کی بے عزتی کا احساس اسے جلتے کوئلوں کی طرح دہکا گیا تھا' تبھی اس کا لہجہ خود بخود آگ برسانے لگا تھا اور بھوری آنکھوں سے بھی شعلے نکل رہے تھے۔ اس کا انداز علی رضا آفندی کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہاری اس جھوٹی کہانی پر یقین کر لوں گا۔''

''تو مت کیجیے' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس نے لمحے سے بھی کم وقفے میں جواب دیا اور جواب بھی خاصا بے نیاز تھا۔ اس کا انداز مجمعے میں موجود لوگوں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔

''ڈونٹ ٹرائے ٹو بی اوور اسمارٹ۔ اگر میں نے یہ بات

ایڈمنسٹریٹر کو بتادی تو ابھی کہ ابھی تمہارا گروپ مقابلے سے باہر ہوجائے گا۔"

"تو بتادیجیے' ہم تو ویسے بھی ایسے بہت سے مقابلے جیت چکے ہیں اور اپنے کالج کا نام روشن کرچکے ہیں۔ البتہ ہوسکتا ہے آپ کے لیے یہ ایسا پہلا موقع ہو کہ آپ کسی مقابلے میں شامل ہوئے اور جیتے۔" اس کا انداز اس قدر تضحیک آمیز تھا کہ علی رضا کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

"تو......" اس نے وارننگ کے انداز میں انگلی اٹھائی تھی کہ تقی نے اس کا بازو تھام لیا۔ وہاں موجود اسٹوڈنٹس نے یک دم رامین حیات کے حق میں تالیاں بجانا شروع کردی تھیں۔ تقی زبردستی اسے اسٹوڈنٹس کے درمیان سے کھینچتا باہر لے آیا تھا۔

"وہ سمجھتی کیا ہے خود کو میں اس کا دماغ درست کردوں گا۔ اتنا غرور کس بات کا ہے۔" وہ شدید غصے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

"ریلیکس ہوجاؤ رضی' جسٹ کام ڈاؤن۔" تقی نے اسے بڑی مشکلوں سے پرسکون کیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد سیلنگ ٹائم ختم ہوگیا اور ہر گروپ کے مخصوص منی بینک میں موجود پیسے کاؤنٹ کیے جانے لگے۔ جب رزلٹ اناؤنس ہوا تو کوئین میری کالج کی گرلز کے پیسے سب سے زیادہ تھے اور اسی لیے ان کے مارکس بھی سب سے زیادہ تھے۔ وہ دور سے کھڑا کینہ توز نگاہوں سے ان کو خوشی سلیبریٹ کرتے دیکھ رہا تھا۔ وہ گول دائرے میں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے پیچھے جھول رہی تھیں۔ کبھی ہاتھ چھوڑ کر گول دائرے میں ہی تالیاں بجاتیں گول گھومنے لگتیں' خوشی ان کے ایک ایک انداز سے جھلک رہی تھی اور خوشی کیوں نہ ہوتی اس مقابلے میں انہوں نے بونس مارکس جیتے تھے جو انہیں آگے کہیں بھی بچاسکتے تھے۔

"تمہیں اور تمہارے گروپ کو تو اب یہاں سے جانا ہی پڑے گا۔" علی رضا آفندی کے لبوں پر زہر خند مسکراہٹ پھیلی تھی۔ پہلی بار کسی لڑکی نے اسے یوں بھرے مجمعے میں ذلیل کیا تھا۔ اس کی انا پر کاری ضرب لگائی تھی۔ اسی لیے انتقام کی آگ اس کے رگ و پے کو سلگا رہی تھی۔

❁......❁......❁

آج مقابلوں کا تیسرا دن تھا۔ آج مضمون نویسی کا مقابلہ تھا۔ جس کا انعقاد ایک گورنمنٹ کالج میں کیا گیا تھا۔ ہر گروپ سے دو اسٹوڈنٹس کو آنے کی اجازت تھی۔ جن میں سے ایک گروپ لیڈر ہوتا اور دوسرا وہ اسٹوڈنٹس جس نے مضمون نویسی میں حصہ لیا تھا۔ وہ اس وقت کالج کینٹین میں زری کے ساتھ بیٹھی مضمون نویسی کے پوائنٹس آخری بار ڈسکس کررہی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک بڑے سے ہال میں یہ مقابلہ شروع ہونے والا تھا۔ ان کے گروپ سے زری نے اس مقابلے میں حصہ لیا تھا۔ زری اس فن میں بہت ماہر تھی۔ وہ پہلے بھی مضمون نویسی پر صوبائی سطح پر انعامات جیت چکی تھی۔

"بس بھئی رامین میں اب بالکل بور ہوگئی ہوں' اب تم مجھے فٹافٹ ایک کپ چائے پلوادو۔ اس سے پہلے کہ میرا سر درد سے پھٹ جائے۔"

زری نے اپنا سر ٹیبل پر رکھ کر دہائی دی تھی۔ رامین مسکراتی ہوئی کاؤنٹر کی طرف بڑھی تھی۔ آج ان کا ڈریس پلین وائٹ شلوار دوپٹہ کے ساتھ اسکائے بلو کرتا شرٹس تھیں جن پر سفید اونی کوٹیاں پہن رکھی تھیں۔ گلے میں پرل کے ہار پہنے وہ آج بھی دوسرے گروپس سے مختلف نظر آرہی تھیں۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد زری ٹیبل سے اٹھ گئی تھی۔ البتہ رامین وہیں بیٹھی رہی تھی۔ وہ کل کے مشاعرے کے مقابلے کے لیے شاعری کی ایک موٹی سی کتاب اپنے ساتھ لے آئی تھی تاکہ زری کے فارغ ہونے تک کل کی مزید تیاری کرسکے۔ وہ پورے انہماک سے کتاب پڑھ رہی تھی جب کسی نے ٹیبل بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا بلیک جینز پر پنک شرٹ اور جیکٹ نما بلیک کوٹی پہنے علی رضا آفندی اپنی متاثر کردینے والی شخصیت کے ساتھ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے آگے کی طرف جھکا کھڑا تھا۔

"یا اللہ' یہ ایڈیٹ میرے پیچھے کیوں پڑگیا ہے۔" اس نے سخت کوفت سے سوچا تھا۔

"اپنا بوریا بستر باندھنا شروع کردو کیونکہ بہت جلد تمہارے گروپ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور مقابلے سے باہر ہونا پڑے گا۔" وہ انگلی اٹھاتے وارننگ دینے والے انداز میں بولا تھا۔

"اچھا...... نئی اطلاع ہے۔ آپ پامسٹ ہیں یا آسٹرولوجسٹ یا پھر آپ کو الہام ہوتا ہے؟" رامین نے حیرانگی کی بھرپور ایکٹنگ کی تھی۔

"میں نے تمہیں کل بھی کہا تھا۔ ڈونٹ ٹرائی ٹو بی اوور

اسمارٹ۔'' علی رضا نے وارننگ دیتی نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

''دیکھیے مسٹر اول تو یہ کالج مقابلے ہیں کوئی جنگ کا میدان نہیں ہے جو کسی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے اور دوئم یہ کہ بہر حال جیتنا کسی ایک کو ہی ہے اور وہ کوئی بھی کالج ہوسکتا ہے۔ میں نے کل بھی آپ سے کہا تھا اور آج بھی کہہ رہی ہوں کہ میں نے رنگ جان بوجھ کر یا دانستہ اسٹیج پر نہیں پھینکی تھی۔ وہ ایک حادثہ تھا۔ اس میں ہماری کوئی سازش شامل نہیں تھی۔ بہتر ہوگا کہ آپ اپنا ذہن و دل اس حوالے سے صاف کرلیں اور اپنی تمام محنت اپنے کالج کو جتوانے میں لگائیں۔'' اپنی بات ختم کرکے وہ کینٹین سے ہی چلی گئی تھی کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ اگر مزید یہاں بیٹھی تو یہ شخص دماغ کھا جائے گا۔

شام تک رزلٹ اناؤنس ہوا تو پتا چلا کہ اول پوزیشن کوئین میری کالج کی تھی' دوئم سینٹ انتھونی اور تیسری کسی اور کالج کو دی گئی تھی۔ رزلٹ کے اناؤنس ہوتے ہی زری بھاگ کر رامین سے لپٹ گئی تھی۔ رامین نے اسے تھپکتے اردگرد نگاہ دوڑائی تھی۔ وہ بددماغ شخص کہیں نہیں تھا۔

''ناشکرا انسان' سیکنڈ پوزیشن پر بھی سوگ منا رہا ہے۔'' اس نے ملامتی انداز میں سوچا۔ کچھ ہی دیر میں ان کی گروپ کی تمام لڑکیاں میم سمیت انہیں لینے آگئی تھیں۔ بارش ابھی اچانک ہی شروع ہوئی تھی۔ خوشی سے سرشار وہ اپنے گروپ کے ساتھ باہر نکلی تھی کہ سامنے سڑک پار درخت کے نیچے وہ ضدی لڑکا اسے کھڑا نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ رامین کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ وہ گھبرا کر جلدی سے وین میں سوار ہوگئی' اپنے گروپ کے ساتھ۔

''یااللہ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھیے گا' یہ شخص تو اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا بیٹھا ہے۔'' آمین کہتے اس نے اپنا دھیان اپنی ساتھی لڑکیوں کی طرف لگایا تھا۔

❁......❁......❁
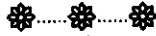
آج مشاعرے کے مقابلے کو دوسرا دن تھا۔ اس مقابلے میں وہ کالجز شامل تھے جو مضمون نویسی میں کامیاب رہے تھے اور ان کی تعداد دس تھی۔ باقی تمام کالجز اپنی منزلوں کو روانہ ہوچکے تھے' کل مشاعرے کے مقابلے کا پہلا دن تھا۔ جس میں فرسٹ' سیکنڈ اور تھرڈ ونرز نے اگلے مقابلے کے لیے کوالیفائی کرلیا تھا۔ یہ مقابلہ پانچ کالجز کے درمیان ہوا تھا۔ باقی رہ جانے والے پانچ کالجز کا مقابلہ آج تھا۔ اس وقت اسٹیج پر چار کالجز موجود تھے۔ کچھ لمحات پہلے ہی ایک کالج اس مقابلے سے باہر ہوا تھا شعر نہ بتانے کی بنا پر۔ کچھ ہی لمحوں میں چار میں سے ایک اور کالج مقابلے سے باہر ہوچکا تھا۔ چوتھے اور پانچویں نمبر پر نکلنے والے کالجز آگے راؤنڈ میں نہیں جاسکتے تھے۔ اسٹیج پر موجود تینوں کالجز اگلے راؤنڈ کے لیے کوالیفائی کرچکے تھے۔ ان کے اعزاز میں ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔

''بہت بہت مبارک ہو کوئین میری کالج' سینٹ انتھونی کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور۔ آپ لوگ اگلے راؤنڈ کے لیے کوالیفائی کرچکے ہیں لیکن ہمیں اپنا فرسٹ' سیکنڈ اور تھرڈ رنرز اپ معلوم کرلینے کے لیے آپ کے درمیان مزید مقابلہ کروانا ہوگا۔ آپ میں سے جو سب سے پہلے نکلے گا وہ تھرڈ رنر اپ ہوگا اس کے بعد نکلنے والا سیکنڈ اور دونوں کو ہرا دینے والا فرسٹ رنر اپ۔ کوئین میری کالج آپ کا لفظ ہے ت۔''

اناؤنسر نے بڑا تفصیلی بتانے کے بعد انہیں شعر کے لیے لفظ دیا تھا۔

''تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

رامین نے بڑے دلکش انداز میں شعر پڑھا تھا۔ ہال واہ واہ کے نعروں سے گونج اٹھا تھا۔ آج ان سب کا ڈریس پلین سی گرین پائجامہ فراکس تھیں۔ فراکس کا گھیر بہت زیادہ تھا۔ فراکس کے اوپری حصے پر نیوی بلو کپڑے کی کوٹی بنی ہوئی تھی۔ دوپٹے شفون جارجٹ کے تھے جس میں سی گرین اور نیوی بلو کلر دونوں ہی شامل تھے۔ بالوں کو جوڑے کی شکل دے کر دوپٹے جوڑوں پر پن کیے گئے تھے' گلے میں پرل کے ہار اور ہاتھوں میں بریسلیٹ پہنے وہ سب بہت دلکش لگ رہی تھیں۔ رامین حیات کی اضافی خصوصیت اس کی آنکھوں میں کاجل کی ڈوریوں کی موجودگی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

صباحت رفیق چیمہ

پارٹی تو کب کی شروع ہے بھائی
میری تو اینٹری ہی نہیں ہوئی ہے
میں، آنچل، میرے فیلوز، آنچل کے فرینڈز
آنچل کے ریڈرز اور رائٹرز
آنچل کے رائٹر کے فرینڈز
کیوں ہوگئے سارے ہپی؟
کیوں ہوگئے، ہوگئے، ہوگئے
ہوگئے سارے ہپی اکٹھے؟
تیرا ہپی برتھ ڈے ہو
تیرا ہپی برتھ ڈے ہو
تیرا ہپی برتھ ڈے ہو

السلام علیکم! آنچل کے ہنستے کھلکھلاتے قارئین اور مصنفین اُمید کرتی ہوں آپ بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ آنچل کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ بس اسی سلسلے میں آپ کے روبرو حاضر ہوئی ہوں اور ہاں اکیلی بالکل بھی نہیں۔

تھوڑا انتظار کیجیے سوہنیو
پہلے مینوں اپنا تعارف تے کروان دیو

میرا نام آپ لوگوں کے لیے نیا ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں۔ مجھے صباحت رفیق کہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ کو معلوم ہے۔ پتہ ہے نا؟

ہاں ہاں ٹھیک ہے
اب مسکرانا بند کریں
میری سُن لیں......

میں پنجاب یونیورسٹی گوجرانوالہ کیمپس میں پڑھتی ہوں۔ میری کلاس کے مورننگ کے سیشن کی تعداد پہلے ہی 82 ہے اور ہم بھی جناب ایوننگ کے سیشن کے آٹھ سے دس اسٹوڈنٹس شفٹ کروا کے مورننگ میں تشریف لے آئے۔ وجہ ابھی کچھ دیر میں آپ کو معلوم ہو جائے گی۔

حوصلہ رکھیے قارئینِ آنچل......

جب میں تھرڈ سمسٹر میں مورننگ میں آئی تقریباً تب ہی میں نے باقاعدہ لکھنے کا آغاز کیا تھا۔ جنوری 2016 میں جب میرا افسانہ عشق ہے صاحب آنچل کے صفحات کی زینت بنا تب میں آنچل ڈائجسٹ اپنی کلاس میں بھی لے کے آئی تھی۔ تو جناب اب ہوا کچھ یوں کہ نیا سمسٹر شروع نئے ٹیچرز آئے۔ اب جب پہلی کلاس میں انٹروڈکشن کروانے کی باری آئی تو میرا تعارف تو میری کلاس ہی کروا دیتی۔ میرے رول نمبر کے پکارے جانے پہ کئی آوازیں آنے لگ جاتیں۔

صباحت......

رائٹر......

شزا اور کنزہ میرا پورا نام لیتی ایک ایک لفظ پہ زور دے کے۔

"رائٹر صباحت رفیق چیمہ......"

اور مجھے یاد ہے ایسے ہی ایک دفعہ بلال نے ایک ٹیچر کو میرے بارے میں یوں بتایا تھا۔

"سر یہ رائٹر ہیں' یہ آنچل لکھتی ہیں۔" بلال کی یہ بات 'یہ آنچل لکھتی ہیں' جب بھی یاد آتی ہے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیر دیتی ہے۔ کیونکہ میں آنچل نہیں لکھتی بلکہ میں آنچل میں لکھتی ہوں اور پھر جب میری پہلی کتاب 'دیئے جلنے لگے' پبلش ہوئی تو فیلوز کے کمنٹس کچھ یوں ہوگئے۔

بہت فخر سے کہتے یہ رائٹر ہے اس نے کتاب لکھی ہے۔ یہ سب کہنے میں اور ہر ٹیچر کو میرے بارے میں بتانے میں بلال سب سے آگے ہوتا تھا اور مجھے کئی دفعہ کہہ چکا تھا کہ میں کبھی اپنی کلاس کے بارے میں بھی کچھ لکھوں۔

اس لیے اس خاص مہینے میں آپ سے ملوانے لائی ہوں کچھ خاص لوگوں کو یا یوں کہہ لیجیے کہ آنچل کی سالگرہ نمبر کو رونق بخشنے میں اپنی کلاس بی کام 8th سمسٹر (مارننگ) کے ہمراہ آئی ہوں آپ کو سُنانے اپنی کلاس

پارٹی کی روداد۔
جمعرات والے دن ہم کلاس میں آئے تو سب سے پہلی نظر سامنے دیوار پہ گئی۔ جہاں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے کارڈز پہ علیحدہ علیحدہ ساری کلاس کے نام لکھ کے لگائے گئے تھے۔ پھر ساری کلاس نے مل کے کرسیاں ارینج کیں۔ غباروں میں ہوا بھری۔ کلاس کا ماحول پارٹی والا بنایا۔ تقریباً ساڑھے نو بجے تک جب ٹیچرز تشریف لائے جن میں سر مسرت نواز، سر حافظ عمران، سر تنویر یٰسین، سر حافظ کاشف، سر مدثر عبدالغفور (ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ) سر سیم (سجاد احمد مغل) سر یٰسین منیر، سر عزاز، میم ضوفشاں شامل تھیں۔ ساری کلاس نے کھڑے ہوکر تالیاں بجاتے ہوئے اُن کا استقبال کیا اور تب پارٹی کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔
شزا اور کنزہ نے کمپیئرنگ کی۔

طیبہ نے اپنی خوب صورت آواز میں تلاوت کی اور پھر

حافظ رضوان نے نعت سُنائی

عجب فیض ہے آقا تیری محبت کا

دردر تجھ پہ پڑھوں اور سنور جاؤں

اُس کے بعد زاہد، حسن، حافظ رضوان، ذیشان، جُنید اور بلی نے قوالی گا کر محفل لوٹ لی۔ آپ بھی ملاحظہ کیجیے۔

ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں بڑا جی کو جلاتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں
ہر اک مضمون کرتا فلائے اپنے اوپر سے
کتابیں کھولتے ہیں اک دن پہلے ہی پیپر سے
ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں بڑا جی کو جلاتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی۔ ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں
دھیان اپنا پھر بھی کہاں ہوتا ہے پڑھنے میں
لگادیتے ہیں سارا زور پیپر آؤٹ کرنے میں
ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں

یہ جو مضمون سارا دو گھنٹے میں یاد ہو جائے
اُسی کی بوٹیاں لکھنے میں سارا دن برباد ہو جائے
ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں
فٹے منہ سارے رٹے کا جو پورا کیا مجال آئے
جو ہے تھا چانس پہ چھوڑا وہی سارے سوال آئے
ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں......
کبھی ہاتھوں کبھی گُٹھوں کے نیچے لکھ کے لاتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں
کبھی اکاؤنٹنگ کے آتے ہیں کبھی پی ایم کے آتے ہیں
(اس لائن کے ختم ہوتے ہی جُنید نے جس طرح کہا
ارے بھائی مینجمنٹ کے بھی تو آتے ہیں
ہنس ہنس کے بُرا حال ہوگیا)
کبھی آڈٹ کے آتے ہیں کبھی ایف ایم کے آتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں
پڑھیں نہ بکس ڈیلی فیس بک تو روز پڑھتے ہیں
روزانہ دو روپے میں سینکڑوں میسج بھی کرتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں
ہمیشہ ٹینس کرتے ہیں بڑا جی کو جلاتے ہیں
بڑی انسلٹ ہوتی ہے یہ پیپر جب بھی آتے ہیں

اس کے بعد حسن، کرن، انیس اور زاہد نے ایک ڈرامہ پرفارم کیا جو GenderDiscriminatioN پہ تھا کہ جب انٹرویو دینے جائیں تو لڑکیوں سے آسان سوال کیے جاتے ہیں جب کہ لڑکوں سے مشکل۔
انیس جو انٹرویو لے رہا تھا کرن سے.....سائیکل کے کتنے ٹائر ہوتے ہیں؟
کرن بڑا سوچ کے.....تین
انیس.....اوہ اچھا وہ بچوں والی سائیکل۔
پھر انیس، زاہد سے.....تم یہ بتاؤ کہ یہ جو سائیکل کے ٹائر ہیں ان میں تاریں کتنی ہوتی ہیں؟
یہ بھی بہت اچھا پرفارم کیا تھا سب کی ایکٹنگ بہت اچھی تھی خاص طور پہ کرن کی۔
اُس کے بعد کنزہ نے یہ شعر پڑھا

جہاں دیکھو عشق کے بیمار بیٹھے ہیں
ہزاروں مر گئے لاکھوں تیار بیٹھے ہیں
برباد کر کے اپنی تعلیم لڑکیوں کے پیچھے
مولوی صاحب دُعا کریں بے روزگار بیٹھے ہیں

اور پھر انیس، حسن، زاہد، ذیشان اور پپی نے انار کلی والا مزاحیہ ڈرامہ پرفارم کیا۔

بادشاہ (انیس) پوچھتا ہے ذیشان سے کہ ہم نے آپ کو اپنے شاہی خزانے سے پورا ڈیڑھ سو روپیہ دیا تھا اُس کا حساب دیں۔

ذیشان...... ''بادشاہ سلامت سودا توانوں ایزی لوڈ کروادتا۔ پٹھانیاں دی فائزہ بیوٹی کریم۔''

انیس...... ''باقی پانچ روپے کا حساب دیا جائے۔''

ذیشان...... ''اُس کا گولڈ لیف پی لیا۔''

انیس...... ''اتنی فضول خرچی۔ تبھی ہم کہیں ہمارے شاہی خزانے میں کمی کیوں ہوتی جارہی ہے۔ ہمیں دربار کے حالات کے بارے میں بتایا جائے۔''

ذیشان...... ''بادشاہ سلامت اس سال دربار کی بیلنس شیٹ برابر نہیں آئی۔''

انیس...... ''اس کی کیا وجہ ہے؟''

ذیشان...... ''آپ کے سلطنت کے چراغ جو جل جل کے کالے ہو چکے ہیں۔''

اور پھر حسن (سلیمو کالے) زاہد (انار کلی) پپی (ڈاکو) ان سب نے بہت اچھا پرفارم کیا تھا۔ یہ سارے مزاحیہ ڈرامے اور قوالی سے ہنس ہنس کے بُرا حال ہو گیا تھا میری تو آنکھوں سے مسلسل پانی بہنے لگا تھا۔

اس کے بعد شزا اور کنزا نے کلاس کی ساری لڑکیوں کی طرف سے کلاس کے لڑکوں کے لیے یہ شعر پڑھا۔

میری ساری کلاس ہے مانندِ گلستان
حمزہ امیر ہے اس گلستان کی شان
میاں بلال اب اونچا بندہ ہے بھئی
ساتھ بٹھائے رکھتا ہے وہ حافظ سبحان
چوٹی K2 کی بھی جس کو جھک کے ملے
کیا خوب ہے ہمارا حافظ رضوان
سُبطین کا تو کوئی جوڑ ہی نہیں
بے مثل ہے اس کا اندازِ بیان
ساری کلاس کا درد ہے دل میں اُس کے
کیا نیک بخت ہے ہمارا عدنان
ذکر چھڑتا ہے جب بھی حُسن واداکا
نہیں ہے پھر کوئی ثانی جہانزیب کا
حق یاری کا نبھانا جو جانتے ہیں خوب
سب کہتے ہیں اُن کو فہد اور ذیشان
جو جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں ہم کو
وہ شخص ہیں ہمارے عمیر اور وقاص
جُنید گوری کی جو تعریف کر سکے
کہاں سے لاؤں ایسی زُبان
جب سے تو نے کلین شیو کروائی ہے
حسن تجھ پہ رہتا ہے ہر لڑکی کا دھیان
(حسن ایک مشورہ ہے کبھی کلین شیو مت کروانا)
توصیف کو تو اپنی بھی خبر نہیں ہے
خیر سے یہ کون سا شوق چڑھ رہا ہے پروان؟
خالد مقیط، ہماری دُعا ہے ان شاءاللہ
تم بنو گے بہت بڑے عالم دان
اکیس توپوں کی سلامی دیتی ہوں میں اُسے
بہت قابلِ احترام ہیں ہمارے زاہد بھائی جان
(شزا صرف اکیس؟)
بس، چُپ، خاموش ایک لفظ اور نہیں
انیس پر تو رشک کرتا ہے آسمان
فرقان بھائی آج کل افسردہ ہیں تھوڑے
لگتا ہے کوئی اپنا ہو گیا ہے اُن سے انجان
جا عبدالکریم بھائی تجھے دیتی ہیں ہم دُعائیں
تو جیت جائے گا زندگی کا ہر میدان
اُسے دیکھ کے درد دل کا ہو جاتا ہے دور
شفیق ہے یار کمال کا انسان
حشام اور ذیشان کی بات ہی چھوڑو

کلاس میں ہے اُن کی اپنی ہی پہچان
کتنے خوش قسمت ہیں ہم بی کام 8th والے
کہ سی آر ہے ہمارا عزیز الرحمان

اس کے بعد حرا نے اپنی سُریلی آواز میں ایک بہت اچھی غزل کلاس کو سُنائے۔ پھر آخر میں سر اعزاز نے ایک شعر سُنایا تھا جو بہت اچھا تھا لیکن میرے ذہن سے نکل گیا۔ پھر سر سیم جو ویسے تو ہم سے کیس اسٹڈیز سُنتے رہتے ہیں لیکن آج ہمیں بھی اُنھوں نے ایک غزل سُنا دی۔ جو کہ یوں تھی۔

وہ شخص کہ جس سے میں محبت نہیں کرتا
ہنستا ہے مجھے دیکھ کے، نفرت نہیں کرتا
گھر والوں کو غفلت پہ سبھی کوس رہے ہیں
چوروں کو مگر کوئی ملامت نہیں کرتا
دیتے ہیں اُجالے میرے سجدوں کی گواہی
میں چھپ کے اندھیروں میں عبادت نہیں کرتا
بھولا نہیں آج بھی آداب جوانی
میں آج بھی اوروں کو نصیحت نہیں کرتا
دنیا میں قتیل اُس جیسا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

پھر ٹیچرز کے جانے کے بعد سیرت نے سب کے نام کی پرچیاں بنائی تھیں۔ اب ہر کسی نے ایک اُٹھائی تھی اور جس کا نام آ جاتا تھا اُس کے بارے میں ایک دو لائن بولنی تھیں۔ اس ایکٹیویٹی کے بعد ہماری پارٹی اختتام کو پہنچی۔

مختصر یہ کہ یادگار دن تھا۔ ہمیں یونیورسٹی کے یہ دن بُری طرح یاد آنے والے ہیں۔ میں اپنی ساری کلاس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ میں ان کی کلاس کی تو نہیں تھی۔ شفٹ کروایا تھا لیکن ساری کلاس نے کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا۔ ہماری کلاس کے سارے بوائز عزت دینا بھی جانتے ہیں اور اپنی عزت کروانا بھی جانتے ہیں حالانکہ میں ایوننگ کی اسٹوڈنٹ تھی لیکن مجھے کبھی محسوس ہی نہیں ہوا۔ مجھے یہی لگتا ہے کہ یہی میرے کلاس فیلوز ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔

ارفہ، کنزہ، رابعہ، حرا، ثنا، کومل، سدرہ، سارہ، زُنیرہ، ماریہ، عمارہ، شزا، کنزیٰ، طیبہ، اقراء، مافیہ، تنزیلہ، سیرت، کائنات، آصفہ، زینب، زرتاشہ، ہما عائشہ، مدیحہ، کرن، صوفیہ، آمنہ اور جن کے نام رہ گئے اُن سے معذرت خواہ ہوں آپ سب بہت اچھی کلاس فیلو ہیں۔ اللہ میری ساری کلاس کو ہمیشہ خوش رکھیں' آمین۔

میں اپنے ٹیچرز کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی خاص طور پر سر مسرت، سر بلال (جنھوں نے اس پارٹی کا کہا تھا لیکن اپنی شادی کی وجہ سے وہ اٹینڈ نہیں کر پائے تھے) سر یٰسین، سر حافظ عمران (جنھوں نے ابھی کل کلاس میں کہا تھا کہ صباحت سے سیکھو جو پڑھ بھی رہی ہے اور اس کے دھڑا دھڑ ناول بھی آ رہے ہیں) اور سر سیم (سجاد احمد مغل)

جس طرح میرے ٹیچرز میری تعریف کرتے ہیں
اُس تعریف کو بیان کرنے کے لیے میں کہاں سے لاؤں زُباں؟ اور اب خاص طور پر میں طاہر بھائی، سعیدہ آپا اور قیصر آپا کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ ہماری ساری کلاس کی طرف سے آنچل کو سالگرہ مبارک۔

اللہ کرے آنچل کا سایہ یوں ہی ہم لڑکیوں کے سروں پہ قائم رہے' آمین۔

اب میں اجازت چاہتی ہوں۔ زندگی رہی تو پھر کبھی ہوں گے روبرو۔

اللہ کرے آنچل دن دُگنی اور رات چگنی ترقی کرے آمین۔

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

## پرسوت کا بخار
## (Puerperal Fever)

وضع حمل یا زچگی کے بعد عورت کو تین ہفتے کے اندر اندر اگر 100F یا اس سے زیادہ بخار ہوجائے تو اسے پرسوت کا بخار یا دودھ کا بخار یا زچگی کا بخار کہتے ہیں۔

یہ ایک عفونتی بخار ہے جو کہ زچہ کے خون میں عفونتی مادہ کے سرایت کر جانے سے ہوتا ہے۔ یہ بخار زمانہ زچگی میں اور اسقاطِ حمل کے بعد ہوجایا کرتا ہے۔ یہ مرض بہت مہلک ہے بعض اوقات یہ مرض وباء بھی پھیلایا کرتا ہے یعنی ایک زچہ سے دوسری زچہ کو ہوجایا کرتا ہے۔

یہ ایک ایسا بخار ہے جس میں نہ صرف برصغیر کی خواتین بلکہ آئے دن دنیا بھر کی عورتیں موت کے پنجہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ زیادہ تر گاؤں دیہات میں غریب عورتوں کی زچگی کا کام ایسی دائیوں کے ہاتھ میں ہے جو اپنے فن میں ماہر نہیں اور جن کو حفظانِ صحت کا قطعی خیال نہیں۔ زچہ کو موسم کے لحاظ سے سردی گرمی سے بچا کر حتی الامکاں تازہ ہوا اور کھلی ہوا میسر کرنا بہت ضروری ہے تاکہ آکسیجن سے آلائشیں اور جراثیم پاک ہوسکیں جس کے ذریعے زچہ بہت حد تک آنے والے خطرات سے محفوظ ہوجاتی ہے۔

**اسباب:۔** اس مرض کا باعث ایک جراثیم ہے جس کو Streptococus Pyogenes کہتے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد انول درست طور پر خارج نہ ہوا اور رحم میں خون کے لوتھڑے یا انول کے ٹکڑے متعفن ہوجائیں یا جنین رحم میں گل سڑ جائے یا وضع حمل کے وقت دایہ کے ہاتھ یا اوزاروں کے ذریعے جراثیم یا گندگی رحم میں انفیکشن پیدا ہونے سے یہ مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ اکثر دایہ اپنی غلطی سے یہ مرض دوسری زچہ عورتوں میں منتقل کردیتی ہیں۔ زچگی کے دوران گندے یا جراثیم آلود کپڑوں کا استعمال بھی اس مرض کا محرک ہوتا ہے۔

عفونتی بخار کا کورس بہت تیز ہوتا ہے بعض اوقات یہ گھنٹوں ہی میں مریضہ کو ختم کردیتا ہے جبکہ دوسری حالتوں میں اس کا کورس بہت لمبا ہوتا ہے لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ مرض کی پہلی علامات کو معلوم کرلیا جائے اور جلد سے جلد ان ادویہ کا استعمال کرلیا جائے جن سے اس مرض میں کم از کم رکاوٹ ہوسکے۔

**علامات:۔** بچہ پیدا ہونے کے تین چار یوم کے بعد لرزہ سے یا ویسے ہی بخار ہوجاتا ہے اور مریضہ کا درجہ حرارت 103F سے 105F اور نبض کی رفتار 120 سے 160 مرتبہ فی منٹ تک ہوتی ہے۔ کمر اور پیٹ میں درد ہوتا ہے' سانس میں تنگی اور تیزی آجاتی ہے۔ تکلیف شدید یا معمولی سردی کے احساس سے شروع ہوتی ہے' نبض بہت تیز اور بھرتی ہوئی اور نرم ہوتی ہے۔ رحم کے مقام پر درد ہوتا ہے' شکم پھول جاتا ہے جس کے باعث مریضہ کو پشت کے بل لیٹنا پڑتا ہے اور ٹانگوں کو سکیڑنا پڑتا ہے۔ پیاس ناقابل ضبط ہوتی ہے' مریضہ کافی مقدار میں پانی پیتی ہے' پسینے کی زیادتی' قے اور متلی کی جانب رجحان ہوتا ہے۔ چہرے پر پیلا پن' سفیدی اور پسینہ ہوتا ہے۔ جوں جوں مرض ترقی کرتا جاتا ہے' ہاضمہ کا نظام بھی بگڑتا چلا جاتا ہے کیونکہ پھیپھڑوں میں ہوا نہیں پہنچتی اس لیے نظام جسم کی آلائشیں صاف نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے جسم کے اندر زہریلے مواد کی زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔

نفاس متعفن مقدار میں کم اور بعض اوقات رک جاتا ہے۔ دودھ کی تراوش پر گہرا اثر ہوتا ہے‘ اگر بیماری کا آغاز دودھ اترنے سے قبل ہوتو دودھ اترتا ہی نہیں اور اگر آغاز بعد میں ہوتو دودھ رک جاتا ہے اور چھاتیاں کمزور اور ڈھیلی ہوجاتی ہیں اور مریضہ اپنے بچے سے قطعی لاتعلق ہوجاتی ہے۔ مرض جوں جوں بڑھتا ہے نبض محسوس بھی نہیں ہوتی‘ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے‘ پتلیوں کا پھیلنا آنکھیں بے نور ہوجاتی ہیں۔ یہ ہیں نمایاں حالات اور علامات جو مختلف شکلوں میں ہمیں دکھائی دیتی ہیں اس مرض میں شفایابی بہت آہستگی سے ہوتی ہے۔

## ضروری ہدایات

مریضہ کو ٹھنڈا پانی تھوڑی تھوڑی مقدار میں دیتے رہنا چاہیے اس سے بخار میں آرام آتا ہے۔ مریضہ کو دودھ اور آس جو دیتے رہنا چاہیے تاکہ اس کی طاقت قائم رہ سکے۔ گرم پانی دینے سے مریضہ کو آرام آجاتا ہے‘ مریضہ جس کمرے میں ہو وہاں کسی قسم کا شوروغل نہیں کرنا چاہیے نا ہی تیماردار کو تیمارداری کرتے ہوئے کسی قسم کے غم وخوف کا اظہار کرنا چاہیے جونہی پرسوت کا بخار شروع ہو بچہ کو زچہ کا دودھ پلانا بند کردینا چاہیے۔ مریضہ کو کبھی بھی اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

## علاج بالمثل

**ایکونائٹ:۔** مرض کے آغاز میں بخار تیز گھبراہٹ اور بے چینی‘ جسم خشک‘ پیاس شدید اور موت کا ڈر۔

**بیلا ڈونا:۔** بھاگ جانے کی یا اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش غصہ سر کی طرف اجتماع خون‘ سردرد‘ بے چینی‘ بے آرامی۔

**برائی اونیا:۔** شدید سردرد‘ حرکت سے زیادتی‘ پیاس شدید‘ مریضہ پانی زیادہ مقدار میں پیے اور نفاس رک گیا ہو۔

**بپ ٹیشیا:۔** تھکاوٹ بے حد‘ نرم جگہ کی تلاش میں کروٹیں بدلتی رہے‘ تمام جسم میں درد‘ تنفس بدبودار‘ ٹائیفائیڈ بخار کی سی علامت ہو۔

**ایکی نیشیا:۔** پرسوت کے بخار میں جب خون زہر آلود ہوجائے تو یہ دوائی زہر کے اجزا کو مارنے میں نہایت مفید ہوتی ہے اس کے دینے سے بخار میں کمی واقع ہوتی ہے۔

**رس ٹاکس:۔** مریضہ بے چین اور عضلات میں درد‘ خاص کر آدھی رات کے بعد علامات میں زیادتی اور بے چینی۔

**پائی روجینم:۔** جب خون میں زہر کا ڈر ہو اور حرارت جسم بہت تیز ہو مریضہ کی جلد حرارت سے جلتی ہو اگر زچگی کے بعد اس دوا کی 200 کی ایک خوراک دی جائے تو اس بخار کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

**سمی سی فیوگا:۔** مریضہ کانپتی ہو‘ نفاس کا اخراج رک گیا ہو۔ دردیں نہایت شبنمی یا نفاس پانی کی طرح خارج ہورہا ہو۔

اس کے علاوہ آرنیکا‘ **آرسنیکیم**‘ اوبیم‘ مریکیورس‘ ورائرم ورائیڈ‘ آرم میٹ‘ پیٹرولیم علامات کے مطابق دیئے جاسکتے ہیں۔

بیاض دل

میمونہ رومان

فریدہ فری......لاہور
کیسا موسم ہے یہ خدا جانے فری
اپنے گھر میں بھی جی نہیں لگتا ہے

ثانیہ مسکان......گوجرخان
ہو بہو تیرے خدوخال میں ڈھلنا چاہے
خواہش وصل میری جنس بدلنا چاہے
ایک مدت سے مرا ہاتھ ہے بالکل خالی
ہاتھ سے پھر بھی کوئی چیز نکلنا چاہے

صائمہ جدون......خواجگان مانسہرہ
یہ بھی اچھا ہوا قدرت نے رنگین نہیں رکھے آنسو
ورنہ جس کے بھی دامن پر گرتے بدنام کر دیتے

گل پری......مانسہرہ خواجگان
چلو اسے دل ہی میں یاد کرتے ہیں
سنا ہے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

توقیر ہاشمی......منڈی بہاؤالدین
تجھے بھول جانے کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہوسکیں
تیری یاد شاخ گلاب ہے جو ہوا چلی تو مہک گئی

ناری مغل......خواجگان مانسہرہ
بے وفاؤں کی محفل لگے گی آج
وقت پر آجانا مہمانِ خصوصی ہو تم

فائزہ بھٹی......پتوکی
اے دوست ہم نے ترکِ محبت کے باوجود
محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی
تیرے قریب رہ کے بھی دل مطمئن نہ تھا
گزری ہے مجھ پر یہ بھی قیامت کبھی کبھی

روبی علی......سیدوالا
اب تیرا نام نہیں بتانا پڑتا لوگوں کو
وہ کہتے ہیں ہاں ہاں وہی وہی اچھا اچھا

مہوش ظہور مغل......گوپی پور

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
اک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا

عائشہ پرویز......کراچی
تیری یادوں کے قافلے اے ہمدم
میرے دل میں قیام کرتے ہیں

ملالہ اسلم......خانیوال
دنیا گھوم لی مگر
کوئی ہم مزاج نہ ملا

سمیرا گل ناز یوسف......کراچی
دل کا کیا ہے یہ تو آپ کی یاد کے سہارے دھڑکتا ہے
بات اُن آنکھوں کی ہے جو تڑپتی ہے تیرے دیدار کے لیے

فیاض اسحاق مہانہ......سلانوالی
جب ابر ٹوٹ کے برستا ہے
جب دل کے زخموں سے لہو رستا ہے
جب دل کی آگ آنکھ کو برساتی ہے
مجھے تم بہت یاد آتے ہو

کوثر ناز......حیدرآباد
ممکن ہے بہاریں ساری دیکھ لوں میں بعد تمہارے
مگر سنو وہ سارے رنگ اُدھورے ہوں گے

فصیحا آصف خان......ملتان
مصروفیت اتنی کہ لوگ بھول ہی گئے
اک رسم ہوتی تھی عید پر گلے ملنے کی

شمع مسکان......جام پور
دردِ دل اس لیے احساس نہیں تجھ کو
تُو نے دیکھا ہی نہیں عالم غمِ تنہائی کا

عائشہ رحمٰن ہنی......ریالی مری
انگلی کے اشارے سے سورج پیچھے آگیا
ظلمتیں ہوگئیں ختم دنیا پر نور کا سایہ چھا گیا
عشق مصطفیٰ ﷺ میں ہنی ہر لمحہ گنگناتی ہے
دیکھ کر آقا ﷺ کا چہرہ چاند بھی شرما گیا

تانیہ جہاں......ڈسکہ
گلہ جو نہ ہو شکوۂ بیدار نہ ہو
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

بشریٰ کنول سرور......سیالکوٹ ڈسکہ

وہی محفوظ رکھے گا تیرے گھر کو بلاؤں سے
جو بارش میں شجر سے گھونسلہ گرنے نہیں دیتا
کائنات جعفری...... جلال پور سیداں' خوشاب

جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی دکھ اپنا تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے کیسے لہجے کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے
نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ

درخشندہ ستاروں کی زبوں حالی نہیں دیکھی
ابھی تم نے خزاں کے بیچ ہریالی نہیں دیکھی
کئی صحرا تھے جو مسکان قطرہ آب کو ترسے
شکر' تیرے چمن نے وہ قحط سالی نہیں دیکھی
شبنم کنول...... پاپانگری' حافظ آباد

میں نے جب بھی دعا مانگی تیری زندگی کی دعا مانگی
میری زندگی بھی خدا تمہیں دے دے' بس یہی التجا مانگی
تم نے تو کبھی یاد نہیں کیا ہنستے ہوئے
شبنم نے تو روتے ہوئے بھی تیری ہنسی کی دعا مانگی
سائرہ رانا...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

اے چاند چلا جا کیوں آیا ہے میری چوکھٹ پر
چھوڑ گیا وہ شخص جس کے دھوکے میں تجھے دیکھتے رہے
ایم نعیمہ...... سلطان پور

بہت عجیب راستے ہیں اس عشق و محبت کے ایم
ہزاروں قدم چلے ہیں پر پہنچے کہیں نہیں
کبریٰ مہتاب رانا...... بوسال سکھا

دوسروں کی زندگی کو عذاب بنا کر
بتاؤ سجدوں میں کیا مانگتے ہو
مدیحہ نورین مہک...... برنالی

اپنی چوڑیوں سے میری شکایت کرتے کرتے
ہائے کل رات پھر سوگئی وہ پاگل لڑکی
نورین انجم...... کراچی

ماں تو جنت کا پھول ہے' پیار کرنا اس کا اصول ہے
دنیا کی محبت فضول ہے' ماں کی ہر دعا قبول ہے
ماں کو ناراض کرنا انسان تیری بھول ہے
ماں کے قدموں کی مٹی جنت کی دھول ہے

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

اس قابل تو نہیں کہ تجھ سے جنت مانگوں یا رب
ماں جنت ہے میری اسے تو سلامت رکھنا
وقاص عمر...... حافظ آباد

یونہی بے وجہ کی کوئی رسم جو نبھانی ہے مجھے
کہاں تک ہے گونج اپنی صدا کی آزمانی ہے مجھے
مرے گمان کی کتاب میں لکھتا ہے جو نئی غزل
فقط اسی کو اپنے دل کی ہر بات بتانی ہے مجھے
مقدس مہر...... کوٹ بیلا پنڈی بھٹیاں

روز روتے ہوئے کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف ایک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر
نجم انجم اعوان...... کورنگی' ملز ایریا' کراچی

تجھ سے ملنے میں حجم کو کوئی عار نہیں ہے
پر کیا کروں دل کو اعتبار نہیں ہے
سوچا تھا بھلا دوں تم کو آج' اسی وقت
مجبور ہوں خود پر مجھے اختیار نہیں ہے
بنت ابن رحمت خان...... پتوکی

جو مسیحا درد کے ہمدرد ہوجائے تو کیا ہوگا
روا داری کے جذبے سرد ہوجائیں تو کیا ہوگا
یہی لاکھوں کروڑوں پنج وقتوں کے نمازی
اگر سچ مچ میں دہشت گرد ہوجائیں تو کیا ہوگا
طیبہ خاور...... عزیز چک' وزیر آباد

دل میں انتظار کی لکیر چھوڑ جائیں گے
آنکھوں میں یادوں کی نمی چھوڑ جائیں گے
ڈھونڈتے پھرو گے اک دن ہمیں
زندگی میں اک دوست کی کمی چھوڑ جائیں گے

biazdill@aanchal.com.pk

# ڈش مقابلہ

## طلعت آغاز

### کباب پراٹھا رول

اشیاء:

| | |
|---|---|
| قیمہ | آدھا کلو |
| نمک | حسب ذائقہ |
| انڈے | چار عدد (ابلے ہوئے) |
| لال مرچ | آدھا چائے کا چمچ |
| کالی مرچ | آدھا چائے کا چمچ |
| پیاز (چوپ کی ہوئی) | آدھا کپ |
| کارن فلور | آدھا کپ |
| زیرہ (پسا ہوا) | ایک چائے کا چمچ |
| انار دانہ (پسا ہوا) | ایک چائے کا چمچ |
| ادرک پیسٹ | ایک چائے کا چمچ |
| ہری مرچ | ایک چائے کا چمچ |
| ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) | آدھا کپ |
| پراٹھے | حسب ضرورت |

ترکیب:

قیمے کو چوپر میں پیس لیں اور اس میں نمک، کٹی ہوئی مرچیں، سیاہ مرچ، پیاز چوپ کی ہوئی، زیرہ، کارن فلور، انار دانہ، ادرک پیسٹ، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا مکس کرلیں۔ انڈے کے سلائس رکھتے ہوئے لمبے موٹے کباب بنا کر فرائی کریں۔ پراٹھے کو آدھا کاٹ لیں۔ اس میں کباب رکھ کر کورن سے شکل دے دیں اور گرم گرم سرو کریں۔

(پروین افضل شاہین...... بہاولنگر)

### چکن چنکس میٹ

اشیاء:

| | |
|---|---|
| چکن چنکس | آدھا پیکٹ |
| ٹماٹر | دو سے تین عدد |
| سبز مرچ | دو سے تین عدد |
| الائچی | آدھا چمچ |
| نمک | حسب ضرورت |
| کالی مرچ | حسب ضرورت |
| سفید مرچ | حسب ضرورت |
| سفید زیرہ | آدھا چمچ |

ترکیب:

تیار چنکس کو ڈبے سے نکال کر ہلکا سا براؤن کرلیں۔ گھی یا تیل میں پہلے ٹماٹر بغیر چھلکے کے ڈال کر اچھی طرح تل لیں اور ساتھ سبز مرچ ڈال کر ہلکا سا بھونتے جائیں۔ نمک حسب ضرورت ڈالیے چونکہ چنکس میں پہلے سے مسالا جات شامل ہوتے ہیں۔ اب الائچی، سفید زیرہ اور سفید مرچ بھی شامل کریں اور دو منٹ تک تیل نکل آنے کے بعد ڈش کو اتار لیں۔ مزے دار چکن چنکس میٹ تیار ہے۔ گھر میں بنے پھلکوں کے ساتھ رائتہ یا زیرے کی چٹنی کے ساتھ گرما گرم پیش کریں۔

(طلعت نظامی...... کراچی)

### پوٹیٹو فرائی فنگرز

اشیاء

| | |
|---|---|
| آلو بڑے | دو عدد |
| نمک | حسب ذائقہ |
| لال مرچ پاؤڈر | آدھا چائے کا چمچ |
| سویا ساس | چار چائے کے چمچ |
| چائنیز نمک | حسب ضرورت |
| کارن فلور | دو چائے کے چمچ |
| بیسن | دو چائے کے چمچ |
| تیل | حسب ضرورت |

ترکیب:

آلو چھیل کر موٹے فنگرز کاٹ لیں اور ٹھنڈے نمک ملے پانی میں بھگو دیں۔ کڑاہی میں درمیانی آنچ پر تیل گرم کر کے اس میں آلو ڈال کر سنہری ہونے تک تل لیں پھر چھان لیں اور ایک ڈش میں ڈال دیں۔ اب ان پر نمک، سویا سوس، چائنیز نمک، لال مرچ پاؤڈر، کارن فلور اور بیسن لگا دیں اور اچھی طرح ملائیں۔ دس منٹ تک میرینیٹ کرلیں۔ اس کے بعد گرم تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر سنہرا ہونے تک فرائی کرلیں۔ گرما گرم پوٹیٹو فنگرز چپس تیار ہیں۔ کیچپ کے ساتھ سرو کرلیں۔

(نزہت جبین ضیاء...... کراچی)

## مسالے دار انڈے

اشیاء:

| | |
|---|---|
| انڈے | دو عدد |
| ٹماٹر | ایک عدد |
| ہری مرچ | دو عدد |
| سرخ مرچ | ایک چٹکی |
| سیاہ مرچ | ایک چٹکی |
| سفید زیرہ | ایک چٹکی |
| گرم مسالا | ایک چٹکی |
| ہلدی | ایک چٹکی |
| نمک | حسب ضرورت |

ترکیب:

سب سے پہلے انڈوں کو فل فرائی کرلیں۔ زردی مکمل پکی ہوئی ہو۔ اب فرائی پین سے نکال کر ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ بچے ہوئے گھی میں ٹماٹر میں چھلکا اتار کر باریک باریک کاٹ لیں۔ ہری مرچ بھی باریک کتر کر ڈال دیں۔ سارے مسالے بھی شامل کر دیں۔ تھوڑی دیر بھونیں، گھی چھوڑنے لگے تو فرائی کیے ہوئے انڈے ڈال کر انہیں اچھی طرح مکس کریں۔ دو منٹ پکانے کے بعد اتار لیں۔ یہ ڈش ذائقہ میں کم و بیش مغز کی طرح ہوگی۔

(حنا مہر...... کوٹ ادو)

## چکن ایگ رول

اشیاء:

| | |
|---|---|
| میدہ | دو پیالی |
| انڈے | دو عدد |
| نمک | حسب ذائقہ |
| دودھ | آدھی پیالی |
| بیکنگ پاؤڈر | آدھا چائے کا چمچ |
| چکن (ریشہ کی ہوئی) | ایک پیالی |
| بند گوبھی (باریک کٹی ہوئی) | آدھی پیالی |
| گاجر (باریک کٹی ہوئی) | آدھی پیالی |
| پیاز | آدھی پیالی |
| پسا ہوا لہسن | آدھا چائے کا چمچ |
| کالی مرچ | ایک چائے کا چمچ |
| ہری مرچ | دو عدد (باریک کٹی ہوئی) |
| کوکنگ آئل | تلنے کے لیے |

ترکیب:

میدہ چھان کر بڑے پیالے میں ڈالیں اور اس میں نمک، بیکنگ پاؤڈر، انڈے اور دودھ ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس آمیزے کو ڈھک کر دو سے تین گھنٹے کے لیے گرم جگہ پر رکھ دیں۔ فرائنگ پین میں ایک کھانے کا چمچ کوکنگ آئل ڈال کر درمیانی آنچ پر ایک سے دو منٹ تک فرائی کریں۔ اس میں لہسن ڈال کر ایک منٹ فرائی کریں پھر بند گوبھی، گاجر اور ہری پیاز ڈال کر ایک سے دو منٹ فرائی کریں۔ اس میں نمک، کالی مرچ ڈال کر اچھی طرح ملا کر چولہے سے اتار لیں اور ٹھنڈا کرنے کے لیے رکھ دیں۔ میدے کے آمیزے کو دوبارہ پھینٹیں اور زیادہ گاڑھا محسوس ہو تو تین سے چار کھانے کے چمچ دودھ یا پانی شامل کرلیں۔ نان اسٹک فرائی پین کو ایک منٹ چولہے پر گرم کر کے ہلکا سا چکنا کرلیں۔ آدھی پیالی آمیزے کو پھیلا کر ڈال دیں۔ ہلکی آنچ پر اتنی دیر پکائیں کہ کنارے سے الگ ہونے لگے اور ہلکا سا سنہری ہوجائے۔ اسے فرائنگ پین سے نکال لیں اور اس طرح سے سارے پین کیک بنالیں۔ پین کیک میں ایک سے دو چمچ فلنگ ڈال لیں اور رول کر کے دبا کر بند کر دیں۔ بند کرتے ہوئے ہلکی سی پھینٹی ہوئی انڈے کی سفیدی لگا دیں۔ اس طرح تمام رول بنا کر دس سے پندرہ منٹ تک فریج میں رکھ دیں۔ کڑاہی میں کوکنگ آئل درمیانی آنچ پر تین سے چار منٹ گرم کریں اور رولز کو گولڈن فرائی کرلیں۔

(صبا عیشل...... بھاگووال)

## چکن اسٹرپس

اشیاء:۔

| | |
|---|---|
| چکن بغیر ہڈی | آدھا کلو |
| سویا ساس | دو چمچ |
| سرکہ | دو چمچ |
| نمک | حسب ذائقہ |
| کالی مرچ | حسب پسند |
| لہسن پسا ہوا | ایک چمچ |
| انڈے | دو عدد |
| رس کا چورا | حسب ضرورت |
| کارن فلاور | ایک چمچ |

ترکیب:۔ چکن میں سویا ساس، سرکہ، نمک، کالی مرچ،

لہسن ڈال کر مکس کریں اور اسے آدھے گھنٹے کے لیے میرینیٹ کر لیں۔ پھر تلنے سے پانچ منٹ پہلے اس میں کارن فلاور شامل کر لیں اور انڈے میں ڈبو کر رس کے چورے میں ڈپ کر کے فرائی کر لیں۔ کیچپ کے ساتھ گرم گرم پیش کریں' اس موسم کی بہترین ڈش ہے۔

(ارم صابرہ.....تلہ گنگ)

## مزیدار کٹلس

اجزا:۔

| | |
|---|---|
| آلو | آدھا کلو |
| ہرا دھنیا | تھوڑا سا |
| ہری مرچ | آٹھ عدد |
| اناردانہ | دو چمچ |
| ثابت دھنیا | کھانے کا ایک چمچ |
| ثابت زیرہ | کھانے کا ایک چمچ |
| نمک | حسب ذائقہ |
| گھی | تلنے کے لیے |
| آٹا (گندم کا | آدھی پیالی |
| بیسن | آدھی پیالی |
| لال مرچ پاؤڈر | کھانے کا آدھا چمچ |

ترکیب:۔ آلو کو چھیل کر اچھی طرح میش کر لیں' اس کے بعد اس میں ہرا دھنیا' ہری مرچ' اناردانہ' ثابت دھنیا' ثابت زیرہ' نمک اور مرچ ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ اب آٹا اور بیسن میں تھوڑا سا نمک اور مرچ ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس آمیزے کو نہ گاڑھا رکھیں اور نہ پتلا' اتنا گاڑھا رکھیں تا کہ ٹکیوں پہ آسانی سے لگ جائے۔ اب آلو کے کٹلس تیار کر لیں' گھی گرم کریں۔ کٹلس کو آٹے اور بیسن کے آمیزے میں ڈپ کر کے گولڈن براؤن فرائی کریں۔ مزیدار کٹلس تیار ہے جلدی جلدی کھائیں اور ہمیں یاد رکھیں۔

(اریبہ منہاج.....ملیر کراچی)

## شربت صندل

اجزا:۔

| | |
|---|---|
| چینی | ڈھائی کلو |
| دودھ کی لسی | سوا پاؤ |
| صندل | پانچ چھٹانک |
| عرق گلاب | آدھ پاؤ |
| پانی | ایک لیٹر |

ترکیب:۔

صندل کو پیس کر برادہ بنا لیں' پانی اور چینی' دیگچی میں ڈالیں اور صندل کی پوٹلی بنا کر ڈبو دیں۔ ہلکی آنچ پر ابلنے دیں۔ پانی گاڑھا ہو کر آدھا رہ جائے تو پوٹلی نکال دیں اور اتار کر ٹھنڈا ہونے پر بوتلوں میں بھر لیں۔

(سدرہ شاہین.....پیرووال)

## فروٹ چاٹ

اجزا:۔

| | |
|---|---|
| سیب | ۴ عدد |
| کیلے | ۶ عدد |
| انگور | ایک پیالی |
| انار | ایک عدد بڑا |
| بالائی | ایک پیالی |
| میش کرنے کے لیے | |
| کیلے | ۴ عدد |
| چینی | آدھی پیالی |
| چاٹ مسالہ | ۳ کھانے کے چمچ |

ترکیب:۔ سیب کا چھلکا اتار کر باریک کاٹ لیں۔ کیلے گولائی میں کاٹ لیں' انار کے دانے نکال لیں' سیب' کیلے' انگور اور انار کے دانے ایک باؤل میں مکس کر لیں' پھر دہی' چینی' اور بالائی میش کے لیے کیلے ان سب کو بلینڈ کر لیں' بلینڈ کیے ہوئے مکسچر کو باؤل کے آمیزے میں ڈالیں اور اس میں چاٹ مسالہ ڈال کر مکس کریں۔ مزیدار فروٹ چاٹ تیار ہے۔ کھائیں اور عائشہ کو دعائیں دیں۔

نوٹ (فروٹ چاٹ میں امرود ڈالنے سے فروٹ چاٹ خراب ہو جاتی ہے)

(ہالہ سلیم.....اورنگی ٹاؤن کراچی)

روبین احمد

## سر کے درد کی وجوہات

بعض لوگ اکثر سر درد دور کرنے کے لیے اسپرین، پیناڈول اور پونستان کے علاوہ دیگر دوائیں بھی اپنے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور اگر ان سے بھی افاقہ نہ ہو تو پھر ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں۔ سر درد کے پوشیدہ اسباب کی تشخیص اور پھر اس کا علاج کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سر میں درد کی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک سبب سر درد کی شدت کو کم کرنے یا روکنے کے لیے دواؤں کا اندھا دھند استعمال بھی ہے۔ سر درد کی مناسب تشخیص اور علاج کے لیے کسی ایسے تربیت یافتہ اور ماہر معالج سے رجوع کرنا چاہیے جسے پرانے قسم کے اور مسلسل سر درد کی تشخیص اور علاج کا وسیع تجربہ حاصل ہو۔

اگرچہ زیادہ تر سر درد کی شکایتیں عارضی نوعیت کی اور زیادہ خطرناک نہیں ہوتی ہیں لیکن ان کی وجہ سے روزمرہ زندگی کے معمولات بری طرح متاثر ہوتے ہیں اور زندگی کا معیار گھٹ سکتا ہے۔

سر درد دور کرنے کے لیے اگر آزمودہ گولیوں سے افاقہ نہ ہو تو پھر مجبوراً جب مریض ڈاکٹر کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں سر درد کی اصل وجہ کا سراغ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر حضرات مرض کی تہہ تک پہنچنے کے لیے جب مریض سے مختلف سوالات کرتے ہیں۔ مریض کو چاہیے کہ وہ کم از کم دو ہفتوں کے دوران سر درد کی شکایتوں کی تفصیل سے اپنے معالج کو آگاہ کرے اس ضمن میں جو سوالات پوچھے جا سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

❖ سر کا درد کتنی دیر تک برقرار رہتا ہے؟ (منٹ، گھنٹے، دن) اور کیا روزانہ سر میں درد ہوتا ہے یا ہفتے کے بیشتر دنوں میں یہ شکایت ہوتی ہے؟

❖ کیا کسی چیز سے سر درد کو تحریک ملتی ہے؟ (مثلاً نمکین غذا، مخصوص خوشبو یا مہک، نیند کی کمی، ذہنی دباؤ)

❖ کس چیز سے آرام ملتا ہے؟ (نیند، تاریک کمرا، دوائیں، ذہنی دباؤ میں کمی یا اور کوئی دوسری چیز)

❖ جب سر میں درد ہوتا ہے تو کیا اس وقت یا اس سے پہلے نظر میں کوئی تبدیلی محسوس ہوتی ہے مثلاً مناظر دھندلے نظر آتے ہیں یا ایک کی جگہ دو شکلیں نظر آتی ہیں یا الٹی یا متلی محسوس ہوتی ہے یا روشنی اچھی نہیں لگتی؟

❖ کیا سر کا درد سر کے ایک حصے میں یا دونوں حصوں میں محسوس ہوتا ہے؟

❖ جب سر میں درد ہوتا ہے تو کیا اس وقت آپ کے جسم کے کسی حصے میں جھنجھلاہٹ ہوتی ہے یا وہ سن ہو جاتا ہے؟

❖ کیا آپ کو پہلے بخار تھا یا اس وقت ہے؟

❖ سر درد کی شکایت کس عمر میں شروع ہوئی اور کیا موجودہ درد سابقہ تجربات سے مختلف لگتا ہے؟

❖ کیا آپ کے خاندان میں کسی اور کو بھی آدھے سر کے درد یا ٹینشن کی وجہ سے سر درد کی شکایت ہوتی ہے؟

❖ دن بھر میں آپ کتنی کیفین لیتے ہیں (چائے کافی پیتے ہیں)

❖ پسندیدہ غذائیں کون سی ہیں اور نیند کس طرح کی آتی ہے؟ (نیند میں خراٹے لیتے ہیں یا نیند پوری نہ ہونے سے تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں)

❖ کیا رات کو نیند میں آپ دانت پیستے ہیں یا کھانا چباتے ہوئے سر میں درد محسوس کرتے ہیں۔

❖ کیا کبھی آپ کی گردن یا سر پر چوٹ لگی تھی؟

❖ جب آپ کھڑے ہوتے یا لیٹتے ہیں تو کیا اس وقت سر کا درد بڑھ جاتا ہے؟

❖ اگر آپ خاتون ہیں تو کیا ایام کے دوران یا اس کے بعد سر میں درد ہوتا ہے؟

## سر درد کے عمومی اسباب

اگر سر کا درد طویل عرصے تک برقرار رہے تو یقیناً یہ ایک قابل تشویش بات ہے اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے لیکن بعض اوقات سر کا درد سنگین طبی مسائل کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ معالجین عموماً اس قسم کے درد کو درج ذیل دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

**ابتدائی**...... آدھے سر کا درد، شقیقہ، ایک آنکھ سمیت سر کا درد، ذہنی دباؤ سے ہونے والا درد یا کسی اور وجہ سے ہونے والا درد۔

ثانوی سر درد وہ ہوتا ہے جس میں کسی دیگر عارضے یا طبی خرابی کی وجہ سے درد محسوس ہو مثلاً کسی انفیکشن (گردن توڑ

بخار) یا رسولی یا دماغ کے اندر خون کے رساؤ، سر میں چوٹ لگنے کنپٹی کے اندر واقع شریانوں کی سوزش جو عموماً پچاس سال یا اس سے زیادہ عمر کی لوگوں میں ہوتی ہے۔ بے قابو ہائی بلڈ پریشر کی خرابیوں، دانتوں کی تکلیف اور اعصابی نقائص کی وجہ سے بھی سر میں درد محسوس ہوسکتا ہے۔

سر میں درد کی شکایت کرنے والے مریضوں سے ان کے معالجین یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ وہ اس درد کو دور کرنے کے لیے عموماً کس قسم کی دوائیں کتنی مقدار میں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ جاننا اس لیے ضروری ہے کہ بعض اوقات ان دواؤں کے زیادہ استعمال سے بھی سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ علاج شروع کرنے سے پہلے ڈاکٹر مریض کا مکمل جسمانی معائنہ کرسکتا ہے خاص طور پر دوران خون اور اعصابی نظام کے کام کرنے پر خصوصی توجہ دی جاسکتی ہے۔ بلڈ ٹیسٹ یہ جاننے کے لیے کیا جاسکتا ہے کہ مریض کسی انفیکشن یا بیماری میں مبتلا تو نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سر کی سی ٹی اسکیننگ یا ایم آر آئی بھی کروائی جاسکتی ہے۔ اگر کنپٹی کی شریانوں میں کسی نقص کا اندیشہ ہوتو اس کی بایوپسی کروائی جاسکتی ہے اگر سر درد کی وجہ گردن توڑ بخار محسوس ہوتو حقیقت حال جاننے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی رطوبت بھی جانچی جاسکتی ہے۔ تشخیص مکمل ہونے کے بعد سر درد کی شدت اور اس کے لوٹ کر دوبارہ آنے سے بچانے کے لیے علاج تجویز کیا جاسکتا ہے۔

### جلد

مولی کے رس میں دہی ملا کر لگانے سے جلد ریشمی اور چمک دار ہوجاتی ہے۔

چاولوں کے دھوون میں تھوڑی سی ہلدی ملا کر لگانے سے چہرے کے حسن میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

آلو کے چھلکے جسم پر رگڑنے سے جلد نرم ہوجاتی ہے

### بال

پیاز کا رس سر میں ڈالنے سے جوئیں مرجاتی ہیں۔

ایک پیالی میں لیموں کا رس نکال کر اس میں آملے کا سفوف ڈال کر حل کرلیں اور یہ آمیزہ بالوں میں لگانے سے بال لمبے گھنے ہوجاتے ہیں۔

سرسوں کا تیل نیم گرم کریں اور اس میں ادرک پیس کر اس کا پانی نکال کر نیم گرم تیل میں ڈالیں۔ ایک منٹ تک گرم کرنے کے بعد ٹھنڈا کرکے بالوں کی جڑوں میں لگائیں۔

### پلکیں لمبی کرنے کے لیے

شہد اور کسٹر آئل دونوں کو برابر ملالیں اور رات کو سونے سے قبل پلکوں پر لگائیں پلکیں گھنی اور لمبی ہوجائیں گی۔

### چہرے پر جھریاں

زیتون کا تیل اور روغن بادام ہم وزن لے کر پکائیں اور رات کو سونے سے قبل استعمال کریں۔

### ہونٹوں کو گلابی بنانا

زعفران باریک پیس کر رات کو بلائی میں تھوڑی سی زعفران ملالیں ہونٹوں پر ملیں کچھ دنوں بعد ہونٹوں پر قدرتی لالی آجائے گی۔

### خشک جلد کے لیے

کنکنے پانی میں کینو اور لیموں کا رس نچوڑ کر لگاتار ایک مہینے تک اس سے ہر روز غسل کریں۔ موسم سرما میں آپ کی جلد خشک نہیں ہوگی۔

### چہرے کو شاداب رکھنا

صبح ناشتہ سے قبل ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں کا رس ملا کر پینے سے چہرہ شاداب رہتا ہے۔ رنگت نکھرتی ہے اور معدہ درست رہتا ہے۔

### بالوں کو ملائم کرنا

اگر بال خشک ہوں تو سرسوں کے خالص تیل میں انڈوں کی زردی ملا کر بالوں پر لگائیں بالکل ملائم ہوجائیں گے اور سر کی خشکی بھی دور ہوجائے گی۔ تیل تقریباً آدھے گھنٹے تک لگائیں۔

(عائشہ سلیم......کراچی)

# نیرنگِ خیال

## ایمان وقار

### شام سے پہلے

شام سے پہلے لوٹ آیئے گا
تمہیں قسم ہے میری لوٹ آیئے گا
اندھیرے سے ڈر لگتا ہے ہمیں
بچھڑ جانے سے ڈر لگتا ہے ہمیں
شام ہونے سے پہلے لوٹ آیئے گا
یہ نہ ہو تیرا انتظار کرتے رہیں
ستارے شمار کرتے رہیں
تنہائیاں ڈستی ہیں ہمیں
تیری عادت سی ہوگئی ہے ہمیں
شام ہونے سے پہلے لوٹ آیئے گا
تیری کمی کمی سی ہے آنکھ میں نمی نمی سی ہے
اس سے پہلے کہ ہم ناراض ہوجائیں
تم تنہا رہو اور ہم محوخواب ہوجائیں
شام ہونے سے پہلے لوٹ آیئے گا
تمہیں قسم ہے میری لوٹ آیئے گا

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

### خاموشی میں حکمت ہے

اقرار میں......
اظہار میں......
اگرچہ تمہاری خوشی ہے
مگر جاناں!
خاموشی میں حکمت ہے
ورنہ کیوں نہ کہہ دوں میں؟
مجھے تم سے محبت ہے

زینب سجل......

### غزل

دیپ خر کو دکھا رہی ہوں میں
پیار کو آزما رہی ہوں میں
اپنے گھر میں اندھیرے کرکے
تجھ کو سورج بنا رہی ہوں میں
رہ نہ جائے کہیں اکیلا تُو
تیرے رستے سجا رہی ہوں میں
جگ سے بھاری ہے یہ اصول وفا
زخم کھاکر نبھا رہی ہوں میں
اپنی پہچان بھی تری خاطر
لمحہ لمحہ مٹا رہی ہوں میں
مطمئن کرکے اس زمانے کو
خود پہ تہمت لگا رہی ہوں میں
ہوگا میرا ہی نام خانم عشق
خود کو ایسا بنا رہی ہوں میں

فریدہ خانم...... لاہور

### غزل

مٹی کی پوشاک کے اندر
زندہ ہوں میں خاک کے اندر
ایک جہاں آباد زمیں پر
ایک جہاں افلاک کے اندر
اس کی سمجھ میں آ نہ سکی
بات تھی وہ ادراک کے اندر
پھر نہ کسی پر انگلی اٹھائی
دیکھا جب اس نے جھانک کے اندر
نفرت، دھوکہ، جھوٹ ہے اس میں
پیار نہیں اشتراک کے اندر
ظلم غریبوں پر ڈھانا ہے
رحم نہیں سفاک کے اندر

حکیم خان حکیم...... کامل پور موسیٰ

### غزل

میں دکھ تخلیق کرتی ہوں وہ جب زنجیر کرتے ہیں
محبت کی زمانے میں یوں کب تشہیر کرتے ہیں
تمہیں دیکھا ہے جب سے ہم نے ان غیر بانہوں میں
یہ آنسو دل پر گرتے ہیں اسے دلگیر کرتے ہیں
جواب تم تاک بھی رگڑو تمہارے اب نہ ہوں گے ہم
کہ ہم جو فیصلہ کرلیں تو پھر اخیر کرتے ہیں
تمہیں چاہا تھا ماضی میں بہت کمزور لمحوں میں

اب اپنی اس محبت کی بڑی تردید کرتے ہیں
چلو آؤ شفق اک اور بھروسہ کر کے دیکھیں ہم
اب کے دل کے شیشے میں اک اور چہرہ تصویر کرتے ہیں
شفق راجپوت......گوجرہ

اچھی لڑکی

آج اس نے مجھ سے کہا
اے اچھی لڑکی
تم میں جانے ایسا کیا ہے،
کہ......
میں بہت متاثر ہوں تم سے
تم کو چاہنے لگا ہوں
تمہیں سوچنے لگا ہوں
اور اب......
میری زندگی بن چکی ہو تم
تمہارے بغیر میں ادھورہ ہوں
میں چاہ کر پورا نہیں ہو سکتا
میں نے محسوس کی ہے
اس کے لہجے میں بسی محبت کی خوشبو کو
اس کے چاہتوں بھرے الفاظ سے
میرے دل کو
جو تسکین ملی ہے
اگر وہ جان جائے
تو ساری زندگی مجھ پر
اپنی پرخلوص محبت کے
پھول لٹاتا بھی
اس کو......
کم لگے......!
علمہ الشمشاد حسین......کورنگی کراچی

نظم

سنو......
ان سے کہنا
گر پیار کر بھی لیا ہے
تو نبھانا سیکھو
یوں......

زیست کی راہوں میں
تنہا چھوڑ جانا
وفا نہیں ہوتی......
نجم انجم اعوان......کورنگی کراچی

دعا

خطا وار ہوں، سیاہ کار ہوں میں
اپنے ہر عمل کے لیے سزا وار ہوں میں
بھیگا ہے اشکوں سے دامن میرے مولا
مجھے کر دے معاف بہت داغ دار ہوں میں
دبی ہے میری زیست گناہوں کے بوجھ میں
مجھے بخش دے اے مالک اشکبار ہوں میں
نادم ہے ماضی میرا تیری رحمت کے دربار میں
گناہوں کے ریت سے بھرا اک غبار ہوں میں
سنے گا دعائیں یہ ہی آس ہے میری
تیری اک نگاہِ کرم کی طلب گار ہوں میں
مونا شاہ قریشی......کبیر والہ

ٹرننگ پوائنٹ

میری سوچوں میں چپکے سے
اترتے ہو بنا پوچھے
تو یوں محسوس ہوتا ہے
کہ اب بھی تم ہمارے ہو
کوئی بھی دردِ جیون کا
ہمیں تڑپا نہیں سکتا
انہی سوچوں کے زینے پر
بنا آہٹ میری جاناں
میرے پہلو میں آ کر تم
یوں جو مسکراتے ہو
تو محسوس ہوتا ہے
کہ اب بھی تم ہمارے ہو
اور ہم بڑے ہی چاؤ سے
سحر زدہ سے ہو کر
تمہیں چھونے کی کوشش میں
سوچ کے نازک ہاتھوں کو
قفسِ حقائق کی دیواروں سے ٹکرا کر لہو سے تر کرتے ہیں

تب کرب واذیت سے
سوچوں کا تسلسل بھی
ٹوٹ کر بکھرتا ہے
تب محسوس ہوتا ہے
میں ہر بار کی طرح
یہ بازی ہار بیٹھی ہوں
مگر سوچوں پرائے جاناں
کوئی پہرہ نہیں ہوتا

سیدہ حیا عباس کاظمی.....مرالی تلہ گنگ

بارش

بارش جب بھی آتی ہے
نجانے کیوں میرا دل بھیگ جاتا ہے
آنکھوں کے کناروں سے ایک ضدی
آنسو چھلک جاتا ہے
یہی یخ بستہ ہوائیں' گیلی مٹی کی سوندھی خوشبو
نرم گھاس پر چلتے ہوئے سب یاد آتا ہے
وہ تیرے سنگ بھیگا موسم دلکش نظارہ
مجھے پھر یاد آتا ہے
کھنکتی شور مچاتی بارش کی بوندوں میں
مجھے تیری آواز کی جھنکار تب
بہت ہی یاد آتی ہے
بہت اداس کرتی ہے
مجھے یقین ہونے چلا ہے
یہ بارش تم سے ملتی ہے
تیری یاد سے ملتی ہے
پل میں مسرور کرتی ہے
پھر آنکھوں کو بھگوتی ہے
دل کو بے چین کرتی ہے
بارش میں بھیگی ہوا کے نرم جھونکوں سے
میری روح سنگسار ہوتی ہے
تب روتے جذبات سے یہ آواز اٹھتی ہے
دل کو ٹھیس لگتی ہے
دھڑکن بے ترتیب لگتی ہے
یہ بارش کیوں خاص لگتی ہے؟

شائستہ جٹ.....چیچہ وطنی

محبت

محبت کچھ نہیں ہے
یہ فقط دھوکا ہی دھوکا ہے
مگر پھر بھی......
اسی دھوکے میں ساری عمر کٹ جائے
تو اچھا ہو......
اسی دھوکے میں دل سے بوجھ ہٹ جائے
تو اچھا ہو......
محبت کچھ نہیں ہے

نوشین.....حاجی شاہ

تمہیں اس طرح سے چاہوں

تمہیں اس طرح سے چاہوں
کہ تمام چاہتیں تم پر ختم ہوائے جان؟
کوئی حسرت وصال کی
کوئی لمحہ تشنگی کا
کوئی پھول غم کا
تیری راہ میں نہ کھل پائے

سمیرا غزل صدیقی.....کراچی

نظم

دلوں میں روشنی نہیں
لہو میں چاشنی نہیں
عداوتیں ہیں ہر کہیں
محبتیں رہی نہیں
ستم گری ہے ہر جگہ
رحم دلی کہیں نہیں
وہ خوش بیانیاں جو تھی
ہر ایک لہجے میں چھپی
دلوں کو کرتی نہال جو
کہیں بھی اب وہ رہی نہیں
زمانے میں جو مثال ہو
وہ دوستی اب رہی نہیں
ہیں خواب غفلت میں سبھی
بیدار تو کوئی نہیں

جو جگادے سکونِ نیند سے
اقبال وہ اب کہیں نہیں
ثانیہ مسکان...... گوجر خان

نظم

مجھ سے ٹکرا کے بکھر جاؤ گے
میری حدت سے پگھل جاؤ گے
کہ میں ایک بیٹی ہوں
محبت ہوں' منزل ہوں
میری ٹھوکر تمہیں ریزہ کر کے
میرے بابا کی سفید ہوتی داڑھی
کی محافظ ہوگی
کہ میں تو عزت ہوں
اور یہی جانتی ہوں
میرے قدموں کی لڑکھڑاہٹ
میرے "آباء" کی ذلت
کی نشانی ہوگی......
مگر مجھے بھٹکنے سے بچالے گی
میری ماں کی محبت اور
میرے بابا کا مان
میرے مقابل آنے والو
سن لو......
سامنے میرے کبھی تم
قدم اپنے نہ جما پاؤ گے
مجھ سے ٹکرا کے بکھر جاؤ گے
اے آدم کی بیٹو
میری تپش سے جھلس جاؤ گے
خود ٹوٹو گے
مجھے توڑنے والو
بوڑھے دو چہروں پر
غم و فکر کی قندیلیں
بے شک پہرہ دے کر
تمہیں ہمت کی پیامبر بن کر
مجھ سے بھڑ جانے پر اکساتی ہیں
مگر مت بھولو

ابھی میں زندہ ہوں...... باہمت' نڈر
میں شدت ہوں
جنونی اور تم سب کی بغاوت ہوں
تمہارے ناپاک عزائم کی عداوت ہوں
تم سے لڑ جانے کی گھات میں رہتی ہوں
کہ میں ایک بیٹی ہوں
مت بھولو......
اے درندہ صفت انسانو......!
تمہاری تباہی اور تمہاری ذلت ہوں
نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ

عہد

ہر خوف سے بے پروا ہو کر
میری چاہت میں تم ڈوبی رہنا
میں شعر کہتا جاؤں گا
تم لفظوں میں کھوئی رہنا
لو اپنے دل کے برتن کو
میرے سچے پیار سے تم بھر لو
کسی الجھن میں تم مت رہنا
کبھی ہجر کے خوف کو مت سہنا
تم میرے سامنے ہوتی ہو
میں خود کو جیتا پاتا ہوں
تم میری ہو تم میری ہو
میں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں
قیدی ہوں میں تیرے دل کا
مجھے قید میں ہی تم رکھنا
تم میرے دل کی ملکہ ہو
میرے دل پر حکومت ہی کرنا
بس اب ہم دونوں مل کے
باب محبتوں کے لکھیں گے
چاہت سے مہک اٹھے گی فضا
پھول ہر سو وفا کے بکھریں گے
میرے ہمدم!
تمہارے شہد آگیں الفاظ
میری سماعتوں میں بسیرا کیے ہوئے

مجھ سے لمحہ لمحہ سوال کرتے ہیں
کہاں گیا خواب دکھانے والا؟
کہاں گیا عہد نبھانے والا؟

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

## غزل

پوشیدہ حسن جاناں میں ہیں کئی افسانے
درکار سمجھنے کو ہیں کئی ایک زمانے
جتنا سمجھ پایا ہے تو اتنا بھی آسان نہیں
عشق تو آگ ہے جل جاؤ گے پروانے
موسم ابر چھٹے اور ذرا روشنی ہو
زلفِ جاناں کو چلیں پھر سے ذرا سلجھانے
ایک نظر دیکھ لے یہ رند سنبھل جائے
تری نظروں میں چھلکتے ہیں کئی مے خانے
رند مر جائیں نہ ساحل ذرا جلدی سے اٹھا
دیکھ گرتی ہوئی دیوار تل پیمانے

خالد ایاز ساحل......

## میری ذات سے تیری ذات تک

میری ذات سے تیری ذات تک
ہوئی ابتدا جبین عشق سے راہ وفا تک
سمٹ کر رہوں دھڑکن میں تیری دنیا سے بے خبر
مجھے عشق ہوا سبیل مصرین سے فلسفۂ حیات تک
تیرے کاروبار عشق سے وسیع حلقۂ احباب تک
محبتیں جو بچھا رکھی ہیں میں نے ہمسفر زیست کے لیے
میری سوچوں کی سرحدوں پر اک سوال جواب تک
اے مہر گل! میری تنہائی سے اس دل ناتواں تک
قصہ میری ذات سے تیری ذات تک

محمد بلال روہیز...... کراچی

## غزل

تنہائی میں غزلیں گاتی رہتی ہے
کچھ ایسا وہ حال بناتی رہتی ہے
تم نے اس کو چھوڑ دیا ہے تب سے وہ
دیواروں کو حال سناتی رہتی ہے
سکھیاں اس کی حالت دیکھ کے روتی ہیں
آنگن میں وہ مرچ ملاتی رہتی ہے
اکثر گم سم ہو جاتی ہے سوچوں میں
جھاڑو کتنی دیر لگاتی رہتی ہے
تم نے چھوڑ دیا ہے راج کماری کو
پھر بھی جھوٹے خواب سجاتی رہتی ہے
صابن ملنا تھا ہاتھوں پر لیکن وہ
سوچ میں ڈوبی ریت لگاتی رہتی ہے
ہنستے ہنستے رو پڑتی ہے اکثر وہ
پگلی اپنے درد جگاتی رہتی ہے
جانے کیا لکھتی ہے ریت کے ٹیلے پر
لکھ کر کس کا نام مٹاتی رہتی ہے
راشد مجھ کو سبزی اچھی لگتی تھی
اب وہ سبزی روز پکاتی رہتی ہے

راشد ترین...... مظفر گڑھ

## غزل

تجھے پا چکے تھے یا ٹھہرے تھے ناکام معلوم نہیں مگر
تیری خواہش مسلسل تھی، تیری خواہش مسلسل ہے
ہر لمحہ عجب تشنگی، نرالی پیاس اور بلا کی بے چینیاں
ایک عذاب مسلسل تھا، ایک عذاب مسلسل ہے
آنکھوں کے سارے خواب تمہی سے ہیں
یہی حال مسلسل ہے، ایک حال مسلسل ہے
تم میرے بھی تھے یا بس میں ہی تمہاری ہوں
یہی راز مسلسل تھا، یہی راز مسلسل ہے
تمہیں چاہتا بھی ہوگا کیا کوئی مجھ سے بڑھ کر
یہی ایک سوال مسلسل تھا، یہی ایک سوال مسلسل ہے
تجھے بتا سکیں گے اپنے یا رہ جائیں گے سارے خواب ادھورے
ایک خوف سا مسلسل تھا، ایک خوف سا مسلسل ہے
وہ جو کبھی ساتھ بنا تھا، سپنا ہم نے ساتھ رہنے کا
بس وہی ایک خواب مسلسل تھا، مسلسل ہے

کوثر ناز...... حیدر آباد

### اپنوں کے نام

سب سے پہلے تو میں محبتوں سے لبریز اپنی پیاری نند فریدہ جاوید فری کے لیے دعا کروں گی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مکمل صحت تندرستی عطا فرمائے اور غم و تکلیف ان سے اتنے ہی دور رہیں جتنا اس زمین سے آسمان دور ہے۔ دوسری محبت کرنے والی بہن کوثر خالد کو بہت شکریہ کہوں گی کہ انہوں نے مجھے حوض کوثر گفٹ کی اور ساتھ میں لونگ بھی پڑھ کر بھیجیں تاکہ میں بھی اللہ کے حکم سے ماں کے رتبے پر فائز ہو جاؤں۔ آپ سے باتیں کر کے بہت ہی اچھا لگا۔ لائبہ میر' میری نند فریدہ جاوید فری مجھ پر مہربان رہتی ہیں' وہ نند ہونے کا حق ادا کرتی ہیں' بے فکر رہیں وہ محبتیں نچھاور کرنے والی مہربان ہستی ہیں۔ آپ پر بھی محبتیں نچھاور کریں گی اور آپ کو بھی لفٹ ضرور کروائیں گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

### موسٹ فیورٹ دلوں کے نام

پیاری بہنوں آپ سب کو میرا پرخلوص سلام۔ پروین افضل شاہین اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد ماں کے رتبے پر فائز کرئے آمین۔ کوثر خالد آپ تو میرے دل میں مقیم ہیں۔ مدیحہ نورین مہک تھینک یو لائبہ میر آپ کے کیا حال چال ہیں؟ میرا نواسہ ہے فوزان۔ ایم فاطمہ سیال شکریہ کی نہیں یہ تو ہماری آپس کی محبت کی بات ہے جو ہمارے پیارے آنچل کی مرہون منت ہے کیوں ٹھیک کہا نا۔ طیبہ خاور پھول مبارک باد کا شکریہ۔ عائشہ رحمٰن ہنی میرے خیال میں ہر شخص جوان ہی رہنا چاہتا ہے کیوں یہی بات ہے نا پھر ملاؤ ہاتھ۔ نجم انجم اعوان' آئی مس یو ویری مچ باقی جن بہنوں کے نام بھول گئی ہوں ان سے معذرت اللہ حافظ۔

ارم کمال...... فیصل آباد

### دوستوں کے نام

تمام آنچل پڑھنے اوڑھنے والوں کو محبت بھرا اسلام امید واثق ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے میری پیاری آپی کرن تمہاری 12 اپریل کو سالگرہ تھی' بہت بہت سالگرہ مبارک ہو اللہ کرے تمہارے لیے آنے والا سال خوشیوں بھرا ہو' کوئی بھی غم یا دکھ تمہاری زندگی میں نہ آئے۔ مدیحہ نورین مہک آپ کو سالگرہ کی بہت مبارک ہو' معذرت میں لیٹ ہوگئی اور میرے پیارے بھائی سرفراز آپ کی 27 مارچ کو سالگرہ تھی اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ ہیلو ثمینہ' ثانیہ کیسی ہو تم لوگ' یار اب منہ بند بھی کر لو مکھی چلی جائے گی۔ اتنی حیران کیوں ہوگئی ہو یہ میں ہی ہوں تمہاری بچپن کی دوست۔ ارم ریاض' شازہ انور تم سناؤ کیسی چل رہی ہے نئی زندگانی' امید کرتی ہوں کہ تم اپنی زندگی میں خوش ہوگی۔ ہیلو اقرا' اسحاق' زرقا' نورین کیسی ہو ویسے تو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں سارا دن ہم لوگ ساتھ ہوتی ہیں لیکن آنچل میں خیریت دریافت کرنے کا اپنا ہی مزا ہے۔ کیسی لگی میری آنچل میں انٹری؟ ضرور بتانا۔ آنٹی صائمہ کیسی ہیں آپ امید ہے خیریت سے ہوں گی' او کے جی زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں ہمیں یاد رکھنا' سدا خوش رہو آمین' رب راکھا۔

ارم ریاض...... برنالی

### پیاری فرینڈز کے نام

پیاری دوست ہمیں پتا ہے کہ تمہیں دوستیاں کرنا پسند نہیں ہے لیکن مجھے تم بہت اچھی لگتی ہو۔ پیاری فائزہ بھٹی میری طرف سے آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' جب یہ شائع ہوگا اس وقت تک آپ کی سالگرہ گزر چکی ہوگی۔ فائزہ آپ کو چوڑیاں بہت پسند ہیں' مجھے بھی بہت پسند ہیں' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ پیاری بہن انیلہ طالب کیسی ہو یار...... تمہیں میں ہر وقت یاد کرتی رہتی ہوں' پتا نہیں کیوں تم اپنی اپنی سی لگتی ہو۔ پروین افضل شاہین آپی کیسی ہو؟ امید کرتی ہوں کہ پرنس کے ساتھ خوش ہی ہوگی۔ سمیرا تعبیر' یار تم کہاں گم ہو؟ آنٹی کوثر خالد میں شعاع والی نہیں بلکہ کرن والی صائمہ مشائل ہوں' آنٹی کوثر خالد آپ کی کتاب مجھے چاہیے' اللہ سب کو خوش و خرم رکھے آمین اگر زندگی نے وفا کی تو پھر ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

صائمہ مشائل...... نامعلوم

### انشال لاریب اینڈ مائی اسٹاف کے نام

السلام علیکم! پیاری انشال کہاں گم ہوگئی ہو؟ دوستی کے لیے گروپ میں شامل کر کے بھول ہی گئی ہو۔ میں نے کئی بار تمہارے نام خط آنچل میں بھیجے لیکن وہ شامل نہیں کیے گئے' میں نے بھی امید نہیں چھوڑی اور ہر بار نئے سرے سے خط لکھنے بیٹھ جاتی ہوں۔ انشال اپنا تعارف بھیجو اور کیا کر رہی ہو آج کل یعنی کیا مصروفیت ہیں۔ انٹری دیا کرو آنچل میں انتظار رہتا ہے' اپنے اسٹاف کو آداب

کہتی ہوں کیسی ہیں میری پیاری پیاری تتلیاں' بلبلیں' چہچہاتی چڑیاں' شوخ وچنچل پریاں اتنے نام کافی ہیں۔ بتائیں کیسے لگیں سارے نام ویسے تم لوگوں کی وجہ سے زندگی حسین اور خوب تر لگتی ہے اللہ سے دعا ہے کہ تم سب کی اچھی قسمت ہو آمین۔ پیاری ماریہ کنول' شازیہ ملک' فریحہ نازیہ اور شگفتہ اور میڈم ثمینہ اور روبینہ مس یہ ایک چھوٹا سا سرپرائز ہے جو میں آنچل کے ذریعے سب کو دینا چاہتی تھی سچ بتانا کیسا لگا سب کو میرا خط۔ یہ لائن میری دوست اور اسٹاف کے نام "دوست اچھے مل جائیں تو زندگی کو خوب صورت بنا دیتے ہیں" دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

پاکیزہ علی..... جتوئی

پیاری ننھی منی سی کلی کے نام

سب سے پہلے آنچل فیملی کو میری طرف سے پھولوں جیسا پیارا سا سلام قبول ہو اور ننھی کلی مہوش کو بھی۔ کیا حال ہے ٹھیک ہو میں امید کرتی ہوں تم بالکل ٹھیک ہوگی کیونکہ تمہارے ساتھ اب میں تو نہیں ہوں جو تمہارا سر کھاتی تھی ہر دم اور ہاں ایک اور بات تمہیں بہت بہت مبارک ہو امتحان میں اول آنے کی۔ تم نے تو خبر نہیں دی بڑی بے مروت ہو لیکن میری طرف سے بہت زیادہ مبارک ہو۔ اللہ ہمیشہ کامیاب کرے تمہیں مجھ سے شکایت تھی تمہارے گھر نہیں آتی لو اب خوش میں تمہاری جان کے ذریعے تمہارے گھر آگئی کیونکہ آنچل میں تمہاری جان بند ہے نا میڈم اب تو خوش ہونا' جہاں رہو ہمیشہ خوش و آباد رہو۔

شہربانو..... ملتان

یادوں میں رہنے والے دوستوں کے نام

السلام علیکم! ان سب دوستوں کو جو یادوں میں آج بھی زندہ ہیں پر ایک ظالم وقت اور دوسرا تکلف جو شاید ملاقات میں رکاوٹ بن چکا ہے تو پیاری سی اقرا (وی ٹی آئی) والی کیسی ہو یار کہاں ہو گم؟ منیشا بھی غائب ہے اور سارہ (چینو) ہاہاہا سے تو میری بات ہوتی رہتی ہے اور کچھ پرانی دوستیں جو کہ شاید بھول چکی ہیں حفصہ' ماریہ' عائشہ سب کو پیار بھرا سلام اور اسماء تم کو بھی اور ہمائم کو بھی۔ باقی آنچل فرینڈز میں لائبہ جی شکریہ جناب اور ہماری دوستی اب پکی والی ہوگئی ہے۔ اس لیے نہ شکریہ نہ معذرت ٹھیک ہے؟ اور آنچل میں جو بھی دوستی کرنا چاہے تو بھی ہم حاضر ہیں۔ کچھ بہت ہی پرانی دوستیں بھی ہیں یار بلقیس کہاں ہو میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں رابطہ تو کرو اور انیسہ بھی کہیں گم ہے؟ اور عائشہ اقبال (کمو) کہاں دفع ہو تم اور وہ کٹو بیگم انیلا' سونیا (وی ٹی آئی) والی

سب کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے آمین اور میری عزیز از جان ٹیچر ابیقہ کو اللہ سکون اور راحت عطا فرمائے اور صبر جمیل بھی عطا فرمائے ان کے والد محترم کو اللہ پاک جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین' سب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے اللہ حافظ۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی

قابل عزت امی ابو اور اساتذہ کرام کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز اینڈ پیارے اور قابل احترام امی ابو جان اینڈ میرے پیارے اساتذہ کرام کیسے ہیں آپ سب؟ اس پیارے اللہ سے دعا ہے جو رحیم اور غفور بھی ہے جو سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے' وہ آپ سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے آمین۔ امی اور ابو جان آپ میرے لیے باعث فخر باعث احترام ہیں۔ آپ میرے عظیم رہنما اور رہبر ہیں تو جس طرح آپ نے آج تک ہر فیصلے پر میری رہنمائی کی ہے مجھے امید ہے آئندہ بھی آپ میرے اردگرد اپنی محبتوں اور شفقتوں کا سایہ برقرار رکھیے گا' آمین اور اپنے اساتذہ کرام کے لیے پُرخلوص دعاؤں کا تحفہ جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور اہمیت دی کہ جس قابل میں خود کو نہیں سمجھتی (میم نازیہ' میم الوینہ سعدیہ' میم ثمینہ حسین' میم اسماء ناز' میم شہناز) اور بھی بہت سے قابل عزت اساتذہ کرام ہیں جن کے نام میں ادھر نہیں لکھ سکتی ہاں اور سب سے میرے لیے بڑھ کر وہ ہیں جنہوں نے میری آخرت سنواری (یعنی قرآن پاک پڑھایا تجوید کے ساتھ) بی بی اماں جان اور باجی جن سے دلی عقیدت ہے۔ اللہ پاک اس نیک کام کے صدقے ان کے مصائب دور کردے اور انہیں اپنی رحمتوں سے مالا مال کردے آمین۔ ڈیئر فرینڈز تم لوگ سناؤ ٹھیک ہو اور ثوبیہ بلال تم ظاہر پیر والے لڈگری کالج میں پڑھتی ہو پھر تو بھی ہمارے ہی شہر کے باسی ہو اللہ تمہیں بھی ہر موڑ پر کامیابی دے آمین۔ ظاہر پیر اور رحیم یار خان والوں کے لیے سلام اور بے شمار دعاؤں کا تحفہ کیونکہ جی مجھے اپنے شہر سے ہی محبت اور پیار ہے او کے والسلام زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

عائشہ دین محمد..... ظاہر پیر

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب پیاری پیاری ریڈرز کیا حال چال ہیں؟ اب آپ سب سوچ رہے ہوں گے میں کون ہوں' میں ہوں عظمیٰ بٹ جو کہ اب مسز نفیس بٹ ہوگئی ہیں 7 ستمبر کو میری شادی ہوگئی ہے وہ بھی ایمرجنسی میں میرے پاپا جانی بہت

بیمار ہوگئے تھے۔ شادی کے بعد لکھنا چھوڑ دیا تھا لیکن آنچل پڑھتی تھی ہر ماہ کا ایک بار پھر انٹری دے رہی ہوں آپ سب تو مجھے بھول ہی گئے ہیں خیر جب سے میری شادی ہوئی ہے مجھے بھی لکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا' اللہ کا شکر ہے کہ میرے سسرال والے بہت اچھے ہیں۔ میری خالہ جانی (ساس) میرے بڑے پاپا (سسر) بڑی نند طیبہ چھوٹی مروا اور چھوٹا دیور سب بہت اچھے ہیں اسپیشلی میرے شوہر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بہت لونگ کیئرنگ ڈیشنگ ہیں' اللہ ہر لڑکی کو میرے شوہر جیسا لائف پارٹنر ملے دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور پلیز میرے پاپا جلدی ٹھیک ہوجائیں آمین دعا کیجیے گا۔

مسز نفیس بٹ...... سمندری

آنچل فرینڈز اکیڈمی فرینڈز اینڈ ٹیچرز کے نام

السلام علیکم! ایوری باڈی ہاؤ آر یو دوستو ارے بھول گئیں مجھے دس از ناٹ فیئر' سیماب کیسی ہو چندا حنا تم تو ایک نمبر کی بدتمیز ہو' مدیحہ (کوکونٹ) تم آہستہ بولا کرو اور کم ہنسا کرو۔ (سلمٰی سلیمان نہ کر سلمان' نہ کر...... اتنے بے وقوف ہو بہت تم قسم سے۔ بس مدیحہ اب تو تمہارا کوکونٹ جیسا منہ بند ہوگیا ناں تمہارا نام لکھا ہے' او کے۔ مس سمیرا' مس عروسہ' مس رزمہ قسم سے چھٹیوں میں بہت مس کیا آپ کو ریئلی۔ مقدس حنیف پلیز اپنی ٹیچر سے بھی کوئی ناراض ہوتا ہے کیا تم تو پیاری سی اسٹوڈنٹ ہو یار' عروسہ تمہیں پتا بھی ہے تم بات نہ مانو تو کتنا غصہ چڑھتا ہے' اس کی پیاری اسٹوڈنٹ بغیر میل وجحت کے بات مان لیا کرو۔ سمیرا تم تو لوفر لفنگی' بیلی ہاہاہا۔ صدف تم سناؤ کیسی ہو؟ شگفتہ چائے اچھی سی بنایا کرو' سبحانہ بے وفا ہو۔ حفصہ فیض تم اور پولٹری فارم کی مرغی ایک طرح چلتی ہیں' صبا رئیس تم سناؤ کہاں گم ہو۔ حفصہ' سبحانہ اور صبا اس دن میں نے سزا دی کیا سچ میں ہاتھ میں درد ہوا تھا بعد میں بہت افسوس ہوا سوسوری۔ جی تمنا بلوچ ڈی آئی خان کون سی جگہ رہتی ہیں۔ آپ سے دوستی کرنی ہے' ریپلائے می او کے؟ شاہ زندگی آپ نے جواب دیا دوستی کرنے کی آفر کی تھی (شاہ زندگی کا انتقال ہوچکا ہے)۔ ویسے بے وفا لوگ ہیں سارے چند ایک دل والوں کو چھوڑ کے نیور مائنڈ۔ طیبہ قسم سے تم بہت بری ہو' میری ڈائجسٹ بجھواؤ گی تو اور بھیجوں گی ورنہ مجھ سے خیر کی امید مت رکھنا۔ طیبہ نذیر شادیوال آپ کے جیسا میں نے اسکیچ بنایا تھا آپ بالکل بھی ویسی نہیں ہیں' ہے نا حیرت کی بات؟ بہرحال ہمارے جیجو خاور آپ کے ساتھ بہت فٹ لگ رہے تھے' ایمان سے' اللہ رب کعبہ سے دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے' آمین۔ ماہ رخ سیال آپ کی شادی ہوگئی کیا' دوستی کرنی ہے آپ سے او کے۔ حرا قریشی آپ ہمیشہ اچھا اچھا لکھتی رہیے گا' میری دعا آپ کے ساتھ ہے۔ ہاں دوستی کرنی ہے مجھ سے؟ حمیرا قریشی بندی ناچیز دوستی کی خواہاں ہے' کیا ارادہ ہے آپ کا؟ ہاں تمام دوستوں سے ریکوئسٹ ہے کہ اگر میرے نام کوئی پیغام لکھنا ہو تو عائشہ رحمٰن ہنی لکھا کریں کیونکہ بعض لوگ عائشہ رحمٰن کوئٹہ کے نام پیغام لکھتے ہیں تو مابدولت ایویں ہی خوش ہوتی رہتی ہے کہ میرا نام لکھا ہے پلیز مجھے خوش فہمی کی خواہش ہے۔ اقرا آتو آپ کیسی ہیں؟ فریدہ فری آپ ٹھیک ہوجائیں نا جلدی سے۔ لاریب انشال دوستی کرو گی؟ جاذبہ کدھر گم ہو تم آ بھی جاؤ ناں' بختاور ناز کیسی ہیں آپ؟ امبر بخاری ذرا دھیرج' دوستی کرلو نبھائیں گے۔ عنزہ یونس آپ لگتا ہے اپنی کزنز' فرینڈز کی دھڑکن ہیں (اور میری بھی)۔ کوثر خالد آنٹی سچی میں سب سے منفرد ہیں آپ اور حرا قریشی۔ ایس کوہر طور تھینکس میرا ہاتھ تھامنے کا اپنے بارے میں کچھ بتادیجیے گا آئی لو یو سچی۔ انیلا طالب خوش ہیں' زندگی تنویر خلیل میری طرح آپ بھی چاہتی ہیں کہ ناول گفٹ میں ملے' کاش...... جیا عباس مس یو' ارم آنٹی اینڈ پروین افضل مس یو۔ آمنہ تبصرہ شائع ہونے پر ایک میٹھی کس تمہارے گال پر۔ نورین مسکان کیا حال ہیں؟ جی کنول' سلمٰی عنایت آپ بھی فٹ ہیں۔ اقرا لیاقت بیاض دل میں اگر آپ نے میرا شعر پسند کیا تو شکریہ اگر عائشہ رحمٰن کوئٹہ کا شعر پسند کیا تو ان کی طرف سے بھی تھینکس' ہاہاہا۔ نجم انجم اینڈ نورین انجم لو یو' ماہ رخ پیغام میں اگر آپ نے میرا نام لکھا تو لو یو۔ ماریہ کنول سلام جی' عائشہ پرویز مس یو ریئلی' جن کے نام رہ گئے ان کو بھی سلام اللہ حافظ۔

عائشہ رحمٰن ہنی...... دیامی' مری

آنچل کے ستاروں کے نام

نزہت جبیں' نگہت غفار' فصیحہ آصف' سباس گل' نجم انجم' عنزہ یونس' روبی علی' طیبہ خاور' دلکش مریم' کوثر خالد' شاہ رسول ہاشمی آپ نے مجھے یاد کیا۔ بے حد شکریہ' خوش رہو۔ ارم کمال' ریحانہ آفتاب' طیبہ عنصر' انا احب' دلکش مریم اور پیاری بھابی پروین افضل شاہین کو بے حد سلام اور دعا اور سب کو سلام اور دعا۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

پیاری دوست سونیا کے نام

السلام علیکم! آنچل قارئین کیسے حال چال ہیں آپ سب

کے؟ میری پیاری سی دوست سونیا کیا حال ہے؟ آج میں نے سوچا کیوں نہ سونیا کا بھی ذکر کردیا جائے آنچل میں۔ کہتی ہے خود آ گئی ہو آنچل میں (مطلب نام) ہمارا بھی ذکر کردو کم از کم تو پیاری دوست سارا پیغام آپ کے نام۔ سونیا آپ بہت اچھی ہو' سدا خوش رہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہزاروں خوشیاں عطا کرے' ہمیشہ مسکراتی رہو (کام کرتے ہوئے ہاہاہا) آپ کے ساتھ گزرا ہوا ہر لمحہ بہت یاد آتا ہے خاص کر اکیڈمی والا وقت' میں دعا کرتی ہوں ویسا وقت پھر آجائے' کبھی میسج یا کال ہی کرلیا کرو۔ لگتا ہے آپ نے قسم کھائی ہے (کام کی) کہ مجھ سے بات نہیں کروگی' بھائی کی شادی مبارک ہو اگر فروری میں ہوگئی تو...... خوش رہا کرو اور دعا کیا کرو میرے لیے بھی۔ اب خوش تو ہونا میں نے آپ کا ذکر کردیا؟ بس ایک گلہ ہمیشہ رہے گا کہ آپ رابطہ کم کرتی ہو اب تو بتادینا کہ آپ کو آنچل میں اپنا نام دیکھ کر کیسا لگا۔ اپنا اور گھر والوں کا خیال رکھنا' ننھی مروا کو ڈھیر سارا پیار کرنا اللہ حافظ۔

فوزیہ تحریم...... منڈی فیض آباد

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو سلام لاریب انشال یار کہاں گم ہوگئی ہو؟ نہ آنچل میں انٹری نہ ہی کوئی پیغام' دوستی پکے والی لگائی تھی نہ کہاں ہو اور کیسی ہو؟ ہر بار آنچل ہاتھ میں آتے ہی تمہارے پیغام کی تلاش میں نظر دوڑاتی ہوں لیکن...... جہاں کہیں بھی ہو پلیز جلدی اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔ سائرہ لنگڑیال کیسی ہو تم بھی جلدی آنچل کو رونق بخشو دوستی لگائی ہے تو نبھاؤ اچھے سے۔ لائبہ میر تم مجھے اچھی لگتی ہو کیا میری دوستی قبول کرو گی۔ عائشہ نور محمد آپ بھی مجھے بہت اچھی لگتی ہو آپ سے دوستی کرنی ہے پلیز جلدی جواب دینا انکار مت کرنا (حکم نہیں ہے بس ریکوئسٹ ہے) او کے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا نہ بھولنا اللہ حافظ۔

پاکیزہ علی...... جتوئی

عظیم راہبروں کے نام

السلام علیکم! تمام اہل آنچل کو پُرخلوص دعاؤں کے ساتھ سلام الفت قبول ہو۔ بدولت آج ان تمام عظیم ہستیوں کا شکریہ کرنے بزم آنچل میں حاضر ہوئی ہیں جنہوں نے ہر قدم پر مجھے محبت اور اپنے عظیم سہارے سے نوازا۔ سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ عظیم لوگ عطا فرمائے۔ میرے پیارے مہربان اللہ آپ کا بہت شکریہ مجھے ایمان داری سکھانے کے لیے اللہ نے عظیم امی جان عطا فرمائیں' نیک صالح عورت' رحم دل انسان' محبت کا سبق میرے محترم والد صاحب نے دیا' اللہ نے انہیں غیر معمولی ذہانت عطا فرمائی ہے' تھینک یو ابو جان۔ جب مجھے رشتوں کو نبھانا نہ آیا تو اللہ پاک نے میرے آئیڈیل پرسن' موسٹ فیورٹ ٹیچر سر ظہیر عباس صاحب راہبر بنا کر بھیجا۔ سر جی آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ اپنا رحم وکرم کا سایہ رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے' آمین ثم آمین۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے آپ کے جیسا عظیم استاد بھی مل سکتا ہے بلکہ مجھے سب اساتذہ کرام ہی عظیم ملے ہیں' آئی لو یو سچی مچی آل ٹیچرز۔ تحمل اور دھیما مزاج' مدھم مسکراہٹ' میں نے پرفیکٹ ٹیچر سر ریاست صاحب سے سیکھی (جزاک اللہ خیر سر جی)۔ صبر' اخلاق' سر خالد صاحب نے سکھایا' خوش خلقی سر طاہر صاحب سے سیکھی' حیا کی کھوج میں میرا صاحبہ سے سیکھی۔ بات کو سمجھنا مس سحر صاحبہ سے سیکھا' چھوٹوں اور بڑوں کو اہمیت دیں مس عائشہ صاحبہ سے سیکھا۔ قلم اٹھانا مس امینہ نے سکھایا۔ استاد کا ادب اپنے شاگردوں (نہم جماعت سے سکھایا) بات کو سنبھالنا اور بات کرنے کا انداز بھی مس نبیلہ صاحبہ نے سکھایا' دوستی میں سچی جذباتیت گلناز جمیل نے دی (گلناز اپنوں کے لیے کچھ بھی کر گزرنے والی لڑکی ہے میرے لیے بھی تھینک یو گلناز مگر جذباتیت پر قابو رکھا کرو ڈیئر)۔ غور وخوض سر عثمان صاحب نے سکھائی۔ دوستی کی طرف ایمان داری کا قدم کنول (چتوکی) نے سکھایا' دوستی کو نبھانا میری دیگر دوستوں تانیہ جہاں (تم میری کسی نیکی کا اجر ہو)۔ فرح (یو آر گریٹ)' نادیہ (بھولی بھالی)' گلشن اسلم (میرے لیے قابل احترام اور قابل تقلید دوست)۔ صوبیہ (چپ شاہ) مہوش (نانی)۔ سحرش (میری طرح علم پر بحث کرنے والی یہ عادت اچھی لگتی ہے شہری مجھے)' مس عذرا صاحبہ (مشکل میں مدد کرنے کا جذبہ) آنچل فرینڈز میں مدیحہ کنول سرور (ڈھیروں دعاؤں کے لیے شکریہ دوستی کا بھی شکریہ)۔ شبنم کنول (میری کمی محسوس کرتی ہو شکریہ)' ماریہ کنول ماہی (پرخلوص دوستی کی آفر پر ممنون ہوں)۔ مدیحہ نورین مہک (خوش رہو) پروین افضل شاہین (اللہ آپ کو رحمت ونعمت سے نوازے آمین)۔ کوثر خالد آپی (تعریف کا جزاک اللہ)' طیبہ خاور' پھول' حیا عباس' حرا قریشی سے اردو سے لگاؤ سیکھا۔ نازیہ آپی سے درد' نمرہ احمد سے قرآن سے محبت اور سمجھنے کے ساتھ فکر کی رہنمائی ہوئی آنکھیں کھول دیں۔ ماہا ملک نے قلم سے محبت سکھائی اور دیگر فرینڈز نے دوستی کے گر سکھائے'

سب کا بے حد شکریہ۔ اپنی سسٹر بشریٰ کنول سرور سے خلوص سیکھا' پاکیزہ دل کی قدر دان ہوں میں۔ مریم سسٹر سے جذبات کا اظہار سیکھا' اقراء سسٹر سے غم ہلکا کرنا سیکھا' صفیہ کزن سے سہہ جانا سیکھا ہر کڑوے جملے کو۔ سدرہ کزن سے سخاوت سیکھی' ابھی فہرست طویل ہے' میں ان کا احسان نہیں چکا سکتی ان کی محبت اور عزت کا میرے پاس کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ نادیہ 25 مئی کو آپ کی سالگرہ ہے' بہت مبارک ہو' منگنی کی بھی مبارک باد قبول کرلو۔ اوکے جی آپ کا تحفہ بلکہ تحائف آپ کو ضرور دوں گی مگر 25 مئی کو ہی ٹھیک ہے اس سے پہلے نہیں۔ آنچل...... آنچل سے بھلا کیا سیکھا ہے......؟ آنچل سے میں نے انسانیت سیکھی ہے' عمل کرنے کی کوشش کررہی ہوں' دیکھو ان سب چیزوں پر عمل کب تک ہوگا۔ ابھی تو دلدل گناہ میں اپنے ہی پسینے میں ڈوبے جارہی ہوں۔ انسان اس کی محبت سے پہچانا جاتا ہے تو یہ لوگ مجھے اپنے زیر سایہ رکھنے والے مجھے نہیں میری محبت کو دیکھیں۔ اول مجھے ان ہستیوں میں خامی نظر آتی نہیں اور اگر کوئی نظر آجائے تو ان کی خوبیاں غالب آجاتی ہیں اور میں آپ سب کے لیے کیا ہوں' بتاؤں میں ایک جھگڑالو توپ ہوں جب مرضی جھگڑ کر یہ جا وہ جا اور پھر وہیں' ہاہاہا۔ سب کو سلام ڈھیروں نیک تمنائیں آخر میں ایک پیغام کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

جو سچا ہے محبت میں' اسے بھی پھر محبت دو
محبت قرض ہے اس کا' بمع احسان عزت دو
یہی دکھ ہے جسے چاہا تو خود کو بھی بھلا ڈالا
مسکان کہتی ہے محبت کی ضمانت دو

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ

### دوستوں کے نام

امید بلکہ یقین ہے کہ آپ سب لوگ صحت و ایمان کی بہترین حالت میں ہیں کیونکہ ہم کون سا دور ہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ کیسے ہیں؟ میں نے سوچا کیوں نہ اس مرتبہ سر جی آپ کو اور گل النساء آپ کو بھی الگ انداز سے وش کروں' میری طرف سے آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ میری دعا ہے آپ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ دو اپریل سر جی کی اور 14 اپریل گل کی سالگرہ تھی اور میری فرینڈ بھی یقیناً ٹھیک ہوگی آپ کی ہی بات کررہی ہوں جناب صبا بی بی' ہاہاہا۔ ہاں بی بی مجھے بتانا ضرور کیسا لگا اپنا نام ڈائجسٹ میں دیکھنا' مجھے تنگ کرنا بہت پسند ہے نا آپ کو جتنا مرضی کیا کرو لیکن بس خوش رہا کرو چاہے مجھے تنگ کرکے ویسے میں تنگ نہیں ہوتی بلکہ میں آپ کو تنگ کررہی ہوتی ہوں۔ ہے نا مزہ کی بات۔ اچھا چلو اب اجازت دو' اللہ حافظ۔

کنول...... ستیانہ

### آنچل فرینڈز اور سویٹ بھابیوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر کیسے ہیں آپ سب؟ چار ماہ ہوگئے کچھ لکھ ہی نہیں سکی' اب کچھ فراغت حاصل ہوئی ہے تو سوچا کچھ لکھ لینا چاہیے۔ سب سے پہلے تو ان دوستوں کا بے حد شکریہ جنہوں نے مجھے یاد رکھا۔ نجم انجم اعوان آپی وحافظہ صائمہ کشف' لائبہ میر' سمیرا سواتی' مدیحہ نورین مہک' اقصیٰ کشش' سمیرا تعبیر آپ سب کے لیے بے شمار دعاؤں کا تحفہ اور سنائیے میری پیاری سی بھابیوں کیسی ہیں آپ دونوں؟ آپ ہر دفعہ پوچھتی تھیں ناں کب لکھوں گی آج صرف آپ لوگوں کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ ہر دفعہ لکھتے ہوئے سوچتی تھی نہ جانے آپ لوگوں کو کیسا لگے مگر آج ہمت کرلی ہے۔ میری دل سے دعا ہے اللہ پاک میری پیاری سی فیملی کو سدا خوشیوں اور محبتوں سے مہکتا رکھے آمین۔ یہ آپ لوگوں کے سرپرائز ہے آنچل کے تھرو' آپ کا آنا ہم سب کے لیے خوشی کا باعث تھا۔ میری اللہ سے دعا ہے آئندہ زندگی بھی خوشیوں سے مہکتی رہے آمین۔ میری مسز بہت ناراض ہوتی ہے میرے لکھنے سے ارے تم لوگ ہی اسے سمجھاؤ' اچھا اب اپنا خیال رکھیے گا اور مہوش کو آنچل کے تھرو سلام اور دعائیں۔

عائش کشمالے...... رحیم یار خان

### آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آنچل فرینڈز سب سے پہلے تو بشریٰ کنول' مریم' سدرۃ المنتہیٰ' اقراء' ناز آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میرے نام پیغام لکھا' آپ کی محبت ہے۔ نورین مسکان ڈیئر کیا حال ہیں آنچل کے توسط سے اپنے نام پیغام دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ کوثر خالد صاحبہ آپ حافظ آباد سے واقفیت رکھتی ہیں ماشاء اللہ۔ جی میں عنزہ یونس کی کزن ہوں اور وہ واقعی پھول ہے ہاہاہا۔ اقصیٰ کشش آپ کی محبت کا شکریہ' عائشہ یونس جناب بہت شکریہ' عاصمہ تمہارا بھی۔ شاہین گروپ کو سلام اور مزید یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے نام پیغام لکھے مگر صد افسوس میں ان کے نام لکھ نہ پائی۔ معذرت' آپ سب مجھے بہت عزیز ہو ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو' فی امان اللہ۔

اقراء لیاقت......

### اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گی۔ میری پیاری کزنز شیریں اور سمیعنہ آپ دونوں کو شادی کی بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے گھروں میں ہمیشہ خوش رکھے' آمین جنہوں نے مجھے برتھ ڈے وش کیا ان کا بہت شکریہ اور جنہوں نے نہیں کیا ان کا بھی شکریہ میں بھی ان کو برتھ ڈے وش نہیں کروں گی۔ عروہ پیاری گڑیا پہلی برتھ ڈے ٹو یو ہنستی مسکراتی رہو ہمیشہ۔ طیبہ نذیر شکریہ سالگرہ کی مبارک باد دینے پر۔ صائمہ سکندر سومرو کیسی ہو اور مجھے بے وفا کیوں کہا ظالم۔ ارم کمال' ساریہ چوہدری آپی پروین' جیا عباس آپی کیسی ہیں آپ؟ مدیحہ میں آپ کو نہیں بھولی۔ بہنا اقرا آپ کے تایا ابو کی وفات کا بہت دکھ ہوا' اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے آمین' دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

عنزہ یونس اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے پہلی بار آپ سب سے مخاطب ہو رہی ہوں۔ پیاری عنزہ کیسی ہو؟ آپ بھی حافظ آباد کی اور میں بھی تو پھر دوستی تو بنتی ہے ناں۔ عنزہ جی تمہاری سوچ کو سلام۔ پروین افضل شاہین کے لیے اسپیشلی سلام اور دعا ہے۔ لاریب اور مریم میری طرف سے تم لوگوں کو بی ایس مکمل کرنے کی مبارک باد۔ وقاص عمر آپ کو اعتراف فن ایوارڈ برائے ادبی خدمات ملنے پر بہت بہت مبارک باد' سب سے ریکوئسٹ کہ میرے ابو جی کے لیے دعا کریں کہ اللہ انہیں اچھی صحت سے نوازے۔ فوزیہ سلطانہ' طیبہ نذیر' اقرا لیاقت' نادیہ نواز کو میرا بہت سلام سب سے دوستی کی خواہش مند ہوں' اللہ نے چاہا تو بہت جلد دوبارہ شرکت کروں گی۔

مقدس مہر...... کوٹ بیلا پنڈی بھٹیاں

دوستوں کے نام

دامن دل سے لپٹ جاتے ہیں یادوں کے جگنو
لوگ کچھ ایسے بھی ہیں جن کو میں بھلا نہیں سکتی

پیاری سی لائف میں پیارے لوگوں کو پیار بھری دعاؤں کے ساتھ السلام علیکم! اے چھپ جانے والی دوستو! امیر احید' سائرہ حیدر' نورین شفیع کہاں گم ہو؟ اے بھوتوں کی ملکہ! کرن ملک' شمائلہ کرن' نابیہ مسکان کدھر ہو؟ اے گندی بلی چندا مثال' سویٹ ہارٹ دعائے سحر' علمہ' شمساد حسین کون سی دنیا میں مگن ہو؟ ڈیئر تسلیم شہزادی' اُزنا گوندل یار تم سب آنچل سے باہر کیوں ہو گئی ہو۔ کوہ قاف کی ملکہ حافظہ کشف تم سب کو بہت دعائیں' اپنی دوستوں کو بھلا دیا۔

ہمیں شکوہ نہیں کسی سے اپنے بھول جانے کا
ہم اس قابل ہی کہاں جو تمہیں یاد رہ جاتے

علوینہ چوہدری' مونا شاہ قریشی' لاریب انشال' فائزہ بھٹی آپ سب جہاں بھی رہو خوش رہو۔ سویٹ ہارٹ ماریہ کنول ماہی اور ماہ رخ سیال' آپ دونوں تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو جاتی ہو' جواب دو گی تو یاد کریں گے تم سب کو یاد ہی رکھتی ہوں۔

بھولنا بھلانا تو دماغ کا کام ہے دوست
تم دل میں رہتے ہو بے فکر رہا کرو

پیاری آپا فریدہ جاوید "مجھے تم سے محبت ہے" آپ کی نظم بے حد اچھی لگی اب کیسی طبیعت ہے آپ ہر وقت بیمار کیوں رہتی ہیں' آنچل میں جلدی جلدی آیا کریں۔ شمائلہ کاشف کی محفل میں تو سب ٹھیک ٹھاک ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ زنیرہ طاہر زونی کافی عرصے کے بعد آپ کو دیکھ کر اچھا لگا' صائمہ سکندر کے لیے دعائیں۔ ڈیئر بشریٰ' مریم آپ کو بہت بہت پیار' ہمیشہ خوش رہو۔ سویٹ نورین مسکان اور تمنا بلوچ ہمیشہ خوش رہو۔ طیبہ خاور پھول خوش رہو۔ عائش کشمائے' عائشہ پرویز' کرن شہزادی' شبنم مجید' ارم کمال' عاصمہ امداد علی' نورین انجم لائبہ میر' شازیہ فاروق آپ سب کو بہت بہت پیار سلام دعائیں۔ سویٹی پریٹی سی حرا قریشی' بہت سارا پیار آپ نے اس ناچیز کا نام اپنے قلم سے تحریر کیا بہت خوشی ہوئی بلاشبہ آپ کی لکھنوی انداز میں شاعری لکھی ہوئی بے حد پسند آئی۔ آپ کے انداز میں سمندر سی گہرائی ہے' بے حد خوب صورتی سے آپ آگے قدم بڑھاتی جا رہی ہیں اس ناچیز کے لیے بھی تھوڑی سی دعائیں کردیں تاکہ میری شاعری میں بھی نکھار آ جائے۔ اللہ تعالیٰ اور کامیابیاں نصیب فرمائے' آمین۔ کوثر خالد آپ کے تو کیا کہنے' دلکش مریم' جیا عباس بہت بہت دعائیں تمام دوستوں کو پیار قیصر آرا اور شمائلہ کاشف کے لیے دل کی گہرائی سے نیک تمنائیں' سب کو اللہ حافظ۔ زندگی رہی تو ضرور حاضری دیں گے' والسلام۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

جویریہ سالک

تشریح سورۃ الغاشیۃ

آخرت میں انسانوں کا ایک گروہ جہنم کا عذاب جھیلے گا جبکہ دوسرا گروہ جنت کی نعمتیں پائے گا۔ سوچنے والوں کے لیے ان کے صحرائی سفر میں اونٹ کا ان کی ضروریات کے مطابق دستیاب ہونا کھلا آسمان جس میں وہ سانس لیتے بارش سے فیض یاب ہوتے دن کو سورج کی روشنی اور گرمی پاتے پہاڑوں سے معدنیات وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کی حکمت اور قدرت کی نشانیاں ہیں اس لیے آخرت کا ہونا بھی اللہ کی قدرت میں ہے اگر وہ ان نشانیوں سے سبق نہیں لیتے اور نبی کی دعوت کو بھی جھٹلاتے ہیں تو آخرت میں جہنم رسید ہوں گے اور نبی کی بات مان کر اس کے مطابق عمل کرنے والے ہی دوسرے گروہ میں شامل ہو کر جنت کی نعمتیں پائیں گے۔

غلام سرور...... نارتھ ناظم آباد کراچی

بے نماز شخص کی نشانی

جو شخص نماز کو اہمیت نہیں دیتا مرتے وقت اس کو تین سزائیں ملتی ہیں۔

☆ وہ ذلیل ہو کر مرتا ہے۔

☆ وہ پیاسا مرتا ہے۔

☆ وہ بھوکا مرتا ہے۔

عالیہ غزل سواتی...... بھیر کنڈ

الحمدللہ کی فضیلت

حدیث کے مطابق:۔

بہترین دعا ہے۔

نعمتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

بیماری اور تنگ دستی دور ہوتی ہے۔

الحمدللہ کا لفظ قرآن پاک میں 38 بار آیا ہے اور 5 سورۃ کی ابتدا الحمدللہ سے ہوتی ہے۔

روبی علی...... سیدوالہ

محبت

محبت تاریک جنگل کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بار اس کے اندر چلے جاؤ پھر یہ باہر آنے نہیں دیتی۔

باہر آ بھی جاؤ تو آنکھیں جنگل کی تاریکی کی عادی ہو جاتی ہیں کہ روشنی میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتیں۔

وہ بھی نہیں جو بالکل صاف اور واضح ہوتی ہے۔

ارم ریاض...... برنالی

بات تو سچ ہے

جہاں عزت اور خلوص نظر نہ آئے وہاں سے دوستی کا ہاتھ ہٹا لو کیونکہ اس سے بہتر تنہائی ہے۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

حدیث کے استہزا کی سزا

امام طبرانی فرماتے ہیں کہ ہم طالب علمی کے دور میں شہر بصرہ کی ایک گلی میں سے گزر کر تیز تیز چلتے ہوئے اپنے استاد کے پاس جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک غیر سنجیدہ طالب علم تھا وہ اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے جس میں کہا گیا ہے کہ طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ کہنے لگا کہ اپنے قدموں کو اٹھالو کہیں تم فرشتوں کے پر نہ توڑ دو اس نے مذاق کے انداز میں یہ بات کہی ہی تھی کہ اس کے پاؤں وہاں سے ہل نہ سکے اس کی ٹانگیں سوکھ گئیں اور وہ زمین پر گر پڑا۔

سعدیہ اخلاق، شازیہ اخلاق...... جھنگ صدر

افسانچہ

آج میں بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھی، انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھیں۔ میرے دل کی دھڑکن ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تیز ہوتی جا رہی تھی، ہر طرف سے بے چینی مجھے گھیرے ہوئے تھی۔ ہر آہٹ پر اس کے آنے کا گمان ہوتا تھا وقت تھا کہ گزر ہی نہیں رہا تھا کہ اچانک مجھے اس کی آواز سنائی دی، میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھے، اسے دیکھتے ہی میرا دل باغ باغ ہو گیا، میں تیزی سے اس کی طرف لپکی اور اس میں بیٹھ گئی میرا پیارا رکشہ کتنا انتظار کروایا تم نے آج۔

اقراء ممتاز...... سرگودھا

سنہری کرنیں

برے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں سے بدگمانی پیدا کر دیتی ہے جبکہ نیک لوگوں کی صحبت بروں کے لیے بھی نیک گمان پیدا

کردیتی ہے۔

اللہ کا شکر صرف زبان سے ادا کرنا کم شکر ہے کیونکہ آنکھ کا شکریہ ہے کہ اگر اس سے کوئی اچھی چیز دیکھے تو یاد رکھے' کان کا شکریہ ہے جو نیک بات سنے اسے یاد رکھے۔ ہاتھوں کا شکریہ ہے اس سے جو دے وہ حق ہے۔ پیٹ کا شکریہ ہے اس کا رزق حلال اور علم وحلم سے پُر کرنے پاؤں کا شکریہ ہے نیک کام کی طرف ہی چلے۔

جب کوئی کام کرو تو یاد رکھو اللہ دیکھ رہا ہے جب بات کرو تو یاد رکھو اللہ سن رہا ہے۔ جب خاموش ہو تو یاد رکھو کہ اللہ جانتا ہے کہ کیوں چپ ہو۔

توقیر ہاشمی...... منڈی بہاؤ الدین

### کھٹی میٹھی غزل

یہی آرزو ہے اپنی یہی قول ہے ہمارا
کوئی ہم کو گھور کر بھی دیکھے یہ ہمیں نہیں گوارا
اس حسین سماں سے ذرا بچ کے رہنا ساتھیو
اگر ذرا سے بھٹکے تو ہوجائے گا کباڑا
نہ دل لگی کرو کسی سے نہ چراؤ دل کسی کا
ورنہ آگے جاکے ہوگا بڑا مشکل گزارا
دنیا کے جھنجھٹ سے اللہ بچائے ہم کو
کرو بھلا کسی سے ہوگا بھلا تمہارا

حفصہ اعوان...... بی پور 2

### فیس ٹو فیس

ہم لوگ نچ موبائل تو نئے سے نیا استعمال کرتے ہیں مگر رشتے داروں سے نچ رہنا پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت خود جاکر کرنے کی بجائے موبائل کے ذریعے یک پیغام ارسال کرکے عیادت کردیتے ہیں۔

فیس بک کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے دوستوں' رشتہ داروں سے فیس ٹو فیس بھی ملنا چاہیے اس طرح پیار بڑھتا ہے۔

شمائلہ مرتضٰی علوی...... گوجرہ

جب کسی انسان کے آگے روشنی آتی ہے تو اس کا سایہ پیچھے ہوجاتا ہے اور اگر روشنی کی طرف پیٹھ کرلیں تو پھر سایہ آگے ہوجاتا ہے۔

دین روشنی ہے اور دنیا سایہ ہے۔

دین کو آگے رکھنے سے دنیا پیچھے بھاگتی ہوئی آئے گی۔

اور اگر دین کو پیچھے رکھو گے تو دنیا آگے بھاگے اور تم اس کے پیچھے بھاگو گے۔

طیبہ خاور...... عزیز چک وزیر آباد

### انسان

انسان نے کوئل سے کہا۔ ''اگر تُو کالی نہ ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔''

پھر سمندر سے کہا۔ ''تُو اگر گہرا نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔''

پھر گلاب سے کہا۔ ''اگر تجھ پر کانٹے نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔''

تب تینوں ایک ساتھ بولے۔

''اے ابن آدم! اگر تجھ میں دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی عادت نہ ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔''

اقراء افضل جٹ...... مکھن آباد

### میم عورت بن جائے

یہ دنیا بھی ایک عجوبہ ہے بے شمار مسائل لاتعداد الجھنیں نت نئے حادثات یقیناً یہ غور طلب باتیں ہیں' اس سب میں نمایاں کردار ادا کرنے والی ایک عصر حاضر کی عورت ہے جس کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ زبوں حالی کا شکار ہے۔ بہت سے پہلو کارفرماں ہیں' بات ہوجائے عورت کی وہ چاہے ماں کی صورت ہو' بہن کی صورت ہو یا پھر بیوی کی صورت یا پھر کسی اور تصور میں کیونکہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ میں آج کی مسلم عورت کو دیکھتی ہوں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وحشت ہوتی ہے سوچ کی لہروں میں درد رستا ہے۔ آج کی میری مسلم بہن طاؤس ورباب کی محفلوں کی زینت بن گئی' یہ کلمہ گو ہوکر بھی مغربی تقلید میں اپنا لباس مختصر کرتی جارہی ہیں۔ آج کی مسلمان بہن کے کان انڈین گانوں کے لیے کیوں وقف ہوگئے ہیں۔ انہیں بوسنیا کی پچاس ہزار بہنوں کی چیخیں کیوں نہیں سنائی دیتیں' طبلے کی تھاپ پر جسم کو تھرتھرانے والی عورت کبھی آپ نے سوچا ہے۔ عراقی ماؤں کی حالت زار کو جن کے جگر کے ٹکڑوں کے منہ میں دودھ کی بوند کے بجائے بارود کا زہر بھر دیا گیا ہے۔ ڈش اور سینما گھروں میں بیٹھ کر زندگی کی برائیوں کو سمیٹنے والی عصر حاضر کی عورت' کیا تمہیں کنول سی پاکیزہ کشمیری بچیوں کی دلوں کو چیر دینے والی اور عرش کو ہلا دینے والی سسکیاں کیوں نہیں سنا دیتی۔

میں عرض کروں گی کہ محترم دین کی طرف لوٹ آؤ جس نے تمہارے قدموں کے نیچے جنت کو سجادیا ہے۔ تم تو عائشہ و

مریم جیسی پاکیزہ روحوں کی امین ہو۔ خدا کے لیے اپنی زندگی کا رخ موڑو شاید تمہارے بطن سے پھر محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی پیدا ہو۔

نبیلہ ناز..... ٹھینگ موڑ اللہ آباد

سچا پیار

ایک پرندے کو ایک سفید پھول سے پیار ہوگیا۔
پرندہ پھول کے پاس گیا اور کہا "میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔"
پھول نے جواب دیا "جب میں سفید سے لال ہو جاؤں گا تب تم سے پیار کروں گا۔"
یہ سن کر پرندے نے اپنی چونچ سے اپنا پیٹ کاٹ دیا اور سارا خون پھول کے اوپر بہا دیا پھول سفید سے لال ہوگیا۔
پھول کو پرندے سے پیار ہوگیا پر افسوس؟ پرندہ زندہ نہ رہا۔

سمیرا سواتی اینڈ ناظمہ نورین..... بھیر کنڈ

ہمارے ٹوٹکے

آج ہم آپ کو خوب صورت نظر آنے کے حوالے سے مفت مفید مشورے دیں گے۔
دانت:۔ اگر کوئی اپنے پیلے دانتوں کی وجہ سے پریشان ہے تو وہ پریشان نہ ہو بلکہ پہلی فرصت میں پینٹ کروانے والے سے رابطہ کریں اور اپنے دانتوں پر وہائٹ روغن کروالیں۔ قوی امید ہے پیلا پن چھپ بھی جائے گا اور دانت دوبارہ پیلے ہونے سے محفوظ بھی رہیں گے آزمائش شرط ہے۔
آنکھ:۔ آنکھوں کی پلکیں لمبی اور خمیدہ کرنے کے لیے پلکوں میں پراندہ ڈال لیں۔
ناک:۔ موٹی ناک پتلی کرنے کے لیے ناک پر پلاسٹر چڑھوالے۔
بال:۔ بدلتے ہیر اسٹائل سے اگر آپ تنگ ہیں تو ٹنڈ کروادیں آپ کے جیسا اسٹائل کسی کا بھی نہیں ہوگا۔
قد:۔ چھوٹے قد والے پریشان نہ ہوں بلکہ بانس سے لٹکنا شروع کردیں امید پر دنیا قائم ہے۔

نور الشال شہزادی..... کھڈیاں قصور

تلاش

ان لوگوں کو معاف کردو جو کبھی آپ کی تکلیف کا سبب بنے اور انہیں یاد رکھو جو ہر وقت آپ کی خوشیوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

مدیحہ نورین مہک..... گجرات

قابل غور

ایک مرتبہ ایک عورت نفسیاتی معالج کے پاس گئی اور شوہر سے روز روز کے جھگڑوں کی شکایت کرنے لگی۔
"ڈاکٹر صاحب! ہم دونوں ہر وقت لڑتے رہتے ہیں بات بات پر شوہر غصہ کرنے لگتے ہیں اور پھر مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔"
اس پر ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کا علاج نہایت آسان ہے' تم شیر کی گردن کے تین بال لے آؤ" عورت ہمت کرکے چڑیا گھر گئی' شیر کے لیے کچھ گوشت لے گئی' جسے شیر نے کھالیا۔
عورت کا ڈر کچھ کم ہوا وہ روزانہ شیر کے لیے گوشت لے جانے لگی' پہلے وہ دور سے گوشت پھینکتی تھی پھر نزدیک سے پھینکنے لگی' یہاں تک کہ وہ جب گوشت کھانے لگتا تو پنجرے میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر پیار کرنے کی کوشش کرتیں جب شیر اس سے کافی مانوس ہوگیا تو اس کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تین بال کھینچ لیے اور معالج کے پاس لے آئی۔
اس پر معالج نے کہا۔ "کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم اپنے رویے اور نرم دلی سے شیر کو تو مانوس کرسکتی ہو جو وحشی جانور ہے مگر ایک مرد وہ بھی تمہارا شوہر تم سے مانوس نہیں ہوتا۔"

ارم کمال..... فیصل آباد

جنت

بیوی: "لگتا ہے جنت میں شوہر کو بیوی کے ساتھ نہیں رہنے دیں گے۔"
شوہر: "صحیح سنا ہے۔"
"بیوی: "ایسا کیوں؟"
شوہر: "پگلی اسی لیے تو اسے جنت کہتے ہیں۔"

سمیرا سواتی..... بھیر کنڈ

پبلک لائبریری

"ہیلو پبلک لائبریری!" ٹیلی فون آپریٹر نے جواب دیا لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہ ملا۔ ذرا دیر بعد پھر گھنٹی بجی آپریٹر نے پھر شائستگی سے کہا۔
"پبلک لائبریری!" دوسری طرف سے کسی عورت نے پوچھا۔
"کیا واقعی پبلک لائبریری ہے؟" آپریٹر نے جوب دیا۔
"جی ہاں محترمہ! آپ کس سے بات کرنا چاہتی ہیں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ ”شکریہ جناب اور اصل یہ نمبر مجھے اپنے شوہر کی جیب سے ملا تھا۔“

عائشہ پرویز..... کراچی

### مسکراہٹ

زندگی ”درد“ کا نام بالکل نہیں ہے‘ زندگی مسکراہٹ کا نام ہے وہ مسکراہٹ نہیں جو اکثر ہمارے لبوں پر سست آتی ہے بلکہ وہ مسکراہٹ جو ہماری وجہ سے اوروں کے چہرے پر بکھر جاتی ہے۔ کسی کے نیم وا لب ہماری گفتگو سے ہمارے عمل سے ہماری تھوڑی سی توجہ سے اگر کھل کے مسکرا اٹھیں تو زندگی اسی ”مسکان“ کا نام ہے۔ زندگی کے پل کب رک جائیں رب تعالیٰ کی دی مہلت کب ختم ہوجائے‘ ہمیں کیا خبر سو جو وقت ملے اسے حسین عمل کے لیے وقف کردیا جائے تو یقین کامل ہے کہ ”حقیقی زندگی“ بھی مسکراتے ہوئے گزرے گی کیونکہ حقیقتاً بندہ بشر کے لیے تکلیف کا ساماں کر کے ہم خود بھی خوش نہیں رہ سکتے جو لوگ خودسری کے عالم میں دوسروں کی مسکان ان کی خوشیوں کے دشمن ہوتے ہیں وہ اپنے دامن میں سوائے خسارے کے کچھ جمع نہیں کررہے اسی لیے بہتر ہے کہ زندگی کو بلاوجہ خود پر بوجھ نہ بناؤ خود بھی مسکراؤ اور دوسروں کے لیے بھی مسکرانے کی وجہ بنو۔

ماہم نور انصاری..... حیدرآباد

### یہ وقت گزر جائے گا

ایک بادشاہ نے اعلان فرمایا کہ میں اس شخص کو بہت سارے انعامات نوازوں گا جو مجھے میری انگوٹھی پر ایسا کچھ لکھ دے کہ.....

میں پریشانی میں ہوں تو مسکرادوں اور اگر خوشی میں ہوں تو رونے لگوں تو پھر ایک عاقل آدمی نے لکھا کہ ”یہ وقت گزر جائے گا۔“ بادشاہ بھی کسی خوشی مسرور ہوتا ہے تو پھر اچانک اس کی نظر اپنی انگوٹھی پر پڑتی تو وہ رونے لگتا کہ میرا خوشی کا وقت گزر جائے گا اور کبھی کوئی پریشانی دکھ ہوتا تو انگوٹھی پر نظر پڑتی تو خوش ہوجاتا کہ یہ وقت تو گزر جائے گا۔

رتیمہ آرزو روشن..... آزاد کشمیر

### مہمان کی عظمت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے پوچھا: ”یا اللہ! جب آپ خوش ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟“

اللہ نے جواب دیا: ”جب میں خوش ہوتا ہوں تو بارش برساتا ہوں“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر پوچھا: ”جب آپ اور زیادہ خوش ہوتے ہیں تو......؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تب میں بیٹیاں پیدا کرتا ہوں“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر پوچھا: ”اور جب آپ بہت زیادہ خوش ہوں تو پھر؟“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”جب میں بہت زیادہ خوش ہوتا ہوں تو مہمان بھیجتا ہوں“

سحرش فاطمہ..... کراچی

### موتی مالا

- ضد اور انا کو کوئی نہ سمجھائے تو یہ کلہاڑے کی تیز دھار جیسے طاقتور ہوجاتے ہیں۔ سچے اور مضبوط رشتوں کو بھی پل بھر میں کاٹ کے رکھ دیتے ہیں۔
- جب محبوب کی سچی یاد دل میں ہو تو دل یکسو ہوجاتا ہے زمین پر بکھرے غیر اہم پتھروں کی طرح نہیں رہتا۔
- تجربہ ایک اچھا استاد ہے لیکن اس کا معاوضہ بہت زیادہ ہے۔
- پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے، زندگی کا سفر رکنا نہیں مڑ کنا بھی نہیں چاہیے۔
- بیتے دنوں کی باتیں مکئی کے دانوں جیسی ہوتی ہیں، جو دل کی گرم ریت میں اپنے آپ بھنی جانے لگتی ہیں۔ کچھ گرمی سے پھول جاتی ہیں اور کچھ سخت ہوکر دانے کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔
- رویوں میں اندھیرا نظر آئے تو صرف اسے کوسنے مت بیٹھ جایئے، ممکن ہے آپ کے ایک چراغ جلانے سے کسی کے اندر کی تاریکی کم ہوجائے۔
- کوئی دلاسہ دینے والا نہ ہو، چپ کروانے والا نہ ہو تو ساری چیخیں اندر ہی رہ جاتی ہیں اور عمر بھر سلگاتی ہیں۔

عابدہ نسیم..... چیچہ وطنی

# آئینہ

## شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک نام سے ابتداء ہے جو ارض وسماں کا مالک ہے۔ اپنی مصروف زندگی میں جس طرح وقت نکال کر آپ بہنیں آنچل کی محفل میں شرکت کرتی' آئینہ میں مصنفین کی تحریروں کو حسن بخشتی' انہیں مزید بہتر لکھنے میں مدد دیتی ہیں یہ ایک مشکل عمل ضرور ہے کیونکہ کہیں دل رکھنا پڑتا ہے اور کہیں دل توڑنا بھی۔ میں اپنی بات سمیٹتی ہوں کہ آپ زیادہ سے زیادہ مصنفین کی تحریر پر بات کریں اپنی رائے دیں تاکہ ان کا حق ادا ہوجائے اور ان کے لکھنے میں مزید نکھار پیدا ہوسکے۔ اب بڑھتے ہیں آئینہ کی جانب جہاں آپ کے تبصرے جھلملا رہے ہیں۔

**ثوبیہ سحر حسین...... بستی ملوک۔** السلام علیکم! آنچل کی شہزادیو کیا حال ہے جی؟ اس دفعہ آنچل 25 کو ہی مل گیا پھر بھی ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت عرصہ ہوگیا کیونکہ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میں اربش کا اجیہ کے گھر آنا اور باہر تالا لگا ہوا کچھ زیادہ ہی سسپنس پیدا کر رہا تھا' ایم سو ہپی کہ اربش اور اجیہ کا نکاح ہوگیا اس کے بعد قیصر آپا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے دل کو منور کیا' دانش کدہ بھی ہمیشہ کی طرح دل میں سما گیا۔ "بادل دل اور آنکھیں" یاسمین نشاط آپ کا ناول دل کو چھو گیا۔ "رزم یاراں" رشتوں کے پیار میں سمٹی زبردست تحریر تھی۔ "چراغ خانہ" پڑھ کر بہت اچھا لگا' پیاری کا دانیال کے گھر جانا اچھی بات ہے پلیز رفعت آپی اب مشہود کا دل بھی پیاری کے لیے صاف کردیں اور "رات کا چراغ" بہت پُراثر تحریر تھی جسے پڑھ کر اپنی دادی کی بہت یاد آگئی جواب اس دنیا میں نہیں پلیز ان کی مغفرت کی دعا کردیں۔ "مسیحا" واہ جی سیدھی دل میں اتر گئی' واقعی تمثیلہ آپی ہر جذبے کا تعلق محبت سے نہیں ہوتا۔ رفاقت جاوید پُراثر تحریر "مہک" جس کا ہر لفظ سماعت پر چھا گیا' بہت مضبوط کردار نگاری نہایت دل کش تھی واقعی ایدھی صاحب جیسے لوگ پاکستان کے ہیرو ہیں اور یہ تو بالکل سچ ہے کہ پاکستان کے لوگ وسیع النظر اور ان کے دل سمندر کی طرح گہرے ہیں اور دوست کا پیغام آئے میں سب کے مہکتے کھلتے پیغامات پڑھ کر دل گارڈن گارڈن ہوگیا۔ یادگار لمحوں کو واقعی سب نے یادگار بنادیا پھر دوست کا پیغام آئے یہ کیا ہم تو کنفیوژ ہوگئے جب غور کیا تو وہ ہم سے پوچھیے کی جگہ دوست کا پیغام اور شمائلہ آپی کی جگہ ہما احمد۔ ڈش مقابلہ' بیوٹی گائیڈ' نیرنگ خیال' ہومیو کارنر بھی اچھے تھے۔ کام کی باتیں واقعی کام کی تھیں' بیاض دل میں شافعہ اکرم' سلمیٰ اکبر' ثناء شفیق کے اشعار پسند آئے باقی سب نے بھی اچھا لکھا آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت جہاں رہیں' خوش رہیں اور ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ثوبیہ...... پچھلی بار غلطی سے ایسا ہوگیا تھا کہ ایک ہی نام دو الگ الگ کالم پر اشاعت ہوگئے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا' خوش رہیں۔

**مریم عنایت...... چکوال۔** السلام علیکم! کیا حال ہے آپ سب کا' میں آنچل کی بہت پرانی قاری ہوں لیکن خط پہلی بار لکھ رہی ہوں۔ آنچل کی تمام رائٹرز اچھا لکھ رہی ہیں' سمیرا جی کہاں گم ہوگئی ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کے بعد ایک اور اچھا سا ناول لکھیں نہ ہمارے لیے۔ مدیرہ جی' دو کہانیاں بھیج رہی ہوں پلیز میں نے بہت محنت سے لکھی ہیں' 2015ء کے اینڈ پر ایک کہانی بھیجی تھی' "چاہت" نام تھا اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے اس کا بھی بتادیں پلیز۔ نازیہ کنول نازی کا "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت اچھا جارہا ہے' اب اجازت دیں' اپنا خیال رکھیے گا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ پیاری مریم...... پہلی بار محفل میں شرکت پر خوش آمدید اور آپ کی دونوں تحریر وصول ہوگئی ہیں۔ ان شاء اللہ جلدی پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ جبکہ چاہت کے لیے معذرت چاہتے ہیں۔

**روبینہ کوثر...... بستی ملوک۔** السلام علیکم! شہلا آپی آپ کیسی ہیں تمام قارئین اور رائٹرز کو پیار بھرا اسلام۔ آنچل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں لکھنے کی وجہ سمیرا شریف ہے۔ آپی آپ کیسی ہیں آنچل میں آپ کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے آپ پلیز کوئی اسٹوری لکھیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" دل کو بہت اچھی لگی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" اس اسٹوری نے بہت متاثر کیا۔ سب سے پہلے "حریم عشق" اسٹوری کو پڑھا' زبردست اسٹوری' دل کو چھو جانے والی۔ آپی حریم کو ارحام سے جدا نہ کیجیے اور علی رضا کو رامین سے۔ "ذرا مسکرا میرے

گمشدہ" فاخرہ گل بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپی سکندر صاحب کے دل میں اجیہ کے لیے محبت ڈال دیں اگر سکندر صاحب اجیہ کے لیے ٹھیک فیصلے کرتے تو اجیہ کبھی غلط قدم نہ اٹھاتی۔ سکندر صاحب اپنی بیٹی کے لیے دعا کریں ان کو بہت ساری خوشیاں ملیں۔ اقرا صغیر احمد آپ کی اسٹوری پڑھ کر خوشی ہوئی۔ نوفل کو انشراح سے لڑنے کی کیا ضرورت تھی مان لیا آپ کو خوب صورتی پسند نہیں اس کا مطلب یہ نہیں آپ انشراح کو برا سمجھیں اگر آپ کو انشراح سے محبت ہوگئی تو کس طرح سامنا کرو گے۔ ثوبیہ سحر آپ کا شعر اور نظم پڑھ کر بہت کچھ یاد آیا۔ آنچل سے میرا بہت پرانا رشتہ ہے آنچل پڑھتے ہوئے چھ سال ہوگئے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آنچل میں سب لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو آنچل کی سالگرہ مبارک اگلے ماہ پھر ملاقات ہوگی اپنا خیال رکھنا فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر روبینہ کوثر...... پہلی بار محفل میں شرکت پر خوش آمدید اور سمیرا شریف طور کا نیا ناول ان شاء اللہ آپ جلد ہی آنچل کے صفحات پر پڑھ پائیں گی۔

**ارم کمال...... فیصل آباد۔** دل میں بسنے والی شہلا جی! سدا خوش وخرم رہیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے خوش باش اور فٹ فاٹ ہوں گی' سالگرہ نمبر نے سارے شکوے شکایات دور کردیں' سالگرہ نمبر چمکتا دمکتا لشکارے مارتا ہوا دل ونظر کے سامنے 25 تاریخ کو طلوع ہوا۔ ٹائٹل بہت ہی جاذب نظر تھا' سرگوشیاں سے اپنے من کو شاد کرتے ہوئے درجواب آں میں پہنچے دانش کدہ بلاشبہ آنچل کا بہت ہی روحانی نور ایمان افروز سلسلہ ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ ہمارا آنچل میں کرن ملک اور رانی اسلام دل میں گھر کرگئیں' سروے کی پہلی قسط نے سماں باندھ کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے دل تھام کر "چراغ خانہ" پڑھی دانیال اور پیاری کو کچھ قریب لائیں آخر کو میاں بیوی ہیں۔ "میری رات کا چراغ" طلعت نظامی کی تحریر بہت لوگوں کو اپنی اپنی غلطیوں کا ادراک کروا گئی ہوگی۔ یاسمین نشاط کی "بادل دل اور آنکھیں" بہت سی اچھی اور زبردستی تحریر تھی' عام ڈگر سے تھوڑا ہٹ کر تھی۔ "مہک" "لکھ کر رفاقت جاوید نے تحریر کا حق ادا کردیا (ویل ڈن رفاقت)۔ راحت وفا کی "ضرورت" دل ودماغ شل کرگئی' اس کے بعد میری موسٹ فیورٹ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کی ریکارڈ توڑ قسط میں داخل ہوئی۔ اجیہ نے بالکل صحیح فیصلہ کیا اور اربش کی محبت کی آزمائش پر سولہ آنے کھرا اترا ویسے بھی جب کوئی پرخلوص اور جان نثار کرنے والا ہمسفر مل جائے تو ہر طوفان کا سامنا کرنا زیادہ دشوار نہیں ہوتا بس شرط یہ ہے کہ ہمسفر اربش کی طرح ثابت قدم اور حوصلہ مند ہو۔ "رزم یاراں" میں مصباح علی سید نے نازک احساسات وجذبات کو بہت ہی خوب صورتی سے اجاگر کیا۔ احسان ایک ایسا جذبہ ہے جس کو اتارنے کے لیے اپنی خوشیوں کو روندنا پڑتا ہے۔ بہرحال خالہ کی حکمت عملی نے شمعون کی دل کی کلی کو مرجھانے نہیں دیا۔ "حریم عشق" کی دوسری قسط نے کہیں چونکایا تو کہیں حیران وپریشان کیا۔ بیاض دل میں انا احب' مہرین مہرباب حیدر' جویریہ ضیا' خدیجہ حیدر ہالہ اور سلیم کے اشعار غضب کے تھے۔ نیرنگ خیال میں اس دفعہ ساری نظمیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ انعام یافتگان کو میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو' دوست کا پیغام آئے سب کے پیغامات پڑھ کر روح تک جھوم اٹھی خصوصاً مسز نگہت غفار کی انمول اور پرخلوص دعائیں مجھے مالا مال کرگئیں اور میں نے فوراً آپ کی صحت والی زندگی کے لیے دعا کی۔ شگفتہ قمر' نورین مسکان' ثناء رسول ہاشمی اور روبی علی نے مجھے دیا رکھا' دل گارڈن گارڈن ہوگیا۔ یادگار لمحے میں نجم انجم اعوان' رابعہ چوہدری اور سدرہ شاہین کی نگارشات بہترین رہیں۔ آئینہ میں مجھ سمیت سب ہی آنچل کی سالگرہ کی خوشی میں جھوم رہے تھے اور کیوں نہ جھومیں ہمارے پیارے آنچل کی سالگرہ جو ہے۔ آئینہ میں پروین شاہین اور کوثر خالد کی کمی بہت محسوس ہوئی ہم سے پوچھیے میں صبا زرگر' ذکا عزر گر' نورین مسکان سرور اور عائشہ رحمٰن ہنی کے سوالات بہت ہی مزے دار رہے اور شمائلہ جی کے جوابات بارہ مصالحے کی چاٹ کا مزا دے گئے' بلاشبہ آنچل کا سالگرہ نمبر چودھویں کے چاند سے زیادہ چمک دار اور قوس وقزح سے بڑھ کر خوب صورت تھا۔

**کوثر خالد...... جڑانوالہ۔** بہت پیاری شہلا! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اب جسے پاؤں تلے روندتا پھرتا ہوں رضا
کل سما جانا ہے چپ چاپ اسی خاک کے بیچ

خط لکھنے کے لیے قلم تھاما ہی تھا کہ تہجد کی اذان کانوں میں گونجی اور احساس ہوا کہ آنچل پڑھتے ساری رات بیت گئی اور تبھی عبرت دلاتا مندرجہ بالا شعر زد زبان چلا آیا جو میرے کمپوزر علی رضا کی غزل حالیہ سے برآمد ہوا ورنہ ارادے تو...... یوں کیے بیٹھے تھے۔ 23 مارچ عین دوپہر قرآن پاک پڑھ رہی تھی کہ رسالہ ملا۔ مجھے لگا کہ یہ خاص نوید وانعام ہے اللہ کی طرف سے پاکستان سے محبت کا ورنہ رسالہ تو 26 سے پہلے کبھی نہیں آیا اور آتا بھی رات کو ہے تو پھر جلدی سے تبصرہ سن لیں تاکہ نماز آج بروقت پڑھ سکوں اکثر تو صبح کی قضا ہی پڑھتی ہوں اور رسالہ قطرہ قطرہ۔ سرورق اور آنچل سالگرہ پر میری رائے ایک نظم میں سننا پڑے گی جناب عالی!

آنچل تیرے دامن میں کتنی ہیں داستانیں
جب سے ملے ہو زندگی مسکان ہوگئی
کس جوش سے منائی سب نے سالگرہ تیری
ساری ادیب دنیا حیران ہوگئی
میرے خیال میں دعاؤں کا نام ہے سالگرہ
دعائیں بانٹ کر میں صاحب ایمان ہوگئی
انعام کے حق داروں کو انعام مل گیا
جو رہ گئے ان کی بھی اونچی شان ہوگئی
یکجان ہوکر ہم سب اسلام پر چل سکیں
اسلام کے بناء زندگی ویران ہوگئی
اے کاش ہم سروں پر آنچل کو اوڑھ لیں
آنچل اتار کر عورت بے جان ہوگئی
خداوند ہم سبھی کو برداشت کر عطا
کوثر تو سالگرہ پر پریشان ہوگئی

سرگوشیاں......

ناراض ہونا تو اپنا شیوہ نہیں
جو ناراض ہو اس کے پاس میوہ نہیں

حمد ونعت' مشہور زمانہ' حمد کی طرز مشکل ہے مگر نعت تو یہ ہم نے اپنے رضا کو چھوٹی کلاسوں میں سکھائی تھی اور وہ اسکول میں پڑھ کر سب کا چہیتا بنا تھا مگر اب ذمہ داریوں کے بوجھ سے عمر سے بڑا ہوگیا ہے۔ ایک نظم اس نے سنائی جو یتیمی کے اثرات لیے ہے مگر موبائل سے لکھ کر دے گا تو عالم انتخاب میں بھیجوں گی۔ اسے سن کر میں نے اتنا کہا' مجھے رلانے کی کوشش کررہے ہو مگر......در جواب آں......

دل کی بستی خوشبوؤں سے آباد کر گیا
غموں فکروں سے یکسر آزاد کر گیا

''الکوثر'' عنوان' صالح اور حوض کوثر بھی' ہمیں ثمر باری تعالیٰ لگے اور مشتاق بھیا کے پیش لفظ' اتنے معتبر کے ہیرے جواہرات ان کے مقابل ہیچ ٹھہرے۔ ایمان افروز باتیں باغ جنت کا راستہ ہیں اور اللہ و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب دلاتی ہیں جو اُن سے بھاگے وہ تو نرا دوزخ میں جلتا ہوگا اسے سکون ملتا ہی نہ ہوگا آپ کے پائیدار قلم کو سلامتی ہو آمین۔ ہمارا آنچل' کرن ملک خوب صورت و دلچسپ آپ کی کزن کی بخشش کو کافی کچھ پڑھ دیا' اللہ تعالیٰ قبول کرے گا ان شاء اللہ۔ عائشہ حسین بھئی پہلی بار ایسی شوخ عالمہ فاضلہ دیکھی' زندہ باد۔ اسماء نور آپ بور لگ نہیں ہو عالمہ ہی ہو مگر دوستی؟ جناب ہم تو 55 سالہ دوست ہیں۔ ''رانی اسلام'' رانی اور راجا اللہ آپ کو ملک اسلام بنائے۔ سروے جناب حرا پچھلا ہمارا خط کی نوکری نے چھین لیا' تمہارے مارچ پر تبصرہ تو گیا چلو اب سن لو۔

''تیرا زخمی قلم ماہ تاب ہو
تیرے پاس سرخ گلاب ہو
سب خواب سہانے ہوجائیں
آباد دل کی کتاب ہو''

''زندگی رنگ'' اُف اتنے جھمیلے تبھی ہم نثر نہیں لکھتے۔ یہ خدائی کام ہم نہیں کرسکتے۔ مسیحا مناف نے دل دہلا دیا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' خدا خیر کرے۔ ''چراغ خانہ'' کچھ روشن ہوا کچھ ہوجائے گا۔ ''ذرا مسکرا''

مسئلوں کا اک انبار ہے
کچھ حل ہوئے کچھ رہ گئے
کبھی مسکرائے گا گمشدہ

گئے کہہ امید حرف

''بادل دل'' سگی سوتیلی ماں اور جھگڑے ایسا ہوتو سکتا ہے مگر خدانہ کرے ایسا کہیں ہو۔ ایک کڑوا ڈراؤنا تلخ قلم نشاط کا۔ ''رزم یاراں'' رلایا بھی ہنسایا بھی۔ مصباح ہماری وہ ٹیچر تھیں حسین ترین جو اسکول آنے کے چند روز بعد کرنٹ لگنے سے وفات پاگئیں چھٹی کے وقت بوجہ بارش پانی تھا سڑکوں پر گھوڑا بدکا یہ گریں اور کھمبے کا کرنٹ آج پھر ہم ان کے لیے فاتحہ کو قرآن شروع کرچکے ہیں عرصے بعد دوبارہ۔ ہم کسی کو بھولتے نہیں اگر آپ کہیں تو ان کو واقعہ بصورت نظم شائع کرواؤں جو میں نے ساتویں میں لکھا تھا بعد میں تصحیح خود کی۔ ''حریم عشق'' بڑا مشکل ہے یار و مگر کر بیٹھے۔ ''میری رات کا چراغ'' بزرگاں دیاں گالاں گھیو دیاں نالاں۔ بھئی ہم تو گالیاں کھا کر خدمت کرتے رہے آخر سرخرو ہوئے۔ ''مہک'' پتھر تحریر آؤ ہم سب ایدھی بن کر پاکستان کو مہکائیں ہم نے تو مسکان کی بے آسرا فیملی کو سنبھالا دے دیا ہے۔ ان کی چوری چکاری چھڑوا کر کام پر لگوادیا ہے اس کا بارہ سالہ بھائی نعمان اب میرے رضا کے ساتھ فیکٹری جاتا ہے دھاگے کاٹنے کا کام ملا ہے اور شروع تنخواہ (تین ہزار) لگوائی ہے ان کو اپنا ایک کمرہ کا گھر مل جائے تب تک مدد کرنے کا ارادہ ہے۔ بات چل نکلی ہے اب دیکھو کہاں تک پہنچے۔ ''ضرورت'' بلا تبصرہ مگر بس دعائیں۔ ''مسیحا'' بہت زبردست۔ عین میری ترجیحات کے مطابق اور قلم بھی نرم و ملائم مختصر بالکل نفس پر کنٹرول ضروری ہے۔ بیاض دل جڑانوالہ تھا مگر کوثر نہ تھی ہاہاہا۔ نیرنگ خیال آنچل سالگرہ سے بھرا تھا سوائے ایک ہمیں تو الفت جی کی نظم سب سے اچھی لگی قافیوں کی وجہ سے۔ دوست کا پیغام دعاؤں بھرا انعام قدر دانی کا شکریہ دوستو! فرحت اشرف فروری کے حجاب میں ایڈریس تھا جناب چٹھہ ہسپتال گیلانی محلہ گلی نمبر 5 مکان نمبر 315 آجاؤ بس ہاں مگر ہمیں دیکھ کر جمعدارنی نہ سمجھ لینا (بوجہ حلیہ) فون کرکے بھی آؤ تو حلیہ نہ بدلیں گے۔ انیلا طالب کتاب مبارک اور دعاؤں کے لیے شکریہ۔ حرا قریشی مقدس فاطمہ کنول بخاری ساجدہ ظفر کو کتاب روانہ کرچکی ہوں مگر ملنے کی اطلاع نہیں دی گئی۔ جویریہ دکی تمہاری فرمائش طویل ہے تمہیں بھیجنے میں وقت لگے گا فون کرنے والوں کا بھی شکریہ۔ شاہ زندگی کے گھر والوں اس کی تصویر اور تعارف تو کروادو مہربانی ہوگی۔ ارم کمال سلام محبت دعائے چاہت۔ طیبہ پھول مدینے کی دھول اور کلیوں کے حصول کی دعا حاضر ہے۔ منزہ تم واحد ہو جس نے حمد کی تعریف کی تمہارے منہ سے پھول جھڑیں۔ عائشہ رحمان نام تو پکا ہے مگر ابھی بچی ہو (ڈریسنگ کی فکر)۔ صبا شریف تمہارا بھائی فوت ہوگیا اللہ اسے جنت فردوس اور آپ کو صبر عظیم دے۔ سالوں پہلے ہماری صبا پندرہ سال معذور رہ کر چلی گئی مگر صبر عظیم کیا تو حمد و نعت کا تحفہ نصیب ہوا۔ لہٰذا سب لوگ صبر کیا کرو آنسو آجائیں مگر رونا پیٹنا ہرگز نہیں۔ صائمہ مشتاق زندہ باد ہم منتظر ہیں تم کب اخروٹ کھلاتی ہو (کہانی میں)۔ فریدہ جی سلام ہم آپ کے غلام رقیہ ناز ہم نے تو علامہ اقبال سے شاعری مانگی قرآن ترجمے سے پڑھو اور مانگ لو تم بھی۔ ہم نے سفارش کردی ہے مگر کوشش اور صبر جاری رکھو۔ دلکش مریم! شاہ زندگی کا ذکر چھیڑ کر دل کی بات کردی اقصیٰ کشش نام کشش کی کشش ہمیں کشش کرلیتی ہے کبھی تو ہم گنگنایا کرتے تھے۔

نہ تھی ہم میں کشش اتنی کہ تم کو یاد رہ جاتے
نہیں شکوہ کوئی تم سے تمہارے بھول جانے کا

بھئی جنہیں یاد کرنا کوئی بھول جائے وہ یہ شعر رٹ لے کام بن جائے گا۔ روبی علی سچی بات حرا کی ڈسٹنگ کا مطلب کیا تھا اگلی بار سمجھانا ضرور۔ فائزہ بھٹی نے ہنسنے پر مجبور کردیا چلو جی چار سال بعد صبر کا پھل مل ہی گیا ناں سانوں وی مل جائے گا۔ سمعیہ رانی ملتان بھئی تم تو حرا قریشی کو مل سکتی ہو اللہ حافظ اس سے پہلے کہ فجر کا وقت ختم ہو کرلوں سجدہ ایک خدا کو۔

☆ ڈیئر کوثر! سالگرہ نمبر کے لیے آپ کی نظم اور تبصرہ دونوں بے حد پسند آئے یونہی رونق محفل بنی رہیے گا۔

**مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔** السلام علیکم! 24 کو آنچل ملا بہت خوشی ہوئی سالگرہ نمبر آنچل کا ٹائٹل بہت اعلیٰ تھا خوب صورت ہیئر اسٹائل نائس میک اپ اور نفیس سا جوڑا ماڈل بہت کیوٹ لگ رہی تھی مگر اس کے ہاتھوں پر لگی مہندی ذرا بھی پسند نہیں آئی خیر آگے بڑھتے ہیں۔ حمد و نعت میں اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت ہی دلکش الفاظ لکھے گئے تھے۔ در جواب آں میں آنٹی نے جیسے دلکش انداز میں خطوط کے جوابات دیئے تھے وہاں ہی پتا لگا نازیہ کنول نازی کا کہ وہ پھر سے ماں کے عہدے پر فائز ہوئی ہیں اللہ ان کو سلامت رکھے آمین۔ ہمارا آنچل میں سیدہ اسماء نور کا تعارف اچھا لگا سروے میں آنچل کی سالگرہ کے موقع پر سب نے بہت اچھے اچھے جوابات دیئے۔ ''زندگی رنگ'' ایڈمنز پینل میں جن رائٹرز کے جوابات پسند آئے ان میں فاخرہ گل ریحانہ آفتاب نفیسہ سعید شامل ہیں۔ ''میری رات کا چراغ'' طلعت نظامی کا افسانہ کمال کا تھا واقعی بزرگ گھروں کے لیے ایسا مضبوط قلعہ ہوتے ہیں جنہیں کوئی توڑ نہیں سکتا۔ شہرین کو دیر سے ہی سہی آخر عقل آ تو گئی تھی۔ ''بادل دل اور آنکھیں'' یاسمین نشاط کا مکمل ناول نہایت

عمدہ تھا‘ عون کو زیمل کی محبت نہیں ملی تو اس نے اس سے دوستی بھی ختم کردی جو کہ غلط کیا اس نے اور شبانہ نے اعوان کو بھی چھوڑ دیا کہ میں نے اپنی دوست کی زندگی کو گلزار بنانے کے لیے اپنی دوست کو خوشیاں دینے کے لیے اپنی محبت سے منہ موڑ لیا اور خود کو اکیلا کرلیا مگر جو بھی ہے‘ شرمین نے اپنی دوست کو نہیں کھویا۔ عیمہ سگی ماں ہو کر بھی اتنا غلط سوچتی رہی زیمل کے لیے‘ شکر ظفریاب مل گیا زیمل کو۔ ”ضرورت“ راحت وفا کا افسانہ اپنے اندر ایک گہرا سبق لیے ہوئے تھا‘ رشیدہ جیسی ماں کے لیے جس نے شوہر کے نام کے لیے اپنی بیٹی کو آخرکار نیلام کر ہی دیا۔ تمثیلہ زاہد کا افسانہ ”مسیحا“ بھی اچھا تھا یقیناً وہ سارہ ہی تھی جو مومن کا مسیحا تھی۔ مصباح علی سید کا ”رزم یاراں“ ناول پسند آیا‘ ارحم کا غصہ اور شمعون کی سرد مزاجی دونوں ہی ناقابل بیان ہیں۔ ”حریم عشق“ سیدہ غزل زیدی کے اس ناول کی دوسری قسط تھی‘ پہلی قسط کی طرح دوسری قسط بھی بہت اعلیٰ رہی۔ ارحام یمنہ سے محبت کرتا ہے یا حریم سے کرتا ہے اور ابرار جیسے کچے مکانوں کے انسان ایسے ہی سلگتے رہتے ہیں۔ ارحام اور حریم کو میرے خیال میں ایک ہو جانا چاہیے‘ علی رضا آفندی اور رامین میں شاید کچھ تھا ماضی میں‘ بیاض دل میں انا احب‘ صباء عیشل‘ پروین آپی کے اشعار اچھے تھے۔ ڈش مقابلہ میں گجراتی کھچڑی پسند آئی‘ نیرنگ خیال میں دلکش مریم‘ سیدہ عروج فاطمہ‘ کبریٰ نوید کی شاعری زبردست تھی۔ یادگار لمحے میں نجم انجم‘ ارم کمال کا انتخاب اچھا لگا‘ آئینہ میں سب نے اچھا تبصرہ کیا۔ ہم سے پوچھیے میں طیبہ خاور‘ عائشہ رحمٰن کے سوالات اچھے لگے۔ فائزہ بھٹی‘ عائشہ پرویز‘ اقصیٰ کشش‘ طیبہ خاور‘ انیلا طالب‘ ایقہ احمد میری نگارشات پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ فریدہ فری یوسف زئی آپ بھی ہمارے لیے بہت خاص ہیں پچی نجی جی‘ تمام پڑھنے والوں کو بہت سارا سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا‘ رب راکھا۔

☆ ڈیئر مدیحہ! آپ کا مکمل تبصرہ بے حد پسند آیا آئندہ بھی محفل میں اسی انداز کے ساتھ شامل رہیں۔

**ماروی یاسمین...... 44 جنوبی۔** السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام آنچل پریوں کیسی ہو سب یقیناً فٹ فاٹ۔ میری طرف سے تمام بہنوں اور آنچل اسٹاف کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔ تو جناب آتے ہیں تبصرہ کی طرف‘ ٹائٹل کچھ زیادہ اچھا نہیں لگا (معذرت)۔ حدیث پڑھ کر مدیرہ جی سے ملے اور پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے دوڑ لگائی اور پہنچ گئے پیاری کے پاس ”چراغ خانہ“ رفعت سراج پلیز پیاری کی آزمائش ختم کردیں اب تو مشہود پر اتنا غصہ آتا ہے کہ دل کرتا ہے کہ (بس نہ ہی پوچھیں) اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ اقرا آپی پلیز سودہ اور انشراح کے ساتھ کچھ برا مت کیجیے گا اور یہ کیا عمرانہ کیسی ماں ہے جس کو اپنے بیٹے کی بھی عزت کا خیال نہیں‘ بہت غصہ آیا عمرانہ پر۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ نازی آپی پلیز شہزاد کے ساتھ کیا ہو گیا اُف خدایا‘ نازی جی ہر کسی کو شدید غم ملے ہیں پلیز سدید پر بھی لکھا کریں تفصیلی تبصرہ اگلے ماہ۔ اگلے ماہ تک اللہ حافظ۔

**ملالہ اسلم...... خانیوال۔** السلام علیکم! آنچل ٹیم‘ ریڈرز‘ ہر دل عزیز رائٹرز‘ شہلا آپی اور سویٹ سی قیصر آرا آپی کو کیوٹ سی ملالہ اسلم (آہم) کا سویٹ سا سلام قبول ہو۔ کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ امید ہے خدا کے کرم سے آپ سب زندگی سے بھرپور قہقہے لگا رہے ہوں گے (ان شاء اللہ)۔ ہر ماہ کی 22 تاریخ سے ہمارے لیے انتظار کی گھڑیاں شروع ہو جاتی ہیں‘ اسی حساب سے بازار کے چکر بھی لگانا پڑتے ہیں‘ 23 کو بازار گئی لیکن ایک ہی جملہ کانوں میں پڑا ”بیٹا ابھی آنچل نہیں آیا“ اور میں دل مسوس کر رہ گئی۔ 24 کو صفدر (اسٹوڈنٹ) کو بھگایا کہ آنچل یا حجاب لے کر ہی آنا۔ وہ گیا تو شکل اگلے دن تک نہ دکھائی‘ ٹیوشن بھی نہیں آیا پھر بالآخر 26 کو میرا انتظار اختتام پذیر ہوا۔ آنچل کو دیکھ کر جان میں جان آئی (ہاہاہا)۔ خیر جلدی سے سارے کام چھوڑ چھاڑ کر آنچل کا معائنہ کیا۔ سالگرہ نمبر کی مناسبت سے ٹائٹل بھی اپنی تمام تر خوب صورتی سموئے ہوئے تھا لیکن (یہ کیک تھمایا کس نے؟) میں نے تو سالگرہ وش ہی نہیں کی؟ او کے دیر آید درست آید۔ پیارے آنچل تمہیں انتالیسویں سال گرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ہزاروں نہیں کروڑوں سال جیو (ہاہاہا) اور اسی طرح کامیابیاں سمیٹو آمین۔ اب بات ہو جائے تبصرے کی فہرست پر ایک نظر ڈالی آپ سے تھوڑی بات چیت کی‘ یہ بات تو ٹھیک ہے ہم لوگ انتظار برداشت نہیں کرپاتے‘ اس کا ایک ہی حل ہے پلیز صفحات بڑھا دیں۔ حمد و نعت پڑھی اور فوراً نبیلہ کو حمد نوٹ کرنے کو کہا‘ درجواب آں میں اپنا نام دیکھا تو چونکی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کیونکہ ہر ماہ میں ڈھیروں کے ڈھیر ہر سلسلے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھ کر بھجوائی ہوں اس یقین کے ساتھ رسید بھی لے لیتی ہوں کہ اگلے دن نہیں تو دو دن بعد ضرور پہنچ جائے۔ خیر بہت بہت شکریہ آپی جان اتنی محبت سے جواب دیا۔ نازیہ آپی ایک بار پھر مبارک ہو‘ شاہ زندگی کا سن کر بہت افسوس ہوا ناقابل یقین‘ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ انکل مشتاق کی باتیں بہت زبردست ہوتی ہیں‘ بہت سی معلومات تو یہی سے مل جاتی ہیں۔ آنچل پریوں سے مل کر اچھا لگا‘ عائشہ حسن اور سیدہ اسماء نورناکس ٹو میٹ یو‘ سردے میں یار تم کیا چیز ہو؟

وقت کے بطن سے تیرے ہر خواب کو روشنی ملے حرا

تیری ہر خواہش خدا تعالیٰ پوری کرے اور
دعا قبول ہو ملالہ کی اتنی سی بات ہے
ادبی دنیا میں نام ہو تیرا روشن اے حرا

سوری ڈیئر بس مجھے تمہارے لیے کچھ تو لکھنا تھا تمہارے ہی شعر میں ردوبدل کردی ہاہاہا۔ حرا قریشی ایک خوب صورت اضافہ ادبی دنیا میں میرا دل کہتا ہے بہت آگے جاؤ گی دوست ان شاءاللہ۔ نزہت جبین آفتاب سرور فرح بھٹو صائمہ قریشی اور افشاں علی نے زندگی سے بھرپور رنگ بکھیرے ہوئے تھے۔ ”چراغ خانہ“ بہت ترس آتا ہے کمال فاروقی پر برداشت صبر بھی کمال کا پایا ہے۔ خدا سعدیہ کو عالی جاہ کے منصوبوں سے بچائے اور مانو آپا کی معصومیت پر تو بہت پیار آتا ہے جی خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو آمین۔ ”میری رات کا چراغ“ طلعت نظامی نے بہت اہم پہلو کو موضوع بنایا مثبت پہلو کا بھی سامنا کریں وہ لوگ جو ساس نامی کردار سے خار کھاتے ہیں۔ شکر ہے شہرین کو بھی عقل آ گئی ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ لو جی مسکرا دیئے ہاہاہا۔

ان کے چہرے پر بھی مسکان آ گئی
کیا انداز پایا ہے تم نے گل

کہانی نے ایک نیا موڑ لے ہی لیا یا خدا اجیہ کے لیے کچھ آسانی کریں۔ فاخرہ گل تشنگی باقی ہے زیادہ لکھا کریں آئندہ ماہ منہ چڑا رہا ہوتا ہے۔ نازی آپی ڈیئس گریٹ اچھا اچھا ہو رہا ہے پلیز پلیز مریرہ کو ٹھیک کر دیجیے۔ اگلے ماہ کی تحریر کا بے صبری سے انتظار ہے ”حریم عشق“ مزا آ گیا۔ حریم کی مشکلات ارحام کا نزدیک آنا اور اب رامین کو ماضی سے واقفیت خیر ہو۔ آئی تھنک دو چھوڑ اختتام تے ملن شروع بہت مزے کی تحریر ہے کیپ اٹ اپ۔ ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ ہوگا کیا؟ انشراح نے ایک بار پھر پنگا لے لیا۔ اقرا صغیر آپی زندہ رکھنا انشراح کو ہاہاہا اسی سے تو کہانی کا چارم ہے۔ نوفل جی ہتھ ہولا رکھو لوبجی پر۔ لاریب انشراح کی نانی کو زیادہ ہی پسند آ گیا ہے خیر اگلی قسط کا انتظار ہے۔ یاسمین نشاط کی تحریر دلکشی سموئے ہوئے تھی عون زیمل ظفریاب یعنی ”بادل دل اور آنکھیں“ ظفریاب نے نگاہ زیمل پر رکھی اور نرمین کے دل میں رہتا تھا وہیں عون کے دل میں زیمل اور زیمل کے دل میں اُف.....ایک دو جے کے پیچھے لگے ہوئے سی (ہاہاہا) عون پر ترس آیا زیمل پر پیار اچھی تحریر تھی۔ ”رزم یاراں“ مصباح یار رلا ہی دیا شمعون پر بہت پیار آیا وہیں مجھے اپنا بھانجا (آکاش) یاد آ گیا۔ مرحہ نام کا مطلب کیا ہے؟ پلیز نام کا مطلب بتا دیجیے حفصہ کی محبت بائی داوے مثالی تھی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو آمین۔ ”مہک“ رفاقت جاوید اپنے سنگ مہک لیے ہوئے تھیں۔ اس معاشرے میں جو درندے پہرے لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے لاوارث بچیوں کے لیے زندگی تنگ کر دی ہے۔ غزل جیسے کتنے ہی معصوم کردار ہمارے اردگرد بکھرے پڑے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے ان کے ساتھ کیا بیت رہی ہے بس ایک ہی دعا ہے اللہ ہمارے ملک سے ایسے شیطان صفت انسانوں کا صفایا کرئے آمین۔ ”مسیحا“ انہی لوگوں پر تو دنیا قائم ہے اچھی کاوش تھی تمام تر خوب صورتی ثمیلہ زاہد نے سمونے کی کوشش کی تھی۔ اللہ آپ کے قلم میں مزید پختگی پیدا کرے آمین۔ ”ضرورت“ راحت وفا ایک انوکھی ٹائپ کی ضرورت لے کر آئی ہیں سبق آموز تحریر اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو آمین۔ ہومیو کارنر بھی ٹھیک ہوتا ہے بیاض دل میں سب نے اپنے دلوں کی بات کی تھی طلعت نظامی پروین افضل شاہین نبیلہ لیاقت اور انا احب کے اشعار اچھے تھے انا احب کہاں گم ہو؟ ڈش مقابلہ میں فی الحال تو پڑھی ہیں۔ شکر قندی کی کھیر دہی گوبھی اور گاجر کی کھیر ٹرائی کرنے کا سوچا ہے دیکھو پہلے کون سی ریسپیز بناتے ہیں۔ بیوٹی گائیڈ میں ویسے تو سب ہی ٹوٹکے پسند آئے مگر ملیحہ طارق سے میں خود بھی متفق ہوں۔ نیرنگ خیال میں تو اس بار رونق کا سماں تھا صبا جرال ارم شہزاد شہباز اکبر فرح بھٹو اور طیبہ عنصر مغل کو انعام حاصل کرنے پر مبارک باد۔ شاعری واقعی بہت اچھی تھی۔ دوست کا پیغام آئے میں ہائے ظالمو کسی نے بھی یاد نہیں کیا؟ خیر خوش رہو آباد رہو شاد رہو۔ یادگار لمحے میں سب اچھا تھا لیکن نجم انجم اعوان فائزہ بتول (ہم سب ایک ہیں یار ہاہاہا) کرن شبیر ارم کمال اور نازیہ عباسی چھائی ہوئی تھیں۔ آئینہ میں سب سے پہلے تھینکس مارچ میں میرا خط شائع کیا۔ انیلا طالب اقراء فضل دلکش مریم عائشہ پرویز نے تبصرے اچھے کیے۔ طیبہ خاور اور گل مینا اینڈ حسینہ آپ نے میرے تبصرے کو پسند کیا بہت شکریہ۔ ویسے کس گل کی مینا ہو؟ اچھا اچھا نسیمہ کی حسینہ اپنا پورا تعارف تو کروا دو ہاہاہا۔ عزہ یونس صبا زرگر اور اپنے سوال (آہم) پسند آئے بلاشبہ اپریل کا شمارہ اس بار بیسٹ تھا اس لیے میں بھی دل سے تبصرہ کیا ہے چلو جی اب اجازت دیں فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر ملالہ! آپ کا تبصرہ بے حد پسند آیا آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

**طیبہ خاور...... عزیز چک، وزیر آباد۔** السلام علیکم! آنچل فیملی شہلا آپی کیسے ہیں سب؟ امید کرتی ہوں اللہ کے

فضل وکرم سے سب ٹھیک ہوں گے۔آنچل مجھے 22 کو مل گیا تھا سب سے پہلے آنٹی قیصر آراُ کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے مستفید ہوئے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کے بہت اچھا لگا "میری سالگرہ ہے" سروے میں سب بہنوں نے بہت اچھے جوابات دیے۔ سلسلہ وار ناولز میں "چراغ خانہ" رفعت سراج جی بہت اعلیٰ کیپ اٹ اپ۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت مزے کی اسٹوری جارہی ہے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ "رزم یاراں" مصباح علی سیدنائس اسٹوری جی۔ "مسیحا" تمثیلہ زاہد بہت اچھی اسٹوری تھی' سارہ کا کردار بہت زبردست تھا۔ "مہک" رفاقت جاوید بہت اعلیٰ اسٹوری (آئی سیلوٹ یو)۔ "بادل دل اور آنکھیں" یاسمین نشاط جی بھرپور مزہ دے گئی' سپر سے بھی اوپر۔ "میری رات کا چراغ" طلعت نظامی جی بہت سبق آموز اسٹوری تھی۔ کام کی باتیں کوثر ناز بہت کام کی باتیں بتائیں آپ نے۔ ہم سے پوچھیے میں صباء زرگر' ذکاء زرگر' نورین مسکان سرور' عائشہ رحمٰن ہنی' عنزہ یونس یا آپ سب کے سوالات بہت مزے کے تھے اور جواب اس سے بھی بڑھ کے۔ آئینہ میں اقراُ افضل' اقصیٰ کشش' عائشہ پرویز آپ سب کا تبصرہ زبردست تھا۔ یادگار لمحے نجم انجم' ارم کمال' عظمیٰ آپ نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ بیاض دل میں مدیحہ حیدر' کوہ نور آپ کی پسند لاجواب تھی۔ شگفتہ قمر مجھے آپ کی دوستی قبول ہو' عابدہ مغل' روبی علی' صائمہ سکندر سومرو آپ بہنوں کا شکریہ مجھے دعاؤں میں یاد رکھنے اور شادی کی مبارک باد دینے کا' اللہ حافظ۔

**عابدہ مغل...... بھیر کنڈ' مانسھرہ۔** السلام علیکم! جناب من' بے انتہا مصروفیت میں سے وقت نکال کر آنچل کا مطالعہ کیا مگر ابھی بھی افسانے زیر مطالعہ ہیں۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اس ناول میں تمام کردار خوب صورت ہیں مگر فقط لاریب نے بہت عاجز کردیا۔ یہ انسان ہے کہ...... بس چھوڑیں جی اس بار تو سب سے بہترین رہا زید صاحب' اب پتا چلا زید صاحب تو بہت اکڑے تھے سودہ پر اب اپنے ہی تلکوں میں تیل نہ رہا اور ناول بہترین جارہا ہے بس ذرا سا سودہ کے کردار کے ساتھ انصاف کریں۔ نازیہ کنول نازی نے اس قسط میں کمال کردیا مگر شدید صدمہ تو یہ پڑھ کر ہوا کہ شہزاد نے بڈھے سے نکاح کرلیا' صیام کی کمی بہت محسوس کی۔ "چراغ خانہ" تو دھکا اسٹارٹ لگا ہے' اس بار اور سعدیہ بیگم کی حالت پر خوب ہنسی آئی۔ فاخرہ گل کا ناول اختتام کی طرف خوب صورتی سے بڑھ رہا ہے' حنین کے بارے میں حیران کن انکشاف دھچکا لگا' ہمیں تو چلیں کچھ عقل شاید اجیہ کے ابا کو آجائے' باقی آنچل زیر مطالعہ ہے۔ حمد ونعت ہر دفعہ کی طرح بہترین تھیں۔

**سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ۔** سلام آل پاکستان۔ بزم آئینہ میں اپنا عکس دیکھنے کو پھر حاضر ہوں۔ بات ہو جائے آنچل کی تو ٹائٹل گرل کا ہیئر اسٹائل اچھا تھا' ہمارے آنچل میں رانی اسلام کو پڑھ کر اچھا لگا۔ رانی اسلام مجھے بھی اپنی اسکول لائف بہت شدت سے یاد آتی ہے۔ درجواب آں میں ہمارے لیے نو لفٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا خیر اپنے اداس دل کو حوصلہ دیا' نازیہ کنول نازی آپی جی ایک بار پھر مما بننے کی مبارک باد۔ ہماری سالگرہ ہے (سروے) فل انٹرجیک تھا' سب سے پہلے پسندیدہ ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کا مطالعہ کیا۔ فاخرہ گل جی چاہتا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں کتنی خوب صورتی سے آپ ناول کو اختتام کے سفر پر گامزن کررہی ہیں' یقین ہی نہیں آیا کہ اربش نے اپنی محبت کو پالیا ہے۔ شرمین بیگم اب تم نگر مچھ کے آنسو بہاتی رہنا دوغلی کہیں کی' اب حنین کی فکر لگ گئی ہے کہ پتا نہیں غزنی اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے پر حنین جتنی حساس اور محبت کرنے والی ہے یقیناً اس کے ساتھ بھی انصاف ہوگا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" سب کے دلوں سے نفرت کا جمود بہتا جارہا ہے اور یہ شہزاد کیا چال چل رہی ہے' شیر دل کے ساتھ خدا خیر کرے' پلیز آپی شہزاد بے چاری کو ملک فیاض کے چنگل سے نکال دیں۔ عبدالہادی کے ساتھ ہی اس کا ساتھ رکھنا ہے۔ رفعت سراج کی تحریر "چراغ خانہ" بہت ہی سلو رہی' صفحات بھی بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ پیاری کے ساتھ اچھا ہورہا ہے لیکن یہ تین نفوس سعدیہ بیگم' مشہود صاحب' عالی جاہ ان کے دماغ ٹھکانے پر نہیں ہیں' پتا نہیں سعدیہ بیگم اب کیا ڈرامہ کریں گی۔ مشہود بھائی (آپ اپنی ان دیکھی محبت) کا غصہ پیاری پر تو نہ نکالیں' دانیال کا پرخلوص ساتھ ہمیشہ تمہارے سنگ ہے۔ سیدہ غزل زیدی کے ناول "حریم عشق" نے دل کو چھولیا۔ کہانی کا نام بہت منفرد اور پیارا لگا' ارحام ایک وقت میں دو لڑکیوں کو دل دے بیٹھا۔ ارحام بھی یمنیٰ سے زیادہ حریم کے عشق میں دیوانہ ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ ارحام کو اپناتی ہے یا ٹھکراتی ہے یہ آپ کو ہی معلوم ہوگا۔ ابھی اور کچھ نہیں پڑھا ورنہ تفصیلی تبصرہ کرتی' اگلے ماہ مفصل تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی' اگر زندگی نے مہلت دی تو ڈھیروں دعاؤں اور پیار کی طالب۔

**حور خان...... چکوال۔** السلام علیکم ڈیئر شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ میں کئی سال سے آنچل کے ساتھ منسلک ہوں لیکن شرکت پہلی دفعہ کررہی ہوں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف' آنچل ایک مکمل ڈائجسٹ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ آنچل کے تمام ناول' ناولٹ اور افسانے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ "بھیگی

پلکوں پر" اور کچھ خواب" پتھروں کی پلکوں پر" یہ" چاہتیں یہ شدتیں"" ٹوٹا ہوا تارا" اور" دشت آرزو" یہ آج بھی میرے موسٹ فیورٹ ناولز ہیں۔ آج کل" تیری زلف کے سر ہونے تک"" شب ہجر کی پہلی بارش"" چراغ خانہ" اور" ذرا مسکرا میرے گمشدہ" موسٹ فیورٹ ہیں۔ اس کے علاوہ آنچل کے تمام سلسلے اے ون ہیں خصوصاً دانش کدہ آئینہ دوست کا پیغام آئے اور بیاض دل یہ بہت اچھے سلسلے ہیں۔ بیاض دل کے اگر صفحات بڑھادیں تو آپ کی عین نوازش ہوگی۔ اس کے علاوہ مجھے سب آنچل گرلز سے دوستی کرنی ہے میں چاہتی ہوں میری ڈھیروں فرینڈز ہوں' کیا آپ سب آنچل کی فیملی مجھ سے دوستی کریں گی اگر ہاں تو پلیز مجھ سے رابطہ کریں۔ میں آپ سب آنچل گرلز کا ویٹ کروں گی' جو بھی دوستی کرنا چاہے موسٹ ویلکم۔ اپنے دلوں اور دعاؤں میں مجھ کیوٹ سی لڑکی کو یاد رکھیے گا اور آپ سب اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر حور...... پہلی بار محفل میں شریک ہونے پر خوش آمدید۔

**ارم صابرہ...... تلہ گنگ۔** السلام علیکم! میں سلام پیش کرتی ہوں آنچل کو اور آنچل کے تمام اسٹاف اور اکٹھے بیٹھے تمام پڑھنے والوں کو جو ہم جیسے ٹوٹے ہوئے دلوں کے لوگ جو بکھر جاتے ہیں آنچل کے رائٹرز انہیں اپنے خوب صورت الفاظ کے پیراہن سے ہمیں اور ہمارے ٹوٹے دل کی تشنگی کو کم کرنے کا بہت بہترین انداز اپناتے ہیں۔ نازی آپی' سمیرا شریف طور آپی میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ہاتھ چوم لوں یار تساں سانوں پاگل کردتا اے میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی اور اپنے اپنے شوہروں کو ستاتی رہیے (سوری کان پکڑ کر) آنچل کے تمام اسٹاف اور سویٹ رائٹرز سے ملنے کا بے پناہ شوق ہے اور بہت جلد آرہی ہوں میں کراچی ان شاء اللہ۔ باقی آنچل کی اسٹوری' ناولٹ' افسانے' ناول میں ان کی تعریف کرنے کے قابل نہیں اور نہ ہی اتنا قیمتی قلم کے جس سے میں لکھوں آنچل یونہی ہمیشہ ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور زندگی کے دکھوں سے چھٹکارے کا ذریعہ بنے اللہ حافظ۔

**ثروت عزیز نوشی' محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں۔** السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آنچل رائٹرز' ریڈرز کو ہماری طرف سے چاہت بھرا اسلام۔ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے' ہم آنچل تقریباً سولہ سال سے پڑھ رہے ہیں' ہم سب بہن بھائی آنچل کے بہت بڑے فین ہیں' ہمارے گاؤں سے شہر کافی دور ہے دو گھنٹے کا سفر پیدل طے کرکے ہم وہاں سے آنچل لاتے ہیں' کبھی کبھی تو ہمیں شہر کے دو تین چکر لگانے پڑتے ہیں تب کہیں جاکے ہمیں آنچل ملتا ہے تو جب گھر میں آنچل آجاتا ہے تو سارے بہن بھائی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پہلے ہماری بڑی آپی آنچل پڑھتی تھی ان کی وفات ہوگئی اور اب ہم سب بہن بھائی ثروت عزیز' راشد عزیز اور میں یعنی محسن عزیز حلیم تو کچھ ہی زیادہ ہی فین ہیں۔ سرورق ماریہ رضوی کے ساتھ جگمگا رہا تھا' خوب صورت ڈریس اور میچنگ جیولری کے ساتھ ٹائٹل گرل بہت پیاری لگ رہی تھی۔ سلسلہ وار ناولز میں" تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا صغیر احمد بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔" شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی بہت پیارا لکھتی ہیں' مکمل ناولز میں" چراغ خانہ" رفعت سراج بڑا کمال کا لکھتی ہیں جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہے تحریر بیسٹ ہورہی ہے۔" ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل بے چاری اجیہ چلو کوئی بات نہیں۔" بادل دل اور آنکھیں" یاسمین نشاط زبردست کہانی رہی۔" رزم یاراں" مصباح علی سید شروع سے آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔" میری رات کا چراغ" طلعت نظامی وری بیسٹ۔" مہک" رفاقت جاوید یہ کہانی بھی بیسٹ رہی۔" مسیحا" تمثیلہ زاہد نے بھی کمال کردیا۔" حریم عشق" سیدہ غزل زیدی بہت اچھا لکھ رہی ہیں' دیگر سلسلے بھی بہت اچھے ہیں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہیں گے کہ آنچل ہمیشہ لہراتا رہے۔

**نجم انجم اعوان...... کراچی۔** محترمہ شہلا عامر صاحبہ آنچل فیملی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ اور تمام آنچل والے خیر خیریت سے ہوں گے۔ دوستوں ہر سال کی طرح اس سال بھی میرے تینوں بچے نعمان انجم' نورین انجم اور ذیشان +A گریڈ سے پاس ہوگئے ہیں اور آپ سب کی دعاؤں سے نیو کلاس میں آگئے ہیں۔ بچوں کے ایگزام سے فارغ ہوئی تو سکون کا سانس لیا' دو ماہ کی غیر حاضری کے لیے معذرت۔ جناب علی آج صبح صبح آنچل کے درشن ہوئے' گھر کے ساتھ ساتھ دل آنگن بھی خوشبو سے مہک اٹھا اور چاروں جانب قوس وقزح کے رنگ بکھر گئے اب رات ہوچکی ہے سب سو رہے ہیں۔ میں ملک صاحب کے خراٹوں سے بچ بچا کر کمرے میں آگئی رات کے اس پہر آنچل نے اپنا جادو جگادیا اگرچہ آنچل کا سالگرہ نمبر ابھی زیر مطالعہ ہے مگر جتنا پڑھا ہے اس پر تبصرہ ضرور کرنا چاہوں گی۔ ماڈل دل کو بھاگئی سرگوشیاں' حمد ونعت' در جواب آں کی محفل سے ہوتے ہوئے آگے کی جانب بڑھے۔ صائمہ قریشی اپنے ماموں کی تعزیت قبول فرمائیں اور آپ کا" اناڑی پیا" کو آنچل کی زینت بناؤ۔ نازیہ کنول (مما جانی) بہت بہت مبارک ہو۔ ہمارا آنچل میں کرن ملک سے مل کر بہت اچھا لگا۔ سروے میں حرا

قریشی، نزہت جبیں، انعم خان چھائی رہیں۔ ''چراغ خانہ'' بے حد خوب صورتی کے ساتھ آگے کی جانب رواں دواں ہے، دانیال اور پیاری کے کردار بے حد پسند ہیں۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' گمشدہ ملے گا ضرور مسکرائے گا (ہاہاہا) وہ تو ایسے گم ہوا کہ پھر نظر ہی نہیں آیا، ابھی تک ڈھونڈ رہی ہوں (افسوس)۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بے حد پیارا ناول ہے۔ زلف سر ہونے سے پہلے ہی ہجر کا موسم آ گیا، افسانوں میں طلعت نظامی، رفاقت جاوید، راحت وفا یہ رائٹرز تو کسی تعریف کی محتاج ہی نہیں بلاشبہ سالگرہ نمبر کی خوب صورتی ان ہی کے دم سے ہے۔ اس کے بعد دوڑ لگائی بیاض دل میں ثمرہ ناز ثمرہ، مہرین مہریاب حیدر، نبیلہ لیاقت، عنبرین نواز۔ ڈش مقابلہ میں خود کھانا بہت اچھا پکاتی ہوں، ایک نظر دیکھ کر آگے کی جانب کھسکے۔ بیوٹی گائیڈ کی ضرورت نہیں (کیونکہ میں خود بہت خوب صورت ہوں)۔ نیرنگ خیال تو بہت ہی اچھا لگا، دوست کا پیغام پروین افضل آپ کے میاں جانی میرے ملک صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، مجھے بھی ملک سے وہیں شکوے ہیں جو آپ کو اپنے میاں سے ہیں۔ (سب بیویوں کو یہی شکایت ہوتی ہے) آج آپ نے پہلی بار مخاطب کیا ہے، دیوانی آپ جٹھانی میں نیا رشتہ قبول فرمائیں۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو (ہاہاہا)۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور افضل شاہین کو بہت زیادہ خوشیاں عطا فرمائے، میری طرف سے آپ کو اور افضل شاہین کو بہت دعائیں سلام۔ ثناء رسول بہت شکریہ میری بیٹی ایگزام کی وجہ سے بے حد مصروف تھی۔ صائمہ سکندر سومرو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوشیاں عطا فرمائے۔ سنبل ملک اعوان بہت مبارک ہو، خیریت سے جاؤ اور خیریت سے واپس لوٹو۔ یادگار لمحے زندگی کا چراغ پسند آیا۔ فائزہ بتول، عائشہ نور، ارم کمال اور آئینہ میں لبنیٰ شکیلہ، انیلا طالب، اقصیٰ کشش بہت دعائیں کی پسند لاجواب تھی۔ ہم سے پوچھیے، طیبہ خاور، ارم کمال، کرن شہزادی کے سوال پسند آئے۔ مشاق بھائی جان کے دانش کدہ کو فارغ ٹائم میں غور و فکر کے ساتھ پڑھتی ہوں کیونکہ دانش کدہ میں ہر ماہ ایسی ایسی معلومات ملتی ہے، جس کے پڑھنے کے بعد ذہن کسی اور چیز کو پڑھنے پر مائل نہیں ہوتا۔ نورالشال شہزادی، عارفہ دعا، مدیحہ نورین، ایقہ احمد پھولوں کی طرح کھلتی رہو۔ کرن شہزادی سلام کوثر خالد آپ کے کیا کہنے آپ کے لیے تو الفاظ ہی نہیں ملتے کہ جس سے آپ کی تعریف کی جائے، بہت بہت شکریہ۔ شازیہ ملک مکان کی مبارک دل سے قبول کرتی ہوں، ماریہ کنول ماہی، ایم فاطمہ سیال آپ کا محبت بھرا اسلام قبول کیا۔ سویٹ تمنا بلوچ آپ ہمارے دل میں رہتی ہو فکر نہ کرو ہم نہیں بھولتے۔ لائبہ میر خدا سلامت رکھے، پیاری آپا فریدہ جاوید فری میری شاعری پسند فرمانے کے لیے بہت شکریہ۔ کبھی کبھار میری شاعری پر تنقید بھی کر دیا کریں تاکہ میری اصلاح ہو جائے گی بہر حال آنچل سالگرہ نمبر تمام ہوا بے حد خوب صورتی کے ساتھ۔ حرا قریشی، شمائلہ کاشف کو بہت سلام دعائیں۔ تمام لکھنے پڑھنے والی بہنوں کو سلام دعائیں، زندگی رہی تو ضرور حاضر ہوں گے، والسلام۔

☆ ڈیئر نجم انجم...... آئندہ آئینہ میں مکمل تبصرے کے ساتھ محفل میں شامل رہیے گا۔ باقی دوستوں کو مخاطب کرنے کے لیے سلسلہ دوست کا پیغام ہے۔

**انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔** السلام علیکم! بہت پیاری سی شہلا آپی اور تمام آنچل اسٹارز کو تہہ دل سے انیلا طالب کا سلام قبول ہو، طویل انتظار کے بعد آخر 24 مارچ کو پیارا سا حسین سا خوشبو میں لپٹا سالگرہ نمبر کا شمارہ ملا۔ ٹائٹل پر موجود بے حد دلفریب گلدستے نے مزید شان بڑھادی، صفحات الٹ پلٹ کر جلدی سے سرگوشیاں پڑھیں۔ حمد و نعت سے دل میں نور سمویا، پھر آئے در جواب آں میں آپی صائمہ قریشی کے ماموں اور آنٹی کوثر خالد کی دیورانی کی رحلت کی خبر سے بہت ہی افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ دانش کدہ میں بے بہا علم کے موتی پائے، ہمارا آنچل میں انٹر ہوئے تو سب بہنوں نے دل موہ لیا۔ بہت کیوٹ سی سیدہ اسماء نور آپ کا تعارف مجھے بے حد پسند آیا، آپ کو ایک سچی دوست کی سخت ضرورت ہے تو جناب آپ مجھ سے دوستی کرلیں، دونوں سید ہیں، اچھی نبھے گی۔ سروے خوب رہا، فیس بک سروے بھی بیسٹ تھا۔ ''چراغ خانہ'' ابھی پڑھا، ''میری رات کا چراغ'' واہ زبردست طلعت نظامی صاحبہ، ہمارے معاشرے کے ازحد قریب دل موہ لیا اس افسانے نے۔ یاسمین نشاط کا مکمل ناول خاصا منفرد اور جاذب نظر لگا۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اچھا لگا مگر صفحات کم تھے، زیادہ ہوتے تو مزہ دوبالا ہو جاتا۔ نازیہ آپی لکھتی ہی اتنا اچھا ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ محترمہ راحت وفا، تمثیلہ زاہد اور طلعت نظامی کے افسانے خوب رہے۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' میں فاخرہ آپی نے کمال کردیا، پلیز آپی اب جلدی سے ارتش کی ممی کو ان کی بہن سے ملا دیں اور شرمین کا پول بھی کھول دیں۔ ''حریم عشق'' بھی ٹھیک تھا، اچھا لگا۔ ہومیو کارنر بہت زیادہ معلوماتی تھا۔ بیاض دل میں مہرین مہریاب حیدر، شافعہ اکرم، نبیلہ لیاقت، عنبرین نواز کے اشعار بہت پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں کیلے کی جیلی، کریملائز ایپل کیک، امریکن کرسپی چکن کی ترکیبیں ونڈرفل رہیں۔ بیوٹی گائیڈ سلسلہ زبردست رہا، نیرنگ خیال میں طیبہ عنصر مغل، اروشمہ خان عروش، اور یاسمین کنول ٹاپ آف دی لسٹ رہیں۔

دوست کا پیغام آئے میں سبھی کے پیغامات دلچسپ لگے۔ یادگار لمحے میں کرن شہزادی چوہدری ام حسنہ عائشہ سلیم نے کمال لکھا۔ آئینہ میں سبھی کے تبصرے پسند آئے۔ ڈیئر ارم کمال جی اقصیٰ کشش دلکش مریم روبی علی میری نظم پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

**اقرأ جٹ...... منچن آباد۔** السلام علیکم! آل ریڈرز اینڈ رائٹرز اینڈ آنچل اسٹاف کو چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اپریل کا شمارہ بھی 27 کو مل گیا تھا ٹائٹل بہت خوب صورت لگا۔ گل مہتاب گل جام گل افشاں گل آفتاب گل شگفتہ سی ماریہ رضوی براجمان تھیں۔ سرگوشیاں سنیں حمد ونعت سے ایمان تازہ کیا۔ دانش کدہ میں انکل مشتاق کی باتوں نے دل کو سکون بخشا ہمارا آنچل میں سبھی کے تعارف بیسٹ تھے اینڈ سیدہ اسماء نور آپ کو مجھ سے زیادہ مخلص شاید ہی کوئی اور ملے (خود کی تعریف نہیں بلکہ ایک حقیقت بتارہی ہوں)۔ بتائیے گا ضرور دوستی کریں گی؟ سروے سالگرہ نمبر میں مجھے تو جگہ نہیں دی گئی باقی کے جواب بیسٹ تھے۔ ''زندگی کے رنگ'' میں تمام رائٹرز کے جواب اچھے تھے بھاگتے دوڑتے ناولوں پر پہنچے ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرا صغیر احمد کا سلسلہ وار ناول بہت اچھا جارہا ہے نوفل کے تیور بہت خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔ انشراح بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں لگتی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ویل ڈن نازیہ کنول نازی بہت اچھا جارہا ہے ناول۔ شہزاد کے پلان کامیاب ہوتے دکھائی دے رہے ہیں اور مریرہ آئی تھنک مر نہیں سکتی تھوڑی سی اسٹوری الجھائی جاتی ہے زیادہ سے زیادہ صفحات دیا کریں۔ مکمل ناول میں ''چراغ خانہ'' رفعت مشہود کو فٹ فاٹ کردیں جلدی سے ہاہاہا۔ سعدیہ بیگم پر آزمائشوں کے عذاب اتر رہے ہیں۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' فاخرہ گل نائس کیا ہی اچھا ہوتا کہ حنین اور عزنی کی شادی ہوجاتی۔ اربش کی ممی اتنی آسانی سے قبول نہیں کریں گی اجیہ کو پتا نہیں کب پتا لگے گا کہ یہ خالہ بھانجی ہیں۔ ''بادل دل اور آنکھیں'' یاسمین نشاط کمال کی تحریر تھی۔ محبت ہمیشہ صبر سے جیتی جاتی ہے عون اگر صبر کرلیتا تو ایک دن زمیل اسے ضرور مل جاتی زرمین جیسی دوستوں کی ضرورت ہے سب کو رائٹ کیا رشتے صرف احساس کے ہوتے ہیں سگے یا سوتیلے نہیں۔ ''رزم یاراں'' مصباح علی سید بہت زبردست لکھا خالہ کی ایثار وقربانی پر رشک آتا ہے۔ ارحم کو اس کی محبت اور شمعون کو اس کی محبت مل گئی خوشی کی بات ہے۔ محبت قسمت والوں کو ملتی ہے۔ ناولٹ ''حریم عشق'' سیدہ غزل زیدی جہاں تک پڑھا اسٹوری مکمل ہی لگتی ہے بہت خوب لکھ رہی ہیں۔ رضی کو بہت شو آف کیا ہوا ہے اسی طرح اپنے قلم سے موتی پروتی جائیں۔ افسانے صرف چار تھے ''میری رات کا چراغ'' زبردست تحریر تھی ہمارے معاشرے میں سب چل رہا ہے بزرگوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے ہم اس طرح دنیا اور آخرت تباہ کررہے ہیں۔ ''مہک'' کمال کی تحریر تھی قطرہ قطرہ سے دریا بنتا ہے اس طرح اگر ہم اپنے آپ کو ٹھیک کرنا پوزیٹو سوچنا شروع کریں تو ہماری پاک سرزمین امن کا گہوارہ بن جائے۔ ''ضرورت'' ایک اچھی تحریر تھی۔ ''مسیحا'' بہت اچھا لکھا تمثیلہ زاہد سارہ نے مومن کو ٹھیک سکھایا ہماری سوسائٹی میں آج دیکھا دیکھی اسی طرح کی محبتیں جنم لے رہی ہیں جو کہ بے معنی ہیں ہمیں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ آنچل کی سالگرہ مبارک ہو سب کو ہر وقت اپنے مائنڈ کو پوزیٹو رکھیں ہر نقطہ نظر کو پوزیٹو سوچیں۔ آنچل ہمارا محسن ہے میں تو ہر وقت آنچل کے لیے دعا گو رہتی ہوں (آپ سب بھی ہے نا)۔ مستقل سلسلوں میں تمام سلسلے اچھے رہے بیاض دل میں تمام اشعار اچھے لگے۔ ڈش مقابلہ میں کیک خیالوں میں بنایا تھا ہاہاہا۔ نیرنگ خیال میں صبا جرال ارم شہزاد شہباز اکبر فرح اینڈ طیبہ عنصر بہت بہت مبارک ہو انعام کے حق دار جو ٹھہرے بھئی۔ یادگار لمحے میں اچھی اچھی باتیں مائنڈ میں سیو کیں۔ آئینہ دیکھا سب ٹھیک ٹھاک تھے جی اور ہم بھی شریک محفل تھے شکریہ شہلا جی۔ اسی کے ساتھ اجازت دیں زندگی نے وفا کی تو پھر ان شاء اللہ حاضر ہوں گے اللہ حافظ۔

☆ اس دعا کے ساتھ اجازت اللہ تبارک وتعالیٰ وطن عزیز کو اپنی حفاظت میں رکھے اور تمام عالم اسلام کی پریشانیوں کو دور فرمائے آمین۔

# ہم سے پوچھیے

## شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال: میں اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین کی چٹنی بنانا چاہتی ہوں کوئی آسان سی ترکیب ہے آپ کے پاس؟

جواب: سل پر رکھ کر بٹے سے پیس لو نمک مرچ حسب ضرورت رکھنا۔

سوال: صبح صبح جب میں اپنے میاں کو دیکھتی ہوں تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: تو پھر ایسا کرو آئندہ بند آنکھوں سے دیکھا کرو اور بھی حسین اور خوب صورت نظر آئیں گے۔

سوال: کہتے ہیں کہ منہ پر تعریف نہیں کرنی چاہیے مگر میرے میاں جانی میرے منہ پر میری اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں؟

جواب: کیونکہ ان کو اس گھر میں جو رہنا ہے اب وہ ہماری جیسی جرأت تو کر نہیں سکتے ناں......

مریم عبدالرحمن...... سیالکوٹ

سوال: پیاری شمائل پہلی بار آئی ہوں۔

جواب: بہت احسان ہے آپ کا دوسری بار بھی آنا احسان کے ساتھ۔

سوال: آپ کا نام بہت خوب صورت ہے۔

جواب: جی آپ سے پہلے بھی کچھ لوگ اسی طرح ادھار مانگ کر گئے ہیں۔

سوال: میاں باہر کیوں جاتے ہیں؟

جواب: گھر کی مرغی کڑ کڑ کرتی ہے اس لیے۔

سوال: آج کل کے بچے بھلا کیا؟

جواب: من کے سچے......

سوال: دل دھڑکنے کا سبب؟

جواب: ساس کی آواز میں یاد آیا......

سوال: جگہ ملی تو پھر آئیں گے؟

جواب: بس کی بات کر رہی ہو تانگے پر آ جانا ویسے بھی گھوڑا تمہارا اپنا ہی ہے (میاں بھئی)۔

ارم کمال...... فیصل آباد

سوال: شمائلہ جی! جلدی سے بتا دیں رائی کا پہاڑ کب بنتا ہے؟

جواب: جب ساس میاں جی کے کان بھرتی ہیں اور رو دھو کر بھرتی ہیں تب بنتا ہے رائی کا پہاڑ لیکن کوئی بات نہیں تم اس پر چڑھ کر مزہ اٹھاؤ۔

سوال: کہتے ہیں کہ ”ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں“ آپ کیا کہتی ہیں؟

جواب: ہاں اگر تلواریں بھی تمہاری زبان کی طرح تیز اور خطرناک ہو تو......

سوال: ایک چیز مجھ میں اور آپ میں کمال کی ہے بھلا کیا؟

جواب: مجھ میں حس مزاح کمال کی ہے اور تم تو پوری کی پوری کمال کی ہو میرا اشارہ شوہر نامدار کی طرف ہے۔

سوال: زندگی میں یوٹرن کب آتا ہے؟

جواب: بچوں کی شادی کے بعد یہی بتاؤ گی تم تو ناں......

عائشہ پرویز...... کراچی

سوال: آپی جی! ہم سے پوچھیے میں کچھ کمی سی تھی کیا وہ میری ہی کمی تھی؟

جواب: ہاں تمہاری کمی تھی اب سسرال پہنچ کر بھی یہ کمی پوری کرتی رہنا۔

سوال: روٹھے روٹھے سے ہیں سرکار آخر کیوں؟

جواب: تم دانت مانجھ کر نہیں آئی ناں اس لیے پلیز دانت کو دانت سمجھنا برتن نہیں برش کیا کرو۔

سوال: ساس اور شوہر کو مٹھی میں کرنے کا طریقہ تو بتائیں؟

جواب: اپنے منہ میاں مٹھو بننا چھوڑ کر میاں جی کی مٹھو بن جاؤ شوہر بھی خوش ساس بھی......

سوال: شوہر خود بد سلیقہ ہو کر سلیقہ دار بیوی کی تمنا کیوں کرتا ہے؟

جواب: کیونکہ جو چیز انسان کے پاس نہیں ہوتی اسی کی تمنا کرے گا ناں بے وقوف...... ویسے تم نے ابھی سے انہیں بد سلیقہ کہہ دیا ہے اب ذرا بچ کے رہنا۔

سوال: آپی جی شادی سے پہلے سب چاند تارے توڑ لانے کی باتیں کیا کرتے ہیں اور شادی کے بعد......؟

جواب: وہ چاند تارے آنکھوں کے سامنے ناچتے جو نظر آتے ہیں

سوال: چلو آپ پر احسان عظیم کیا ہم نے اپنا سوالنامہ بند

کیا اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟
جواب: تمہاری ساس تم سے ہمیشہ خوش رہے سب کہو آمین۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

سوال: شادی شدہ انسان یہ کیوں کہتے ہیں کہ کبھی شادی نہ کرنا؟
جواب: میں تو شادی شدہ نہیں پھر بھی یہ ہی کہتی ہوں۔
سوال: اگر ایسا آلہ ایجاد ہو جائے کہ جو کچھ کھایا ہو وہ پتا لگ جائے تو؟
جواب: تم تو دوسروں کی جاسوسی میں پیٹ میں ہی گھسی جارہی ہو۔
سوال: واپڈا والے آخراتنی بجلی کیوں بند رکھتے ہیں؟
جواب: انہیں خودشا کڈ کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے تاکہ انہیں یقین رہے کہ وہ بھی پاکستان میں ہیں۔
سوال: اگر انسان غبارہ ہوتا تو ایک دوسرے کی ہوا ہی نکال دیتا سوئی مار کے ہاہاہا؟
جواب: تو پھر سب سے پہلے میں ہی تمہاری ہوا نکالتی......
سوال: کوئی اپنی محبوبہ کی آواز کو کوے سے کیوں نہیں ملاتا؟
جواب: یہ کام تم کرنا بلکہ محبوب کو چڑیا گھر سے منتخب کر لینا۔
سوال: اگر چور کی داڑھی نہ ہو تو پھر تنکا کدھر ہوگا بھلا؟
جواب: بغل میں...... بغلول۔

اقصیٰ رائٹر...... نامعلوم

سوال: اگر دو بھائیوں کو ایک ہی لڑکی سے محبت ہو جائے تو......؟
جواب: تو لڑکی کو دیوار میں چنوا دینا چاہیے۔
سوال: فرض کریں آپ ایک شادی میں گئی ہیں اور بہت ناز سے چل رہی ہیں پھر اچانک آپ کی چیخ گونجتی ہے وہ بھلا کیوں؟
جواب: سامنے تم جو آجاؤ گی بھئی چیخ کیا بے ہوش بھی ہو سکتی ہوں تمہیں دیکھ کر۔

ملالہ اسلم...... خانیوال

سوال: ہم ایک بار پھر آگئے آپ کی محفل میں چار چاند لگانے ارے نہیں نہیں شکریہ کس بات کا ہم جانتے تھے آپ ہمیں بہت مس کرتی ہیں؟
جواب: آپ کے آنے سے جو آئی ہے لوڈشیڈنگ اس سے چاند تو کیا تارے بھی نظر نہیں آتے اب مس۔
سوال: آپی جن پر ہم بہت زیادہ بھروسہ کرتے ہیں وہی ہمیں کیوں دھوکہ دیتے ہیں؟
جواب: دھوکہ اس لیے دیتے ہیں کہ تم اس کوئی بھی چیز دھوکر نہیں کھاتیں کبھی بھی۔
سوال: ہم سے پوچھیے میں ہر ماہ تو آپ سے ہی پوچھتے ہیں کبھی آپ بھی قارئین سے کچھ کچھ پوچھ لیا کریں؟
جواب: اگر میں پوچھنے پر آئی تو تمہیں پھر کون پوچھے گا۔
سوال: آپی! میری سالگرہ پر آپ نے جو ڈریس گفٹ کیا تھا وہ کہاں سے خریدا تھا' قسم سے سب کہتے ہیں میری ڈریس پریوں والی ہے آسمان سے اتری حور لگتی ہوں؟
جواب: چلو تم جیسی بندریا بھی حور تو لگی' ویسے کیسی لگی یہ ضرور بتانا۔
سوال: خدا حسن دے تو......؟
جواب: مجھ جیسا...... جسے دیکھ کر تم جیسی تمام لڑکیاں جل کر کوئلہ ہو جائیں...... (☺) کہو آمین۔
سوال: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں پھر آؤں گی اگر......؟
جواب: کیلے کے چھلکے پر پاؤں نہ پڑا تو...... یہ ہی کہنے والی تھی ناں' خوش رہو۔

بشریٰ کنول سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ

سوال: آپی شمو' تمی' شمائل یا جو بھی ہیں' میرے آنے سے آپ کے منہ پر بارہ کیوں بج جاتے ہیں؟
جواب: کیونکہ تم ہمیشہ بارہ ہی بجے آتی ہو تو اس میں میرا کیا قصور۔
سوال: آپی اگر گدھا بھی انسان ہوتا تو کیا ہوتا (لگ جائے پتا)؟
جواب: تم ہمیشہ اپنے ہونے والے کو گدھے میں دیکھنا' وہ انسان ہی ہے یقین رکھو۔
سوال: اپیا جانی! بھینس' بکری' بھیڑ اور ہاتھی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں لیکن مرغی کے سر پر کیوں نہیں؟
جواب: سچ بتاؤ تم کس چڑیا گھر سے آئی ہو جو جانور کے سوال کر رہی ہو۔
سوال: آپی اب اپنی عمر تھوڑی بتا کر کون سا معرکہ مارتی ہیں؟

جواب: تمہارا خون جلانے کا معرکہ دیکھو لواب بھی کھول رہا ہے۔

فرزینہ طاہر......سرائے عالمگیر

سوال: ہری مرچ آپی! کیسا لگا آپ کو میرا آنا؟
جواب: ٹھنڈے جیسا...... بھنڈی بننے چلی تھیں۔
سوال: آپی گھر میں مجھے میری ماں جینے نہیں دیتی اور یہاں پر آپ اور جب مجھے غصہ آ گیا نہ تو......؟
جواب: اسٹول کو فین سے لٹکا کر جان مت دینا' ایمان سے میرے پاس ایک ہی ہے۔
سوال: آپی مجھے آپ کی نظر لگ گئی (جیلس جو ہوتی ہو آپ) میں موٹی ہو گئی؟
جواب: موٹی نہیں ڈبل روٹی ہو گی' مزید چھوٹی ہو گی۔
سوال: آپی میری ماں کہتی ہے کہ میں کام چور ہوں پر آپ تو میرے بارے میں سب جانتی ہو میں کیسی ہوں؟
جواب: میں امی کی بات سے متفق ہوں' سچ۔

سیدہ جیا عباس کاظمی......تلہ گنگ

سوال: اپیا آداب عرض! اتنے عرصے بعد آئے جگہ ملے گی یا......؟
جواب: ایک ٹانگ پر کھڑی ہو جاؤ اتنی ہی جگہ ہے' سست لڑکی۔

شزا بلوچ......جھنگ

سوال: کچھ پوچھنے سے پہلے آپ کو مطلع کردوں کہ میری فی الحال نہ کوئی ساس ہے نہ نند' سو متوقع سسرالیوں کے بارے میں کچھ نہیں سنوں گی۔
جواب: پھر اپنے پڑوسیوں کے بارے میں سنو گی جس سے تم ہر پانچ منٹ بعد کچھ نہ کچھ مانگنے پہنچ جاتی ہو......
سوال: یہ شادی شدہ مرد اپنی ایک بیوی کو تو خوش نہیں رکھ سکتے پھر ہمہ وقت دوسری شادی کے لیے تیار رہتے ہیں؟
جواب: کاش تم شادی شدہ ہوتیں تو سمجھ پاتیں......
سوال: ن لیگ کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے کیا پالیسی اپناؤں؟
جواب: بس تھوڑا سا سر گنجا کروا لینا......
سوال: مستقل مزاجی کو قائم رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟
جواب: کسی سیاسی پارٹی کو جوائن کرلو۔
سوال: کچھ لڑکیاں منہ پر اتنی خوش اخلاق دکھائی دیتی ہیں تو پیٹھ پیچھے جیلسی کیوں فیل کرتی ہیں؟
جواب: تم نے تو ابھی سے سیاسی باتیں شروع کر دیں' ابھی تو تمہیں ٹکٹ بھی نہیں ملا۔
سوال: دعا کریں جاب ہو جائے ٹریٹ دوں گی آپ کو؟
جواب: شادی کرلو فل ٹائم جاب ہے' ایمان سے گھریلو سیاست کا الگ سے مزہ......
سوال: یہ صدف آصف اور عشنا کوثر سردار مجھے اپنے گھر انوائٹ کیوں نہیں کرتیں؟
جواب: ان کے گھر فل ٹائم ماسی موجود ہے۔

نجم انجم اعوان......کراچی

سوال: جب بھی ساون کا موسم آتا ہے تو میرا ساجن برسنا شروع ہو جاتا ہے' کیا کروں؟
جواب: انہیں برسنے دیں بس آپ بھی گرجنا شروع کردیں تاکہ دوسرے لوگ گرجنے برسنے سے ایک ساتھ لطف اندوز ہوں......
سوال: اگر مسکراہٹ کی قیمت لگائی جائے تو کیا ہو گی؟
جواب: تم سہی میں فضول خرچ ہوتی جارہی ہو اب مسکرانے پر بھی لوگوں کو پیسے دو گی۔
سوال: گرمی آئی ایک طرف مچھر کی بھوں بھوں' بجلی غائب اور ملک صاحب کے زوردار خراٹے' کہاں جاؤں؟
جواب: وہ بیڈ کے اوپر ہیں تو تم بیڈ کے نیچے چھپ کر آرام کرو اور مچھروں سے بھی نجات پاؤ......
سوال: میں ایسا کیا کروں کہ مجھے دیکھتے ہی ملک صاحب کے ہوش اڑ جائیں؟
جواب: شام میں جب وہ گھر آئیں تو بغیر میک اپ کے سامنے آ جاؤ' ہوش ہی نہیں وہ خود بھی اڑ جائیں گے......

# آپ کی صحت

نازکنول، کوٹ اڈو سے لکھتی ہیں کہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پیٹ میں اکثر گیس رہتی ہے اور قبض بھی ہوجاتا ہے، بھوک نہیں لگتی، کھانے کے وقت لگتا ہے کہ پیٹ بھرا ہوا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری دوست کا ہے اس کے چہرے پر براؤن تل ہیں اور چہرے پر سرخ نشانات ہیں جس میں گرمیوں میں جلن ہوتی ہے، برائے مہربانی دوا تجویز کردیں اور دوا کھانے کے اوقات کار اور یہ بھی بتادیں کہ دوا کس کمپنی کی استعمال کرنی ہیں۔

محترمہ آپ Carboveg 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور اپنی دوست کو Thuja Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔ دوا کھانے سے 15 منٹ پہلے لیں اور بہترین نتائج کے لیے دوا جرمنی کی سیل بند استعمال کریں۔

عائشہ نور، ننکانہ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کی رپورٹ دیکھ کر کوئی اچھی سی دوا تجویز فرمادیں اور رنگ گورا کرنے والی دوا کا 6 ماہ کا کورس مکمل کرلیں تو اس کا اثر کب تک رہتا ہے؟ اگر یہ دوا یہاں سے نہ ملے تو دوا آپ ارسال کردیں گے؟

محترمہ آپ کی بیٹی کی رپورٹ دیکھ لی ہے، Causticum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔ 6 ماہ تک دوا استعمال کروائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔ رنگ گورا کرنے والی دوا صرف 6 ماہ ہی استعمال کرنی ہے۔ زیادہ استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ دوا ہمارے کلینک سے بھی ارسال کی جاتی ہے۔

نعیم الحق، کہوٹہ، راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے انتقال کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا، انہوں نے عوام الناس کی بہت خدمت کی، رب العزت اُن کی مغفرت فرمائے، آمین۔ مجھے کافی عرصے سے مردانہ کمزوری تھی۔ میری عمر 50 سال ہے، ڈاکٹر صاحب نے Staphisagaria 30 تجویز کی اس سے کافی فائدہ ہوا، پھر Staphisagaria 200 تجویز کی مگر پھر وہی پرانی مشکل درپیش ہے، براہ کرم کوئی موزوں دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ Selinium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگواسکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

شمس ف، منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر خط کا جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ ہمارے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 بجے کے دوران رابطہ کریں آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

زوجہ عبداللہ، حیات آباد سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر خط کا جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ اپنی Pelvis کا الٹرا ساؤنڈ کروا کر رپورٹ ہمارے کلینک کے پتے پر ارسال کردیں۔

ایم عمران، بہاولپور سے لکھتے ہیں کہ میں ایک کمپنی میں بطور سیل منیجر کام کرتا ہوں، کام کی نوعیت کے حساب سے بہت زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے تھکاوٹ کا شکار رہتا ہوں اور میرے کندھوں اور پنڈلیوں میں کھچاؤ اور درد رہتا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ Rhus Tox 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور درد کے لئے Apherodite Pain Killer (تیل) ہمارے کلینک کے پتے پر 700 روپے کا منی آرڈر کر کے منگواسکتے ہیں۔ ان شاء اللہ درد میں بہت افاقہ ہوگا۔

دختر مہدی خان، گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، میرا خط شائع کیے بغیر جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ Sabal Serrulatum Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور جہاں تک بریسٹ بیوٹی کا تعلق ہے آپ وہ استعمال کرسکتی ہیں۔

دختر جمیل احمد لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Chimaphila 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں Breast Beauty آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

میمونہ، ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری چن اور اپرلپس پر موٹے

اور گھنے بال ہیں چن کے بال آہستہ آہستہ گردن پر بھی پھیل رہے ہیں اور میری بہن جس کی عمر 27 سال ہے اس کے چہرے پر بھی بال ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے، ان کے پورے جسم پر بھی گھنے بال ہیں، ہاتھوں پر بھی مردوں کی طرح بال ہیں، میری بہن کے چہرے اور جسم کے بالوں کا کوئی مستقل حل بتائیں تاکہ یہ بال ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ Olium Jax 6x کی ایک گولی دن میں تین بار کھائیں اور مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ایفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نائلہ، لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے بار بار پیشاب کا مسئلہ ہے، کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Rhus Armoa 3x کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

محمد عتیق ولد محمد رفیق، ہری پور سے لکھتے ہیں کہ جناب لڑکیوں کے چہرے سے بال ختم کرنے والی دوا میرے پتے پر ارسال کردیں دوائی کی قیمت لفافے میں مبلغ 900 روپے رکھ کر بھیج رہا ہوں۔

محترم آپ نے لفافے میں رکھ کر پیسے بھیجے ہیں رقم کے بغیر آپ کا لفافہ موصول ہوگیا ہے اس میں کوئی رقم نہیں ہے، ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے آئندہ مبلغ 900 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ ڈاکخانے والوں سے معلوم کرلیں منی آرڈر کس طرح ہوتا ہے۔

حسنین رضا، کراچی سے لکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگواسکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

بلال شاہد، حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 42 سال ہے، پیشاب کرنے کے بعد قطرہ قطرہ آتا رہتا ہے جو بہت دیر میں ختم ہوتا ہے۔

محترم آپ Conium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

عافیہ بیگم، چکوال سے لکھتی ہیں کہ مجھے ورم رحم کی شکایت ہے بھاری پن محسوس ہوتا ہے، ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں میں آپریشن نہیں کروانا چاہتی، آپ اس کی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ Sepia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

مہرین، میرپور خاص سے لکھتی ہیں کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آتی، میں بہت پریشان رہتی ہوں، نیند پوری نہیں ہونے سے گھر کے کام بھی صحیح سے نہیں ہوتے، آپ سب کو اچھے مشورے دیتی ہیں لوگوں کی تکلیف دور ہوجاتی ہے میری تکلیف کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ Caffea 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

اسحاق خان، پشین سے لکھتے ہیں کہ میں کئی بیماریوں میں مبتلا ہوں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرے لئے کوئی علاج تجویز فرمائیں اور ہمارے علاقے میں ہومیو پیتھک میڈیسن نہیں ملتی، تجویز کردہ دوائی کو منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں۔

محترم آپ کی ایک ماہ کی دوا 1000 روپے کی ہے، مبلغ 1000 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، آپ کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

رضوان احمد، ملتان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 40 سال ہے اور میرا کام محنت طلب ہے، جس کی وجہ سے اکثر میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے جبکہ سکائی کرنے سے یا دبانے سے تھوڑا آرام محسوس ہوتا ہے برائے مہربانی میرے لئے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ Bryonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ جوڑوں کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Pain Killer Apherodite آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

اعجاز چوہدری، فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میری بیوی کے سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں اب تو یہ حال ہے کہ بال

سر پر برائے نام ہی رہ گئے ہیں برائے مہربانی اس کا کوئی علاج تجویز فرمادیں تاکہ اس کے بال لمبے گھنے خوب صورت اور مضبوط ہوجائیں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں Hair Grower آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 3,4 بوتلوں کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نادیہ حسین، نواب شاہ سے لکھتی ہیں کہ رنگ گورا کرنے کی میڈیسن Judum 1M ہمارے علاقے میں نہیں مل رہی، کیا آپ ہمارے گھر کے ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں اور منگوانے کا طریقہ بتادیں۔

محترمہ آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتہ اور مطلوبہ دوا کا نام Judum 1M ضرور لکھیں، ایک ہفتے کے اندر دوا آپ کے گھر پہنچ جائیگی۔

سدرہ اقبال، جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ رہا ہے کم کرنے کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ Phytolacca Barry Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

سارہ، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 17 سال ہے، میرا قد 5 فٹ 2 انچ ہے، میں اپنا قد مزید بڑھانا چاہتی ہوں، پلیز کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں، میری ایک سہیلی کسی ناخوشگوار حادثے کا شکار ہوگئی تھی دو مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ Calcium Phos-6X کی 4 گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور Barium Carb-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی دن میں تین بار پئیں۔ یہ دوائیں 3 ماہ تک استعمال کریں ان شاءاللہ قد بڑھنا شروع ہوجائے گا اور اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 بجے کے دوران رابطہ کریں۔

عادل، جہلم سے لکھتے ہیں کہ میری بہن کے دانتوں سے خون آتا ہے، منہ میں بو بھی رہتی ہے۔ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ کی بہن Mercsol 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

سید ظاہر شاہ، بھاولپور سے لکھتے ہیں کہ میں آنچل رسالے میں آپ کا کالم باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور آپ کی تجویز کردہ دواؤں سے بارہا فائدہ اٹھا چکا ہوں ایک مسئلہ ذرا پریشان کن ہے اس کی دوا تجویز کردیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ میرا بیٹا 5 سال کا ہے، عرصہ ڈھائی سال سے اس کی ٹانگوں میں شام کے وقت شدید درد ہوتا ہے اور وہ تکلیف سے بے حال ہوجاتا ہے روزانہ اس کو بروفن سیرپ شام کے وقت دینا پڑتا ہے ویسے تو ہر چیز کھاتا پیتا ہے لیکن دیکھنے میں بہت کمزور اور دبلا پتلا ہے، ہم نے بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا مگر وہ سب طاقت کے سیرپ لکھ دیتے ہیں جن سے شروع میں وقتی طور پر فائدہ ہوتا ہے پھر وہی حالت۔ آپ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ Mag phos 6x کی 4 گولیاں دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔ ان شاءاللہ درد سے نجات ملے گی۔

قاسم حسن، لاہور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 37 برس ہے 10 سال شادی کو ہوگئے ہیں اس عرصے میں بہت علاج کرائے مگر ازدواجی تعلق صحیح طور پر قائم نہیں کرسکا، بڑی امید کے ساتھ آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور میری بیوی کا پیٹ بھی بہت بڑھا ہوا ہے اس کے لئے بھی کوئی دوا بتائیں۔

محترم آپ Nuphur Luteum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور بیگم کو Calc Flour 6x کی 4 گولیاں دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔

منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی۔ 75850
فون نمبر: 021-36997059
صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

# گاگی باتیں

حنا احمد

## تقریب میں بیٹھنے کے آداب

بناؤ سنگھار کرتے وقت بعض چیزیں تو مادی صورت میں استعمال کی جاتی ہیں مگر بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں اپنے کردار کا حصہ بنانا پڑتا ہے اور بناؤ سنگھار اور حسن سے ان کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔

آپ خود ہی سوچیے کہ بن سنور کر اور قیمتی لباس زیب تن کرنے کے بعد اگر آپ کو صحیح طریقے سے بیٹھنا نہیں آتا ہو تو ساری محنت اکارت جائے گی۔

کمر کو ہر وقت جھکا کر رکھا جائے تو پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں وہ پورے طور سے ہوا نہیں کھینچتے اور کم پھولتے ہیں اس طرح کم سانس لینے سے جسم کے اندر آکسیجن کم آتی ہے اور خون بھی کم صاف ہو پاتا ہے اس کا اثر پورے نظام جسم پر پڑتا ہے اور دیکھنے میں انسان بھدا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہیں بھی کسی بھی تقریب میں ہمیشہ کرسی سے ٹیک لگا کر کمر سیدھی کر کے بیٹھیں۔ اس طرح شانے بلند گردن سیدھی پیٹ اندر اور سینہ قدرے تنا ہوا ہو۔

یہ خیال رکھیں کہ آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں چہرے سے نہ ملیں مثلاً بعض خواتین کو خوامخواہ ناک میں انگلیاں ڈالنے کی عادت ہوتی ہے یا یونہی بیٹھی بیٹھی ہونٹ کا چھلکا ہاتھوں سے ہٹانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور کچھ نہیں تو ناخنوں کا میل ہی نکالنے بیٹھ جاتی ہیں۔ ان حرکتوں سے دیکھنے والوں کو کوفت ہوتی ہے اور گھن آتی ہے۔ بیٹھتے وقت آپ کے ہاتھ آپ کی جھولی میں یا کرسی کے بازوؤں پر پڑے رہنے چاہئیں۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھنے کی عادت بھی بری ہے خاص کر کسی ایسی تقریب میں جہاں مرد بھی بیٹھے ہوں۔

ایک خاتون کا کامیاب زندگی گزارنے کے لیے بھی اپنی ظاہری و باطنی دونوں شخصیات پر توجہ دینی لازمی ہے۔ اپنی ازدواجی زندگی میں عورت کو یہ احساس ہو جانا چاہیے کہ اسے شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لیے خود پر توجہ دینی ضروری ہے۔ اپنی شادی شدہ زندگی کو خوب صورت بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ چاق و چوبند پرکشش اور دلکش دکھائی دیں۔ آپ میں تھوڑی سی کمی اسے کسی غیر عورت کی خوب صورتی کی طرف مائل کر دے گا اور وہ اسی کا قصیدہ پڑھنے بیٹھ جائے گا لہٰذا اسے ایسا موقع ہرگز نہیں دینا چاہیے وہ جب باہر سے تھکا ہوا آئے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایک خوش گوار ماحول میں اپنی تھکن اتارے لیکن گھر آ کر اس کے برعکس بے ربطگی کا ماحول ہے تو اس کی طبیعت آپ ہی آپ گھر سے بے زار ہونے لگتی ہے اور اسے دوسروں کی بنی سنوری چاق و چوبند بیویوں کا خیال آتا ہے۔ یوں وہ اپنی بیوی کا موازنے کا انجام کچھ بہتر نہیں نکلتا۔ اس لیے بیوی کو چاہیے کہ گھر کی بے ترتیبی کچن میں مصروفیات اور بچوں کی مصروفیات سے فارغ ہو کر پھر خود صاف ستھرے لباس میں چاق و چوبند ہو کر اپنے شوہر کا استقبال ایک غمگسار اور چاہنے والی بیوی کے انداز میں کرے۔

ان سب باتوں کے علاوہ بیویاں شوہر کے پسند و ناپسند کے کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ بحث و گفتگو میں بھی خیال رکھیں تو شوہر کی زیادہ توجہ حاصل کر سکتی ہیں مگر خیال رہے کہ بحث و مباحثے کے وقت شوہر کو بے جا تضحیک کا نشانہ نہ بنائیں اور نہ اس کے سامنے اپنی زیادہ معلومات اور علم کا رعب جھاڑیں۔

وکٹر ہیوگو نے کہا ہے ''خوب صورت خواتین کی کمی نہیں لیکن مکمل طور پر کوئی بھی خوب صورت نہیں'' لہٰذا ایک اچھی خاتون کو اپنی نسائیت کے بھرپور استعمال سے اپنی ازدواجی زندگی زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانی چاہیے۔ عورت اس دنیا کی سب سے حسین اور دلربا ہستی ہے وہ چاہے تو اپنے مخفی ہتھیاروں سے دنیا پر حکومت کر سکتی ہے مگر اس حکومت کے بھی چند اصول ہوتے ہیں کہ وہ اپنی نسائیت کی تحریم و تکریم کا جذبہ بیدار رکھے اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ اپنا گرویدہ بنانے کے لیے ایک مایاب اور عمدہ شخصیت کے اصولوں کو ہمیشہ مدنظر رکھے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دنیا پر حکومت سے قاصر رہ سکے۔

## افسردگی اور پژمردگی

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

آپ زندگی میں بارہا ایسے لوگوں سے ملے ہوں گے جو اکثر اداس اور پژمردہ رہتے ہیں یہ افسردہ اور زود رنج لوگ ہمیشہ اپنی بدنصیبی، قسمت کی خرابی شکوہ اور ناسازگار حالات کی شکایت کرتے ہیں، یہی نہیں بلکہ ان کی خوشیاں بھی ان کے لیے باعث پریشانی بن جاتی ہیں' اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کبھی خوش ہی نہیں ہوتے اپنے دوستوں کی بعض خامیوں اور موسم کی خرابی کا تذکرہ کرکے انہیں ایک قسم کی مسرت حاصل ہوتی ہے اپنی خستہ حالی کا رونا رو کر تو گویا ان کو صحیح خوشی ملتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جسمانی تکلیف اور خرابی صحت اکثر پژمردگی اور چڑچڑاپن کے دو اہم سبب ہوتے ہیں لیکن اگر جسمانی ورزش' روزانہ غسل' تازہ ہوا اور سادہ غذا میسر آ جائے تو کھوئی ہوئی بشاشت پھر سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تنگ مزاجی کی وجہ ذہنی اور نفسیاتی بھی ہوتی ہے پراگندہ ذہن اس کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

وہ شخص جو اداس رہتا ہے اس کی زبانی ہم اکثر سنتے ہیں کہ اسے ذہنی یکسوئی حاصل نہیں اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تھکن اسے دبائے رکھتی ہے اس کی وجہ جیسا کہ وہ خیال کرتا ہے کام کی زیادتی یا وقت کی کمی نہیں نہ اس کی موٹی عقل اور کند ذہنی اس کے اسباب قرار دیئے جاسکتے ہیں بلکہ اس ذہنی تھکن کی وجہ ذہنی قوتوں کو استعمال کرنے کے غلط طریقے و انداز ہیں یعنی کہیں وہ شخص اپنی قوتوں کو غلط جگہ صرف کرتا ہے تو کہیں ان کو غلط طریقے پر خرچ کرتا ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ ایک شخص کو بازار سے کئی چیزیں خریدنی تھیں' گھر سے کچھ سوچے سمجھے بغیر وہ چل نکلتا ہے اور جب ایک چیز خرید کر واپس آتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ فلاں چیز تو خریدی ہی نہیں اس طرح اس کو کئی بار گھر سے بازار اور بازار سے گھر جانا پڑتا ہے۔

یقیناً یہ شخص اپنی قوتوں کو غلط طریقے پر صرف کر رہا ہے اگر یہی شخص ان تمام چیزوں کی ایک فہرست بنالے جو اسے خریدنی ہیں اور پھر خرید و فروخت کے لیے گھر سے نکلے تو نہ صرف اپنے کام کو نسبتاً کم وقت میں پورا کرلے گا بلکہ زیادہ احسن طریقے پر اس کو مکمل کرسکے گا بھلا آپ اس عورت کے متعلق کیا کہیں گے جو اس خیال میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ اسے فلاں دن چائے کی دعوت میں کن کن چیزوں کا انتظام کرنا ہے کہ اس کو شام کے کھانے کا بندوبست بھی کرنا بھی بھول جائے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنا وقت اور ذہن نامناسب طریق پر صرف کیا۔

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ اقتصادی اور مالی مشکلات بھی ذہن کو پریشان کرنے میں پیش پیش ہوتی ہیں ذہنی پریشان پژمردگی اور اداسی کو جنم دیتی ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ اگر کسی فرد کو اپنی ذاتی فکر ہو یا نہ ہو وہ اپنی بیوی بچوں اور عزیز و اقارب کی طرف سے اکثر متفکر ہو جاتا ہے اگر اس کی آمدنی معقول نہیں اور آسودہ حالی میسر نہیں لاتعداد عوام اس کا ذہنی سکون خراب کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

ذہنی جمود بھی اداسی اور تنگ مزاجی پیدا کرنے کی ایک وجہ قرار دیا جاسکتا ہے ہر شخص میں قوت حاصل کرنے کی خواہش ہے اور ذہن کو اگر زنگ لگنے دیا جائے یعنی ذہنی قوتوں کو کسی کام میں نہ لایا جائے تو یہ ذہنی قوتیں پلٹ کر گویا اپنے آپ پر حملہ کردیتی ہیں اور چڑچڑاپن اور اداسی کی سی کیفیت جنم لیتی ہے۔

تنقید کو خندہ پیشانی سے قبول نہ کرنے سے بھی پژمردگی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ بے شک دوسروں کی تنقید کو خوشی خوشی قبول کرلینا بہت مشکل ہے لیکن ہم اگر ایک متوازن زندگی گزار رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دوسروں کی تنقید سے گھبرائیں بے لاگ تنقید ہم کو اپنے متعلق صحیح رائے قائم کرنے میں مدد دے سکتی ہے اگر ہم ہمیشہ اپنی تعریف ہی سنتے رہیں تو گویا اپنی کتاب زیست کا ہی ورق پڑھتے رہتے ہیں۔